اعجازِ عیسوی جدید

تالیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہٗ

تحریف بائبل اور اس میں موجود تضادات پر نامور محقق کی نادر علمی تحریر

اردو کے نئے پیرہن میں ــــــ تردید عیسائیت پر حوالہ کی مشہور کتاب

تسہیل و تحقیق و تشریح و حواشی

حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

جناب مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا حسین احمد نجیب

ادارہ اسلامیات
لاہور - کراچی
پاکستان

اِعجازِ عیسوی جدید

تالیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ

تحریف بائبل اور اس میں موجود تضادات پر نامور محقق کی نادر علمی تحریر
اردو کے نئے پیرہن میں ـــــ تردید عیسائیت پر حوالے کی مشہور کتاب

تسہیل و تحقیق و تشریح و حواشی

حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم
جناب مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
جناب مولانا حسین احمد نجیب

ادارہ اسلامیات
۱۹۰- انارکلی ○ لاہور

فہرست

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ
مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي
اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ
افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى
الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ
يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ
نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۔

(القرآن الحکیم)

سورۃ الصّف آیت ۶، ۷، ۸
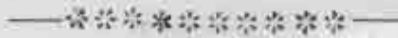
: جب کہ عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو توراۃ آ چکی ہے۔ میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں۔ جنکا نام احمد ہوگا۔ میں اُن کی بشارت دینے والا ہوں۔ پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ کہنے لگے۔ یہ صریح جادو ہے۔ اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا۔ گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔

القرآن الحکیم

(سورۃ الصّف آیت ۶،۷،۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

پیش لفظ

از حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نائب صدر دار العلوم کراچی

——— جسٹس سپریم کورٹ شریعت ایپلیٹ بنچ پاکستان ———

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے اس آخری دور میں عیسائی مذہب کی تنقید و تردید کے لئے گویا خاص طور پر پیدا کیا تھا۔ انھوں نے ردِ عیسائیت کے موضوع پر اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں اپنی گرانقدر تالیفات کا جو عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے، ماضی میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ انھوں نے عیسائیت کی تردید پر قلم اٹھانے سے پہلے اس مذہب کا اس کے مستند علماء کی معتبر کتابوں کے ذریعے بنظرِ غائر مطالعہ فرمایا اور اس مقصد کے لئے ڈاکٹر (انگریزی کے علاوہ) عبرانی، سریانی اور یونانی زبان کی کتابوں سے استفادہ کیا اور اس کام میں ان کے معاون خصوصی ڈاکٹر وزیر خان صاحب مرحوم نے ان کی بطورِ خاص مدد کی، یہاں تک کہ شاید ہندوستان کا کوئی بڑے سے بڑا پادری بھی عیسائی مذہب کی معلومات میں حضرت مولاناؒ کی ہمسری نہ کر سکتا ہو۔

اس وسیع و عمیق مطالعہ کے بعد انھوں نے عیسائیت کی ایک ایک گمراہی پر جس بسط و تفصیل اور تحقیق و تنقید کے ساتھ قلم اٹھایا، اس نے صحیح معنی میں عیسائیت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا، اور عیسائی علماء کے دلائل کے پرخچے اڑا دیئے۔

ردِ عیسائیت کے موضوع پر حضرت مولاناؒ کی جامع ترین کتاب "اظہار الحق" ہے جو عربی زبان میں بار بار شائع ہوئی ہے اور اس کے ترجمے دنیا کی مختلف زبانوں میں چھپ چکے ہیں۔ سب سے آخر میں اس کا اردو ترجمہ احقر کے استاذ محترم حضرت مولانا اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا جس کی تکمیل، اور تشریح و تحقیق کی سعادت بھی ناچیز کو حاصل ہوئی۔ ترجمہ احقر کے

مقدمے اور حواشی کے ساتھ "بائبل سے قرآن تک" کے نام سے تین جلدوں میں مکتبہ دار العلوم کراچی سے شائع ہو چکا ہے اور بفضلہ تعالے اس کی اشاعت سے اس موضوع پر عہد حاضر کا ایک بہت بڑا خلا پُر ہوا ہے اور اس کی بدولت بحمد اللہ بہت سے عیسائیوں کو اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی ہے۔

حضرت مولانا کی دوسری کتاب "اعجازِ عیسوی" اردو زبان میں ہے اور اس میں حضرت مولانا نے بائبل کی تحریف کے موضوع پر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ اگرچہ تحریفِ بائبل کا باب "اظہار الحق" میں بھی موجود ہے اور اس موضوع پر انہوں نے اپنی بعض دوسری کتابوں میں بھی مفصل بحثیں کی ہیں، لیکن "اعجازِ عیسوی" صرف اسی بحث کے لئے مخصوص ہے اور اس میں انہوں نے تحریف بائبل پر سب سے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے اور اس لحاظ سے اس کتاب کی کوئی نظیر عربی، فارسی یا اردو میں موجود نہیں ہے بلکہ انگریزی زبان کی کسی کتاب میں بھی اتنے استقصاد کے ساتھ بائبل کے تضادات، غلطیوں اور تحریفات کا بیان میری نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ کتاب عرصۂ دراز سے بالکل نایاب تھی۔ بعض کتب خانوں میں اور بعض اہلِ ذوق کے پاس اس کے چند قدیم اور بوسیدہ نسخے ہوں تو ہوں، لیکن عام طور سے یہ کتب خانوں میں بھی دستیاب نہ تھی۔

حضرت مولانا کیرانوی قدس سرہٗ کے نبیرۂ محترم، برادرِ مکرم جناب مولانا محمد سلیم صاحب مدظلہم مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے دل میں اللہ تعالےٰ نے اس کتاب کو منظر عام پر لانے کا داعیہ پیدا فرمایا۔ انہوں نے حضرت، یہ کہ مجھ ناکارہ سے اس کی طباعت و اشاعت کے انتظام کے لئے اصرار فرمایا۔ اس کتاب کے دو نسخے بھی ہندوستان سے مہیا کر کے بھجوا دیئے اور اس کو منظر عام پر لانے کے لئے مالی انتظام کا بھی وعدہ فرمایا۔ لیکن کتاب کو جوں کا توں شائع کرنے میں ایک دشواری یہ تھی کہ کتاب کی اُردو زبان اتنی پرانی تھی کہ آج کے اُردو داں حضرات کے لئے اس کو سمجھنا اور روانی کے ساتھ اُسے پڑھ کر اس سے استفادہ کرنا بہت مشکل تھا، دوسری

طرح کتاب کے الفاظ اور عبارتوں کو حضرت مصنفؒ کی وفات کے بعد بدلنا بھی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ بالآخر سوچ بچار کے بعد یہ صورت ذہن میں آئی کہ کتاب کی عبارت آج کی زبان کے مطابق سلیس بنا کر لکھ دی جائے تاکہ قارئین کے لئے اس سے استفادہ ممکن ہو اور اس کو بعینہٖ "اعجاز عیسوی" نہ کہا جائے بلکہ "اعجاز عیسوی" پر مبنی ایک نئی کتاب "اعجاز عیسوی جدید" قرار دیا جائے۔ آج کل اس طرح بہت سی قدیم کتابیں نئی عبارتوں کے ساتھ شائع کرنے کا رواج ہو گیا ہے جسے تحریر جدید (Rewriting) کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بنام خدا تعالیٰ "اعجاز عیسوی" کی تحریر جدید کا فیصلہ کر لیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی دو مزید کام ضروری معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ احقر نے "بائبل سے قرآن تک" پر جو حواشی لکھے تھے وہ متعلقہ مضامین کی تفہیم اور تشریح و تفصیل کے لئے مفید ثابت ہوئے تھے۔ خیال ہوا کہ اس کتاب میں بھی متعلقہ مقامات پر وہ حواشی منتقل کر دیئے جائیں تاکہ قارئین کے لئے مزید بصیرت کا موجب ہوں۔ دوسرے یہ کہ حضرت مولانا کیرانوی قدس سرہٗ نے بائبل کے جن نسخوں سے عبارتیں نقل فرمائی ہیں وہ اب بہت ہی پرانے ہو چکے اور ان کے بعد جو جدید ترجمے شائع ہوئے ہیں اُن میں قدیم ترجموں کے مقابلہ میں خاصے اختلافات بھی ہیں لہٰذا ضرورت اس بات کی تھی کہ ان اختلافات کو بھی حواشی کے ذریعے واضح کیا جائے۔

احقر کے لئے اپنی گوناں گوں مصروفیات کی بنا پر یہ سارے کام ممکن نہ تھے، اس لئے احقر نے یہ کام مولانا حسین احمد نجیب صاحب کے سپرد کئے جو اس وقت دارالعلوم کے شعبۂ تالیف و تصنیف کے رفیق تھے۔ انہوں نے ماشاء اللہ تحریر جدید کا کام تو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا اور کہیں کہیں "بائبل سے قرآن تک" کے حواشی بھی منتقل کر دیئے اور چند مقامات پر خود اپنی طرف سے بھی بعض حواشی کا اضافہ کیا، لیکن حواشی کی تکمیل نہ کر سکے تھے کہ ان کو بعض دوسری مصروفیات پیش آگئیں اور وہ اس کام کی تکمیل کی طرف توجہ نہ دے سکے۔

اس کے بعد احقر نے اپنے برادرِ معظم جناب مولانا محمد محترم فہیم عثمانی صاحب سے درخواست کی کہ باقیماندہ کام کی تکمیل وہ فرمادیں، چنانچہ انہوں نے بحمد اللہ مختصر مدت میں متعلقہ مقامات پر "اظہار الحق" کے حواشی کو یہاں منتقل بھی فرمادیا اور ساتھ ساتھ بائیبل کے ترجموں کے اختلافات کو نئے حواشی کے ذریعہ واضح بھی فرمادیا، مولانا نجیب صاحب نے اصل متن میں بائیبل کے موجودہ تراجم کی عبارتیں نقل کی ہیں اور مولانا محمد محترم صاحب مدظلہم نے اختلافات کے مقام پر حاشیے میں ان قدیم نسخوں کی عبارتیں درج فرمادی ہیں جو حضرت مولانا کیرانوی قدس سرہٗ کے پیشِ نظر رہے ہیں۔

اس طرح بحمد اللہ حضرت مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اعجازِ عیسوی" اپنے جدید پیرہن میں اشاعت کے لئے تیار ہوگئی۔ مکتبۂ دارالعلوم کراچی میں زیرِ اشاعت کتب کی فہرست خاصی طویل تھی اور اس کتاب کا نمبر آتے آتے وقت لگ جاتا اس لئے احقر کے برادر زادہ عزیز مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور نے اس کو اپنے "ادارۂ اسلامیات" سے شائع کرنے کا بیڑہ اٹھالیا اور اب ان کی محنت و کوشش سے بفضلہ تعالیٰ تحریفِ بائیبل کے موضوع پر گرانقدر معلومات کا یہ بے نظیر ذخیرہ پہلی بار منظرِ عام پر آرہا ہے۔ یہ لفظ بہ لفظ مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل کتاب "اعجازِ عیسوی" تو نہیں ہے، لیکن اعجازِ عیسوی ہی کے مضامین و معانی کی جدید تعبیر ہے اور بحمد اللہ اس بات کا اطمینان کرلیا گیا ہے کہ مفہوم و معنیٰ میں کہیں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازیں اور یہ کتاب عیسائی صاحبان کے لئے ذریعۂ ہدایت، مسلمان اہلِ علم کے لئے ذریعۂ معلومات اور اس کے مصنف، مؤلف، ناشر اور اشاعت کی کوشش کرنے والے تمام حضرات کے لئے ذخیرۂ آخرت ثابت ہو۔ آمین!

محمد تقی عثمانی

دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

۱۳؍ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ مصنف

لاکھ لاکھ شکر اور تعریف اس خدائے پاک کو کہ جس نے ہم کو اپنے رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طفیل خلعت ایمان سے ممتاز کرکے یہ توفیق دی کہ ان شبہات و اعتراضات کو ہم دور کریں جو اسلام کے منکر اور ملحدین ملت اسلامیہ پر تعصب یا بے وقوفی کے سبب سے وارد کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں ان خرابیوں سے واقف کر دیا جو پچھلی کتب مقدسہ میں ملحدین کی خباثت یا ان لوگوں کی شرارت کے سبب واقع ہو گئی تھیں جو ٹھیک ٹھیک اس آیت کے مصداق ہیں کہ :-

"فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا" -

"پس خرابی ہے اُن لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعہ تھوڑی سی قیمت حاصل کرلیں"

اللہ تعالےٰ نے ان خرابیوں سے ہمیں اس طرح باخبر فرما دیا کہ ہمارے لئے آسانی سے ان کتابوں میں تحریف کا اثبات ممکن ہو گیا۔ اور ہزار ہزار درود و سلام سرور انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر جن پر وہ معجزانہ کلام نازل ہوا جس کے ایک حرف میں بھی کسی ملحد یا منکر کو تحریف کی جرأت نہ ہوئی، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ :-

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" -

"بلاشبہ ہم نے ہی نصیحت کی کتاب اتاری ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

اور خدا کی سینکڑوں رحمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب پر جن کے وسیلہ سے کفر و گمراہی کا نقش دنیا سے مٹا اور مخلوق کے دل میں بت پرستی، آتش پرستی اور تثلیث کے خار و خس کے بجائے توحید کے پودے پروان چڑھے۔

امّا بعد!

اگر فرقہ پروٹسٹنٹ[1] کے پادری صاحبان صرف بائبل کے ترجمے بانٹنے اور سنانے پر اکتفا کرتے تو مسلمانوں کو اُن سے تعرض کرنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن یہ لوگ اپنی تقریر و تحریر میں نہ صرف اصول اسلام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، بلکہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر بھی زبان طعن دراز کرتے ہیں اور کبھی کبھی اپنی تحریر و تقریر میں یہ دعوے بھی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان اعتراضات کا جواب دے گا

---

[1] آج کل عیسائیوں کے دو بڑے فرقے معروف ہیں، ایک فرقہ رومن کیتھولک (Roman Catholic) کہلاتا ہے، یہ عیسائیوں کا قدامت پسند فرقہ ہے اور اس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ عیسائیت کے اصلی اور قدیم اعمال و نظریات پر قائم ہے۔ دوسرا فرقہ پروٹسٹنٹ (Protestant) کہلاتا ہے، یہ فرقہ سولھویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا۔ اس کے بانی مارٹن لوتھر نے یہ دعوے کیا تھا کہ کلیسا کے پاپاؤں نے عیسائیت کی اصل شکل و صورت بگاڑ دی ہے اور اس میں بہت سی بدعتیں شامل کر دی ہیں۔

"پروٹسٹنٹ" کے لغوی معنی "احتجاج کرنے والے" کے ہیں، اور چونکہ اس فرقے نے کلیسا کے پاپاؤں سے ان بدعتوں پر احتجاج کیا تھا اس لئے اس کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے درمیان بہت سے نظریاتی اختلافات ہیں۔ جن میں سے اہم ترین یہ ہیں کہ موخر الذکر فرقہ بپتسمہ اور عشاء ربانی کے سوا کسی اور مذہبی رسم کا قائل نہیں جب کہ رومن کیتھولک کلیسا میں بہت سی مذہبی رسوم انجام دی جاتی ہیں۔ نیز رومن کیتھولک فرقہ چودہ ایسی کتابوں کو بھی بائبل میں شامل کرتا ہے جو کہ پروٹسٹنٹ فرقے کے نزدیک اس میں شامل نہیں ہیں۔ ۱۲ م

تو ہمیں کوئی رنج نہیں ہو گا۔

جن مسائل میں ہمارا عیسائیوں سے اختلاف ہے اور جن پر ان کی طرف سے بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہے اُن میں سے ایک اہم مسئلہ تحریف[1] کا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ باقی تمام مسائل اسی کی فرع ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی جائے اور اس میں عہدِ عتیق اور عہدِ جدید[2] کی کتابوں کا حال ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے تاکہ اس سے مسلمانوں کے دعوی کی حقانیت بخوبی واضح ہو سکے۔

تحریف کا مطلب

سب سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں:۔

(۱) "تحریف" کا مطلب ہے کسی بات کو بدل ڈالنا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک "تحریف معنوی" یعنی کسی عبارت کے الفاظ میں اپنی طرف سے کوئی ردّ و بدل تو نہ کیا جائے لیکن اس کے معنی بگاڑ دیئے جائیں۔ دوسری "تحریف لفظی" یعنی عبارت کے الفاظ ہی میں ترمیم کر دی جائے۔ پھر "تحریف لفظی" کی بھی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک لفظ کو ہٹا کر اس کی جگہ کوئی دوسرا لفظ رکھ دیا جائے۔ دوسری یہ کہ عبارت میں کوئی لفظ اپنی طرف سے بڑھا

---

[1] یعنی مسلمان یہ کہتے ہیں کہ بائبل کی کتابوں میں تحریف ہو گئی ہے اور وہ اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہیں جبکہ عیسائیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ الہامی کتابیں ہیں اور ان میں کوئی تحریف نہیں ہوئی۔

[2] "عہدِ عتیق" یا "پرانا عہد نامہ" old testament بائبل کا پہلا حصہ ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت ملاخیا یا ملاکی علیہ السلام تک مختلف پیغمبروں پر نازل ہونے والے صحیفے جمع کئے گئے ہیں اور "عہدِ جدید" یا "نیا عہد نامہ" New testament بائبل کا دوسرا حصہ ہے جس میں چاروں انجیلیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی طرف منسوب خطوط اور مکاشفات وغیرہ ہیں۔

دیا جائے اور تیسری یہ کہ عبارت کا کوئی لفظ حذف کر دیا جائے۔

(۲) تحریف معنوی کے مسئلہ میں ہمارے اور عیسائیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، یعنی عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بائبل کی تشریح اور تعبیر میں تحریف معنوی واقع ہوتی ہے اور لوگوں نے اس کی عبارتوں کو من مانے مفہوم پہنانے کی کوشش کی ہے۔ البتہ تحریف لفظی کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ بائبل میں تحریف نہیں ہوئی اور ہمارا دعوےٰ ہے کہ اس میں تحریف ہوئی ہے لہٰذا اس کتاب میں تحریف معنوی سے کوئی بحث نہیں ہوگی۔ اس کتاب میں ہمارا موضوع تحریف لفظی کا اثبات ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے تین مقصدوں میں اسی تحریف لفظی کو ثابت کیا جائے گا۔ یعنی اصل موضوع تو اسی کا بیان ہوگا خواہ ضمناً کوئی دوسری بات بھی آ جائے۔

(۳) اس کتاب میں خود عیسائی مذہب کے محقق علماء کے اعترافات سے انشاء اللہ یہ بات بخوبی ثابت ہو جائے گی کہ ان کی مقدس کتابوں میں بعض جگہ ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیا گیا ہے، بعض جگہ کوئی لفظ یا جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا گیا اور بعض جگہ سے کوئی لفظ یا جملہ سرے سے اڑا دیا گیا ہے اور اسی کو ہم تحریف کہتے ہیں، خواہ عیسائی حضرات اس کی وجہ یہ بیان کریں کہ یہ تبدیلی بددیانت لوگوں کی شرارت سے قصداً ظہور میں آئی، خواہ یہ کہیں کہ اس کا سبب تواتر لفظی کا مفقود ہونا ہے، خواہ یہ کہیں کہ کاتبوں سے غلطی ہو گئی ہے اور خواہ یہ کہیں کہ اصلاح دینے والوں سے وہم ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہمارے دعوے میں "تحریف" عام ہے، خواہ وہ قصداً واقع ہوئی ہو یا بغیر قصد و ارادہ کے۔

(۴) اس کتاب میں عیسائیوں کی جو باتیں نقل کی جائیں گی وہ پروٹسٹنٹ یا رومن کیتھولک فرقوں کی معتبر اور مستند کتابوں سے منقول ہوں گی، مثلاً یوسی بیس کی تاریخ یا تفسیر ہارن مطبوعہ لندن ۱۸۲۲ء یا ہنری و اسکاٹ کی تفسیر مطبوعہ لندن، یا لارڈنر کی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۲۷ء (جو دس جلدوں پر مشتمل ہے) اور جارج ڈائلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر

مطبوعہ لندن ۱۸۴۸ء لیکن چونکہ اردو اور انگریزی زبان کے محاوروں میں بڑا فرق ہے اس لئے ان کتابوں کے اقتباسات مجموعی مفہوم اور حاصل مضمون کے مطابق ہوں گے، ان کا لفظی ترجمہ نہیں ہوگا۔

(۵) کتب مقدسہ (بائبل) کی عبارتوں کا وہ ترجمہ نقل کیا جائے گا جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے پادریوں نے کیا ہے، یہ اقتباسات حسب ضرورت کبھی صرف اردو ترجموں سے لئے جائیں گے، کبھی اردو اور فارسی دونوں سے اور کبھی اردو، فارسی اور عربی تینوں سے، اور کبھی زیادہ ضرورت ہوگی تو انگریزی ترجموں کا حوالہ بھی دے دیا جائے گا کیونکہ پروٹسٹنٹ حضرات کی عادت یہ ہے کہ جب بائبل کی کوئی عبارت اُن کے خلاف پڑتی ہے تو وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہاں مترجم نے ترجمہ غلط کیا ہے، حالانکہ وہ مترجم بھی انہی کے فرقہ کا ہوتا ہے، متعدد تراجم نقل کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ جب مختلف مترجموں کے ترجمے سامنے آئیں گے تو شاید وہ ایسا ارشاد نہ فرمائیں اور اگر فرمائیں بھی تو فریق ثانی کو اس صورت میں کافی گنجائش ہوگی۔

(۶) چونکہ بائبل کے ترجمے بدلتے رہتے ہیں اس لئے یہاں ہم اُن ترجموں کے حوالے درج کئے دیتے ہیں جن سے ہم نے اقتباس لئے ہیں:

(i) صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں (تورات) کا ترجمہ جو ۱۸۲۳ء میں شیلورام پور کے چھاپہ خانہ میں چھپا ہے۔

(ii) پورے عہد عتیق کا اردو ترجمہ جو کلکتہ سے دو جلدوں میں چھپا ہے، پہلی جلد کتاب پیدائش سے لے کر کتاب آستر تک ہے اور ۱۸۴۴ء میں طبع ہوئی ہے اور دوسری جلد کتاب ایوب سے کتاب ملاکی (ملاخی) تک ہے اور ۱۸۴۳ء میں چھپی ہے۔

(iii) فارسی ترجمہ جو پورے عہد عتیق پر مشتمل ہے اور چار جلدوں میں طبع ہوا ہے پہلی جلد کتاب پیدائش سے کتاب استثنا تک ۱۸۳۹ء میں لندن سے چھپی

ہے اور باقی تین جلدیں ۱۸۳۸ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی ہیں۔

(۱۷) فارسی ترجمہ جو پورے عہد عتیق پر مشتمل ہے اور دو جلدوں میں ۱۸۴۵ء مطابق ۱۲۶۱ھ میں شہر اڈنبرگ سے شائع ہوا ہے۔

(۷) عربی ترجمہ جو عہد عتیق اور عہد جدید دونوں پر مشتمل ہے اور ۱۸۳۱ء میں لندن سے ایک ہی جلد میں چھپا ہے۔

(۷۱) صرف عہد جدید کے اردو ترجمے جو ۱۸۳۹ء، ۱۸۴۱ء، ۱۸۴۲ء اور ۱۸۴۳ء میں کلکتہ سے شائع ہوئے ہیں۔

(۷۱۱) صرف عہد جدید کا فارسی ترجمہ جو ۱۸۴۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا ہے۔

(۷۱۱۱) پروٹسٹنٹ علماء کے انگریزی مہر شدہ تراجم جو ۱۸۱۹ء، ۱۸۳۰ء، ۱۸۳۵ء اور ۱۸۳۶ء میں چھپے ہیں۔

(۱۸) رومن کیتھولک کا انگریزی ترجمہ جو ۱۸۴۰ء میں ڈبلن سے شائع ہوا۔

(۷) اس کتاب میں بعض مقامات پر ہم کچھ ملحدین کی کتابوں سے بھی اقتباسات نقل کریں گے اس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہم خدانخواستہ ان ملحدوں کا اچھا یا اُن کے کلام کو سند سمجھتے ہیں یا اُن کی تحریریں ہمیں پسند ہیں۔ حاش وکلا! واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام ملحدین ہمارے نزدیک کافر اور مردود ہیں اور ان کی باتیں کافرانہ اور قابل نفرت ہیں، کیونکہ ہم حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ یا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے دشمن کو ایسا ہی قابلِ نفریں سمجھتے ہیں جیسے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دشمن کو، اور یہ عقیدہ ہمارے مذہب کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ لیکن ان ملحدوں کے اقتباسات ہم نے صرف اس لئے پیش کئے ہیں تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ پروٹسٹنٹ فرقے کے پادریوں نے جو اعتراضات اسلام پر یا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے ہیں وہ ان اعتراضات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں جو ملحدین نے تورات، انجیل اور دوسری کتب مقدسہ پر یا

حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر کئے ہیں بلکہ درحقیقت پروٹسٹنٹ فرقے نے ایسے بے سروپا اعتراضات انہی ملحدوں سے سیکھے ہیں اور بعض جگہ تو ان ہی کے اعتراضات کو جوں کا توں نقل کر دیا ہے۔

یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں رہ سکتی جس نے ملحدین کی کتابیں دیکھی ہوں۔ مثلاً اسپائی نوزا کی تصانیف، ٹولینڈ کی کتاب آمن ٹو مطبوعہ ۱۶۵۸ء، ٹوسٹن کے چھ رسالے جو ۱۸۲۶ء سے ۱۸۳۱ء تک چھپے ہیں، کتاب مورل فلاسفر جو ۱۸۴۳ء میں چھپی ہے اور کتاب چب جو ۱۷۴۹ء میں چھپی ہے، کتاب الکسی ہومو مطبوعہ لندن ۱۸۱۳ء، کتاب ٹومس چین کے اور کتاب جے ہوا ان ویلڈ (یعنی یہوواہ کی نقاب کشائی) مطبوعہ لندن ۱۸۱۶ء، کتاب بولنجر جس کا ترجمہ جانسن نے کیا ہے اور ۱۸۲۲ء میں لندن سے شائع ہوئی ہے، کتاب کلارک مطبوعہ لیڈن ۱۸۳۹ء، کتاب ڈیوٹ مطبوعہ بوسٹن ۱۸۴۳ء، کتاب لارڈ بولنگ بروک، کتاب مارٹن جو جرمنی زبان میں ہے، کتاب الاہمیو یامر، والٹیر کی تصانیف، روسو اور پالفری کی تصانیف، کتاب ریس گرنفتہ کتاب اسمتھ اور کتاب نیومن فیزس آف فیتھ وغیرہ جن کی تفصیل موجب طوالت ہے اور ان میں سے اکثر ناموں کی فہرست پارکر کی کتاب کے آخر میں لگی ہوئی ہے اور اس قسم کی اکثر کتابیں لندن کے چاپ تین پریس میں چھپی ہیں اور مسلسل چھپ رہی ہیں۔ غرض الحاد نے جرمنی میں نہایت زیادہ اور والتس میں بکثرت سر اٹھایا ہوا ہے اور لندن میں بھی اس قسم کے لوگوں کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔

(۸) اس کتاب کو ہم نے ایک مقدمہ تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر منقسم کیا ہے اور اس کا نام "اعجازِ عیسوی" رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسم با مسمّیٰ بنائے اور اس کے مؤلف کا خاتمہ بخیر کر کے اسے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اس کتاب کی تصنیف کا آغاز و اختتام ۱۲۷۰ھ میں ہوا۔

❋

مُقدّمہ

فصل اوّل

عہدِ عتیق[1] کی کتابیں اور اُن کے مصنّفین

عہدِ عتیق کی کتابیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ کتابیں جن کی صداقت کو تمام مسیحی اسلاف تسلیم کرتے تھے اور دوسری وہ کتابیں جن کی صداقت کے بارے میں اختلاف تھا۔ پہلی قسم میں اڑتیس کتابیں[2] ہیں :-

---

[1] عتیق کے معنی ہیں کہنہ، پرانا۔ چنانچہ زمانۂ مسیح سے پیشتر جو کتابیں موجود تھیں ان پر عہدِ عتیق کی کتابوں کا اطلاق کیا گیا۔ منہ

[2] یہاں ان کتابوں کا مختصر تعارف ہوگا۔ پہلی پانچ کتابوں کے بارے میں عیسائی اور یہودی علماء کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بذریعۂ وحی لکھی تھیں۔ انہی پانچ کتب کو یہ لوگ "تورات" یعنی (Pentateuch) کہتے ہیں۔ کتاب پیدائش میں حضرت آدمؑ سے حضرت یوسفؑ تک کے حالات ہیں۔ "خروج" میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بنی اسرائیل کے صحرا میں خیمہ زن ہونے تک کے واقعات ہیں۔ "احبار" میں موسوی شریعت کے احکام ہیں، "گنتی" میں بنی اسرائیل کی مردم شماری اور بعض واقعات و احکام مذکور ہیں۔ "استثناء" حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک کے حالات و واقعات اور احکام پر مشتمل ہے۔ یوشعؔ یا یشوعؔ میں حضرت یوشع علیہ السلام کے حالات ہیں اور قضاۃ یا قاضیوں کی کتاب بنی اسرائیل کے اس دور کی داستان ہے جب ان کا کوئی بادشاہ نہ تھا بلکہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ سے آگے) وہ اپنے نانا کو قاضی کہتے تھے۔ راعوت یا روت حضرت داؤد علیہ السلام کی پردادی کا نام ہے اور یہ کتاب انہی کے حالات پر مشتمل ہے۔ سموئیل کی دونوں کتابیں حضرت سموئیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں جن کے عہد میں طالوت اور جالوت کی لڑائی پیش آئی۔ سلاطین اول و دوم حضرت داؤد علیہ السلام سے لے کر شاہ صدقیاہ تک بنی اسرائیل کے مختلف بادشاہوں کی تاریخ ہے اور یہی موضوع اخبار الایام (موجودہ نام: تواریخ) کی دونوں کتابوں کا بھی ہے۔ کتاب اول عزرا حضرت عزیر علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور اس میں سائرس شاہ ایران کی مدد سے بنی اسرائیل کے یروشلم کو دوبارہ تعمیر کرنے کے واقعات مذکور ہیں۔ کتاب دوم عزرا کو آج کل نحمیاہ کہتے ہیں اور اس کا موضوع بھی دوبارہ یروشلم کی تعمیر کے واقعات ہیں۔ کتاب ایوب حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی آزمائش کے قصے پر مشتمل ہے اور ادبی اعتبار سے بائبل کی موثر ترین کتابوں میں سے ہے۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والے حمد و ثنا کے ترانوں کا مجموعہ ہے۔ امثال سلیمانؑ، حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقولہ ہائے حکمت کا مجموعہ ہے۔ کتاب جامعہ کو آج کل کتاب واعظ کہتے ہیں۔ یہ دونوں نام حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک بیٹے کے ہیں اور اس کتاب میں ان کی نصیحتیں مذکور ہیں۔

نشید الانشاد کو آج کل غزل الغزلات کہتے ہیں اور یہ بقول نصاریٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کہے ہوئے گیتوں کا مجموعہ ہے۔ کتاب اشعیا یا یسعیاہ حضرت شعیا بن آموص علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور اس میں ان کی بعثت کے حالات اور ان کی پیشین گوئیاں وغیرہ مذکور ہیں۔ کتاب یرمیاہ حضرت ارمیا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو حضرت شعیا علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ اس کتاب میں ان کی بعثت کے واقعات مذکور ہیں اور بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی چونکہ آپ ہی کے زمانہ میں ہوئی اس لئے اس میں یہ واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

مراثی ارمیا (جسے آج کل نوحہ کہتے ہیں) یروشلم کی تباہی پر کہے ہوئے مرثیوں کا مجموعہ ہے جسے اہل کتاب حضرت ارمیا علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حزقی ایل حضرت حزقیل علیہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ ۲۲ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱ سے آگے) پر نازل ہونے والی نصیحتوں اور پیشین گوئیوں کا مجموعہ ہے۔ دانی ایل یعنی حضرت دانیال علیہ السلام کا صحیفہ ہے جن کو بخت نصر گرفتار کر کے بابل لے گیا تھا لیکن ان کی حکمتوں کی بنا پر انہیں صوبہ بابل کا گورنر بنا دیا گیا۔ اس میں بابل کے بادشاہوں اور خود حضرت دانیال علیہ السلام کے خواب مذکور ہیں۔

ہوشع یا ہوسیع علیہ السلام نویں صدی قبل مسیح کے اسرائیلی پیغمبر ہیں اور ان کے اس صحیفے میں رموز و تمثیلات کے پیرائے میں بنی اسرائیل کو ان کی بداعمالیوں پر متنبہ کیا گیا ہے۔ یہی موضوع حضرت یوئیل علیہ السلام اور حضرت عاموص علیہ السلام کے صحیفوں کا ہے۔ کتاب عبدیاہ، حضرت عبدیاہ علیہ السلام کے ایک خواب پر مشتمل ہے جس میں شہر ادوم کے متعلق پیشین گوئیاں کی گئی ہیں۔ کتاب یونان کا نام آج کل یوناہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کا نام ہے اور اس میں حضرت یونس کے مبعوث ہونے کا واقعہ مذکور ہے جو مسلمانوں کے یہاں معروف قصہ سے قدرے مختلف ہے۔ کتاب میخا یا میکاہ حضرت میخا مورشتی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو نویں صدی قبل مسیح کے اسرائیلی پیغمبر ہیں اور شاہ حزقیاہ نے ان کی دعوت قبول کر کے نیکی اختیار کر لی تھی۔ ناحوم بھی بائبل کے مطابق نبی ہیں۔ ان کے صحیفے میں ایک خواب مذکور ہے جس میں نینوا کی تباہی کی پیشین گوئیاں مذکور ہیں۔ حبقوق علیہ السلام بھی بقول تورات نبی ہیں اور ان کا زمانہ بعثت مشکوک ہے۔ بظاہر آپ بخت نصر کے حملے سے پہلے کے ہیں۔ ان کے صحیفے میں ایک خواب مذکور ہے جس میں بخت نصر کے حملہ کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ صفنیاہ یا صفونیاہ علیہ السلام شاہ یوسیاہ کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ ان کے صحیفے میں بنی اسرائیل کو بخت نصر کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ حضرت حجی اور حضرت زکریا علیہا السلام اس وقت مبعوث ہوئے جبکہ بنی اسرائیل ایران میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان دونوں نے بنی اسرائیل کو یروشلم کو دوبارہ تعمیر کرنے کی ترغیب دی۔ واضح رہے کہ یہ وہ زکریا علیہ السلام نہیں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ملاکی یا ملاخیا علیہ السلام عہد قدیم کے آخری پیغمبر ہیں اور ان کے صحیفے میں بنی اسرائیل کی ناشکری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳ پر)

(۱) کتاب پیدائش[1] (۲) کتاب خروج[2] (۳) کتاب احبار[3] (۴) کتاب گنتی[4]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲ سے آگے) اپر ملامت کی گئی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی بشارت ہے۔

[1] اردو ترجمے میں اس کا نام پیدائش ہے اور انگریزی میں (Genesis) ہے۔ اس میں زمین و آسمان کی تخلیق سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یوسف علیہم السلام کے زمانہ کی تاریخ ہے اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات پر ختم ہوگئی ہے اس کے ۵۰ باب ہیں۔ تقی

[2] اردو میں اس کا نام خروج ہی ہے اور انگریزی میں (Exodus) ہے اس میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر ان کی دعوتِ اسلام، فرعون کے غرق اور کوہ سینا پر اللہ سے ہم کلامی کے واقعات اور تورات کے احکام مذکور ہیں اور یہ بنی اسرائیل کے صحرائے سینا میں خیمہ زن ہونے کے واقعات پر ختم ہوگئی ہے۔ اسے خروج اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کا واقعہ مذکور ہے اس میں کل چالیس باب ہیں۔ تقی

[3] اردو میں بھی اس کا نام "احبار" ہی ہے اور انگریزی میں (LEVILICUS)" اس میں وہ احکام مذکور ہیں جو بنی اسرائیل کے صحرائے سینا میں خیمہ زن ہونے کے دوران انہیں دیئے گئے۔ اس کے ۲۷ باب ہیں۔ تقی

[4] اردو میں گنتی اور انگریزی میں (Numbers.) ہے۔ اس میں بنی اسرائیل کی مردم شماری سے لے کر ان کے کنعان جانے سے پہلے تک کے احوال اور وہ احکام مذکور ہیں جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کو اردن کے کنارے دیئے گئے ہیں اس کے کل باب ۳۶ ہیں۔

(تقی)

(۵) کتاب استثناء[1] (۶) کتاب یوشع (۷) کتاب القضاۃ (۸) کتاب راعوت (۹) کتاب اول سموئیل (۱۰) کتاب دوم سموئیل (۱۱) کتاب اول سلاطین (۱۲) کتاب دوم سلاطین (۱۳) کتاب اول اخبار الایام (۱۴) کتاب دوم اخبار الایام (۱۵) کتاب اول عزرا (۱۶) کتاب دوم عزرا جس کو نحمیا بھی کہتے ہیں (۱۷) کتاب ایوب (۱۸) زبور داؤدؑ (۱۹) امثال سلیمانؑ (۲۰) کتاب جامعہ (۲۱) نشید الانشاد (۲۲) کتاب اشعیا (۲۳) کتاب یرمیاہ (۲۴) مراثی یرمیاہ (۲۵) کتاب حزقی ایل (۲۶) کتاب دانیال (۲۷) کتاب ہوشیع (۲۸) کتاب یوئیل (۲۹) کتاب عاموس (۳۰) کتاب عوبدیا (۳۱) کتاب یونان (۳۲) کتاب میکا (۳۳) کتاب ناحوم (۳۴) کتاب حبقوق (۳۵) کتاب صفونیا (۳۶) کتاب حجی (۳۷) کتاب زکریا (۳۸) کتاب ملاخیا۔

ان کتابوں کو یہودی بھی الہامی تسلیم کرتے ہیں، البتہ یہودیوں کا سامری فرقہ[2] ان میں سے صرف پہلی سات کتابوں کو مانتا ہے، باقی کتابوں کو نہیں۔

مروّجہ تورات کا زمانۂ تصنیف

یہود و نصاریٰ کا خیال یہ ہے کہ کتاب پیدائش سے لے کر کتاب استثناء تک پانچوں کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ہیں، اگرچہ ان کا یہ دعویٰ ان پانچوں کتابوں

---

[1] اسے اردو میں بھی استثناء اور انگریزی میں (Deuteronomy) کہا جاتا ہے اور اس میں وہ احکام اور واقعات مذکور ہیں جو گنتی کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک پیش آئے اس کے کل ۳۴ باب ہیں۔ تقی

[2] سامری فرقہ (Somarians) فلسطین کے شہر سامرہ (موجودہ نابلس) کی طرف منسوب ہے۔ عام یہودیوں سے اس فرقہ کا اختلاف ایک تو کتب مسلمہ کی تعداد میں ہے جیسا کہ مصنف نے بیان فرمایا۔ دوسرے اس فرقہ کی عبادت یروشلم کے بجائے کوہ جرزیم پر ہے جہاں شاہ منسی نے چوتھی صدی قبل مسیح میں ایک ہیکل تعمیر کیا تھا۔ ۱۲

کے ہر ہر باب اور ہر ہر فقرے کے بارے میں غلط قرار پاتا ہے۔ جیسے کہ انشاء اللہ مقصد اوّل کی دوسری فصل میں واضح ہو گا، یوسی بیسؔ اور بعض اس کے بعد کے محققین کا کہنا ہے کہ کتاب پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت لکھی ہے جب وہ مدین میں اپنے خسر کے گھر بکریاں چراتے تھے[4] اور تھیوڈورٹ[2] کہتا ہے کہ مصر سے بنی اسرائیل کو نکال لانے کے بعد لکھی ہے۔ اور ربّی[3] موسیٰ بن نحمان کا خیال ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن پہاڑ پر رہے تھے اس وقت اس کتاب کے مضامین اللہ تعالیٰ نے ان پر القاء فرمائے تھے، پھر پہاڑ سے اترنے کے بعد انہوں نے یہ کتابیں لکھیں۔ یہی قول بعض دوسرے علماءِ یہود کا بھی ہے اور اکثر علمائے متاخرین نے دوسرے قول (یعنی تھیوڈورٹ کے قول) کو اختیار کیا ہے۔ اگر پہلے (یعنی یوسی بیس کے) قول کو اختیار کیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ کتاب الہامی نہ ہو[4]۔

اور کتاب خروج کے بارے میں اہل کتاب کا گمان یہ ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الواح کے مل جانے اور صندوق کے تیار ہو جانے کے بعد لکھی

---

[1] یوسی بیس (Eusebeus) مشہور یہودی مورخ ہے۔ ت

[2] تھیوڈورٹ (Theodoret) مشہور عیسائی بشپ اور مورخ ہے، اس نے بائبل کی مختلف کتابوں پر مختصر شرحیں لکھی ہیں اور مذہب کی تاریخ بھی مرتب کی ہے، اندازاً ۴۵۷ء تک زندہ تھا۔ (برٹانیکا)

[3] "ربّ" یا "ربّی" یہودی علماء کا لقب ہے۔ ت

[4] کیونکہ جس زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خسر کے یہاں بکریاں چرایا کرتے تھے اس وقت تک آپ کو نبوت عطا نہیں ہوئی تھی، لہٰذا اس وقت نزولِ وحی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہے[1]۔ اور کتاب گنتی کے حق میں یہ گمان ہے کہ یہ میدان موآب میں لکھی گئی۔ جیسا کہ اسی کتاب کے باب ۳۶ آیت ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے[2]۔ اور کتاب استثناء کے حق میں یہ گمان ہے کہ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کچھ روز پہلے میدان موآب ہی میں لکھی گئی۔ جیسا کہ کتاب استثناء کے باب اول آیت ۵ اور باب ۳۴ آیت ۱ کو ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے[3]۔

---

[1] "الواح" سے مراد وہ تختیاں ہیں جن پر تورات لکھی ہوئی تھی اور جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھیں اور "صندوق" سے مراد "صندوق شہادت" The Ark of the Venant ہے۔ عہد نامۂ قدیم میں مذکور ہے کہ اسے بنانے کا حکم خود اللہ تعالےٰ نے دیا تھا اور اس میں بنی اسرائیل نے انبیاء علیہم السلام کے تبرکات رکھے تھے۔ یہ وہی تابوت ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے سورۂ بقرہ میں کیا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے خروج ۲۵: ۱۰ تا ۲۲ و یشوع ۳: ۱۵، ۴: ۱۱، ۶: ۱۱، ۷: ۱۰ و ۱۔ سموئیل ۴: ۱۱ و باب ۶ و ۷ و ۲۔ سموئیل باب ۶ و ۱۵: ۲۴ تا ۲۹ و ۱۔ تواریخ باب ۱۳، ۱۵، ۱۶ و ۱۔ سلاطین ۸: ۳ و ۲۔ تواریخ باب ۵ و عبرانیوں ۹: ۴۔

[2] یہ کتاب گنتی کا آخری فقرہ ہے:

"وہ جو احکام اور فیصلے خداوند نے موسیٰ کی معرفت موآب کے میدانوں میں جو یریحو کے مقابل یردن کے کنارے واقع ہیں، بنی اسرائیل کو دیئے ہیں وہ یہی ہیں" (گنتی ۳۶: ۱۳)

[3] "تو اس کے بعد یردن کے پار موآب کے میدان میں موسیٰ اس شریعت کو یوں بیان کرنے لگا" اور

"اور موسیٰ موآب کے میدانوں سے کوہ نبو کے اوپر پسگہ کی چوٹی پر جو یریحو کے مقابل ہے چڑھ گیا" (۳۴: ۱)

کتاب یوشع کا مصنف[1]

کتاب یوشع کے مصنف کے بارے میں پانچ مختلف قول ہیں، جس سے زمانۂ تصنیف میں بھی اختلاف لازم ہے۔

لہٰذا اس کتاب کا نہ مصنف متعین ہے اور نہ زمانۂ تصنیف۔

جیرہارڈ، ڈیوڈوینی، ہیوٹ، بشپ پیٹرک اور ٹاملائن اور ڈاکٹر گرے کے نزدیک یہ کتاب یوشع علیہ السلام کی تصنیف ہے، ڈاکٹر لائٹ فٹ کے نزدیک یہ فینحاس[2] کی تصنیف ہے۔ کالون کے نزدیک العازر کی۔ ہنری کے نزدیک یرمیا علیہ السلام کی اور واٹسن کے نزدیک سموئیل علیہ السلام کی، اور اس کتاب کے ۱۵: ۶۳ کو ۲۔سموئیل ۵: ۶، ۷، ۸ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت کو سات سال پورے ہونے سے پہلے پہلے لکھی گئی[3] ہے اور اس کا مصنف حضرت

---

[1] اس کا نام اردو ترجمے میں "یشوع" اور انگریزی میں Jashua لکھا گیا ہے۔ یہ حضرت یوشع بن نون کی طرف منسوب ہے جو حضرت موسیٰ کے خادم خاص تھے۔ ان کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کے پیغمبر ہوئے اور بنی اسرائیل کو لے کر عمالقہ سے جہاد کیا جس میں وہ فتح یاب ہوئے۔ اس کتاب میں ان کے واقعات ان کی وفات تک مرقوم ہیں۔ اس میں ۲۴ باب ہیں۔ ت

[2] فینحاس حضرت ہارون علیہ السلام کے پوتے ہیں جن کا ذکر گنتی ۲۵: ۷، ۳۱: ۶ و زبور ۱۰۶: ۳۰ و یشوع ۲۲: ۱۳ و قضاۃ ۲۰: ۲۸ میں آیا ہے۔

[3] اس لئے کہ یشوع ۱۵: ۶۳ میں مذکور ہے کہ "یبوسیوں کو جو یروشلم کے باشندے تھے، بنی یہوداہ نکال نہ سکے، سو یبوسی بنی یہوداہ کے ساتھ آج کے دن تک یروشلم میں بسے ہوئے ہیں" اور کتاب سموئیل دوم ۵: ۶ تا ۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ یبوسی حضرت داؤد علیہ السلام کی تخت نشینی کے ساتویں سال تک یروشلم میں بسے رہے۔ کتاب یوشع کا مصنف اسے "آج کے دن تک" قرار دیتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ داؤد علیہ السلام کی سلطنت کو سات سال پورے ہونے سے پہلے پہلے کا ہے۔"

یوشع علیہ السلام کے زمانے سے اس وقت تک کوئی شخص ہے۔

کتاب القضاۃ کتاب القضاۃ کے بارے میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ بعض لوگ اسے فینحاس کی تصنیف بتاتے ہیں، بعض حزقیاہ کی، بعض یرمیاؔ کی، بعض حزقیل کی اور بعض عزرا کی۔

پھر ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ کتاب قضاۃ کے مصنف نے یہ کتاب ملفوظات (زبانی روایتوں) کی بنیاد پر مرتب کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تحریری دفتروں سے دیکھ کر لکھا ہے اور یہودیوں کا خیال یہ ہے کہ یہ سموئیل علیہ السلام کی تصنیف ہے اور اگر اس کتاب کو حزقیاہ کی تصنیف مانا جائے تو یہ الہامی نہیں ہو سکتی، کیونکہ حزقیاہ کوئی نبی نہیں ہے بلکہ ایک بادشاہ تھا۔

لہ اسے اردو میں بھی قضاۃ اور انگریزی میں Judges کہا گیا ہے۔ اس میں حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی حالت زار کی تفصیل بیان کی گئی ہے جس میں ان کا کوئی بادشاہ نہ تھا ان کی بت پرستی اور بدکاریوں کی بنا پر بار بار اللہ تعالیٰ ان پر کوئی اجنبی بادشاہ مقرر کر دیتا جو ان پر ظلم کرتا۔ پھر جب وہ خدا تعالیٰ سے توبہ و فریاد کرتے تو ان کے لئے کوئی قائد بھیجا جاتا جو انہیں اس مصیبت سے نجات دلاتا۔ مگر وہ پھر بدکاریاں کرتے اور کوئی اور بادشاہ ان پر مسلط ہو جاتا اور چونکہ اس زمانے میں جو قائم ہوتا اسے وہ قاضی کہتے تھے اور اس زمانے کو قاضیوں کا زمانہ کہتے ہیں اس لئے اس کتاب کا نام "قضاۃ" ہے اور اس باب میں ۲۱ باب ہیں۔ ت

لہ یہ بنی اسرائیل سلطنت یہوداہ کا بادشاہ تھا۔ حضرت شعیا علیہ السلام اسی کے عہد سلطنت میں ہوئے ہیں۔

(۲۔ سلاطین باب ۱۸ و تواریخ باب ۳۲)

کتاب راعوت[1]

کتاب راعوت (روت) میں بھی اختلاف ہے۔ بعض لوگ اسے حزقیاہ کی تصنیف کہتے ہیں، بعض عزرا (علیہ السلام) کی اور یہودی اور اکثر عیسائی قیاس وتخمین کی بنیاد پر اسے سموئیل علیہ السلام کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اور اگر پہلا قول اختیار کیا جائے (کہ یہ حزقیاہ کی تصنیف ہے) تو یہ کتاب بھی الہامی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس کتاب کے مصنف کے بارے میں تین مختلف اقوال ہوئے اور اس سے ضمناً زمانۂ تصنیف کا اختلاف بھی سمجھ میں آگیا۔ سنہ ۱۸۱۹ء میں اسٹار برگ سے جو بائبل چھپی ہے اس کے مقدمے میں لکھا ہے کہ "کتاب راعوت ایک گھر کا قصہ ہے اور کتاب یونان (یوناہ) ایک کہانی ہے۔" (کیتھولک ہیرلڈ[2] ج ۲ ص ۲۰۵ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۴ء بحوالہ مقدمہ بائبل)۔

---

[1] اس کا نام اردو میں "روت" اور انگریزی میں Ruth ہے۔ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے دادا عوبید کی والدہ جناب راعوت کے احوال مذکور ہیں جو ایک موآبی خاتون تھیں۔ پھر بیت اللحم میں آگئیں اور وہاں بوعز سے شادی کی جن سے عوبید پیدا ہوئے۔ ان سے یسّی اور ان سے حضرت داؤد علیہ السلام پیدا ہوئے اس میں چار باب ہیں۔ تقی

[2] کیتھولک ہیرالڈ (Catholic Herald) ایک ہفتہ وار اخبار تھا جو امریکہ کے شہر فلاڈلفیا سے شائع ہوتا تھا۔

(ماخوذ از رسالہ فرانسیسی ترجمہ اظہار الحق۔
بائبل سے قرآن تک)

(۱: ۶۲۴)

کتاب سموئیل[1] کتاب سموئیل اول میں چوبیس باب تو حضرت سموئیل علیہ السلام کی تصنیف بتائے جاتے ہیں اور اسی کتاب کے باقی ابواب، نیز پوری کتاب سموئیل دوم کو گگاڈ اور ناتھان کی تصنیف کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ کتنا گاڈ کا لکھا ہوا ہے اور کتنا ناتھان کا؟

کتاب سلاطین[2] **و تواریخ**[3] کتاب سلاطین اول و دوم میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت

---

[1] اس کا نام اردو میں سموئیل اور انگریزی میں Samuel مذکور ہے۔ یہ حضرت سموئیلؑ کی طرف منسوب ہے جو حضرت کالب علیہ السلام کے بعد نبی ہوئے اور بنی اسرائیل کے آخری قاضی تھے۔ انہی کے عہد میں طالوت بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا۔ کتاب سموئیل اول میں آپ کی نبوت، طالوت (جس کو بائبل میں ساؤل کہا گیا ہے) کی بادشاہی، حضرت داؤدؑ کا جالوت کو قتل کرنا اور طالوت کی وفات تک کے واقعات مذکور ہیں۔ اور اس میں کل ۳۱ باب ہیں۔ تقی

[2] اسے اُردو میں سلاطین اور انگریزی میں Kings کا نام دیا گیا ہے اس کے پہلے حصہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بڑھاپے، وفات، حضرت سلیمانؑ کی تخت نشینی، ان کے دورِ حکومت، ان کی وفات، اور ان کے بعد اُن کے بیٹوں کے احوال، شاہ اخی اب کی وفات تک مذکور ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر بھی اسی پہلے حصہ میں آیا ہے۔ اس کے کل ۲۲ باب ہیں۔ دوسرے حصہ میں اخی اب کی وفات سے حزقیاہ کی سلطنت تک کے احوال مرقوم ہیں اور اس میں حضرت الیاسؑ اور حضرت الیسعؑ کے احوال بھی آگئے ہیں۔ اس کے کل ۲۵ باب ہیں۔ تقی

[3] اس کو اردو میں تواریخ اور انگریزی میں Chronicles کہا جاتا ہے۔ اس میں حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت سلیمانؑ تک کا شجرۂ نسب اور حضرت داؤد علیہ السلام تک کے اجمالی حالات اور حضرت داؤدؑ کے حکومت کے قدرے تفصیلی حالات مذکور ہیں۔ اور اس میں ۲۹ باب ہیں۔ ❊

سلیمان علیہ السلام اور حزقیاہ نے خود اپنی اپنی سلطنت کا حال لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ کتابیں گاڈ، نتھان، شعیا علیہ السلام، یرمیا علیہ السلام اور سلطنتِ یہوداہ و اسرائیل میں مبعوث ہونے والے دوسرے پیغمبروں نے لکھی ہیں۔ اور اخبار الایام (کتاب تواریخ) اول و دوم کو عبری لوگ عزرا (علیہ السلام) کی تصنیف بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انھوں نے بابل کی اسیری سے رہائی کے بعد حضرت حجّیؑ اور زکریا علیہما السلام کی مدد سے یہ کتاب لکھی ہے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا مصنف وہی ہے جو کتاب سلاطین کا مصنف ہے۔ لیکن بائبل کے شارحین نے ان دونوں اقوال کو مخدوش قرار دیا ہے اور (مفسّر بائبل) ہورن صاحب کے قول کے مطابق اس کا مصنف عزرا (علیہ السلام) کے زمانے کے بعد کا کوئی شخص ہے۔

کتاب نحمیاہ[1]

اتھاناسیئس، ایپی فینیس اور کریزاسٹم وغیرہ کتاب نحمیاہ کو عزرا (علیہ السلام) کی تصنیف بتاتے ہیں اور بعض لوگ اسے نحمیاہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اور یہی قول عام طور سے پسندیدہ سمجھا گیا ہے لیکن اس قول کے مطابق بھی یہ پوری کتاب نحمیاہ کی تصنیف نہیں ہو سکتی جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مقصد ۲ فصل ۲ میں مفصل بیان آئے گا۔

---

[1] نحمیاہ (Nahemiah) شروع میں یہ ارتخششتا (Artaxerxes) شاہ فارس کے خادم تھے۔ جب انہیں بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس کے اُجڑنے کی خبر ملی تو یہ بادشاہ سے اجازت لے کر یروشلم پہنچے اور حضرت عزیر علیہ السلام کے ساتھ مل کر اس کی دوبارہ تعمیر کی۔ اس کتاب میں یہ تمام واقعات مفصل ذکر کئے گئے ہیں۔ نیز جن لوگوں نے یروشلم کی تعمیر میں حصہ لیا ان کے نام بھی اس میں مذکور ہیں۔ یہ واقعات تقریباً ۴۴۵ق م میں پیش آئے۔ اس کتاب کے کل تیرہ باب ہیں۔ تقی

کتاب ایوب[1]

اور کتاب ایوب کی حالت تو بہت ہی بُری ہے۔ اس لئے کہ اول تو اسی میں اختلاف ہے کہ ایوب (علیہ السلام) کوئی واقعی شخصیت ہیں یا یہ محض ایک فرضی نام ہے۔ یہودیوں کا مشہور عالم ربّی[2] مائی ڈیر، لیکلرک، میکالس سمکر اور بشپ اسٹاک وغیرہ کہتے ہیں کہ ایوبؑ محض ایک فرضی نام ہے اور جو کتاب اُن کی طرف منسوب ہے وہ محض ایک افسانہ اور جھوٹی کہانی ہے۔ لیکن کامسٹ اور کاشل وغیرہ کہتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام واقعی شخصیت ہیں۔

پھر جو لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کے حقیقی وجود کے قائل ہیں، اُن کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ وہ کس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاصر ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ یوشع علیہ السلام کے بعد

---

[1] یہ کتاب حضرت ایوب علیہ السلام ؑ کی جانب منسوب ہے جن کے صبر و ضبط کی تعریف قرآن نے بھی کی ہے۔ بحرمیت سے مشرق میں ایک شہر عوص کے نام سے تھا۔ آپ وہاں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کے ساتھ آزمائشیں پیش آئیں۔ قرآن نے ان آزمائشوں کی تفصیل نہیں بتائی۔ تورات میں کہا گیا ہے کہ آپ کو جلدی امراض ہو گئے تھے۔ اصل کتاب میں انہی آزمائشوں کی کہانی ہے اور اس کا زیادہ حصہ حضرت ایوب علیہ السلام کے تین دوستوں تیمانی، الیفز، سوخی بلدد اور نعماتی ضوفر کے ساتھ مکالموں پر مشتمل ہے، یہ تینوں دوست یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ حضرت ایوبؑ پر یہ بلائیں اُن کی کسی خطا کے سبب آئی ہیں اور آپ انکار کرتے تھے، آخر میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ مذکور ہے۔

اس کتاب میں ۴۲ باب ہیں اور یہ اپنی شاعری اور ادبیت کے اعتبار سے بہت بلند سمجھی جاتی ہے۔ تقی

[2] "ربّ" اور "ربّی" (Rabbi) یہودی علماء کو کہتے ہیں۔

قاشیوں کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ہاسی روس یا ایران کے بادشاہ اردشیر دور کے ہیں۔ بعض لوگوں نے انھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہم عصر بتایا ہے۔ بعض نے بخت نصر کا اور بعض نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا، اور بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کنعان تشریف لانے سے پہلے کسی قدر سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ بائبل کے مفسر ہورن کہتے ہیں کہ ان خیالات کی سطحیت ان کے کمزور ہونے کی کافی دلیل ہے۔

پھر تیسرا اختلاف اسی میں ہے کہ کتاب ایوب کے پہلے ہی فقرہ میں عوض[1] نامی جس بستی کا ذکر ہے وہ کس ملک میں واقع تھی؟ بوچارٹ، سپانہم اور کالمٹ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ عرب کے ریگستانی علاقوں میں کسی جگہ واقع تھی۔ میکائیلس اور ایلجن اس کا محل وقوع دمشق بتاتے ہیں۔ بشپ لوتھ، آرچ بشپ ماجی، ڈاکٹر ہیلز، ڈاکٹر گوڈ اور بعض متاخرین کہتے ہیں کہ عوط ادوم یا ادومیہ[2] کا نام ہے۔

چوتھا اختلاف اس مصنف کے بارے میں ہے۔ بعض حضرات نے اس کا مصنف الیہو[3] بتایا ہے۔ بعض نے ایوب (علیہ السلام) کو، بعض نے موسیٰ علیہ السلام کو، بعض نے

---

[1] "عوط" (عبارت عبرانی) میں یہ نام اسی طرح لکھا ہے۔ بائبل کے موجودہ ترجموں میں اس بستی کا نام "عوض" مذکور ہے۔ (ایوب ۱:۱)

[2] ادومیہ (Indumia) یعنی ادوم کی سرزمین کا نام ہے جو بحر میت اور خلیج عقبہ کے بیچ میں واقع ہے (بریٹانیکا) اس کے شمال میں بحر میت اور فلسطین، جنوب میں شمالی خلیج عقبہ اور عرب، مغرب میں جزیرہ نمائے سینا اور مشرق میں اردن، موآب اور جوف عرب شمال ہے۔ شام و فلسطین کی جانب جنوبی اور مغربی گوشہ میں ملک عرب کی یہ آخری حد ہے۔ (ارض القرآن ج ۱ ص ۱۴۳ مطبوعہ کراچی)۔

[3] الیہو بن براکیل بوزی ان لوگوں میں سے تھا جن کا حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ کتاب ایوب میں مذکور ہے۔

سلیمان علیہ السلام کو، اور بعض نے شعیا علیہ السلام کو، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا مصنف بادشاہ منسّی کے زمانے کا کوئی نامعلوم شخص ہے۔ بعض لوگوں نے حزقیل اور بعض نے عزرا (علیہ السلام) کو اس کا مصنف قرار دیا ہے۔ اور الیہو نے کہا ہے کہ اس کا مصنف الیہو کی اولاد میں کوئی شخص ہے۔

پھر جن لوگوں نے اس کتاب کا مصنف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا ہے اُن کے درمیان بھی اختلاف ہے۔ بعض متقدمین کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابتداءً اسے عبرانی زبان میں لکھا ہے اور بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سریانی زبان سے عبرانی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

اس طرح اس کتاب کے بارے میں بائیس طریقوں سے اختلاف پایا جاتا ہے (یعنی دو قول تو حضرت ایوب علیہ السلام کے وجود کے بارے میں ہی ہیں، سات قول زمانۂ وجود کے بارے میں، تین آپ کے وطن کے بارے میں اور دس اس کتاب کے مصنف کے بارے میں[1]) اور شاید انہی اختلافات کا لحاظ کر کے فرقہ پروٹسٹنٹ کے پیشوا اور دین عیسوی کے مصلح جناب لوتھر نے اس کتاب کے بارے میں یہ فرمایا ہو گا کہ:۔

"وہ تو ایک کہانی ہے"

جیسا کہ وارڈ صاحب نے اپنی کتاب کے اغلاط نامے میں نقل کیا ہے۔

---

[1] موجودہ تحقیقات کے مطابق یہ پوری کتاب ایک شخص کی تصنیف نہیں بلکہ ایک سے زائد مصنفوں نے اسے مختلف زمانوں میں لکھا ہے اور مصنفین کے بارے میں عام رائے یہ ہے کہ متن کتاب سے مصنف کی چند صفات تو مستنبط ہوتی ہیں، لیکن کسی شخص کو متعین طور سے نہیں بتایا جا سکتا کہ فلاں شخص کی تصنیف ہے۔

(دیکھئے برٹانیکا مقالہ Job مطبوعہ ۱۹۵۰ء)

زبور[1] کتاب زبور کا حال بھی کتاب ایوب کے قریب ہے، چنانچہ سب سے پہلا اختلاف اس کے مصنف کے بارے میں ہے۔ اور یحییٰ، کرزاسٹم، اگسٹائن، امبروزس یوتھیمیس اور دوسرے قدیم علماء تو یہ کہتے ہیں کہ ساری کتاب زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی تصنیف ہے اور ان کے مقابلے میں ہیلری، اتھانیشیس، جیروم، یوسی بیس وغیرہ اس کے منکر ہیں۔ ہارن صاحب کہتے ہیں کہ پہلا قول بالکل غلط ہے (کیونکہ اس کتاب میں بعض زبوریں داؤد علیہ السلام سے پہلے کی اور بعض آپ کے بعد کی اس دور کی بھی موجود ہیں جب بنی اسرائیل بابل میں جلا وطن تھے اور بعض دوسرے زمانوں کی زبوریں بھی موجود ہیں لہٰذا پوری کتاب زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی تصنیف کیسے ہو سکتی ہے؟)۔

بائبل کے بعض مفسرین نے کہا ہے بعض زبوریں مکابیوں کے زمانے میں تصنیف ہوئی ہیں لیکن یہ رائے کمزور ہے۔ دوسرے فریق کی رائے کے مطابق تفصیل یہ ہے:-

وہ زبوریں جن کا مصنف معلوم نہیں	کل ۳۰ عدد
وہ زبوریں جو حضرت موسیٰؑ کی تصنیف ہیں	کل ۱۰ عدد (از زبور ۹۰ تا ۹۹)
مصنفہ داؤد علیہ السلام	کل ۱۱ عدد
مصنفۂ آساف (مگر زبور ۷۴، ۷۹ جو آساف کی طرف منسوب کیا گئے بارہ میں بعض محققین آساف کی تصنیف ہونے سے انکار کیا ہے)	کل ۱۲ عدد

---

[1] اسے عربی میں "سفر مزامیر" بھی کہا جاتا ہے اور انگریزی میں اس کا نام Psalms ہے۔ یہ اسی کتاب کی محرف شکل ہے جس کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے کہ "ہم نے داؤد کو زبور عطا کی"۔ یہ زیادہ تر حمد و ثناء اور نصیحت کے نغمات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۵۰ نغمے (مزامیر) ہیں۔ تقی

قورح کے تین بیٹوں کی تصنیف (مگر ان گیارہ کے بارے میں بھی بعض محققین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہ کسی نامعلوم شخص نے تصنیف کر کے ان کی طرف منسوب کر دی ہیں)	کل ۱۱ عدد
مصنفہ ہیمان	ایک عدد (زبور ۸۸)
مصنفہ اتھان	ایک عدد (زبور ۸۹)
مصنفہ سلیمان علیہ السلام	۲ عدد (زبور ۷۲، ۱۲۷)
مصنفہ جدوتھن	۳ عدد

خلاصہ یہ کہ تیس زبوریں ایسی ہیں جن کا مصنف معلوم ہی نہیں۔ کچھ زبوریں موسیٰ علیہ السلام داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہیں اور کچھ کے مصنف آساف، ہیمان، اتھان، جدوتھن اور قورح کے تین بیٹے ہیں۔ (مگر قورح کے بیٹوں کی طرف منسوب زبوروں کو بھی کسی اور نامعلوم شخص کی تصنیف بتایا جاتا ہے)۔

کامٹ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام کی تصنیف کردہ زبوروں کی کل تعداد صرف سینتالیس ہے۔ ان کے علاوہ باقی زبوریں دوسرے لوگوں کی تصنیف کردہ ہیں۔ علماء یہود کا کہنا ہے کہ درحقیقت زبوریں تصانیف تو آدمؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، آساف، ہیمان، جدوتھن اور قورح کے تین بیٹوں کی ہیں۔ داؤد علیہ السلام نے صرف یہ کیا کہ ان سب منتشر زبوروں کو ایک جلد میں یکجا کر دیا۔ یعنی داؤد علیہ السلام ان زبوروں کے مصنف نہیں بلکہ صرف ایک جلد میں جمع کرنے والے ہیں لیکن یہ رائے کمزور ہے۔

ہارن صاحب کہتے ہیں کہ متاخرین علماء یہود اور بائبل کے تمام عیسائی مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ زبور، موسیٰؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، آساف، ہیمان، اتھان، جدوتھن اور قورح کے تین بیٹوں کی تصنیف کردہ ہے۔

دوسرا اختلاف زبور کے ایک جلد میں یک جا کٹھے جانے کے زمانے میں ہے۔ بعض کے نزدیک داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جمع کی گئیں اور بعض کے نزدیک حزقیاہ کے دور میں اُن کو جمع کیا گیا۔ کیونکہ زبوروں کو یکجا کرنے والے حزقیاہ کے ملازمین اور دوست تھے اور بعض نے دوسرے مختلف زمانوں کی نشاندہی کی ہے۔

تیسرا اختلاف ان زبوروں کے ناموں کے الہامی یا غیر الہامی ہونے کے بارے میں ہے (بعض کا قول ہے) کہ کسی نامعلوم شخص نے جو نبی نہیں تھا، ان ناموں سے موسوم کر دیا۔

کتاب امثال سلیمانؑ[1]

کتاب امثال سلیمانؑ کے بارے میں بعض کہتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے۔ مگر یہ قول بالکل غلط ہے۔ کیونکہ محاورات کا اختلاف اور جملوں کا تکرار، نیز باب ۳۰ اور ۳۱ کا مضمون اس کتاب کے سلیمانؑ کی تصنیف ہونے کے احتمال کی تردید کرتے ہیں۔ اور ان شاء اللہ اس کا مفصل تذکرہ آگے آرہا ہے۔ اسی طرح اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ملتی کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کتاب کو جمع ہی کیا ہو۔ چنانچہ جمہور علمائے اہل کتاب نے اعتراف کیا ہے، حزقیاہ، اشعیاہ اور عزرا وغیرہ بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی اسے جمع کیا ہے۔

آجور اور لموئیل کے بارہ میں آج تک یہ تحقیق نہیں ہو سکی کہ یہ دونوں حضرات کون تھے؟ بعض کا خیال ہے کہ آجور اور لموئیل دونوں سلیمانؑ کے نام ہیں، چنانچہ مسٹر ہورائٹن نے اس خیال باطل کی پُر زور تردید کی ہے، نیز تیسویں[30] اور اکتیسویں[31] باب کا مضمون اس لغو رائے کا بطلان واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔

---

[1] اسے اُردو میں "امثال" اور انگریزی میں Proverbs کہتے ہیں، یہ امثال اور حکمتوں کا مجموعہ ہے اور نصرانی حضرات کا دعویٰ ہے کہ اسے حضرت سلیمانؑ نے مرتب فرمایا تھا چنانچہ سلاطین اوّل (۴: ۳۲) میں ہے کہ "اس نے تین ہزار مثلیں کہی ہیں۔" اس میں ۳۱ باب ہیں۔ تقی

کتاب جامعہ[1] اس میں بھی شدید ترین اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے۔ ربی قمچی جو کہ بڑا مشہور یہودی عالم ہے اس کا قول ہے کہ یہ شعیا علیہ السلام کی تصنیف کردہ ہے۔ تالمود کے علماء کہتے ہیں کہ یہ حزقیاہ کی تصنیف ہے۔ گروٹیئس کہتا ہے کہ ایک شخص زربابل کے ایماء پر اس کے بیٹے ابی یہود کی تعلیم کے لئے کسی نامعلوم شخص نے تصنیف کی تھی۔ مشہور مسیحی عالم جہان اور بعض جرمنی علماء کا کہنا ہے کہ یہ کتاب یہودیوں کے بابل کی قید سے آزاد ہونے کے بعد ہی تصنیف کی گئی ہے۔ زرقیل کا قول ہے کہ یہ انیٹوکس ایپی فانس کے دور میں لکھی گئی۔ بابل کی قید سے رہا ہونے کے بعد یہودیوں نے اس کتاب کے مضامین کو مجموعہ بدعات اور مختلف فیہ قرار دے کر اس کو کتب مقدسہ سے خارج کر دیا ہے۔ مگر بعد میں پھر ان کتابوں میں شامل کر لی گئی (حالانکہ بدعات اور مختلف فیہ مضامین بدستور موجود تھے)

نشید الانشاد[2] اس کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام یا ان کے کسی معاصر کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر کنی کاٹ اور بعض متاخرین علماء کی رائے ہے کہ یہ دعوے کرنا کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے قطعی غلط ہے۔ کیونکہ یہ ان کی وفات سے عرصہ دراز کے بعد لکھی گئی ہے۔ موشیا کے بشپ پادری تھیوڈور جو پانچویں صدی میں گزرا ہے وہ اس کتاب کی اور کتاب ایوب کی شدید مذمت کرتا ہے۔ سیمن اور

---

[1] اسے آج کل اردو میں "واعظ" اور انگریزی میں Ecclesiastes کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام "جامعہ" یا "واعظ" تھا اور اس کتاب میں اسی کی نصیحتیں مذکور ہیں، اس کے کل ۱۲ باب ہیں۔ تقی

[2] اس کا نام اردو میں غزل الغزلات اور انگریزی میں Song of Solomon ہے اور یہ بقول نصاریٰ ان گیتوں کا مجموعہ ہے جو حضرت سلیمانؑ نے کہے تھے اور جن کا ذکر کتاب سلاطین اول میں ہے کہ اور اس نے تین ہزار مثلیں کہیں اور اس کے ایک ہزار پانچ گیت تھے (۱ سلاطین ۴ : ۳۲) اس کے آٹھ باب ہیں۔ تقی

لیکن وہ اس کی سچائی کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ وشتن کہتا ہے کہ یہ ناجائز گانا بجانا ہے، کتب مقدسہ سے اس کا خارج کیا جانا ضروری ہے۔ بعض متاخرین نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے، سملر کا قول ہے کہ یہ جعلی کتاب ہے۔ وارڈ کیتھولک نے اپنی کتاب اغلاط نامہ میں کاستیلیو کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے اس کتاب کو عہد عتیق کی کتابوں سے خارج کر دینے کا حکم صادر کیا تھا کیونکہ یہ ناجائز گانا بجانا ہے۔

کتابِ حزقی ایل[1] اس کتاب کے بارے میں علمائے یہود میں شدید اختلاف رہا ہے کہ آیا اس کو کتب مقدسہ میں شامل کیا جائے یا نہیں؟

کتابِ دانی ایل[2] اس کتاب کی حالت بھی خراب ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے کے یہودی، نیز متاخرین یہودی بھی دانیال علیہ السلام کو نبی ہی نہیں مانتے، ان کا کہنا ہے ان کی حیثیت بابل کے بادشاہ کے ایک ملازم سے زیادہ نہیں تھی

---

[1] حزقی ایل کبار انبیاء علیہم السلام میں سے ہیں آپ کا نام تاریخ کی عام کتابوں میں حزقیل عربی کی بائبل میں حزقیال جن موری اور اردو ترجمے میں حزقی ایل مذکور ہے۔ آپ لاوی (Levi) بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جب ۵۹۷ق م میں بخت نصر (Nabuchodonosor) نے یروشلم پر حملہ کیا تو آپ نے ابل شہر کے ساتھ مل کر اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، یہ کتاب انہی حزقیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ اس کا نام اردو میں "حزقی ایل" اور انگریزی میں EZEKIEL ہے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کی زبانی اس میں اللہ کا (بحیثیت) کلام بیان کیا گیا ہے جو پیشگوئیوں اور نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ تقی

[2] اردو میں اس کا نام دانی ایل اور انگریزی میں Daniel ہے یہ حضرت دانیال کی طرف منسوب ہے جن کے بارہ میں تورات کی یہ روایت ہے کہ بخت نصر جن ہکا، کو یہودا سے جلا وطن کر کے بابل لے گیا تھا ان میں یہ بھی تھے اور بادشاہ کے بعض خوابوں کی صحیح تعبیر بتلانے پر انہیں صوبہ بابل کا حاکم بنا دیا گیا تھا۔ اس کتاب کے شروع میں بابل کے بادشاہوں کے خواب جو ان کے مستقبل سے متعلق ہیں مذکور ہیں، پھر خود حضرت دانیال کے خواب ہیں جو بنی اسرائیل کے مستقبل سے متعلق ہیں اور ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت ہے اس کے ۱۲ باب ہیں۔ تقی

چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک کتاب دانیال الہامی کتاب شمار نہیں ہوتی۔ البتہ یوسی فیس واحد شخص ہے جو دانیال کے نبی ہونے کا قائل ہے۔

کتاب یوئیل[1] اس کتاب کے بارے میں بھی معلوم نہیں کہ کب تصنیف ہوئی۔ نیز اس کے مصنف یوایل علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس زمانے میں ہوئے ہیں اور کہاں وفات پائی ہے؟ (للذا جب مصنف کا زمانہ وجود ہی معلوم نہ ہو تو اس کی تصنیف کا زمانہ کیسے متعین کیا جا سکتا ہے) ربّی قمچی مشہور یہودی عالم اور بعض دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ (یوایل) یہورام کے عہدِ سلطنت میں ہوئے ہیں۔ یہود کی مشہور تاریخ کی کتابوں صدر اولام خوردا اور صدر اولام بزرگ کے مصنف، جارجی اور دیگر علمائے یہود نیز وردسیس اور آدرچ لبشپ نیوکم اور دیگر عیسائی علماء کے خیال میں منسّا بن کے دورِ حکومت میں ہوئے ہیں۔ تارفرویس، اکرتن، کالمٹ اور بعض دوسرے لوگ یوسیاہ کے دورِ حکومت میں ان کا وجود بتلاتے ہیں اور وق رنکا مولاٹن ہوز، روزن ملر اور اباڈنیل وغیرہ بہت سے متاخرین کا خیال ہے کہ یہ عزیاہ کے دورِ حکومت میں گزرے ہیں۔

کتاب عوبدیا[2] اس کتاب کے بارے میں بھی معلوم نہیں کہ کب تصنیف ہوئی۔ جیروم اور علماءِ یہود کا خیال ہے کہ یہ وہی عوبدیا ہیں جو اخاب کے بادشاہ کی طرف سے ایک صوبے کا گورنر تھا۔ محققین کا قول ہے کہ یہ شخص یوسیاہ کی طرف

---

[1] اردو میں بھی اس کا نام یوایل اور انگریزی میں Joel ہے۔ یہ عہد عتیق کی بہت مختصر کتاب ہے۔ یہ انجیل تورات کی ہی تھی اور اس تین بابوں پر مشتمل کتاب میں آپ پر نازل شدہ کلام مذکور ہے جس میں بداعمالیوں سے باز آنے اور روزہ رکھنے کا حکم اور اس کے اچھے نتائج بتائے گئے ہیں۔ تقی

[2] عبدیاہ obadiah یہ ۲۱ آیتوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا صحیفہ ہے جس میں بقول نصاریٰ حضرت عبدیاہؑ کا ایک خواب مذکور ہے۔ اس خواب میں شہر ادوم کے متعلق کچھ پیشگوئیاں کی گئی ہیں۔ تقی

سے بیت المقدس کا دارو غہ مقرر کیا گیا تھا۔ کتاب تواریخ ۳۴: ۱۲[1] میں ان کا حال درج ہے۔ ڈیوچن کا قول ہے احاز کے دورِ حکومت میں تصنیف کی گئی۔ کروشیس، ہیوٹ، ڈاکٹر ٹلاٹ فٹ اور دیگر مفسرین اس کو ہوشیع، یوآیل اور عاموس کے زمانہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ آرچ بشپ ہوکم کا خیال ہے کہ یرمیاہ علیہ السلام کے زمانہ میں تصنیف ہوئی ہے۔

کتاب ناحوم[2] اس کتاب کا زمانۂ تصنیف بھی معلوم نہیں، بعض کہتے ہیں کہ ناحوم علیہ السلام یوتام کے دورِ حکومت میں ہوئے ہیں اور بعض ان کا وجود شاہ حزقیاہ کے لگ بھگ بتاتے ہیں۔

کتاب حبقوق[3] اس کتاب کا حال بھی مذکورہ کتابوں جیسا ہے، بعض کا خیال ہے کہ منسّی کے دورِ حکومت میں ہوئے ہیں۔ آرچ بشپ اشر یہویاقیم کے دورِ حکومت میں یرمیاہ علیہ السلام کے ہمعصر بتاتا ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کا کس قوم سے تعلق تھا اور وہ کس علاقے میں ہوئے ہیں۔

---

[1] باب ۳۴ درس ۱۲ کی عبارت کے الفاظ کا ترجمہ اس طرح پر ہے "اور وہ لوگ امانت کے ساتھ کام کرتے تھے اور ان پر بنی مرار میں سے "وحت" اور "عوبدیاہ" جو لاوی تھے، نیز بنی قہات میں سے زکریاہ اور مسلم مجبوری و نگہبانی کے کام پر مقرر تھے الخ۔ منہ

[2] ناحوم NAHUM بقول تورات یہ بھی نبی ہیں ان کے زمانے اور سوانح کا کہیں سراغ نہیں لگا۔ ان کی کتاب میں جس کے تین باب ہیں ان کا ایک خواب مذکور ہے جس میں نینوا کی تباہی کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں۔ تقی

[3] حبقوق Habakuk یہ بھی بقول تورات نبی ہیں اور ان کا زمانہ بعثت مشکوک ہے۔ تورات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبوکدنضر کے حملۂ یروشلم سے قبل تھے۔ کتاب حبقوق میں ان کا ایک خواب مذکور ہے جس میں بنی اسرائیل کو ان کی گمراہیوں پر توبیخ اور حملۂ نبوکدنضر کی پیشگوئی ہے۔ اس کے تین باب ہیں۔ تقی

کتاب ملاخیا[1] اس کتاب کی حالت بھی مذکورہ کتابوں جیسی ہی ہے۔ اُریجن کا قول ہے کہ ملاخیا نسلِ انسانی میں سے ہی نہیں تھے۔ بلکہ حقیقت میں فرشتہ تھے جس نے انسانی شکل اختیار کر لی تھی۔ کامٹ، جیروم اور دیگر متقدمین کا کہنا ہے کہ ملاخیا دراصل عزرا ہی کا دوسرا نام ہے۔ مگر روزن ملر کا قول ہے کہ یہ عزرا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے۔ آرچ بشپ نیوکم ۶۰۰ سنہ قبل مسیح کا شخص کہتے ہیں۔ ڈاکٹر کیمی کاٹ ۴۲۰ سنہ قبل مسیح علیہ السلام میں ان کا موجود ہونا بتاتا ہے۔ اور یہی ڈاکٹر ہیلز کی تحقیق ہے۔ ہارن صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ہیں تو عزرا کے علاوہ کوئی دوسرے شخص۔ البتہ یہ عزرا کی وفات کے بعد اس وقت ہوئے ہیں جب یہودی دوبارہ غلط راستوں پر چل نکلے تھے۔

عہدِ عتیق کی دُوسری قسم کی کتابیں

گذشتہ صفحات میں عہدِ عتیق کی پہلی قسم کی کتابیں (یعنی جن کی صداقت کو تمام مسیحی اسلاف تسلیم کرتے ہیں) کا مختصر تذکرہ قارئین نے ملاحظہ کیا۔ اب دوسری قسم کی کتابوں (یعنی جن کی صداقت کے بارے میں اختلاف تھا) کی حالت بھی ملاحظہ ہو۔ اس قسم میں کل نو کتابیں شامل ہیں :-

---

[1] اس کا نام اردو میں ملاکی Malachi ہے۔ یہ حضرت ملاخیا علیہ السلام کی جانب منسوب ہے جو عہد قدیم کے آخری پیغمبر ہیں۔
اس کتاب میں بنی اسرائیل کی ناشکری اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی مذکور ہے۔ اس کے چار باب ہیں۔ تقی

(۱) کتاب آستر[1] (۲) کتاب باروخ[2] (۳) کتاب دانیال کا ایک جزو (۴) کتاب طوبیا[3] (۵) کتاب یہودیت[4] (۶) کتاب دانش[5] (۷) کلیسائی پند و نصائح[6]۔

---

[1] اسے اردو میں "آستر" Estter کہتے ہیں۔ یہ ایک یہودی عورت تھی جو بخت نصر کے حملہ کے بعد بابل جلاوطن کئے جانے والوں میں شامل تھی ایران کے بادشاہ اخسویرس Akasuerus نے اپنی پہلی بیوی سے ناراض ہو کر اس سے شادی کر لی۔ اس کے وزیر ہامان نے آستر کے باپ مردکے سے ناراض ہو کر تمام جلاوطن یہودیوں پر ظلم ڈھانے کا ارادہ کیا تو آستر نے بادشاہ کے ذریعے اس کو روکوایا۔ یہی واقعہ اس کتاب میں مذکور ہے جو دس بابوں پر مشتمل ہے۔ تقی

[2] اس کا نام اردو میں "بارُک" Baruck ہے اور یہ حضرت باروخ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو حضرت ارمیا علیہ السلام کے شاگرد اور ان کے کاتب وحی تھے۔ ہر دکھ درد میں ان کے ساتھ رہے۔ جیسا کہ کتاب یرمیاہ (۳۲: ۱۳ تا ۱۶ اور ۳۶: ۴ تا ۳۲ اور ۴۳: ۳ تا ۱۶ اور ۴۵: ۱ تا ۳) سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتاب فرقہ پروٹسٹنٹ کی بائبل میں (جو آج کل زیادہ رائج ہے) موجود نہیں کیتھولک بائبل میں ہے۔ تقی

[3] طوبیا Tobit نفتالی نسل کا ایک یہودی تھا جو جلاوطنی کے ایام میں اشور چلا گیا تھا اس کا لقب "اباذ نیکیل" ہے کتاب طوبیا میں اس کے اور اس کے بیٹے کے ایک طویل اور پُرخطر سفر اور اس کی عشقیہ داستان کا تذکرہ ہے اور توکل علی اللہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ کتاب ادبی اعتبار سے بہت بلند ہے اور یہ بھی پروٹسٹنٹ بائبل میں موجود نہیں۔ تقی۔

[4] "یہودیت" Juddith ایک یہودی عورت کی طرف منسوب ہے جس نے اپنی بہادری سے اپنی قوم کو شاہ اسور کے مظالم سے رہائی دلائی اس کا ایک عشقیہ واقعہ اس میں مذکور ہے۔ تقی [5] اسے دانش سلیمان Wisdom of Solomon بھی کہتے ہیں یہ بالکل کتاب امثال کی طرح ہے۔ تقی

[6] کلیسائی پند و نصائح Ecclesiasticus یا "واعظ" یہ ۔۔۔ قوم کے ایک شخص یسوع ابن سیرخ کے پوتے کی طرف منسوب ہے اور اس کتاب ابن سیرخ کی کچھ مختلف شرح ہیں ادبی اعتبار سے اس کا پایہ بلند ہے۔ تقی

(۵) کتاب المقابیین اول[1] (۶) کتاب المقابیین دوم[2]

یہ نو کتابیں یہودیوں کے نزدیک تو کلی طور پر غیر معتبر سمجھی جاتی ہیں البتہ عیسائیوں میں ان کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں اختلاف ہے۔ انشاء اللہ دوسری فصل میں ان کا تذکرہ آ رہا ہے۔

---

[1] مکابیوں کی پہلی کتاب ہے اور اس میں ان کی بغاوت کی سرگزشت ہے۔ تقی

[2] مکابیوں کی دوسری کتاب میں چند سالوں کی تاریخ اور نہایت بے ہودہ قسم کی روایات ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ پہلا اور دوسرا ایسدریس، تین بچوں کا گیت، بیل اور اژدہا اور منسّی کی دعا۔ یہ پانچ کتابیں بھی مختلف فیہ ہیں اور انہی چودہ کتابوں کے مجموعے کو "اپاکرفا" Apocrypha کہا جاتا ہے اور فرقہ پروٹسٹنٹ انہیں الہامی تسلیم نہیں کرتا۔ تقی

فصل دوم

عہدِ جدید کی کتابیں اور اُن کے مصنّفین

عہدِ جدید کی کتابیں بھی دو قسم کی ہیں، ایک وہ کتابیں جن کی صحت کو جمہور متقدمین نے تسلیم کیا ہے اور دوسری وہ کتابیں جن کی صحت میں ان میں اختلاف ہے۔

پہلی قسم کی کتابیں اس قسم میں یہ کتابیں ہیں :- انجیل متّیٰ، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا، کتاب اعمال حواریین، پولس کے تمام خطوط (البتہ عبرانیوں کے نام اس کا خط تسلیم شدہ نہیں) پطرس کا پہلا رسالہ، یوحنا کا پہلا رسالہ۔

آیئے عہدِ جدید کی ان مسلّم کتابوں کا بھی ذرا تحقیقی جائزہ لیں۔

انجیل متّیٰ اناجیل اربعہ میں انجیل متّیٰ کو اوّل مقام حاصل ہے، مگر اس کی حالت بہت خراب ہے، کیونکہ متّیٰ حواری نے تو اس کو عبرانی زبان میں تحریر کیا تھا، لیکن متاخرین عیسائی اسے تسلیم نہیں کرتے اور یہ عبرانی نسخہ دنیا سے ناپید ہو چکا ہے، کسی نامعلوم شخص نے یونانی زبان میں اس کا ترجمہ کر دیا اور یہی ترجمہ عبرانی نسخہ کے بجائے تسلیم شدہ قرار پا گیا۔ اُپی فینیس نے ثابت کیا ہے کہ متّیٰ نے انجیل کو عبرانی زبان میں تحریر کیا تھا

---

۱ متّیٰ: (اسمِ منقوصہ کے ساتھ Maththew) حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواریوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کفرناحوم (Chaparnahum) (یہ فلسطین کا ایک شہر تھا) عشر وصول کرنے پر مامور تھے۔ آپ کو شہید کیا گیا، مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کب اور کہاں۔ یہ انجیل انہی متّیٰ حواری کی طرف منسوب ہے اور اسے عام حضرات قدیم ترین انجیل مانتے ہیں، اگرچہ یہ انجیل درحقیقت متّیٰ حواری کی ہرگز نہیں۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کے نسب نامے سے لیکر عروج تک کے واقعات درج ہیں، اور بعض احکام بھی آئے ہیں۔ اس کے کل باب ۲۸ ہیں۔ تقی

یونانی زبان میں نہیں، اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ متی نے عبرانی اور یونانی دونوں زبانوں میں انجیل لکھی تھی بالکل غلط ہے۔

رتیو صاحب نے اپنی کتاب تاریخ انجیل میں ان لوگوں کی پرزور تردید کی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ متی نے انجیل یونانی زبان میں لکھی تھی۔ چنانچہ یوسی بیس نے اپنی تاریخ کی کتاب میں درج کیا ہے اور بیشتر عیسائی محققین نے بھی یہی فیصلہ دیا ہے کہ متی نے انجیل یونانی زبان کے بجائے عبرانی زبان میں ہی لکھی تھی۔ جیروم کا کہنا ہے کہ پینٹ ٹی نس کو انجیل کا ایک عبرانی نسخہ انڈیا (حبش) میں ملا تھا۔ اس نے وہ نسخہ اسکندریہ میں سی تیریا کے کتب خانہ میں رکھ دیا مگر وہاں سے گم ہو گیا۔ البتہ اس کا یونانی ترجمہ موجود رہا۔ مگر اس کے مترجم کا نام اب تک نہیں معلوم ہو سکا۔ یہ تو تھی رتیو صاحب کی تحقیق۔

ہنری اور اسکاٹ کی تفسیر میں اس عبرانی نسخہ کی گمشدگی کا سبب اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ فرقہ ابیونیہ نے جو مسیح کی الوہیت اور خدائی کا منکر تھا اس نسخہ میں تحریف کی اور پھر وہ یروشلم کی تباہی کے بعد ضائع ہو گیا۔

بعض کی رائے یہ ہے کہ ناصری لوگ یا وہ یہودی جو مسیحی مذہب میں داخل ہو گئے تھے انھوں نے عبرانی انجیل میں تحریف کی تھی اور فرقہ ابیونیہ نے بہت سے جملے اس میں سے نکال ڈالے اور یوسی بیس نے اپنی "تاریخ" میں آرنیوس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی۔

لارڈ نر اپنی تفسیر (کلیات) کی جلد ۲ ص ۱۱۹ میں لکھتا ہے کہ یوپیاس نے لکھا ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی اور ہر شخص نے اس کا ترجمہ اپنی لیاقت کے مطابق کیا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۰ پر کہتا ہے کہ ارنیوس نے لکھا ہے کہ متی نے یہودیوں کے لئے اپنی انجیل ان کی زبان میں اس وقت لکھی تھی جبکہ روم میں پولس اور پطرس وعظ کہتے پھرتے تھے۔ پھر صفحہ ۲۱۰ پر یوسی بیس کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ پینٹ ٹی نس جب انڈیا (حبش) آیا تو وہاں

اُسے انجیل متی کا ایک عبرانی نسخہ ہاتھ لگا جو کہ وہاں کے باشندوں تک برتولما حواری کے ذریعہ
پہنچا تھا اور اُن کے پاس اسی وقت سے محفوظ تھا اور جیروم کا کہنا ہے کہ پینٹی نس نے
وہ نسخہ وہاں سے اسکندریہ پہنچا دیا۔ لارڈنر، یوسی بیس کے اس قول کی تصدیق کرنے کے
بعد مذکورہ کتاب کے صفحہ ۹۵ پر رقمطراز ہے کہ اُرجن کے تین جملے ہیں:۔

پہلا تو یہ ہے جسے یوسی بیس نے نقل کیا ہے کہ متی نے ایماندار یہودیوں کو عبرانی
زبان میں انجیل عطا کی تھی۔ دوسرا یہ کہ متی نے سب سے پہلے انجیل لکھی اور یہ انجیل عبرانیوں
کو دی۔ تیسرا یہ کہ متی نے انجیل عبرانیوں کے لئے لکھی تھی جو اس شخص کے منتظر تھے جس کا
وعدہ ابراہیم و داؤد (علیہما السلام) کی نسل سے کیا گیا تھا۔ پھر مذکورہ کتاب کی جلد ۴ صفحہ
۹۵ میں کہتا ہے کہ:۔

"یوسی بیس نے لکھا ہے کہ متی نے عبرانیوں کو وعظ سنانے کے بعد جب
دوسری قوموں کے پاس جانے کا قصد کیا تو انجیل ان کی زبان میں لکھ کر
اُن کو عطا کی۔"

مذکورہ کتاب کے صفحہ ۱۷۵ پر اتھاناسیش کا یہ قول نقل کیا ہے کہ متی نے
انجیل عبرانی زبان میں یروشلم میں لکھی۔ پھر یعقوب خداوند کے بھائی نے اس کا یونانی
زبان میں ترجمہ کر دیا۔ صفحہ ۱۷۴ پر کہتا ہے کہ "سرل کا قول ہے کہ متی نے انجیل عبرانی میں
لکھی تھی" صفحہ ۱۰۰ پر کہتا ہے کہ اپی فنیس لکھتا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی زبان میں لکھی
تھی اور اسی کا وعظ کرتا تھا۔ عہد جدید کی تحریر میں اس زبان کے استعمال کرنے میں بھی یہ
شخص منفرد ہے" صفحہ ۴۳۹ پر یوں رقمطراز ہے کہ "جیروم نے لکھا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی
زبان میں ایماندار یہودیوں کے لئے یہودی علاقے میں لکھی تھی۔ اور شریعت کے سایہ کو انجیل کی
صداقت کے ساتھ مخلوط نہیں کیا" صفحہ ۴۴۱ میں کہتا ہے کہ "جیروم نے مؤرخین کی فہرست
میں لکھا ہے کہ متی نے اپنی انجیل ایماندار یہودیوں کے لئے یہودی سرزمین میں عبرانی زبان

اور عبرانی حروف میں لکھی تھی اور یہ بات ثابت نہیں ہو سکی کہ اس کا ترجمہ یونانی میں ہوا، اور نہ ثابت ہوا کہ اس کا مترجم کون ہے؟ اس کے علاوہ یہ چیز بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اس کی عبرانی انجیل کا نسخہ سوریا کے اس کتب خانہ میں موجود ہے جس کو پیمفلس شہید نے بڑی محنت سے جمع کیا تھا اور میں نے اس کی نقل ان مددگاروں کی اجازت سے حاصل کی جو سریا کے ضلع بریا میں رہتے تھے اور ان کے استعمال میں بھی عبرانی نسخہ تھا۔"

صفحہ ۱۰۵ میں لکھتا ہے کہ "آگسٹائن لکھتا ہے کہ متی نے چاروں انجیل والوں میں سے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی اور دوسروں نے یونانی میں۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۵ میں کہتا ہے کہ "کریزاسٹیم لکھتا ہے کہا جاتا ہے کہ متی نے اپنی انجیل ایماندار یہودیوں کی درخواست پر عبرانی زبان میں لکھی تھی۔

پھر لارڈنر اپنی اس کتاب کی جلد ۵ صفحہ ۱۳۷ پر لکھتا ہے" اسی ڈور لکھتا ہے کہ ان چاروں انجیلوں کے مصنفوں میں سے صرف متی نے عبرانی زبان میں لکھی تھی اور باقی دوسروں نے یونانی میں۔"

ڈاٹلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں ہے کہ "پچھلے دور میں بڑا سخت اختلاف پیدا ہوا کہ یہ انجیل کس زبان میں لکھی گئی تھی، مگر چونکہ بہت سے متقدمین نے تصریح کی ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی زبان میں لکھی جو فلسطین کے باشندوں کی زبان تھی اس لئے یہ اس سلسلہ میں قول فیصل ہے۔

ہورن[1] صاحب اپنی تفسیر کی جلد ۴ میں ان لوگوں کے ناموں کی فہرست پیش کرتے ہوئے جو اصل انجیل کے عبرانی زبان میں لکھے جانے کے قائل ہیں، رقمطراز ہیں کہ :-

بلرمن، گروٹیس، کسابن، بشپ والٹن، بشپ ٹاملائن، ڈاکٹر کیوہمنڈ، دمل،

---

[1] اگرچہ مختار قول ان کا یہ ہے کہ غالباً انجیل متی عبرانی اور یونانی دونوں زبانوں میں رقم ہوئی ہوگی۔ منہ

پاروڈی، اوڈون، ڈیمنیل، ڈاکی تھالک، ساؤتھن، ولی تھ، اوڈوین، کامرٹ، میکالس، ادھی مہیں، آڈینجی، ہیرن، الپ فینس، گریز آسیٹم اور جیروم وغیرہ ان علماء متقدمین اور متاخرین نے پے پاس کے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی۔

ان اقوال سے معلوم ہو گیا کہ تقریباً تمام کبار عیسائی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ متی نے اپنی انجیل حضرت عبرانی زبان ہی میں لکھی تھی اور عبرانی انجیل کا یہ نسخہ دنیا سے ناپید ہو چکا ہے اور یہی رائے قرین قیاس بھی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام عبرانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو کہ عبرانی زبان ہی بولتے تھے۔ اس لئے ان کی تعلیمات یقیناً عبرانی زبان میں ہی ہوں گی اور خصوصاً ان لوگوں کے لئے جن کی زبان ہی عبرانی تھی اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ متی نے اپنی یہ انجیل یروشلم اور اس کے گرد و نواح کی اس قوم کے لئے لکھی تھی جو صرف عبرانی زبان ہی جانتی تھی۔ اس لئے اس کو یونانی زبان میں لکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔

فاسٹس چوتھی صدی کا عالم ہے۔ اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ متی کی طرف منسوب انجیل اس کی اپنی تصنیف ہی نہیں ہے۔ پروفیسر باٹر جرمنی (جسے عیسائی اچھے الفاظ میں یاد نہیں کرتے) کا قول ہے کہ یہ پوری انجیل جھوٹی ہے۔ شیرنتھ اور شلفش انجیل متی کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔ ڈاکٹر ابلیمن اور فرقہ یونی ٹیرین کے نزدیک انجیل متی کے باب اول اور دوم الحاقی ہیں۔ کیونکہ فرقہ ابیونیہ کے نسخہ میں یہ دونوں باب موجود نہیں تھے۔ انجیل متی کے لاطینی ترجمہ (جو کہ عیسائیوں کے ہاں معتبر مانا جاتا ہے اور رومن کیتھولک کے نزدیک تو وہ بہت ہی معتبر ہے) سے نسب نامہ کو بالکل ہی نکال دیا گیا ہے۔

لہ کیتھولک ہیرالڈ [illegible] ص ۲۰۰

انجیل مرقس[۱]

انجیل مرقس کے بارے میں کاؤنس اور ادلاٹن کا خیال ہے کہ در حقیقت یہ لاطینی زبان میں تھی۔ پھر اس کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا چنانچہ لاطینی نسخہ کے کچھ اجزاء ونیس کے کتب خانہ میں موجود بھی ہیں اور ونیس کے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہی اصلی انجیل مرقس ہے۔ اسی کتب خانہ میں انجیل مرقس کا ایک سریانی زبان کا نسخہ بھی موجود تھا جس پر یہ تصریح تحریر تھی کہ مرقس نے اپنی انجیل لاطینی زبان میں لکھی تھی۔ مگر جمہور کی رائے یہ ہے کہ انجیل مرقس اصل میں یونانی زبان ہی میں تصنیف کی گئی۔

وارڈ صاحب نے اپنے اغلاط نامہ میں کہا ہے کہ جیروم نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ بعض متقدمین علماء کو اس انجیل کے آخری باب کے مرقس کی تصنیف ہونے میں تردد تھا۔

۱؎ یہ انجیل مرقس ۱۶ باب اور [illegible] آیات پر مشتمل ہے اور ان کی طرف منسوب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری جناب پطرس کے شاگرد تھے۔ جناب پطرس اپنے پہلے خط (باب ۵ ورس ۱۳) میں ان کو بیٹا کہتے ہیں اور (اعمال باب ۱۲ ورس ۱۲ [illegible]) کلسیوں کے نام خط (باب ۴ ورس ۱۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مرقس یروشلم کے رہنے والے [illegible] اور [illegible] کا بیٹا اور [illegible] کے بھانجے تھے۔

عیسائی حضرات لکھتے ہیں کہ [illegible] میں قتل کیا گیا [illegible] انجیل [illegible] یحییٰ علیہ السلام [illegible] سے شروع ہوتی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی آخری [illegible] کے بارے میں [illegible] اور حضرت عیسیٰ کے عروج آسمانی پر ختم ہوتی ہے [illegible] اور انگریزی میں اسے Mark کہا جاتا ہے۔ تقی عفی عنہ

انجیل لوقا[1]

اس انجیل کو لوقا کی تصنیف کہا جاتا ہے۔ بعض متقدمین کو اس انجیل کے باب ۲۲ کی بعض آیات میں شک تھا اور بعض متقدمین اس کے پہلے دو بابوں میں شک کرتے تھے چنانچہ فرقہ مارسیونی کے نسخہ میں یہ دونوں باب موجود نہیں تھے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی اور عیسائی مذہب کے مشہور مصلح مارٹن لوتھر کو ان مذکورہ تینوں انجیلوں کی صداقت میں شک تھا اور وہ ان کو ناکارہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ چار انجیلوں کے وجود کا قول جھوٹا، لغو اور واجب الرد ہے، صرف یوحنا کی انجیل ہی صحیح انجیل ہے۔ آگے لکھتے ہیں ان تینوں انجیلوں کے مقابلہ میں پولس اور پطرس کے خط بہت اچھے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں۔ ان تینوں کلام میں ایسی زائد کوئی چیز نہیں جسے دوسرے لوگوں نے نہ لکھا ہو۔ نیز جن لوگوں نے الوہیت حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کو مدارِ نجات ہونے کے مسئلہ کو نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان کیا ہے وہی انجیل کے بہترین مصنف ہیں۔ چنانچہ ہم مرقس متی اور لوقا کی انجیلوں کے مقابلہ میں پولس کی انجیل کو ہی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں۔ عہد جدید کے تمام رسائل میں پطرس کا خط سب سے بہتر اور اچھا ہے لہٰذا سچی اور پاک انجیل صرف یہی ہے۔

---

[1] لوقا Luke اپنے زمانہ میں طبیب تھے پولس کے سفروں میں ان کے ساتھ رہے جیسا کہ کلسیوں کے نام خط (۴: ۱۴) اور اعمال ۱۶ سے معلوم ہوتا ہے۔ تقریباً سنہ ۷۰ء میں انتقال ہوا۔ ان کی انجیل حضرت یحییٰؑ کے پیدائش کے واقعہ سے شروع ہوتی ہے اور ۲۴ بابوں میں عروجِ آسمان تک کے واقعات و احکام مندرج ہیں (لوقا شام کے دارالخلافہ انطاکیہ کے رہنے والے تھے ان کی قومیت میں اختلاف ہے۔ پانچ اعدنی یوسی بیس نیز ہر نی کالڑ کا رڈز بعض قدماء کے قول کی موافقت میں اور اس امر کا لحاظ کر کے کہ یہ پولس کے ساتھ رہے ان کو یہودی کہتے ہیں جب کہ میکا آس کلسیوں کے نام خط باب ۴ درس ۱۰، ۱۱ اور ۱۴ سے سند پکڑ کر کہتا ہے کہ لوقا یہودی نہ تھا۔ اس کے برخلاف ہولٹن اور کوئی کہتے ہیں کہ لوقا شروع میں غیر قومیت سے تھا مگر جوانی میں یہودی بن گیا تھا۔ انتہی

انجیل یوحنا[1]

انجیل یوحنا کی حالت بھی ملاحظہ ہو۔ کیتھولک ہیرالڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء جلد ۷ ص ۲۰۵ میں لکھا ہے کہ اسٹاڈلن نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ بلاشک وشبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے[2]۔ ہورن صاحب اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء جلد ۴ قسم ۲ میں لکھتے ہیں کہ دوسری صدی عیسوی کا فرقہ الوجین اس انجیل کا منکر تھا۔ اسی طرح یوحنا کی تمام تصانیف کا بھی انکار کرتا تھا۔ مشہور محقق عالم برطشنیڈر کہتا ہے کہ یہ ساری انجیل اور اسی طرح یوحنا کے تمام رسالے اس کی تصنیف ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری صدی کے کسی عیسائی شخص نے تصنیف کر کے اس کی

---

[1] یوحنا (حنانے منقوش) John ۔ حبیب بن زبدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ انجیل آپ ہی سے منسوب ہے۔ نیز عہد نامہ جدید کے مجموعہ میں تین خط اور ایک کتاب مکاشفہ بھی آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ آپ نے عمر بھر یہودیوں کے ظلم وستم برداشت کئے اور پہلی صدی عیسوی ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ یاد رہے کہ عیسائی حضرت حضرت یحییٰؑ کو بھی یوحنا کہتے ہیں مگر اس کے ساتھ "المعمد" کی قید ہے۔ یہاں وہ مراد نہیں ہیں۔ یوحنا کی انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد کے حالات سے حضرت عیسیٰؑ کے عروج آسمانی تک کے حالات درج ہیں اور اس کے ۲۱ باب ہیں۔ تقی

[2] یعنی یوحنا حواری کی تصنیف ہرگز نہیں اور ایسا ہی اس انجیل کے باب ۲۱ درس ۲۴ مطبوعہ ۱۸۲۱ء سے معلوم ہوتا ہے جس کی عبارت یوں ہے: "یہ وہ شاگرد ہے جو ان باتوں کی گواہی دیتا اور ان باتوں کو لکھا اور ہم کو یقین ہے کہ گواہی اس کی سچی ہے" انتہی۔ اس میں یوحنا کے حق میں "وہ شاگرد" اور "اس کی گواہی" کے الفاظ صیغہ غائب کے ساتھ وارد ہوئے ہیں نیز "ہم کو یقین ہے الخ" صیغہ متکلم کے ساتھ آئے ہیں یہ صاف دلالت ہے کہ اس بات کی کہ انجیل کا لکھنے والا یوحنا کے سوا کوئی اور ہے۔ شاید مدرسہ اسکندریہ کے اس طالب علم نے جس کا حوالہ اسٹاڈلن نے دیا ہے یوحنا کی کوئی تحریر پاکر اس میں سے اس انجیل کو مرتب کیا ہو اور یوحنا کی تحریر انجیل متی عبرانی کی طرح گم ہو گئی ہو۔ منہ

ذات منسوب کر دی ہیں۔ جمہور مسیحی علماء نے اس انجیل کے ساتویں اور آٹھویں باب کی بعض آیات کا انکار کیا ہے۔ مقصد سوم کی دوسری فصل میں انشاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔ مشہور محقق عالم کروٹیس کہتا ہے کہ اس انجیل میں بیس ابواب تھے۔ افسس کے گرجے نے اکیسواں باب یوحنا کی وفات کے بعد شامل کیا ہے۔ اناجیل اربعہ کی تالیف کے زمانہ میں مذکورہ شدید اختلافات سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ ان کتابوں کی کوئی بھی متصل سند نہیں ہے۔

ہورن صاحب اپنی تفسیر مطبوعہ سنہ ۱۸۲۲ء جلد ۴ قسم ۲ باب ۲ میں لکھتے ہیں :۔

"ہم کو مورخین کنیسہ کی معرفت انجیل کی تالیف کے زمانہ کے جو حالات پہنچے ہیں وہ ناقص اور غیر معین ہیں۔ ان سے کسی متعین چیز تک رسائی نہیں ہو سکتی اور مشائخ متقدمین نے واہیات روایتوں کی تصدیق کی اور ان کو قلمبند کر ڈالا۔ بعد کے آنے والے لوگوں نے ان کی لکھی چیزوں کو ان مشائخ کی تعظیم کی وجہ سے قبول کر لیا اور یہ سچی جھوٹی روایتیں ایک کاتب سے دوسرے کاتب تک پہنچتی رہی ہیں۔ مدت مدید گزر جانے کی وجہ سے اب ان کی تنقید اور کھرا کھوٹا معلوم کرنا بھی دشوار ہو گیا۔"

اسی جلد میں دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

"پہلی انجیل سنہ ۳۷ء یا سنہ ۳۸ء یا سنہ ۴۱ء یا سنہ ۴۳ء یا سنہ ۴۸ء یا سنہ ۶۱ء یا سنہ ۶۲ء یا سنہ ۶۳ء یا سنہ ۶۴ء میں تالیف کی گئی۔ دوسری انجیل سنہ ۵۶ء یا اور اس کے بعد سنہ ۶۵ء تک کسی وقت میں۔ اور غالب گمان یہ ہے کہ سنہ ۶۰ء یا سنہ ۶۳ء میں تالیف ہوئی۔ تیسری انجیل سنہ ۵۳ء یا سنہ ۶۳ء یا سنہ ۶۴ء میں تالیف کی گئی اور چوتھی انجیل سنہ ۶۸ء یا سنہ ۶۹ء یا سنہ ۷۰ء یا سنہ ۸۹ء یا سنہ ۹۸ء میں تالیف ہوئی۔"

کتابِ اعمال[1] فرقہ ولن ای انخیسی، فرقہ مارسیونی، سویرنیس اور فرقہ مانی کیز کے بعض لوگوں نے کتاب اعمال کی صداقت سے انکار کیا ہے۔

پولُس کے خطوط[2] پولُس کے اکثر خطوط کے سن تحریر میں شدید اختلاف ہے نیز ان میں سے بعض کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا ہے۔ اختلاف ملاحظہ ہو۔ پولُس کا خط رومیوں[3] کی جانب ۵۲ء یا ۵۷ء یا ۵۸ء یا ۶۰ء میں یا

---

[1] اردو میں اس کا نام "رسولوں کے اعمال" ہے Arts of apostles اور کہتے ہیں کہ لوقا نے اپنے شاگرد تھیوفلس کو یہ صحیفہ لکھا تھا جس میں حضرت عیسیٰ کے بعد حواریوں کی کارگزاریاں بالخصوص پولس کے تبلیغی سفروں کا حال اس کے روما پہنچنے تک (تقریباً ۶۱ء) مذکور ہے، اس میں ۲۸ باب ہیں۔ تقی

[2] پولُس (لام کے پیش کے ساتھ) Paul نصاریٰ کا ایک مقدس پیشوا ہے جس کے ۱۴ خطوط بائبل کے موجودہ مجموعے (عہد نامہ جدید) میں موجود ہیں بزعم نصاریٰ نصرانی مذہب کی تبلیغ میں اس کا بڑا اہم کردار ہے۔ شروع میں عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق اس کا نام ساؤل تھا اور یہ یہودی تھا اس نے یروشلم میں عیسائیوں پر بڑے ظلم و ستم ڈھائے۔ بعد میں یہ دمشق گیا تو ایک غیر معمولی واقعے سے مرعوب ہو کر عیسائی ہو گیا اور عیسائیوں کا زبردست مبلغ بن گیا (یہ واقعات کتاب اعمال باب ۸ اور باب ۹ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ شمالی جزیرۂ عرب اور ایشیائے کوچک Asia minor کے مختلف شہر مقدونیہ وغیرہ اس کی تبلیغ کا اہم مرکز رہے ہیں۔ اسے بیت المقدس میں دو مرتبہ قید کیا گیا پھر روما میں [illegible] میں قتل کر دیا گیا۔ تقی

[3] اس خط میں پولس نے روم کے باشندوں کو خطاب کیا ہے جو آجکل اٹلی کا دارالسلطنت ہے اور دریائے ٹیبر Tiber کے مخرج سے پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں یہودی بڑی تعداد میں آباد تھے (اعمال ۲۸: ۲۱) اس خط میں اولاً تبشیر ہے، پھر کائنات کا مقصد تخلیق اور عیسائیوں کو ہدایات دی گئی ہیں۔ تقی

۵۸ء کے آخر اور ۵۹ء کے ابتداء میں لکھا گیا۔ تمتھی[1] کا پہلا خط ۶۱ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء یا ۶۵ء میں تحریر ہوا۔ تمتھی کا دوسرا[2] خط روم میں پولس کے پہلی مرتبہ یا دوسری مرتبہ مقید ہونے کے وقت لکھا گیا۔ ططس[3] کا خط ۵۲ء یا ۵۶ء یا ۶۵ء یا ۶۴ء یا ۶۵ء میں تحریر ہوا۔

فلیمون[4] کی طرف پولس کے خط کو جیروم کے دور کے عیسائی علماء نے ایک گھڑا ہوا خط قرار دے کر اس کو عہد جدید کی کتب میں سے نکال دینے پر بہت زور دیا ہے اور انہوں نے تو اس کا ارادہ بھی کر لیا تھا جیسا کہ ہیراالڈ ج ۷ ص ۲۰۲ میں درج ہے کہ روز صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں۔ شلیرمیچر نے تیمتھیس کے نام پہلے خط کی اور ایکہارن نے تیمتھیس کے نام دونوں خطوں اور ططس کے نام خط کی شدید مذمت کی ہے اور ان کی صحت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

---

[1] یہ خط تمتھی یا تیمتھیس کے نام ہے جو پولس کا شاگرد اور بعض سفروں میں اس کا ساتھی تھا۔ (اعمال ۱۶: ۱-۳) و (۱۶: ۱۴)۔ پولس اس پر اعتبار کرتا اور لوگوں سے اس کی عزت کرواتا تھا (۱ کرنتھیون ۱۶: ۱۰) و (فلپیون ۲: ۱۹) اس خط میں عبادات و اخلاق سے متعلق ہدایات ہیں اور یہ ۶ باب پر مشتمل ہے۔ تقی

[2] اس خط میں بعض لوگوں کے مرتد ہونے کا ذکر ہے اور تیمتھیس کو تبلیغ سے متعلق ہدایات اور آخر زمانے کی پیشگوئیاں ہیں۔ یہ خط چار بابوں پر مشتمل ہے۔ تقی

[3] ططس یا ططس پولس کے سفروں میں اس کے ساتھ رہا ہے (گلتیون ۲: ۱) پولس اس سے محبت کرتا تھا (۲ کرنتھیون ۲: ۱۳) پولس نے اسے کریتے Crete شہر میں چھوڑا تھا کہ وہ تبلیغ کرے (ططس ۱: ۵) اس خط میں تبلیغ کے طریقے اور بشپوں کی صفات مذکور ہیں اس کے ۳ باب ہیں۔ تقی

[4] فلیمون Phelemoon پولس کا ہم سفر اور ساتھی تھا۔ انسمس کو اس کے پاس بھیجتے وقت پولس نے یہ خط لکھا ہے۔ تقی

عہدِ جدید کی دُوسری قِسم کی کتابیں

دوسری قسم میں یہ کتابیں شامل ہیں :-

پولُس کا خط عبرانیوں کی طرف[1] ، پطرس کا دوسرا رسالہ[2] ، یوحنا کا دوسرا[3] اور تیسرا[4] رسالہ - یعقوب[5] کا رسالہ -

---

[1] اصل میں عبرانی یہودیوں کو کہتے ہیں اور یہ عابر کی طرف نسبت ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا، وجہ تسمیہ میں علماء لغت و تاریخ کا اختلاف ہے۔ انگریزی میں انہیں Hebreus کہتے ہیں، عبرانیوں کے نام پولُس کے اس خط میں مختلف اخلاقی و مذہبی ہدایتیں ہیں -

[2] پطرس (پا اور را مضموم) Peter حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا اصلی نام سمعان تھا مچھلیوں کے شکار پر گزارہ کرتے تھے، حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے تو آپ نے ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھ کر ان کا نام پطرس رکھا جس کے معنی چٹان کے ہیں، شروع میں یہ انطاکیہ میں رہے۔ پھر انہیں روما لے جایا گیا اور وہیں پھانسی دی گئی (پیدائش تقریباً سنہ قم اور وفات ۶۷ء) عہد نامہ جدید کے موجودہ مجموعے میں ان کے دو خط شامل ہیں جن میں سے مذکورہ بالا خط دوسرا ہے۔ اس خط میں جھوٹے نبیوں اور استادوں سے متعلق ہدایات ہیں اور مستقبل کی کچھ پیشگوئیاں ہیں - تقی -

[3] یہ خط ایک خاتون کے نام ہے جن کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اس میں بارہ آیتیں ہیں - تقی

[4] یہ خط گیس Gaius کے نام ہے جو یوحنا کا شاگرد تھا۔ اس میں چودہ آیتیں ہیں اور زیادہ تر مخاطب کی تعریف اور ہمت افزائی ہے - تقی

[5] یہ یعقوب James بن یوسف نجار ہیں جو بارہ حواریوں میں سے ہیں، کتاب اعمال میں ان کا ذکر کثرت آیا ہے۔ آپ کو شہید کیا گیا (یاد رہے کہ حواریین میں سے ایک یعقوب بن زبدی یوحنا کے بھائی ہیں وہ یہاں مراد نہیں انہیں یعقوب الاکبر کہتے ہیں) اس عام خط میں انہوں نے مختلف ہدایات دی ہیں - تقی

یہودا کا رسالہ[1] اور مشاہدات[2] یوحنا۔

یوسی بیوس نے اپنی کتاب تاریخ کلیسا کی کتاب ۳ باب ۳ میں لکھا ہے کہ:۔

"پطرس کا رسالہ نمبر ۱ سچا ہے۔ البتہ دوسرا رسالہ کسی زمانہ میں بھی کتب مقدسہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر پولس کے چودہ رسالے ضرور پڑھے جاتے ہیں۔ البتہ کچھ لوگوں نے رسالہ عبرانیہ کو خارج کر دیا ہے"۔

پھر کتاب مذکورہ کے باب ۲۵ میں تصریح کی ہے کہ:۔

"اس امر میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ رسالہ یعقوب، رسالہ یہودا، اور پطرس کا رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کا رسالہ نمبر ۲، ۳ انجیل والوں کے لکھے ہوئے ہیں، یا کسی دوسرے اشخاص کے جو انہی ناموں سے موسوم تھے۔ اور یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اعمال پولس اور باقستر اور مشاہدات پطرس اور رسالہ برنبا اور وہ کتاب جس کا نام انشٹیٹوشن حواریین ہے یہ سب جعلی اور فرضی کتابیں ہیں، اور اگر ثابت ہو جائے تو مشاہدات یوحنا کو بھی ایسا ہی شمار کرنا چاہیئے"۔

یوسی بیس نے اپنی تاریخ کی کتاب ۶ باب ۲۵ میں آرجین کا قول رسالہ عبرانیہ کے حق میں یوں نقل کیا ہے:۔

"وہ حال جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے یہ ہے کہ بعض کے نزدیک اس رسالہ کو

---

[1] یہودا تدّاوس Jude Thaddaeus یعقوب کے بھائی اور بارہ حواریوں میں سے ایک ہیں۔ ان کا ذکر یوحنا ۱۴: ۲۲ میں ہے۔ اس خط میں جھوٹے دعویداروں سے اجتناب اور دوسری مذہبی ہدایتیں ہیں۔ یاد رہے کہ وہ یہودا نہیں جس نے بقول نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو گرفتار کرایا تھا، یہ نہیں، وہ یہودا اسکریوتی ہے۔ تقی۔

[2] یہ ایک مکاشفہ ہے جو بقول نصاریٰ یوحنا کو ہوا تھا اس میں کچھ پیشگوئیاں ہیں اس کا انگریزی نام Revelatians ہے۔ تقی۔

روم کے بشپ کلیمنٹ نے لکھا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس کو لوقا نے ترجمہ کیا ہے[1]۔"

ارنیس بشپ لیس جو ۱۷۸ء میں گزرا ہے اور بشپ پولیٹس جو ۲۲۰ء میں گزرا ہے اور روم کا بڑا پادری نوئیس جو ۲۵۱ء میں ہوا ہے، انہوں نے اس کا سرے سے ہی انکار کیا ہے۔ ٹرٹولین، کارتیج کا بڑا پادری متوفی ۲۰۰ء کہتا ہے کہ یہ برنیا کا رسالہ ہے۔ روم کا پادری کیس متوفی ۲۱۲ء نے پولس کے رسالوں کو تیرہ شمار کیا ہے اور اس رسالہ کو شمار نہیں کیا۔

سائی پرن، کارتیج کا لاٹ پادری متوفی ۲۴۸ء بھی اس رسالہ کا ذکر نہیں کرتا اور سریانی گرجا آج تک پطرس کے رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کے رسالہ نمبر ۲، ۳ کو تسلیم کرنے سے منکر ہے۔ اور اسکالجر کہتا ہے کہ جس شخص نے پطرس کا رسالہ نمبر ۲ لکھا اس نے اپنا وقت ضائع کیا۔ یوحنا کے رسالہ نمبر ۱ کے باب نمبر ۵ کی بعض آیتوں کو جمہور محققین نے بالکل غلط بتایا ہے۔

لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد ۲ صفحہ ۱۷۵ میں کہتا ہے کہ "سرل اور اسی طرح یروشلم کے گرجے اپنے زمانے میں کتاب المشاہدات کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کا نام بھی اس قانونی فہرست میں نہیں پایا جاتا جو اس نے لکھی تھی۔" یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس فہرست میں کتاب باروخ اور رسالہ یرمیاہ کا تذکرہ موجود ہے۔

---

[1] یوسی بس اپنی تاریخ کی چھٹی کتاب کے پچیسویں[25] باب میں نقل کرتا ہے کہ "اوریجن نے پانچویں جلد شرح انجیل یوحنا میں کہا ہے کہ پولوس نے تمام گرجوں کو کچھ لکھ کے نہیں بھیجا مگر بعض کو جو لکھا تو بھی دو چار سطر عبارت۔" انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبرانیوں کے نام لکھے جانے والے خط کی طرح اور خطوط بھی بے سند ہیں اور کسی اور نے لکھے ہیں نہ کہ پولوس مقدس نے۔ ممکن ہے بعض خطوط میں دو، چار سطریں پولوس مقدس کی بھی ہوں۔ منہ

٭

یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسا کی کتاب ۷، باب ۲۵ میں لکھتا ہے کہ "ڈیونیسیش کہتا ہے کہ بعض متقدمین نے کتاب المشاہدات کو کتب مقدسہ سے خارج کر دیا ہے اور اس کے رد میں مبالغہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سب بے معنی اور جہالت کا بہت بڑا پردہ ہے اور اس کی نسبت یوحنا حواری کی طرف غلط ہے۔ اس کا مصنف نہ تو کوئی حواری ہو سکتا ہے نہ کوئی نیک شخص اور نہ کوئی عیسائی، اس کی نسبت یوحنا کی طرف درحقیقت ایک بددین اور ملحد شخص سیرن تھس نے کی ہے۔ مگر میں اس کو کتب مقدسہ سے خارج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ بہت سے بھائی اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ جہاں تک میری اپنی ذات کا تعلق ہے، میں یہ تو تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کسی الہامی شخص کی تصنیف ہے مگر یہ بات آسانی سے نہیں مان سکتا کہ یہ شخص حواری تھا اور زبدی کا بیٹا، یعقوب کا بھائی اور انجیل کا مصنف تھا، بلکہ اس کے برعکس محاورات وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حواری ہرگز نہیں ہو سکتا، نہ اس کا مصنف وہ یوحنا ہو سکتا ہے جس کا ذکر کتاب الاعمال میں کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا ایشیا میں آنا ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ یوحنا کوئی دوسری شخصیت ہے جو ایشیا کا باشندہ ہے، افسس میں دو قبریں[2] موجود ہیں جن پر یوحنا کا نام لکھا ہوا ہے۔ عبارت اور مضمون سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انجیل والا یوحنا اس کا مصنف نہیں ہے، کیونکہ انجیل اور اس کے رسالہ کی عبارت یونانیوں کے اسلوب کے مطابق بڑی پاکیزہ ہے، اس میں کچھ مشکل الفاظ کی بھرمار نہیں ہے اس کے برعکس مشاہدات کی عبارت یونانی محاورات کے قطعی خلاف ہے۔ اس میں

---

[1] اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس خیال سے اپنا نام یوحنا رکھ لیا تھا کہ جیسے اس نام والے کو اللہ نے ملت مسیحی میں عزیز کیا ہے ہم کو بھی ایسا ہی عزیز کرے۔ اسی خیال سے اکثر لوگوں نے اپنے نام پطرس اور پولوس بھی رکھے ہیں۔ منہ

[2] ان دو قبروں میں سے شاید ایک وہ ہو جو مشاہدات کا مصنف ہے اور دوسرا حواری ہو۔ منہ

نامانوس اسلوب استعمال کئے گئے ہیں۔ نیز حواری اپنا نام کہیں بھی ظاہر نہیں کرتا۔ نہ انجیل میں اور نہ رسائل عامہ میں، بلکہ اپنے کو متکلم یا غائب کے صیغہ سے تعبیر کرتا ہے اور مقصود کو بغیر کسی تمہید کے شروع کرتا ہے۔ اس کے برعکس اس شخص نے باب میں یسوع مسیح کا وہ مکاشفہ لکھا ہے جو اللہ تعالےٰ نے اس کو اس لئے عطا کیا تھا تاکہ بندوں کو وہ چیزیں جن کا عنقریب ہونا ضروری ہے ظاہر کرے اور اس نے اپنے فرشتہ کو بھیج کر اس کی معرفت اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کی۔

اور چوتھی آیت میں ہے کہ "یوحنا کی جانب سے ان سات کلیساؤں کے نام"۔ آیت ۹ میں ہے "یوحنا جو تمہارا بھائی اور یسوع کی مصیبت اور بادشاہی اور صبر میں تمہارا شریک ہوں"۔

باب ۲۲ آیت ۸ میں لکھا ہے کہ "میں وہی یوحنا ہوں جو ان باتوں کو سنتا اور دیکھتا تھا"۔ ان آیتوں میں لکھنے والے نے حواریوں کے طریقے کے خلاف اپنے نام کو ظاہر کیا ہے۔

کیتھولک ہیرلڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ میں ہے کہ "روز نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ بہت سے پروٹسٹنٹ محققین، کتاب المشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانتے اور پروفیسر ایوالڈ نے مضبوط اور قوی شہادت سے ثابت کیا ہے کہ یوحنا کی انجیل اور اس کے خطوط اور کتاب المشاہدات (مکاشفہ) ایک مصنف کی ہرگز تصانیف نہیں ہو سکتیں"۔

یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسا کی کتاب ۲ باب ۲۳ میں یعقوب کے رسالہ کی نسبت یوں لکھتا ہے کہ "خیال یہ ہے کہ یہ رسالہ جعلی اور فرضی ہے، مگر بہت سے متقدمین نے اس کا ذکر کیا ہے اور یہی خیال ہمارا یہودا کے رسالہ کی نسبت بھی ہے۔ مگر بہت سے گرجوں میں اس پر بھی عملدرآمد ہوتا ہے"۔ اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی

مارٹن لوتھر رسالہ یعقوب کی نسبت کہا کرتے تھے کہ یہ تو گھاس پھونس کے برابر بھی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔

بیشتر متقدمین عیسائی علماء یہوداہ کے رسالہ کی صداقت کے منکر تھے۔ چنانچہ تاریخ بائبل مطبوعہ ۱۸۵۰ء میں کہا گیا ہے کہ "گروشیس کہتے ہیں کہ یہ رسالہ یہوداہ نامی اس پادری کا ہے جو ایڈرین کے دورِ سلطنت میں یروشلم کا پندرہواں پادری تھا۔ مارٹن لوتھر کا شاگرد رشید اور پروٹسٹنٹ فرقہ کا بہت بڑا عالم یورن لکھتا ہے کہ یعقوب نے اپنے رسالہ کا اختتام بہت ہی لغو بے ہودہ طریقہ سے کرتا ہے اور کتابوں کے حوالے ایسے غلط انداز سے نقل کرتا ہے کہ اس میں روح القدس کا وجود نہیں پایا جا سکتا۔ اس لئے اس رسالہ کو کتبِ مقدسہ میں شامل نہ کیا جائے۔ نمبرگ کا پروٹسٹنٹ مبلغ ڈی ٹس تھیوڈورس کا کہنا ہے کہ مشاہدات یوحنا اور یعقوب کے رسالہ کو ہم نے قصداً متروک قرار دیا ہے۔ کیونکہ یعقوب نے اپنے رسالہ میں جن مقامات پر اعمال کو ایمان پر فوقیت دی ہے صرف وہی قابلِ ملامت نہیں ہیں بلکہ اس کے بیشتر مضامین اور ان کے معنی ایک دوسرے کے بالکل خلاف ہیں۔

سیک ڈمی برجن سینٹیوریٹس کہتا ہے کہ یعقوب کا رسالہ حواریوں کی تعلیمات کے بہت خلاف ہے۔ چنانچہ بعض مقامات پر اس نے نجات کو صرف ایمان پر موقوف ہونے کے بجائے اعمال کو بھی مدارِ نجات قرار دیا ہے۔ اسی طرح تورات کو آئین آزادی قرار دیتا ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بہت بڑے عالم راجرس نے اپنے فرقہ کے ان بہت سے عیسائی علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے مندرجہ ذیل کتابوں کو جھوٹی سمجھ کر کتبِ مقدسہ سے خارج کر دیا۔

رسالہ عبرانیہ، یعقوب کا رسالہ، یوحنا کا دوسرا، تیسرا رسالہ، یہوداہ کا رسالہ اور مشاہداتِ یوحنا۔

پروٹسٹنٹ فرقہ ہی کا ایک زبردست عالم ڈاکٹر پلس کہتا ہے کہ تمام کتابیں یوسی بیس کے عہد تک واجب التسلیم نہیں ہیں۔ نیز یعقوب کا رسالہ، پطرس کا دوسرا رسالہ، یوحنا کا دوسرا اور تیسرا رسالہ کے حواریوں کی تصنیفات نہ ہونے پر اصرار کیا گیا ہے۔ اسی طرح عبرانی رسالہ عرصہ دراز تک مردود رہا اور سریانی گرجوں نے پطرس کے رسالہ نمبر ۲، یوحنا کے رسالہ نمبر ۲، ۳، یہودا کا رسالہ اور کتاب المشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانا۔ یہی کچھ حالت عرب کے گرجوں کی تھی، مگر ہم تسلیم کرتے ہیں۔

لارڈنر کا قول ہے کہ اگرچہ بعض متقدمین نے عہد جدید کی تمام کتابوں کی صداقت کو تسلیم نہیں کیا تھا، لیکن آخر کار متفقہ طور پر سب کو تسلیم کر لیا گیا۔

الغرض ۳۲۵ء تک عہد عتیق اور عہد جدید کی تمام کتب کی صداقت کے بارے میں زبردست اختلاف رہا ہے۔

کتابوں کی تحقیق کے لئے عیسائی علماء کی مجلسیں

۳۲۵ء میں بادشاہ قسطنطین[1] کے حکم سے عیسائی علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع شہر نائس[2] میں منعقد ہوا۔ بڑی تحقیق اور مشورے کے بعد ان علماء نے یہ فیصلہ کیا کہ کتاب یہودیت واجب التسلیم ہے۔

یہ بات اس مقدمہ سے خوب واضح ہو جاتی ہے جو اس کتاب پر

---

[1] یہ قسطنطین اول (Coustantive) ہے جس کے نام پر بیزنطیہ کو قسطنطنیہ کہا گیا۔ کیونکہ اس نے اسے اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ وفات ۳۳۷ء میں ہوئی۔ ۱۲ ت

[2] شہر نائس، اس شہر کا مشہور نام نیقیہ (Nicaea) ہے اور یہاں جو عیسائیوں کی کونسل ہوئی تھی اسے نیقاوی کونسل کہا جاتا ہے۔ ۱۲ ت

جیروم نے لکھا ہے۔ چنانچہ نائیس کے اجتماع کے بعد کتبِ مقدسہ میں ایک کتاب کا مزید اضافہ ہو گیا۔

اس کے بعد ایک دوسری مجلس ۳۶۴ء میں منعقد ہوئی جو لوڈیشیا کی مجلس کے نام سے مشہور ہے۔ اس مجلس نے عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کی مزید سات کتابوں کو واجب التسلیم قرار دیا جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

(۱) کتاب آستر (۲) یعقوب کا رسالہ (۳) پطرس کا دوسرا رسالہ (۴) و (۵) یوحنا کا دوسرا و تیسرا رسالہ (۶) یہودا کا رسالہ (۷) پولس کا رسالہ عبرانیوں کے نام۔

اس مجلس نے اپنے فیصلہ کو عام پیغام کے ذریعے مؤکد کر دیا اور کتاب مشاہداتِ یوحنا ان دونوں مجلسوں میں بدستور فہرستِ مسلّمہ سے خارج اور مشکوک رہی۔

اس کے بعد ۳۹۷ء میں ایک اور بڑی مجلس جو کارتھیج کی مجلس کے نام سے مشہور ہے منعقد ہوئی۔ اس مجلس کے شرکاء میں عیسائیوں کا مشہور فاضل اگسٹائن اور ایک سو چھبیس دوسرے مشہور علماء تھے۔ اس مجلس نے مزید سات کتابوں کو واجب التسلیم قرار دیا اور کتاب یہودیت کی صداقت کا واجب التسلیم ہونا مؤکد کر دیا۔ اضافہ شدہ کتابوں کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) کتاب دانش (۲) کتاب طوبیا (۳) کتاب باروخ (۴) کتاب کلیسائی پند و نصائح (۵) و (۶) مقابین کی دونوں کتابیں (۷) کتاب مشاہدات یوحنا

اس مجلس کا فیصلہ ٹرلو کی چھٹی مجلس میں بھی برقرار رہا۔ البتہ اس مجلس کے شرکاء نے

ؔ St. Jerome عیسائیوں کا مشہور عالم اور فلاسفر ۳۴۰ء میں پیدا ہوا اسی نے بائبل کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور بائبل کے علوم میں معروف ہوا۔ اس سلسلہ میں اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ۴۲۰ء میں انتقال ہوا۔ لیکن یہاں وہ مراد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بظاہر جان جس کا شاگرد جیروم متوفی ۳۱۶ء مراد ہے۔

کتاب باروخ کو کتاب یرمیاہ کا تقریباً جزو قرار دیا۔ اس لئے کہ باروخ علیہ السلام، یرمیاہ علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے۔ اسی لئے ان لوگوں نے اسماء کتب کی فہرست میں کتاب باروخ کا نام علیحدہ نہیں لکھا۔

مجلس ٹرلو، مجلس فلورنس اور مجلس ٹرنٹ نے بھی پہلی کارتھیج کی مجلس کے فیصلہ کو قائم اور باقی رکھا، صرف آخر کی دو مجلسوں نے کتاب باروخ کا نام ان کتابوں کی فہرست میں علیحدہ لکھ دیا۔

ان مجالس کے منعقد ہونے کے بعد وہ کتابیں جو تقریباً تین صدی تک مشکوک اور غیر معتبر سمجھی جاتی رہیں، تسلیم شدہ قرار پائیں اور تقریباً بارہ سو برس تک عیسائیوں کے تمام فرقوں کے نزدیک واجب التسلیم رہیں اور آج بھی رومن کیتھولک والے ان سب کو واجب التسلیم قرار دیتے ہیں۔

اسلاف کے فیصلوں سے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بغاوت

پروٹسٹنٹ فرقہ نے کتاب آستر کے بعض ابواب، کتاب باروخ، کتاب طوبیاہ، کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب پند و نصائح کلیسا اور مقابیین کی دونوں کتابوں کو کتب مقدسہ سے خارج کر کے ان کی صداقت کو واجب التسلیم ماننے سے انکار کر دیا۔ اور دیگر دلائل کے علاوہ مندرجہ ذیل دلائل بھی پیش کئے کہ:-

- تمام عیسائیوں نے ان کتابوں کو تسلیم نہیں کیا۔
- ان میں زبردست تحریف ہوئی ہے۔
- من گھڑت اور خود ساختہ ہیں اور ان میں جھوٹی باتوں کی بھرمار ہے۔

ہم اُن کے ان دلائل کو بسر و چشم قبول کرتے ہیں۔ اس فرقہ کے اپنے اعتراف سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی کہ چوتھی صدی عیسوی اور اس کے بعد کے سبھی اسلاف اور

بزرگ سرے سے ناقابلِ اعتبار پائے گئے۔ لہٰذا ان کے اجماع اور اتفاق کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے، بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ لوگ دیانت و صداقت سے بالکل بے بہرہ تھے جن کی وجہ سے سینکڑوں ہزاروں علماء متفقہ طور پر جھوٹی اور تحریف شدہ کتابوں کو واجب التسلیم قرار دے کر تمام عیسائیوں کو بے ایمانی پر مجتمع کرنے کی کوشش میں لگے رہے اور جن چیزوں کو واجب الرد قرار دینا چاہیے تھا ان کو واجب الاعتقاد ثابت کرتے رہے۔

اس فرقہ کے نزدیک رومن کیتھولک فرقہ جو کہ ان سے تعداد میں چھ گنا سے بھی زائد ہے ابھی تک اسی مصیبت میں مبتلا ہے۔

ان لوگوں کے اعتراف کے بموجب کتبِ مقدسہ میں اسلاف سے بھی تحریف ثابت ہو گئی۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ دلیل اول مذکورہ کی رو سے مذکورہ بالا کتابوں کو تو کتبِ مقدسہ سے خارج قرار دیا گیا مگر اس دلیل کا مقتضیٰ یہ بھی تو ہے کہ پوری کتاب آستر، مشاہدات یوحنا، یوحنا کا دوسرا اور تیسرا رسالہ، پطرس کا دوسرا رسالہ، یہوداہ کا رسالہ، یعقوب کا رسالہ اور رسالہ عبرانیہ کو بھی کتبِ مقدسہ سے خارج قرار دیا جاتا، لیکن ایسا نہیں کیا گیا حالانکہ ان مجلسوں سے پیشتر ان کتابوں کو بھی تمام عیسائیوں نے تسلیم نہیں کیا تھا اور اس معاملہ میں مشاہدات اور کتاب آستر خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ حتیٰ کہ کتاب مشاہدات کو بعض لوگوں نے ایک ملحد شخص سرن تھس کی تصنیف قرار دیا ہے اور اس کو غیر معقول، بے معنی اور جہالت کا بہت بڑا پردہ کہا گیا ہے۔ نیز عبارت کا اسلوب بتاتا ہے کہ اس کا مصنف انجیل والا یوحنا ہرگز نہیں ہو سکتا اور کتاب آستر کے سیاق سے اس کا کتاب مقدس ہونا ہی معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ پوری کتاب میں کہیں بھی خدا کا ذکر تک نہیں آیا اور نہ ہی اس کے مصنف کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا۔ بائبل کے مفسرین محض ظن و تخمین سے کام لے کر اس کے تعین کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض عیسائیوں کا خیال ہے کہ یہ ان علماء کی تصنیف ہے جو عزرا کے عہد سے

سائمن کے زمانہ تک ہوئے ہیں۔

فلو یہودی کا قول ہے کہ یہ یہویاکین کی تصنیف ہے جو یسوع کا بیٹا تھا اور بابل کی قید سے آزاد ہو کر آیا تھا۔

اگسٹائن کہتا ہے کہ یہ عزرا کی تصنیف ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ یہ مردکے کی لکھی ہوئی ہے اور بعض مردکے اور آستر دونوں کی تصنیف بتاتے ہیں اور بیشتر عیسائی متقدمین نے اس کتاب کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا ہے۔

کیتھولک ہیرالڈ ج ۲ صفحہ ۳۴۷ میں ہے کہ سینٹ ملیٹو نے واجب التسلیم کتب مقدسہ کی فہرست میں اس کتاب کا نام درج نہیں کیا، چنانچہ یوسی بیس نے اپنی تاریخ کلیسا کی کتاب ۴ باب ۲۶ میں کہا ہے کہ سینٹ گریگوری نازین زن نے اپنے اشعار میں تمام واجب التسلیم کتابوں کے نام ضبط کئے ہیں مگر اس کتاب کا نام ان میں نہیں لکھا اور نہ ہی سینٹ ایم فی لوکیس نے اپنے ان اشعار میں جو اس نے سلیوکس کو لکھے تھے اور ان میں تمام کتب مقدسہ کے نام درج کئے تھے، اس کتاب کا نام شامل کیا بلکہ اس کے واجب التسلیم ہونے پر شبہ کا اظہار کیا ہے۔ سینٹ اتھانیشیس نے اپنے اناتیلیسویں خط میں اس کتاب کو مردود اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح مصنف سناپ سس نے بھی اس کو مردود قرار دیا ہے۔ غرضیکہ مذکورہ تفصیلات سے یہ بات واضح طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اہل کتاب کے پاس ان کی کتب مقدسہ کی کوئی بھی سند متصل موجود نہیں ہے۔

فصل سوم

کُتبِ مقدّسہ میں تحریف کے اسباب و وجوہ

کُتبِ مقدسہ میں تحریف کے مختلف اسباب و وجوہ ہوتے ہیں۔ مثلاً

تحریف کا پہلا سبب زمانۂ قدیم میں لکھنے کے ناقص طریقوں کو بتایا جاتا ہے۔ چنانچہ تاریخ کی ایک کتاب میں جو ۱۸۸۰ء میں چارلس ڈالین پریس لندن سے شائع ہوئی۔ اس کی وجہ یوں بیان کی گئی ہے:۔

"زمانۂ قدیم میں کسی چیز کو لکھ کر محفوظ رکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ شیشے، موم یا لکڑی کی تختیاں بنا کر لوہے، پیتل یا ہڈی کی سلاخ سے لفظوں کے نقوش ان تختیوں پر کندہ کر دیئے جاتے تھے۔ پھر اہلِ مصر نے سب سے پہلے ان تختیوں کے بجائے پیپرس[1] نامی ایک درخت کے پتوں کو اس کام کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد شہر پرگمس کے باشندوں نے گھاس پھونس سے جھلّی نما کاغذ تیار کیا۔ آٹھویں صدی میں رُوئی اور ریشم سے کاغذ تیار کیا گیا۔ جو کہ تیرہویں صدی میں کپڑے سے تیار کیا جانے لگا۔ ساتویں صدی میں قلم ایجاد ہوا۔ چنانچہ زمانۂ قدیم میں کتابیں لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک بہت بڑے کاغذ کے ایک ہی جانب لکھا جاتا جسے حفاظت کے لئے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا اور جب پڑھنے کے لئے کھولا جاتا تو کافی جگہ میں پھیل جاتا۔ اس کے بعد جزو اوراق پر دونوں طرف لکھنے کا رواج ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں آج کل

---

[1] Papyrees دریائے نیل کے کناروں پر یہ پودا بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اظہاری

کتبِ مقدسہ ص ۳۶ ، ۱۲

کے طریقے پر کتابوں کا لکھنا، ان کا ترجمہ کرنا، ان کو پڑھنا اور پھر کتاب کو محفوظ رکھنا انتہائی مشکل کام تھا۔ چنانچہ اس دور میں کتابوں میں تحریف اور جعلسازی کا امکان بہت ہی آسان تھا، قطع نظر اس سے کہ تحریف کا سبب بددیانتی ہوتا یا اس کی کوئی دوسری وجہ ہوتی۔ جہاں تک تورات اور انجیل میں تحریف کا تعلق ہے اس کا سب سے بڑا سبب ملحدوں کی کارگزاریاں ہے۔"

ملاحظہ فرمایئے مذکورہ بیان سے دیگر اسباب تحریف کے علاوہ اس عیسائی مؤرخ کا یہ اعتراف کہ تورات و انجیل میں تحریف و جعلسازی کا کام ملحدین کی طرف سے بڑے پیمانے پر کیا گیا۔ اور یہ صرف اسی مؤرخ کا اعتراف نہیں بلکہ دوسرے انگریز مؤرخ بھی مذکورہ وجوہات کا برملا اعتراف کرتے ہیں، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی پانچوں کتابوں میں جو کہ ۱۲۵۲ء قبل مسیح علیہ السلام کے زمانہ کی تصنیف ہیں، ساتویں صدی عیسوی میں کاغذ کی ایجاد تک جن کو دو ہزار سال سے زائد عرصہ ہو چکا تھا نیز عہد عتیق کی دوسری کتابوں کے عرصہ دراز تک اور تقریباً سات سو سال تک انجیل کے نسخے بہت ہی کم تعداد میں موجود ہوں گے اور ملحدوں کو ان میں جعل سازی اور تحریف کا بہت ہی زیادہ موقع ملا ہوگا۔

دوسرا سبب بخت نصر[1] کا یہودیوں پر زبردست حملہ ہے جس میں یہودیوں کو تباہی و بربادی سے دوچار ہونا پڑا۔ ہیکل گرا دیئے گئے، بے شمار یہودی قتل کر دیئے گئے اور باقی ماندہ قیدی بنا لئے گئے۔ اس وقت تک

---

[1] بخت نصر جسے نبوکدنصر Nabuchodonosor بھی کہتے ہیں۔ (تورات میں یہی نام مذکور ہے) بابل کا بادشاہ تھا، جس نے یروشلم پر حملہ کر کے اسے بری طرح تاخت و تاراج کیا، یہ ایک عذاب تھا جو بنی اسرائیل کی بداعمالیوں کی بنا پر بھیجا گیا تھا اور جس کی پیشگوئیاں کئی انبیاء علیہم السلام نے کی تھیں۔" تقی

عہدِ عتیق کی کتابوں کے جتنے پرانے نسخے بھی موجود تھے اس حادثہ میں سب کے سب ضائع ہو گئے[1] چنانچہ یہ کہا گیا ہے کہ اگر عزرا پیدا نہ ہوتے اور تورات کی دوبارہ تدوین نہ کرتے تو ان کے زمانہ میں ہی یہ کتابیں موجود نہ ہوتیں۔ دوسرے زمانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

تیسرا سبب یہ ہوا کہ جب عزرا (علیہ السلام) نے عہدِ عتیق کی کتابوں کو دوبارہ لکھا تو ۱۶۸ء قبل مسیح علیہ السلام میں انٹیوکس[2] کے دورِ حکومت میں یہودیوں کو ایک اور تباہی سے دوچار ہونا پڑا۔ اس حادثہ میں عزرا علیہ السلام کے مدون

---

[1] دیکھئے ۲۔ ایسدرس ۱۹:۱۴ تا ۴۸ جس میں ان کتابوں کے نذرِ آتش ہونے کا واقعہ مذکور ہے کیتھولک فرقہ اس کتاب کو اب بھی تسلیم کرتا ہے۔ اگرچہ پروٹسٹنٹ حضرات نے اس واقعہ کا ہی منکر ہے (ہماری کتب مقدسہ ص ۵۰۴) لیکن نحمیاہ کے باب ۸ میں جو واقعہ مذکور ہے وہ ایسدرس کی تائید کرتا ہے۔ اس سے بوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ کتاب تورات ضائع ہو گئی تھی اور حضرت عزرا نے لکھ کر پھر سب لوگوں کے سامنے لے پڑھا۔ عجیب بات ہے کہ کیتھولک بائبل Knox Vessian مطبوعہ ۱۹۶۳ء میں بھی ایسدرس کا وہ باب ہی حذف کر دیا گیا ہے جس میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ اس نسخہ میں ایسدرس کی دوسری کتاب تیرہویں باب پر ختم ہو گئی ہے۔ ہمارے پاس اگرچہ ایسدرس کا اس کے سوا کوئی نسخہ نہیں ہے جس سے وہ عبارت نقل کی جائے لیکن خود عیسائی حضرات کی کتابوں میں اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ ایسدرس میں یہ واقعہ موجود ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے یقینی طور پر ہم ۲ ایسدرس ۱۴: ۲۰ تا ۴۹ میں یہ روایت پڑھتے ہیں کہ تورات چونکہ جل چکی تھی اس لئے عزرا نے اسے دوبارہ لکھا۔ (ص ۵۰۱ جلد ۳ مقالہ بائبل بحث عہد قدیم فہرست مسلّم) پادری جی ٹی مینلی نے بھی بائبل ہینڈ بک میں ایسدرس کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے (ص ۴۶۳)۔ تقی

[2] انٹیوکس چہارم ایپی فینس Antiochas ایشیائے قریب کا مشہور بادشاہ جس نے ۱۷۰ق م میں یروشلم پر قبضہ کر کے اس کو تباہ کر دیا تھا اور ایک مرتبہ پھر بخت نصر کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ تقی

شدہ نسخوں کے علاوہ عہدِ عتیق کی دوسری کتابوں کے بھی نسخے اس ظالم بادشاہ نے تلاش کر کر کے ضائع کر دیئے۔ مکابیوں کی پہلی کتاب کے باب میں اس تباہی کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے :-

"انیٹوکس شہنشاہِ فرنگستان نے یروشلم کو فتح کر کے عہدِ عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے جہاں سے اُسے ملے پھاڑ کر جلا دیئے اور حکم دیا کہ جس کے پاس کوئی کتاب عہدِ عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کی رسم بجا لائے گا اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ہر مہینہ میں اس کی تحقیق و تفتیش عمل میں آتی تھی اور جس کے پاس سے عہدِ عتیق کی کوئی کتاب برآمد ہو جاتی یا یہ بات ثابت ہو جاتی کہ وہ رسمِ شریعت بجا لاتا ہے تو اس شخص کو قتل کر دیا جاتا اور کتاب بھی تلف کر دی جاتی تھی"

عیسائی کتب تواریخ کے مطابق یہ سنگین حادثہ ساڑھے تین سال تک برابر جاری رہا۔ جان ملز کیتھولک اپنی کتاب مطبوعہ ڈربی ۱۸۴۳ء کے صفحہ ۱۱۵ میں یوں کہتا ہے :-

"اہلِ علم اس امر پر متفق ہیں کہ اصل توراۃ کا نسخہ اور اسی طرح عہدِ عتیق کی کتابوں کے اصل نسخے بخت نصر کے فوجیوں کے ہاتھوں یروشلم اور ہیکل کی تباہی کے وقت سب کے سب ضائع ہو گئے اور جب ان کی صحیح نقلیں عزرا علیہ السلام پیغمبر کے ذریعہ دوبارہ شائع ہوئیں تو وہ بھی انیٹوکس کے حادثہ میں ضائع ہو گئیں اور پھر ان کتابوں کی سچائی کی شہادت اس وقت تک میسر نہیں ہو سکی جب تک کہ مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں نے ان کی صداقت پر شہادت نہیں دے دی"

ملاحظہ فرمائیے کہ یہ عیسائی عالم عہدِ عتیق کی کتابوں کے ضائع ہو جانے کا کتنے کھلے الفاظ میں اعتراف کر رہا ہے۔ مسیح علیہ السلام اور حواریوں کی شہادت کا مفصل ذکر مقصد دوم کے آخر میں مذکور ہو گا۔

چوتھا سبب حضرت مسیح علیہ السلام کے ظہور کے بعد شاہانِ فرنگ کی دشمنی کے سبب اُن کے ہاتھوں اور بھی مختلف اور متعدد حوادث سے عیسائیوں کو دوچار ہونا پڑا جن میں عہدِ عتیق کے وہ نسخے جو انتیوکس کے حادثہ میں کسی طرح ضائع ہونے سے بچے رہے تھے اور وہ نسخے بھی جو اس حادثے کے بعد تالیف کیے گئے، سب کے ضائع ہو جانے کا گمان یقین کو پہنچ جاتا ہے۔ ان میں سے ایک حادثہ طیطوس رومی کا ہے جو مسیح علیہ السلام کے عروج سے ۳۷ سال بعد پیش آیا، مشہور مورخ یوسیفس نے اپنی تاریخ میں اس حادثہ کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں، اس حادثہ میں گیارہ لاکھ یہودی مارے گئے اور ستانوے ہزار کو قیدی بنا کر غلاموں کی طرح فروخت کیا گیا۔

پانچواں سبب عروجِ مسیح علیہ السلام سے تیس سال بعد ہی شاہانِ فرنگ کے بغض و عداوت کی وجہ سے ابتدائی طبقات کے عیسائیوں پر قتل عام اور جلاوطنی وغیرہ کے بے پناہ مصائب و حوادث کے پہاڑ ٹوٹتے رہے۔ ان حوادث کی وجہ سے ان غریبوں کو شب و روز اپنی جان کے لالے پڑے رہتے، ایسی صورت میں کتب مقدسہ ان کے پاس موجود رہنا اور ان کی تدوین و تصحیح انتہائی مشکل کام تھا اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ اس طرح کے سنگین مصائب سے دوچار ہونے کی صورت میں کسی کتاب کی تدوین یا اس کی تصحیح کا کسے موقع ملتا ہے؟ ان حوادث میں ان بے چاروں کو دس مرتبہ قتل عام سے واسطہ پڑا، جن کی تفصیل یہ ہے :-

پہلا حادثہ یہ حادثہ نیرو؎۱ شاہِ فرنگ کے عہد میں سنہ ۶۴ء میں پیش آیا، جس

؎۱ اعجاز عیسوی کی طرح اظہار الحق کے بھی تمام نسخوں میں یہی نام لکھا گیا ہے، مگر مشہور شاہ نیرو قیصر (Neron) ہے، برٹانیکا اور مقدمہ ابن خلدون میں بھی اسے نیرون ہی کہا گیا ہے جو روما کا بادشاہ (از ۵۴ء تا ۶۸ء) ہوا ہے اور پانچواں قیصر تھا، مشہور فلسفی سینیکا کا شاگرد ہے، عیسائیوں پر ظلم و ستم ڈھانے میں بنا پر اپنی بربریت میں ضرب المثل ہے۔ (از سنہ ۵۴ء تا سنہ ۶۸ء) ۱۲ ت

یہ پطرس حواری، اس کی بیوی اور پولس بھی قتل کر دیئے گئے۔ یہ قتل دارالسلطنت دایالانہ اور ملک کے دوسرے اضلاع میں بادشاہ نیرو کی زندگی تک جاری رہا۔ اس دور میں عیسائیوں کے لئے اپنی مسیحیت کا اظہار و اعتراف سخت ترین جرم شمار ہوتا تھا۔

دُوسرا حادثہ یہ حادثہ شاہ دُومشین[2] کے دورِ سلطنت میں پیش آیا۔ یہ بادشاہ بھی نیرو کی طرح ملتِ عیسوی کا جانی دشمن تھا۔ اس نے عیسائیوں کے قتلِ عام کا فرمان جاری کر دیا اور اس قدر خون بہایا گیا کہ اس دین کے قطعی مٹ جانے کا خطرہ ہو گیا، یوحنا حواری جلاوطن کیا گیا اور فیلیپس کلیمونس کو قتل کر دیا گیا۔

تیسرا حادثہ یہ حادثہ شاہ ٹرجان[3] کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتدا ۱۰۱ء سے ہوئی اور مسلسل اٹھارہ سال تک عیسائیوں کا قتلِ عام جاری رہا۔ اور کورنتھیہ کا اسقف[4] اگناشس، روم کا اسقف کلیمنٹ اور یروشلم کا اسقف شمعون

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون طبع بیروت صفحہ ۱۸۰ ج ۱ - بہ ذیل شرح اسم الباپا و البطرک، و الکوہن - ۱۲ ت

[2] شاہ دُومشین (Domition) ایک مدت تک روم کا بادشاہ (۸۱ء تا ۹۶ء) رہا ہے اپنے آخر دور میں اس پر قتلِ عام کا جنون سا طاری ہو گیا تھا۔

[3] اسے ٹراجانوس (Trojan) بھی لکھتے ہیں (پیدائش ۵۳ء م ۱۱۷ء) یہ ۹۸ء سے ۱۱۷ء تک بادشاہ رہا ہے۔ بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کی شاندار فتح مشہور ہے۔ اس نے عیسائیوں پر بہت ظلم و ستم ڈھائے (برٹانیکا) ۱۲ ت -

[4] "اسقف" کلیسا کا ایک عہدہ ہے جس کا مطلب ہے وقت کا "پاپا" دیکھئے اہل سنت قرآن کریم صفحہ ۳۳۴ مختلف شہروں میں اپنے نائب مقرر کرتا ہے جسے اپنے اپنے شہر میں "پاپا" کے سے اختیارات ہوتے ہیں، اس نائب کو "اسقف" کہتے ہیں۔ قسیس کا عہدہ اس سے نیچا ہے (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۱۹) اسی کو بشپ Bishop کہتے ہیں۔ مختلف کلیساؤں میں اس کے فرائضِ منصبی کے لئے دیکھئے برٹانیکا مقالہ بشپ۔ ۱۲ تقی

اسی ہنگامہ میں مارے گئے۔

چوتھا حادثہ عیسائیوں کے قتلِ عام کا یہ واقعہ شاہ مرقس انتونیس کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتداء ١٦١ء سے ہوئی اور قتلِ عام کی یہ آگ مشرق سے مغرب تک پھیل گئی اور دس سال سے زائد عرصہ تک قتل و خون کی یہ ہولی کھیلی جاتی رہی۔ یہ بادشاہ اپنے دور کا مشہور فلسفی اور انتہائی متعصب بت پرست تھا۔

پانچواں حادثہ قتلِ عام کا یہ حادثہ شاہ سویرس کے عہد میں پیش آیا، جس کی ابتداء ٢٠٢ء میں ہوئی۔ صرف مصر میں ہزاروں عیسائی قتل کیے گئے۔ اسی طرح فرانس اور کارتھیج میں ایسا شدید قتلِ عام کیا گیا کہ عیسائی یہ خیال کرنے لگے کہ یہ زمانہ دجال کا زمانہ ہے۔

چھٹا حادثہ یہ حادثہ شاہ مکسیمین کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتداء ٢٣٥ء میں ہوئی۔ اس کے حکم سے اکثر عیسائی علماء قتل کر دیئے گئے، کیونکہ اس کو یہ معلوم تھا کہ جب علماء قتل ہو جائیں گے تو پھر عوام کو آسانی کے ساتھ اپنا تابع فرمان بنایا جا سکے گا۔ اس حادثہ میں پوپ پونٹیانوس اور پوپ انیٹروستس بھی قتل کر دیئے گئے۔

ساتواں حادثہ یہ حادثہ شاہ ڈیسیس کے زمانہ میں ٢٥٠ء میں پیش آیا اس بادشاہ نے تو مذہبِ عیسوی کی بیخ کنی کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، چنانچہ اس کے فرمان صوبوں کے گورنروں کے نام اس سلسلہ میں صادر ہوئے۔ اس حادثہ میں بہت سے عیسائی مرتد ہو گئے۔ مصر، افریقہ، اٹلی اور مشرق کے علاقے اس کے ظلم و ستم کی جولان گاہ بنے رہے۔

آٹھواں حادثہ یہ حادثہ بادشاہ ویلیریان کے عہد میں ٢٥٧ء میں پیش آیا جس میں ہزاروں عیسائی قتل کر دیئے گئے۔ پھر اس سلسلہ میں اس

کے احکام نہایت سخت صادر ہوئے کہ اسقفوں اور پادریوں اور دینِ مسیح کے خادموں کو جہاں ملیں قتل کر دیا جائے اور عزت و آبرو والوں کے جائداد و مال ضبط کر کے ان کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ لوگ عیسائیت پر قائم رہیں تو ان کو قتل کر دیا جائے اور شریف عورتوں کے اموال لوٹ کر ان کو جلاوطن کر دیا جائے اور باقی تمام عیسائیوں کو غلام بنا لیا جائے اور قید کر کے اُن کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر سرکاری بیگار میں استعمال کیا جائے۔

نواں حادثہ یہ حادثہ شاہ اڈریلین کے عہدِ سلطنت میں پیش آیا، جس کی ابتدا ۲۷۴ء میں ہوئی، اگرچہ قتلِ عام کے لئے اس کا فرمان صادر ہو چکا تھا مگر اس سلسلہ میں عیسائی زیادہ قتل نہ ہو سکے کیونکہ وہ خود ہی مارا گیا۔

دسواں حادثہ قتلِ عام کا یہ واقعہ ۳۰۲ء میں پیش آیا۔ اس شدید ترین قتلِ عام میں مشرق و مغرب کی زمینیں لالہ زار بن گئیں۔ شہر فریجیا پورا کا پورا دفعتاً جلا کر خاکستر کر ڈالا گیا اور اس میں ایک بھی عیسائی زندہ نہ رہا۔

غور کیجئے کہ ابتدائی طبقات کے عیسائی مسلسل تین سو سال تک ایسے سنگین حادثات سے دوچار رہے ہوں تو اُن میں کتبِ مقدسہ کے فقدان کا اندازہ لگانا بھی چنداں مشکل نہیں ہے۔

چھٹا سبب کتبِ مقدسہ میں سے جو کچھ بچی رہ گئی تھیں ۳۰۳ء میں شاہ فرنگ کے حکم سے جلا ڈالی گئیں۔ چنانچہ لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد ۷ صفحہ ۲۲ پر لکھتا ہے کہ "ڈیوکلیشین[1] کا حکم صادر ہوا کہ گرجے مسمار کر دیئے جائیں اور کتبِ مقدسہ

---

[1] ڈیوکلیشین (Diocletion) روم کا مشہور بادشاہ جو ۲۸۴ء سے ۳۰۵ء تک حکمران رہا۔ کلیسا کا بڑھتا ہوا اقتدار اس کو اپنے لئے ایک عظیم خطرہ محسوس ہوا جس کی بنا پر اس نے عیسائیوں پر ظلم و ستم ڈھائے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے برٹانیکا ص ۳۹۳ ج ۷) اسکے زمانہ کو عیسائی حضرات عہدِ شہداء کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ۱۲ ت

کو جلا دیا جائے "

پھر صفحہ ۲۲۳ پر کہتا ہے :-

"یوسی بئیس بڑے دردناک پیرایہ میں بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے گرجوں کا مسمار ہونا اور بازاروں میں کتب مقدسہ کا جلایا جانا دیکھا ہے "

ولیم میور اپنی تاریخ کلیسا مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے صفحہ ۱۲۹ میں لکھتا ہے :-

"۳۰۳ء میں گرجوں کے مسمار کرنے، کتابوں کے جلا ڈالنے اور عبادت کے لئے عیسائیوں کے اکٹھا نہ ہونے کا سخت ترین فرمان جاری ہوا "

پھر صفحہ ۱۳۰ میں کہتا ہے :-

"عیسائیوں کی تمام کتابیں خصوصاً کتب مقدسہ جن کو عیسائی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، ان کی جتنی تعداد بھی چھان بین اور تلاش سے مل سکی جلا ڈالی گئی اور جو عیسائی بھی انکار کرتا یا اس کی نسبت بادشاہ کو یہ گمان ہو جاتا کہ اس کے پاس کوئی کتاب چھپی ہوئی ہے اس کو سخت اور شدید سزا دی جاتی "

ساتواں سبب مذکورہ بالا حادثات و واقعات کی بنا پر حواریوں کے زمانہ ہی سے ملحدوں اور بددیانت لوگوں کو کتب مقدسہ میں تحریف اور جعل سازی کا پورا پورا موقعہ میسر آ گیا۔ انہوں نے یہ سوچ کر کہ اچھے لوگ تو مصائب میں مبتلا ہونے کی سبب ان کی تحریف و جعل سازی کی طرف توجہ نہیں دے سکتے۔ للٰہذا ہماری یہ جعل سازی کامیاب رہے گی۔ کتب مقدسہ میں تحریف و جعل سازی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہو گا۔ چنانچہ ۹۰۰ء تک اس جعل سازی کا بازار خوب خوب گرم رہا اور دسویں صدی میں تو جعلسازی کا یہ کاروبار انتہائی عروج پر پہنچ چکا تھا۔ انشاء اللہ اس

کا مفصل تذکرہ مقصد سوم فصل اوّل میں بیان کیا جائے گا۔

آٹھواں سبب آٹھواں سبب یہ ہُوا کہ حواریوں کے زمانے سے سنہ ۱۵۰۰ء تک عیسائی گرجوں میں کتب مقدسہ کا یونانی ترجمہ ہی پڑھا جاتا رہا، جمہور اسلاف کی عبرانی نسخوں سے بے توجہی کی بنا پر اور مذکورہ بالا حوادث کے رونما ہونے کے سبب جو بھی تھوڑے بہت باقی رہ گئے تھے وہ یہودیوں کے پاس ہی تھے اور شاید کسی عیسائی گرجے میں بھی بطور تبرک رکھے ہوئے ہوں اور یہودی قوم اپنی خباثت (شرارت) میں ضرب المثل ہے۔ اس صورتِ حال میں کتبِ مقدسہ میں تحریف و تصحیف کا ان کو پورا پورا موقعہ میسّر آیا۔ پھر یہودیوں کے اس خبثِ باطن کے باوجود انھوں نے ایک اور گل یہ کھلایا کہ یہودی علماء کی ایک مجلسِ شوریٰ منعقد کر کے اس میں کتبِ مقدسہ کے اُن تمام نسخوں کو، جو اُن کے پاس موجود نسخوں سے کسی قدر مختلف تھے، غلط اور جعلی قرار دے کر ضائع کر دینے کا حکم صادر کر دیا۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور ساتویں آٹھویں صدی کے پہلے کے لکھے ہوئے تمام نُسخے ضائع کر دیئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اٹھارہویں صدی میں جب عیسائی علماء نے کتبِ مقدسہ کی دوبارہ تدوین و تحقیق اور تصحیح کا کام شروع کیا تو ان کو دسویں صدی سے قبل کا تحریر شدہ کوئی عبرانی نسخہ مکمل نہ مل سکا۔ چنانچہ ڈاکٹر کنی کاٹ کہتا ہے کہ :-

> عہدِ عتیق کے جو نُسخے موجود ہیں وہ، وہ ہیں جو سنہ ۱۰۰۰ء اور سنہ ۱۴۵۷ء کے درمیان لکھے گئے "

اور جو سب سے زیادہ پُرانا نُسخہ دستیاب ہُوا جسے مکمل اور معتبر کہا گیا ہے جس کا نام کوڈکس لاڈیانوس ہے اس کے متعلق کنی کاٹ کا دعویٰ ہے کہ دسویں صدی میں لکھا گیا۔ موشیو ڈی روسی کا خیال ہے کہ گیارہویں صدی کا لکھا ہُوا ہے اور اس پُرانے نسخے کی صحت کا یہ حال ہے کہ وانڈر ہوٹ نے جب سنہ ۱۷۰۵ء میں بائبل کا عبرانی نسخہ

کامل تصحیح کے دعوے کے ساتھ طبع کیا تو اس پرانے نسخے سے چودہ ہزار مقامات پر مخالف تھا اور ان چودہ ہزار مقامات میں دو ہزار سے زائد جگہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات کے مخالف نکلے۔

حقیقت یہ ہے کہ موشیوڈی روسی کو پرانے نسخہ کے قوانین باب ۲۱ آیت ۱۹ سے کتاب گنتی باب ۱ آیت ۵ تک کے کچھ اوراق ملے تھے۔ ان اوراق کے بوسیدہ پن کا اندازہ کر کے موشیوڈی روسی نے محض ظن و تخمین سے ان کو آٹھویں صدی کے لکھے ہوئے قرار دے دیا۔ اسی طرح ایک دوسرے پرانے نسخہ کے کتاب پیدائش باب ۴۰ آیت ۱۴ سے کتاب استثناء باب ۱۰ آیت ۲ تک کے کچھ اجزاء اس کے ہاتھ لگے، یہ تمام اجزاء مختلف وقتوں کے لکھے ہوئے تھے جن کے بارے میں اس کا یہ خیال ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ نویں یا دسویں صدی کے لکھے ہوئے ہیں۔ انتہائی کوشش کے باوجود عہد عتیق کا کوئی مکمل نسخہ دسویں صدی سے پہلے کا لکھا ہوا اس کو کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکا۔ جیسا کہ ہارن صاحب نے اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں ان تمام امور کی تصریح کی ہے۔

اب یہاں چند باتیں خاص طور سے قابل غور ہیں :۔

۱۔ آٹھویں صدی سے پہلے کے لکھے ہوئے بائبل کے تمام نسخے، یہودیوں کے پاس موجود عبرانی نسخہ کے سوا، مختلف حوادث میں کلی طور پر ضائع ہو گئے اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

۲۔ یہودیوں کی مجلس شوریٰ کے حکمائے کے بارے میں یقینی طور پر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے محض اس غرض سے یہ شرارت کی تھی کہ جب اُن کے پاس موجود نسخہ کے سوا تمام نسخے ضائع ہو چکے ہوں گے تو اس موجودہ نسخے میں تحریف و تبدیلی کا مکمل اختیار انہی کو حاصل رہے گا اور وہ من مانی کارروائیاں کرتے رہیں۔ لہٰذا آٹھویں صدی کے بعد اس عبرانی نسخہ کی جو نقول شائع ہوئیں وہ کسی صورت میں بھی معتبر اور

قابلِ اعتماد نہیں قرار پا سکتیں۔

۳۔ ڈاکٹر کینی کاٹ اور موشیو ڈی روسی کو مذکورہ بالا قدیم نسخوں کے بارے میں یقینی طور پر تصدیق نہیں ہو سکی کہ یہ کس صدی میں لکھے گئے۔ بلکہ یہ حضرات محض کاغذ کی بوسیدگی اور رسم الخط سے اندازہ لگا کر ظن و تخمین کی بنیاد پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

نواں سبب

۵۳۳ء سے عیسائیوں کے اکثر فرقوں پر پاپاؤں کی حکمرانی ہے۔ ۱۵۸۳ء میں تو پاپاؤں کا یہ اقتدار اپنے عروج پر پہنچ گیا اور ان پاپاؤں کی کتب مقدسہ کے بارے میں جو بد دیانتی پروٹسٹنٹ فرقہ والوں کی نظر میں ہے محتاجِ بیان نہیں۔ چنانچہ پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی مارٹن لوتھر[1] اپنی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ میں پاپا اور اس کے ماتحتوں کے بارے میں یوں کہتا ہے کہ :-

"اگر حکومت میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں بے ہودہ اور دغا باز پوپ اور اس کے ماتحتوں کو ان کے خاندان کے سمیت مشکیں کسوا کر سمندر میں پھینکوا دیتا۔"

اور اپنی کتاب کی اسی جلد کے صفحہ ۴۵۱ پر کہتا ہے :-

"پوپ اور اس کے متعلقین ایک شریر اور مفسد مکار و فریب کار گروہ ہے اور بدقماش لوگوں کی ایسی پناہ گاہ ہے جو بڑے بڑے جہنمی شیاطین سے بھری ہوئی ہے کہ اس کے تھوک اور ناک کی رزش سے بھی شیاطین برآمد ہوتے ہیں۔"

یہی نہیں بلکہ اپنی اسی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۱۰۹ پر پوپ کو "دجال" کے نام سے یاد کرتا

---

[1] مارٹن لوتھر (Luther Martin) جرمنی میں فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی اور اس کا سب سے پہلا لیڈر تھا اور اس نے سب سے پہلے یہ آواز اٹھائی کہ ہر عام و خاص انسان کو براہِ راست کتبِ مقدسہ سے استفادہ کا حق حاصل ہے۔ اس نے کلیسائے روم کی بدعات کے خلاف احتجاج کیا تھا، اس لئے اس کے فرقہ کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں۔ اسی نے تورات کا ترجمہ جرمنی زبان میں کیا جس کو جرمنی نثر کا ایک شاہکار قرار دیا جاتا ہے۔ پیدائش ۱۴۸۳ء وفات ۱۵۴۶ء ۱۲ ت

ہے۔ یہ اور اسی طرح کا ان کا دوسرا قول کیتھولک ہیرلڈ ج ۹ ص ۲۷۷ میں مندرج ہیں :۔

"اور یہ ایک بین حقیقت ہے کہ سینکڑوں سال تک کتب مقدسہ ایسے ہی فریب کار جھوٹے اور شیطان صفت لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی رہیں۔"

ہورن صاحب اس لاطینی ترجمہ کے بارے میں جو رومن کیتھولک فرقہ کے نزدیک مدار ایمان قرار پا چکا ہے۔ اپنی کتاب کی جلد ۴ ص ۴۶۳ میں لکھتے ہیں کہ :۔

"پانچویں صدی سے پندرہویں صدی تک اس میں بے شمار الحاقات اور تحریفیں پیدا ہو گئی ہیں۔"

آگے چل کر صفحہ ۴۶۴ پر لکھتے ہیں کہ :۔

"لاطینی ترجمہ کے برابر کسی بھی ترجمہ میں اس قدر تحریف نہیں ہوئی۔ اس کے ناقلین نے بڑی بے باکی کے ساتھ عہد عتیق کی ایک کتاب کے فقرے دوسری کتاب میں شامل کر دیئے۔ اسی طرح حواشی کی عبارتوں کو متن میں داخل کر دیا ہے۔"

ملاحظہ ہو کہ جب اس ایک ہزار سالہ عین بائبل کے اس ترجمہ میں الحاق و تحریف کا یہ حال ہو جو اوپر مذکور ہوا تو بھلا اصل کتاب الحاق و تحریف سے کیسے محفوظ رہ سکتی ہے؟ چنانچہ مذکورہ بالا اسباب تحریف معلوم ہونے کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ کتب مقدسہ میں تحریف اور الحاق کا واقع ہونا کسی طرح بھی بعید از عقل قرار نہیں پاتا۔ بلکہ ان کا وقوع بالکل ممکن اور انتہائی آسان تھا۔ باقی رہا تحریف و الحاق کے عملاً واقع ہونے کا دعویٰ تو آئندہ صفحات میں مقاصد کے تحت اس کا مدلل و مفصل بیان آ رہا ہے۔

مقصدِ اوّل

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتابیں

فصل آٹھویں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کتابیں

ان پانچ کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور اسلاف کے نزدیک وہ معتبر سمجھی جاتی تھیں، مگر متاخرین نے ان میں سے بیشتر کو غیر معتبر قرار دے دیا اور ویسے بھی وہ اب ناپید ہو چکی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ان کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

(۱) زبور نمبر ۹۰ (زبور ۹۰ سے ۱۰۰ تک)

(۲) کتاب ایوب — بعض متقدمین کی رائے ہے کہ اس کتاب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے [illegible] لکھا ہے کہ یہ کتاب اصل میں سریانی زبان میں تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں صرف اس کا ترجمہ کیا ہے، مگر ہارن صاحب کا کہنا ہے کہ یہودی اور عیسائی علماء نے اس رائے کی تردید کی ہے۔

(۳) کتاب مشاہدات

(۴) کتاب پیدائش خورد — چوتھی صدی تک یہ کتاب اپنی اصل عبرانی زبان میں موجود تھی۔ جیروم نے اپنی کتاب میں جا بجا اس کے حوالے دیئے ہیں۔ اسی طرح سینڈرنیس نے بھی اپنی تاریخ میں اس کتاب کے حوالے اکثر مقامات میں درج کئے ہیں۔ اوریجن کا قول ہے کہ

پولس نے اقلاقیہ والوں کے نام خط میں باب ۵ آیت ۶ اور باب آیت ۱۵ اسی کتاب پیدائش خوردسے نقل کرکے لکھی تھیں، اس کتاب کا ترجمہ سولھویں صدی تک دستیاب رہا، پھر اسی صدی میں ٹرنٹ کی مجلس نے اس کو غیر معتبر قرار دیا۔ اسطرح یہ کتاب غیر معتبر شمار ہونے لگی۔

غور طلب امر یہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک یہ کتاب معتبر مانی جاتی تھی حتی کہ پولس جیسے انسان نے بھی اس کو معتبر تسلیم کیا، لیکن سولھویں صدی میں ٹرنٹ مجلس تحقیقات کے جھوٹا قرار دینے سے یہ کتاب غیر معتبر اور ناقابل تسلیم قرار پاجاتی ہے۔

(۵) کتاب معراج لارڈنر نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ صفحہ ۵۱۲ میں کہا ہے کہ اوریجن کا قول ہے کہ یہوداہ کے رسالہ کی آیت ۹ اسی کتاب سے نقل کی گئی ہے۔

(۶) کتاب الاسرار

(۷) کتاب آزمائش

(۸) کتاب الاقرار

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب یہ آٹھ کتابیں جن کو متقدمین نے معتبر قرار دیا ہے، لیکن اب عیسائی حضرات کتاب مشاہدات اور اس کے بعد کی مذکورہ کتابوں

لے اس آیت کی عبارت ترجمہ ہندیہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ ہے: "مسیح یسوع کے طریق میں مختونی اور نامختونی میں کوئی منفعت نہیں مگر ایمان میں جو محبت سے اثر کرتا ہے" ۱۲ منہ

لے یہ آیت ترجمہ محولہ بالا کے مطابق یوں ہے: "مسیح یسوع کے طریق میں مختونی و نامختونی میں کچھ منفعت نہیں لیکن نیا مخلوق اصل ہے" ۱۲ منہ

لے یہ آیت ترجمہ محولہ بالا کے مطابق یوں ہے: "جب بڑے فرشتے میکائیل نے شیطان کے ساتھ موسیٰ کی لاش کے حق میں تکرار کرکے گفتگو کی تب اس نے بدنامی کی نالش کرنے میں دلیری نہ کی مگر کہا اللہ تجھے ملامت کرے" ۱۲ منہ

کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔ ہورن صاحب کا خیال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ جعلی کتابیں مذہب عیسوی کے ابتدائی دور میں ہی بنائی گئی ہوں۔

اس جگہ میں ہم بلا جھجک یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہورن کے اس اعتراف سے یہ یقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ عیسائیوں کا طبقۂ اولیٰ انتہائی جعل ساز تھا اور ان کا اعتراف اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ پولس اور ہیوڈاہ نے اپنے رسالوں میں انہی جھوٹی کتابوں سے عبارتیں نقل کی تھیں اور آج انہی جھوٹی اور غیر معتبر کتابوں سے منقول شدہ ان جملوں کو عیسائی حضرات روح القدس کا کلام مانتے ہیں۔ سبحان اللہ! قربان جایئے اس تحقیق پر کہ پولس، اور ہیوڈاہ، جن کو عیسائی حضرات صاحب الہام قرار دیتے ہیں۔ ان کو تو خبر نہ ہو سکی کہ یہ کتابیں جھوٹی ہیں لیکن سولھویں صدی والوں کو سولہ سو سال کے بعد یکایک یہ حقیقت منکشف ہو گئی۔

فصل دوم

موجودہ تورات حضرت موسیٰؑ کی تصنیف نہیں

موجودہ تورات جس میں کتاب پیدائش، کتاب خروج، کتاب احبار، کتاب گنتی اور کتاب استثناء پانچ کتابیں شامل ہیں اور اب اہل کتاب کے نزدیک واجب التسلیم ہے مکمل حضرت موسیٰؑ کی تصنیف نہیں ہے۔ اس کی بے شمار آیات اور عبارتیں ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ یہاں ہم اس بارے میں تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں اور اپنے دعویٰ کے حق میں تورات ہی سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل کتاب پیدائش باب ۳۶ آیت ۳۱[1] اردو ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں کہا گیا ہے: "یہی وہ بادشاہ ہیں جو ملک ادوم پر پیشتر اس سے کہ اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو، مسلط تھے"[2]

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بات کہنے والا اس دور کے بعد کا کوئی اور شخص ہے جبکہ بنی اسرائیل کی سلطنت قائم ہو چکی تھی[3]

---

[1] بائبل سے قرآن تک (صفحہ ۳۹۰ ج ۲) آیت ۳۰۔

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے: "اور بادشاہ جو زمین ادوم پر مسلط ہوئے پیشتر اس سے کہ بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو یہی ہیں"

[3] اس آیت کا موسیٰؑ کا کلام ہونا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ "پیشتر اس سے کہ کوئی اسرائیل کا بادشاہ ہو" کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ لکھنے والا بنی اسرائیل کے بادشاہوں کے دور کا ہے۔

دوسری دلیل کتاب گنتی باب ۲۱ آیت ۳ اردو ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"اور خداوند نے اسرائیل کی فریاد سنی اور کنعانیوں کو ان کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے ان کو اور ان کے شہروں کو نیست کر دیا۔ چنانچہ اس جگہ کا نام بھی حرمہ پڑ گیا"[1]

فارسی ایڈیشن مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یوں لکھا ہے :-

"و آن موضع را حرمہ نام نہاد ند"

اور مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں الفاظ یہ ہیں :-

"و آن مکان را حرماہ نام نہادند"

یہ آیت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے جس کے زمانہ میں کنعانیوں کا یہ قتل عام اور ان کی بستیوں کا نیست و نابود ہو جانا اور اس مقام کا نام حرمہ رکھنا وقوع پذیر ہوا ہو کیونکہ یہ واقعہ تو یوشع علیہ السلام کے زمانے کے بھی بعد پیش آیا ہے۔

یہی واقعہ کتاب القضاۃ باب ۱ آیت ۱۷، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یوں ہے :-

"اور یہوداہ اپنے بھائی شمعون کے ساتھ گیا اور انہوں نے ان کنعانیوں کو جو صفت میں بستے تھے مارا اور شہر کو نیست و نابود کر دیا۔ سو اس شہر کا نام حرمہ رکھا"

یہ آخری جملہ دوسرے ترجموں میں یوں مذکور ہے۔ مثلاً فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہ ہے۔

"و آن شہر بجا حرمہ گشت۔ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں "و اسم شہر حرماہ نامیدہ شد" ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کنعان جانا کہیں ثابت نہیں ہوتا اور قتل عام

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۲۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "چنانچہ یہوواہ نے بنی اسرائیل کی آواز سنی اور کنعانیوں کو گرفتار کر دیا اور انہوں نے انہیں اور ان کی بستیوں کو حرم کر دیا اور اس نے اس مکان کا نام حرم رکھا"

اور کنعانی بستیوں کی تباہی اور پھر اس شہر کا نام حرمہ رکھنا تو بہت بعد کی بات ہے۔

تیسری دلیل کتاب گنتی باب ۲۱ آیت ۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"اسی سبب سے خداوند کے جنگ نامے میں یوں لکھا ہے کہ واہیب جو سوفہ میں ہے اور ارنون کے نالے"

یہ عبارت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے جس نے اس میں بعض عبارتوں کو یہوواہ کے جنگ نامہ سے نقل کیا ہے اور اس جنگ نامہ کے بارے میں آج تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ وہ کس کی تصنیف ہے اور کس دور کا لکھا ہوا ہے۔ اور ویسے بھی وہ اب بالکل ناپید ہو چکا ہے۔

چوتھی دلیل مذکورہ کتاب کے باب ۱۲ کی آیت ۳ اس طرح ہے :-

"اور موسیٰ روئے زمین کے سب آدمیوں سے زیادہ حلیم تھا"

ؒ بائبل سے قرآن تک صفحہ ۲۰ جلد ۲ آیت ہے۔

ؒ موجودہ اردو ترجمہ کی عبارت یہ ہے :

"اسی سبب سے خداوند کے جنگ نامہ میں یوں لکھا ہے۔ واہیب جو سوفہ میں ہے اور ارنون کے نالے" اور عربی ترجمہ کی عبارت یوں بنتی ہے "اسی لئے خداوند کے جنگ نامہ میں کہا جاتا ہے کہ جس طرح اس نے بحر سوف میں کیا تھا اسی طرح ارنون کی وادیوں میں کرے گا" اور انگریزی ترجمہ کی عبارت ان کے خلاف اور نامکمل ہے، یعنی جو کچھ اس نے بحر احمر اور ارنون کے نالوں میں کیا" اس میں مبتداء کی خبر غائب ہے۔ ۱۲ قدیم اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں اس آیت کے الفاظ اسی طرح ہیں "اسی لئے یہوواہ کے جنگ نامہ میں لکھا ہے کہ یہ دریائے قلزم اور وادی ارنون کے پاس ہے۔

ؒ قدیم نسخوں میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں "اور موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ بردبار تھا"

پاپی توزا کا قول ہے کہ یہ جملہ اس بات کا غماز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس کتاب کے مصنف نہیں ہو سکتے، کیونکہ متکبر سے متکبر انسان بھی اپنی تعریف میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کیا کرتا، چہ جائیکہ موسیٰ علیہ السلام جیسا پیغمبر۔ لہٰذا یہ کتنا قرین قیاس ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام کا عقیدت مند کوئی دوسرا ہی شخص تھا[1]۔

پانچویں دلیل

کتاب گنتی باب ۳۲ آیت ۴۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس طرح لکھا ہے :-

"اور منسّی کے بیٹے یائیر نے اس نواحی کی بستیوں کو جا کر لے لیا اور ان کا نام حوّت یائیر رکھا[2]"

جبکہ کتاب استثناء باب ۳ آیت ۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہی مضمون اس طرح بیان ہوا ہے کہ :-

"اور منسّی کے بیٹے یائیر نے جسوریوں اور معکاتیوں کی سرحد تک ارجوب کے سارے ملک کو لے لیا اور اپنے نام پر بسن کے شہروں کو حوّت یائیر کا نام دیا جو آج تک چلا آتا ہے[3]"

---

[1] اگرچہ یہ قول ہمارے نزدیک پوچ ہے لیکن بعض پادری صاحبان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اقوال پر طعن کیا کرتے ہیں (جس پر کہ ملاحظہ ہو کتاب وجہ الایمان حصہ سوم کا سبب چہارم) اس لئے ہم نے اسپانی توزا کے اس قول کو نقل کر دیا، اس رسالہ کا جو جواب رقعہ مولوی نعمت علی میں لکھا گیا وہ واضح ہے۔ منہ

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ [illegible] میں یہ آیت یوں ہے "اور منسا کا بیٹا یائیر نکلا اور اس نے اس نواحی کے گاؤں کو لے لیا اور ان کا نام یائیر کے گاؤں رکھا۔

[3] ترجمہ ہندیہ مطبوعہ [illegible] کے مطابق یہ عبارت یوں ہے: منسا کے بیٹے یائیر نے ارغوب کی ساری مملکت جشوریوں اور ماعکاتیوں کی سرحد تک لے لی اور اس نے حاوت یائیر باشان کا نام رکھا وہی نام آج تک ہے۔ منہ

ان آیات سے واضح طور پر یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اس کتاب کا مصنف کوئی دوسرا شخص ہے کیونکہ یائیر کا زمانہ یقینی طور پر موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہے اس لئے اس میں تو شک ہی نہیں ہو سکتا کہ ان صوبوں کو اس نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہی فتح کیا تھا اور عبارت میں "وہی نام آج تک ہے" کا جملہ اس بات کی بیّن دلیل[1] ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام تو در کنار یائیر کے عہد کے کافی عرصہ بعد کا کوئی شخص ہے۔

دوسرے یہاں یہ کہنا کہ یائیر منسّی کا بیٹا تھا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ یائیر شجوب کا بیٹا تھا جو یہوداہ کی نسل میں سے جس کی تصریح کتاب تواریخ اوّل باب نمبر ۲ آیت[2] ۲۲ میں موجود ہے اور منسّی یوسف علیہ السلام کی نسل میں سے تھا۔

چنانچہ ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کتاب استثناء باب ۳ آیت ۱۴ کے ذیل میں یوں کہتے ہیں کہ :-

"آخری جملہ الحاقی ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی نے شامل کیا ہے اور اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو بھی مضمون میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی"

ہم کہتے ہیں کہ آخری جملہ کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس جملہ کے الحاقی ہونے کے اعتراف سے پوری آیت ہی کا الحاقی ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔

چھٹی دلیل

کتاب استثناء باب آیت ا یوں ہے :-

"یہ وہی باتیں ہیں جو موسیٰ نے یردن کے اس پار بیابان میں یعنی اس میدان میں جو سوف کے مقابل اور فاران اور توفل اور لابن اور حصیرات اور دیزہب کے درمیان ہے سب اسرائیلیوں سے کہیں"[3]

---

[1] اسلئے کہ زمانۂ حال اور اسی طرح انکے زمانۂ قریب میں ایسے الفاظ کے ساتھ تعبیر نہیں کی جاتی۔ منہ

[2] اور شجوب سے یائیر پیدا ہوا (تواریخ ۱ ۲/۲۲) مطبوعہ ۱۹۵۹ء۔

[3] قدیم نسخوں کے مطابق یہ عبارت اس طرح ہے "یہ وے باتیں ہیں جو موسیٰ نے اردن کے اس پار بیابان کے میدان میں سوف کے مقابل فاران اور توفل اور لابان اور حصیروت اور دی ذہب کے درمیان بنی اسرائیل کو کہیں" منہ

"اس پار" کا لفظ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف دریائے اردن کے دوسری طرف کا باشندہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسپائی نوزا اور بعض دوسرے لوگوں نے کتاب استثنیٰ کو موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔

اب رہا وہ لفظ جس کا اردو ترجمہ "اس پار" کے لفظ سے کیا گیا ہے تو توراۃ کے یونانی ترجمہ میں اس لفظ کا ترجمہ بعینہٖ اسی معنی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حالاں کہ توراۃ کا یونانی ترجمہ بہتّر کے قریب بڑے بڑے یہودی علماء کی ایک مجلس نے متفقہ طور پر کیا ہے اور اسی معنی کا لفظ لاطینی ترجمہ میں مستعمل ہوا ہے اور اس کا مترجم بھی ایک بہت بڑا عیسائی عالم ہے جسے تمام عیسائی معتبر تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر جدسن اور بے شمار دوسرے مترجم جو انگلینڈ کے سوا تقریباً دوسرے تمام ممالک کے باشندے ہیں، سب نے اسی معنی کے لفظ اپنے اپنے ترجموں میں استعمال کئے ہیں، البتہ سریانی ترجمہ کے مترجم نے ایسا لفظ استعمال نہیں کیا اور رومن کیتھولک والوں کے تمام انگریزی ترجمے انہی دوسرے تراجم کے مطابق کئے گئے ہیں۔

اب پروٹسٹنٹ فرقہ کے علماء اس مذکورہ اعتراض سے بچنے کے لئے مذکورہ بالا تمام تراجم کو ہی غلط کہتے ہیں، مگر جمہور کی رائے کے مقابلہ میں ان کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں۔ کیونکہ جمہور کے لاکھوں کروڑوں عیسائی علماء ان تراجم کی صحت کے قائل تھے۔ اور اگر پروٹسٹنٹ فرقہ والوں کی رائے کا اعتبار کر بھی لیا جائے تب بھی رومن کیتھولک اور دوسرے فرقے جو ان تراجم کو صحیح تسلیم کرتے ہیں، ان پر ہمارا اعتراض جوں کا توں قائم ہے[1]، اور فرقہ پروٹسٹنٹ کے اس اعتراف کے نتیجے میں بائبل کے تمام ترجمے

---

[1] اگرچہ عیسائی فرقہ دنیا بھر کے عیسائی عالموں کو بے فہم اور ان کے ترجموں کو غلط بتلا کر اپنی جان اپنے گمان میں چھڑا لے۔ منہ

فرسودہ اور غلط قرار پا گئے اور جمہور اسلاف کے بارے میں یہی کہنا پڑتا ہے کہ وہ بڑے محرف تھے یا انتہائی طور پر عقل سے کورے تھے۔ اس لئے کہ اگر ان سب نے جان بوجھ کر غلط ترجمہ کر کے اسی کو کتب مقدسہ کا معنی قرار دے کر واجب التسلیم ٹھہرایا تو یہ لوگ محرف ہوئے اور یا پھر ان کو بے علم کہنا پڑے گا کہ لاعلمی کے سبب ایسی غلطیاں ان سے سرزد ہوتی رہیں۔

ساتویں دلیل

کتاب خروج باب ۱۶ آیت ۳۵، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"اور بنی اسرائیل جب تک آباد ملک میں نہ آئے یعنی چالیس برس تک[۱] من کھاتے رہے۔ الغرض جب تک وہ ملک کنعان کی حدود تک نہ آئے من کھاتے رہے[۲]"

اور اسی باب کی آیت ۳۶ یوں ہے۔

"اور ایک اومر ایفہ کا دسواں حصہ ہے"

یہ دونوں آیتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اس کتاب کا مصنف کوئی ایسا شخص ہے جس کے زمانے میں بنی اسرائیل کنعان میں آئے اور من کا اترنا بند ہوا۔ نیز "ایفا" پیمانہ وزن کا رواج ہوا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں یہ دونوں باتیں واقع نہیں ہوئیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کنعان میں بنی اسرائیل یوشع علیہ السلام کی زندگی میں داخل ہوئے اور من کا نزول اس وقت منقطع ہوا جب اریحا کے علاقے میں عید فسح کے دن [illegible]

---

[۱] من سے مراد وہ آسمانی غذا ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بنی اسرائیل پر اتاری گئی تھی جس کا ذکر قرآن نے بھی فرمایا ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى۔ معترض کا کہنا یہ ہے کہ یہ تاریخ کا بیان ہے۔ ۱۲ تقی

[۲] اردو ترجمہ مطبوعہ [illegible] میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے "اور بنی اسرائیل چالیس برس تک جب تک بستی میں آئے من کھاتے رہے جب تک وے زمین کنعان کی نواحی میں نہ آئے من کھاتے رہے"

نے وہاں کے خراج کی گندم کی فطیری روٹیاں اور بھنی ہوئی بالیاں کھائی تھیں، کتاب یوشع میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح "ایفا" کا پیمانۂ وزن بھی موسیٰؑ کے دور کے بعد ہی رائج ہوا تھا۔

آٹھویں دلیل

کتاب استثناء کا باب ۳۴ پورے کا پورا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف نہیں ہو سکتی، خاص طور سے اس کے یہ الفاظ کہ "آج تک موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے بارے میں کسی کو بھی علم نہ ہو سکا" اور "اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰؑ کی مانند نہیں اٹھا" اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ اس کا مصنف موسیٰ علیہ السلام سے بہت بعد کے کسی دور میں ہوا ہے۔

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ :-

"موسیٰ علیہ السلام کا کلام گزشتہ باب پر ختم ہو گیا، یہ باب الحاقی ہے اور اس کو شامل کرنے والا یوشع ہے یا سموئیل یا عزرا، یا ان کے بعد کا کوئی اور پیغمبر ہے جو یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہے۔ غالباً اس کی آخری آیتیں عزرا کے عہد میں اس زمانہ کے بعد شامل کی گئی ہیں جبکہ بنی اسرائیل کو بابل کی قید سے آزادی حاصل ہوئی۔"

اسی طرح کی بات ڈ'اآلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیروں میں بھی ہے۔

ملاحظہ ہو کہ ان کتب مقدسہ کے مفسرین کے پاس کوئی متواتر سند ایسی موجود نہیں جس سے ان کتابوں کے اصل مصنفین کا تعین ہو سکے۔ یہ لوگ ان کتابوں میں الحاق کا تو اعتراف کرتے ہیں لیکن یہ الحاق کس نے کیا اور کب کیا اس کا حتمی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ البتہ ظن و قیاس سے یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص نے الحاق کیا ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ جب متواتر سند ہی موجود نہیں ہے تو یہ بے چارے اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں، اور پھر اپنے ظن و تخمین کی بنیاد پر تمام اس دعوے پر اصرار کرتے ہیں کہ الحاق کرنے والا کوئی پیغمبر ہی ہوگا۔ حالانکہ یہ محض ظن و گمان کا فائدہ تو دے سکتا ہے مگر

دلیل تو نہیں بن سکتا، اور یہ بات قرین قیاس ہے کہ یہ لوگ عوام کو فریب دینے کی غرض سے ہی یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

نویں دلیل کتاب پیدائش باب ۱۲ آیت ۶، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں لکھا ہے:-

"اور ابرام اس ملک میں سے گزرتا ہوا مقام سکم میں مورہ کے بلوط تک پہنچا اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے [۱]۔"

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ:-

"یہ جملہ کہ" اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے" اور اسی طرح کتب مقدسہ کے بعض دوسرے مقامات پر کچھ جملے ربط کی وجہ سے شامل کر دیئے گئے ہیں جن کو عزرا یا کسی دوسرے الہامی شخص نے، ان کی تصنیف کے بہت بعد، جمع و تدوین کے زمانے میں تمام کتب مقدسہ میں شامل کر دیا ہے"

دیکھئے ان مواقع میں بھی مفسر اپنا وہی تقدو لنگ بیان کر کے محض ظن و تخمین سے یہ کہنے پر مجبور ہے کہ غالباً فلاں فلاں شخص نے یہ الحاق کیا ہوگا۔

دسویں دلیل کتاب پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۴، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ:-

"جب ابرام نے سنا کہ اس کا بھائی گرفتار ہوا تو اس نے اپنے تین سو اٹھارہ مشاق خانہ زادوں کو لے کر دان تک ان کا تعاقب کیا [۲]۔"

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق یہ عبارت یوں ہے "ابرام اس سرزمین میں تا مقام سکم کے اور مرہ کی بلوط تک سیر کی اور اس وقت کنعانی اس زمین میں تھے" منہ

[۲] قدیم نسخوں میں اس آیت کی عبارت ان الفاظ میں ہے "جب ابرام نے سنا کہ اس کا بھائی گرفتار ہوا تو اس نے اپنے سیکھے ہوئے تین سو اٹھارہ خانہ زادوں کو لیکے دان تک اون کا تعاقب کیا" منہ

اس عبارت میں لفظ " دان تک " کو دوسرے ترجموں میں اسی طرح استعمال کیا گیا ہے ۔ مثلاً فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں ہے " تا بہ دان ایشان را تعاقب نمود " ۔ اور فارسی ترجمہ طبع ۱۸۴۵ء میں عبارت یوں ہے " ایشان را تا دآن تعاقب نمود " اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء کی عبارت ہے " وانطلق فی اثرھم حتی الی دآن " ۔ مگر اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں بڑی ہوشیاری سے اس لفظ دآن کو بانیاس لکھ دیا گیا ۔

دآن ایک شہر کا نام ہے ۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کے عہد کے بعد شہر لیس کو فتح کر کے وہاں کے باشندوں کو قتل کر دیا اور اس شہر کو جلا دیا پھر اسی شہر کی جگہ پر نیا شہر آباد کیا تھا جس کا نام دآن رکھا تھا ۔ جس کی تصریح کتاب القضاۃ باب ۱۸[1] میں موجود ہے ۔

مذکورہ بالا تصریح اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ اس کتاب کا مصنف اس شہر کے دوبارہ دآن کے نام سے آباد ہونے کے بعد کا کوئی شخص ہے ۔ کیونکہ اگر موسیٰ علیہ السلام کو اس کتاب کا مصنف قرار دیا جائے تو وہ یقیناً دآن کے بجائے لیس ہی لکھتے ۔ حالانکہ تمام عبرانی نسخوں میں دآن ہی لکھا ہوا ہے ۔

اسی طرح لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی نہیں بھتیجے تھے جس کی تصریح کتاب پیدائش کے باب ۱۱ آیت ۳۱ میں ان الفاظ کے ساتھ بائبل میں ہی موجود ہے :-

" اور تارح نے اپنے بیٹے ابرام اور اپنے پوتے لوط یعنی اپنے بیٹے ہاران کے بیٹے کو الخ "

---

[1] کتاب القضاۃ کے باب ۱۸ کی آیت ۲۹ میں ہے " اور اس شہر کا نام دآن رکھا جو ان کے باپ اسرائیل کے بیٹے کا نام تھا لیکن پہلے اس شہر کا نام لیس تھا " ۔

گیارھویں دلیل کتاب پیدائش باب ۱۳ آیت ۱۸، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء یوں ہے:-

"اور ابراہام نے اپنا ڈیرہ اٹھایا اور ممرے کے بلوطوں میں جو حبرون میں ہیں، جاکر رہنے لگے ..... الخ"

اسی طرح باب ۲۳ آیت ۲، اور باب ۳۷ آیت ۱۴ میں بھی لفظ حبرون استعمال ہوا ہے جو ایک بستی کا نام ہے۔ گذشتہ دور میں اس بستی کا نام قریہ اربع تھا اور بنی اسرائیل نے فلسطین کو فتح کرنے کے بعد اس نام کے بجائے حبرون رکھ دیا تھا۔ جس کی تصریح کتاب یوشع باب ۱۴ آیت ۱۵ میں موجود ہے۔[1] یہ اس بات کی واضح شہادت ہے کہ اس کتاب کا مصنف فلسطین کی فتح کے بعد کے دور کا کوئی شخص ہے۔

بارھویں دلیل کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۱، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء اس طرح ہے:-

"اور اسرائیل آگے بڑھا اور عدر کے بُرج کی پرلی طرف اپنا ڈیرہ لگایا"[2]

عدر اس مینار کا نام ہے جو یروشلم کے دروازے پر بنا ہوا تھا۔ اس واقعہ کے ذکر سے اس بات کی غمازی ہوتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف طالوت یا داؤد علیہ السلام کے دور کا کوئی شخص تھا۔

تیرھویں دلیل جو شخص کتاب زبور، کتاب نحمیاہ، کتاب یرمیاہ اور کتاب حزقی ایل کا مطالعہ کرے گا اس کو اس امر یقین ہو جائے گا کہ گذشتہ دور میں تصنیف و تالیف کا طریقہ وہی تھا جو آج مسلمانوں کے یہاں رائج ہے۔ دیکھنے والے

---

[1] اور وہ آیت اردو ترجمہ ۱۸۴۴ء کے مطابق یوں ہے "اور اگلے وقت میں حبرون کا نام قریہ اربع تھا" ..... سز

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "پھر بنی اسرائیل نے کوچ کیا اور اپنا خیمہ عیدر کے ٹیلے کے اس پار استادہ کیا"

کو فوراً یہ پتہ چل جاتا تھا کہ مصنف خود اپنے ذاتی حالات یا چشم دید واقعات بیان کر رہا ہے اور تورات کے کسی بھی مقام پر یہ بات نظر نہیں آتی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ موسیٰ علیہ السلام خود اپنے حالات و واقعات بیان کر رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس کتاب میں جس جگہ بھی آیا ہے غائب کے صیغہ ہی سے ہوا۔ ایک بھی مقام پر تو ان کے لئے متکلم کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا۔

بطور نمونہ ہم اس کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں :۔

۱۔ کتاب خروج باب ۲ آیت ۱۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :۔

"اتنے میں جب موسیٰ بڑا ہوا تو باہر اپنے بھائیوں کے پاس گیا۔" الخ

کتاب خروج باب ۲ آیت ۱۵ یوں ہے :۔

"جب فرعون نے یہ سنا تو چاہا کہ موسیٰؑ کو قتل کرے پر موسیٰ فرعون کے حضور سے بھاگ کر ملک مدیان میں جا بسا" ۔ الخ

کتاب خروج باب ۲ آیت ۲۱ میں ہے :۔

"اور موسیٰؑ اس شخص کے ساتھ رہنے کو راضی ہو گیا۔ تب اس نے بیٹی صفورہ موسیٰ کو بیاہ دی۔"

اس پورے باب میں موسیٰ علیہ السلام کے لئے اسی انداز سے ضمیر غائب استعمال کی گئی ہے اور یہی حال اس کتاب کے دوسرے ابواب کا ہے۔ چنانچہ :۔

۲۔ کتاب خروج باب ۳ آیت ۱ میں ہے : "اور موسیٰ اپنے خسر یترو کی جو مدیان کا کاہن تھا" الخ

" " " " " " ۳ " " : "تب موسیٰ نے کہا میں اب ذرا کترا کر اس بڑے منظر کو دیکھوں" الخ

" " " " " " ۱۱ " " : "موسیٰ نے خدا سے کہا میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں" الخ

کتاب خروج باب ۳ آیت ۱۴ میں ہے: "خدا نے موسیٰ سے کہا میں جو ہوں سو میں ہوں" الخ

〃 〃 〃 ۱۵ 〃 〃 "پھر خدا نے موسیٰ سے یہ بھی کہا" الخ

۳- 〃 〃 ۴ 〃 ۱ 〃 "تب موسیٰ نے جواب دیا" الخ

〃 〃 〃 〃 ۴ 〃 "تب خداوند نے موسیٰ سے کہا، ہاتھ بڑھا کر اس کی دم پکڑ لے"

〃 〃 〃 〃 ۱۰ 〃 "تب موسیٰ نے خداوند سے کہا" الخ

〃 〃 〃 〃 ۱۴ 〃 "تب خداوند کا قہر موسیٰ پر بھڑکا" الخ

〃 〃 〃 〃 ۱۸ 〃 "تب موسیٰ لوٹ کر اپنے خسر یترو کے پاس گیا" الخ

〃 〃 〃 〃 ۱۹ 〃 "اور خداوند نے مدیان میں موسیٰ سے کہا کہ" الخ

〃 〃 〃 〃 ۲۰ 〃 "تب موسیٰ اپنی بیوی اور بیٹوں کو لے کر" اور" الخ

〃 〃 〃 〃 ۲۱ 〃 "اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ" الخ

〃 〃 〃 〃 ۲۸ 〃 "اور موسیٰ نے ہارون کو بتایا کہ خدا نے کیا کیا باتیں کہہ کر اسے بھیجا" الخ

〃 〃 〃 〃 ۲۹ 〃 "تب موسیٰ اور ہارون نے جا کر....." الخ

۴- 〃 〃 ۵ 〃 ۲۲ 〃 "تب موسیٰ خداوند کے پاس لوٹ کر گیا" الخ

۵- 〃 〃 ۶ 〃 ۱ 〃 "تب خداوند نے موسیٰ سے کہا...." الخ

〃 〃 〃 〃 ۲ 〃 "پھر خدا نے موسیٰ سے کہا: میں خداوند ہوں"

〃 〃 〃 〃 ۹ 〃 "اور موسیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ باتیں سنا دیں" الخ

〃 〃 〃 〃 ۱۰ 〃 "پھر خداوند نے موسیٰ کو فرمایا"

〃 〃 〃 〃 ۱۲ 〃 "موسیٰ نے خداوند سے کہا کہ......" الخ

〃 〃 〃 〃 ۱۳ 〃 "تب خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو حکم دیا..." الخ

کتاب خروج باب ۶ آیت ۲۶ ہے: "یہ وہ موسیٰ اور ہارون ہیں جن کو خداوند نے فرمایا" الخ

" " " " " ۲۸ " " "جب خداوند نے ملک مصر میں موسیٰ سے باتیں کیں، یوں ہوا" الخ

" " " " ۲۹ " "کہ خداوند نے موسیٰ سے کہا میں خداوند ہوں....." الخ

۶ - ۷ " " " " ۱ " "پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا....." الخ

" " " " " ۶ " "موسیٰ اور ہارون نے جیسا خداوند نے ان کو حکم دیا ویسا ہی کیا"

" " " " " ۷ " "اور موسیٰ اسی برس اور ہارون تراسی برس کا تھا جب وہ فرعون سے ہم کلام ہوئے"

" " " " " ۸ " "اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا"

" " " " " ۱۰ " "اور موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس گئے اور..." الخ

غرضیکہ ابتدائے کتاب سے کتاب استثناء کے اختتام تک حالات و واقعات اسی انداز سے بیان کئے گئے ہیں۔ اگر ایسے تمام جملے جمع کئے جائیں تو آدھی تورات کو نقل کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ جو بھی تورات کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی دوسرا ہی شخص ہے۔ تلاش و تتبع سے اسی طرح کی اور بھی کئی باتیں سامنے آسکتی ہیں۔

کتاب پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۴ اور باب ۱۳ آیت ۱۸ کے بارے میں ہورن صاحب یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ :-

"ممکن ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے لیس اور قریہ آربع ہی لکھا ہو اور کسی ناقل نے وضاحت کے لئے ان دونوں لفظوں کو دان اور حبرون کے لفظوں سے تبدیل کر دیا ہو"

ہم کہتے ہیں کہ ان حضرات کے اعتراف کے بموجب جب ان کتابوں کی تصنیف کے کافی عرصے گزر جانے کے بعد کاتب کی طرف سے ایسی سنگین تحریف کامیابی کے ساتھ توریت کے تمام نسخوں میں قبولیت حاصل کر گئی تو یقیناً گزشتہ دور میں بھی اسی طرح تحریف ہو جاتی اور قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتی تھی۔

چنانچہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ ملحدوں یا کاتبوں نے دوسرے مقامات میں بھی تحریف کرنے کی شرارت کی ہو۔ لیکن اس تحریف کی نفی پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔ جیسا کہ مقدمہ کی تیسری فصل میں اس کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔ عیسائی مورخین نے خود اس کا اعتراف یوں کیا ہے کہ :-

"ملحدوں کو توریت اور انجیل میں تحریف کرنے کا پورا پورا موقعہ میسر آیا۔"

ڈکشنری بائبل مطبوعہ امریکہ ۱۸۵۶ء اور مطبوعہ انگلینڈ اور ہندوستان، جس کی تالیف کا آغاز کالمنٹ نے اور تکمیل رابنٹ اور ٹیلر نے کی۔ اس میں بائبل کی تفسیروں کے حوالے یوں لکھا ہے :-

"وہ بعض جملے جو موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں پائے جاتے ہیں، وہ صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ ان کا کلام نہیں ہے۔ مثلاً کتاب گنتی کے باب ۳۲ آیت ۴۰ اور کتاب استثناء کے باب ۳ کی آیت ۱۴ اور اسی طرح اس کتاب کی بعض دوسری عبارتیں موسیٰ علیہ السلام کے کلام کے محاورات کے مطابق نہیں ہیں اور ہم یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ جملے اور یہ عبارتیں کس شخص نے شامل کی ہیں۔ البتہ ظن غالب کے طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ عزرا علیہ السلام نے ان کو شامل کیا ہے، جیسا کہ کتاب عزرا کے باب ۹ اور ۱۰ سے اور کتاب نحمیاہ کے باب ۸ سے معلوم ہوتا ہے۔"

غور کیجئے کہ یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں الحاق کا کھلے لفظوں میں اعتراف

کرتے ہیں اور یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اس کتاب کی بعض عبارتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسلوب نگارش کی مخالف ہیں۔ مگر عیسائی حضرات آج تک یقینی طور پر یہ متعین نہیں کرسکے کہ ان کو کس نے شامل کیا ہے؟ محض گمان کے درجہ میں عزرا علیہ السلام کی جانب الحاق کو منسوب کرتے ہیں۔ اور کتاب عزرا کے باب ۹ اور باب ۱۰ اور کتاب نحمیاہ کے باب ۸ کو اپنے گمان کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ گمان محض بے کار ہے، اسے ظن غالب کا درجہ کسی صورت میں نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے کہ کتاب عزرا کے ان دونوں بابوں سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے ناپسندیدہ افعال پر افسوس اور خطاؤں کا اعتراف کیا ہے۔ اور کتاب نحمیاہ کے آٹھویں باب سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ عزرا علیہ السلام نے اُن سب کو تورات پڑھ کر سنائی۔ اس کے علاوہ الحاق کے ہونے یا نہ ہونے کا اس میں سرے سے ذکر ہی نہیں۔

فصل سوم

بائبل کے عبرانی، سامری اور یونانی نسخوں میں اختلاف

بائبل کے عبرانی، سامری اور یونانی نسخوں میں اس قدر سنگین اختلاف ہے جس سے بائبل میں تحریف کے واقع ہونے میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں رہتا۔ تمام اختلافات کو نقل کرنا تو محض تطویل کا باعث ہوگا اس لئے ہم چند ایک کو بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

پہلا اختلاف

آدمؑ سے طوفان نوحؑ تک کے زمانہ میں

پیدائش حضرت آدمؑ سے طوفان نوحؑ تک کے زمانے کے بارے میں ان تینوں نسخوں میں اس قدر سنگین اختلاف ہے کہ جس کی کوئی معقول تاویل ممکن نہیں، تحریف کو تسلیم کرنے کے سوا چارۂ کار باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ آدمؑ سے لے کر طوفان نوحؑ تک کا زمانہ عبرانی نسخہ کے مطابق ۱۶۵۶ سال ہے۔ بیشتر یونانی نسخوں کے مطابق ۲۲۶۲ سال بنتا ہے اور ایک یونانی نسخہ ۲۲۴۲ سال بتاتا ہے اور سامری نسخہ کے مطابق ۱۳۰۷ سال ہے۔

غور کیجئے ان تینوں نسخوں میں ایک دو سال نہیں بلکہ سینکڑوں سال کا فرق موجود ہے،

جس میں تطبیق ممکن نہیں ہے۔ پھر چونکہ تینوں نسخوں کے مطابق نوح کی عمر طوفان کے وقت ۶۰۰ سال متفق ہے اور آدم کی ۹۳۰ ہوتی ہے۔ اس لئے تورات کے سامری نسخہ کے مطابق لازم آتا ہے کہ آدم کی وفات کے وقت نوح کی عمر ۲۲۳ سال کی تھی اور یہ بات باتفاق مؤرخین غلط ہے اور عبرانی و یونانی نسخے بھی اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ کیونکہ عبرانی نسخہ کے بیان کے مطابق نوح کی پیدائش آدم علیہ السلام کی وفات کے ۱۲۶ سال بعد اور اکثر یونانی نسخوں کے مطابق ۷۳۲ سال بعد ہوئی ہے اور اسی فحش اختلاف کی بنا پر مشہور یہودی مورخ یوسی فس نے جو عیسائیوں کے نزدیک بھی معتبر ہے۔ ان میں سے کسی نسخہ کے بیان پر اعتماد نہیں کیا اور فیصلہ کیا کہ صحیح مدت ۲۲۵۶ سال ہے۔

تینوں نسخوں کے اختلافات کی تفصیل بیان کرنے کے لئے ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں ایک جدول دی گئی ہے جس میں نوح علیہ السلام کے سوا ہر شخص کے نام کے سامنے اس کی وہ عمر لکھی گئی ہے جو اس کے لڑکے کی پیدائش کے وقت تھی اور حضرت نوح کے سامنے ان کی وہ عمر درج کی گئی ہے جو طوفان کے وقت تھی۔ نقشہ درج ذیل ہے:-

نام	عبرانی نسخہ	سامری نسخہ	یونانی نسخہ
آدم علیہ السلام	۱۳۰	۱۳۰	۲۳۰
شیث علیہ السلام	۱۰۵	۱۰۵	۲۰۵
انوش	۹۰	۹۰	۱۹۰
قینان	۷۰	۷۰	۱۷۰
مہلائیل	۶۵	۶۵	۱۶۵
یارد	۱۶۲	۶۲	۱۶۲
حنوک	۶۵	۶۵	۱۶۵
متوسالح	۱۸۷	۶۷	۱۸۷
لامک	۱۸۲	۵۳	۱۸۸
نوح علیہ السلام	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰
میزان	۱۶۵۶	۱۳۰۷	۲۲۶۲

دوسرا اختلاف

طوفان نوح سے ابراہیم تک کے زمانہ میں طوفان نوح سے لے کر ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش تک کا زمانہ عبرانی نسخہ کے مطابق ۲۹۲ سال ہے۔ اکثر یونانی نسخوں کے مطابق ۱۰۷۲ سال اور ایک یونانی کے مطابق ۱۱۷۲ سال ہے اور سامری نسخہ کے مطابق ۹۴۲ سال ہے۔ چنانچہ عبرانی نسخہ کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے ۳۵۰ سال بعد زندہ رہے جس کی تصریح کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۲۸ میں موجود ہے اور ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش طوفان کے ۲۹۲ سال بعد معلوم ہوتی ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر نوح علیہ السلام کی وفات کے وقت ۵۸ سال کی ہو اور نوح نے ابراہیم کو دیکھا ہو۔ حالانکہ اس کے غلط ہونے پر مورخین کا اتفاق ہے۔ اکثر یونانی نسخوں کے مطابق ابراہیم کی پیدائش نوح کی وفات کے ۷۲۲ سال بعد اور ایک یونانی نسخہ کے مطابق ۸۲۲ سال بعد ہوئی اور سامری نسخہ کے مطابق ۵۹۲ سال بعد ہوتی ہے اس لئے ملاقات کا تو امکان بھی نہیں ہو سکتا۔

پھر یونانی نسخہ میں ایک اور فحش خرابی یہ ہے کہ ارفخشد اور شالح کے درمیان قینان کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے جو عبرانی اور سامری نسخوں میں موجود نہیں ہے۔ مشہور یہودی مورخ یوسیفس نے بھی اس اضافہ کو غلط قرار دے کر اپنی تاریخ میں درج نہیں کیا۔ انگریز مورخین نے وفات نوح سے پیدائش ابراہیم تک کے زمانہ کی تعیین میں تینوں نسخوں کو غیر معتمد قرار دے کر یہ کہا ہے کہ صحیح مدت ۳۵۲ سال ہے۔ ڈائیلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں بشپ کلارک کے قول کو ترجیح دے کر یوں لکھا ہے کہ طوفان سے ابراہیم کی ولادت تک کل زمانہ ۳۵۲ سال ہے۔

مگر ان مفسرین پر تعجب ہوتا ہے کہ کلارک کے قول کو خواہ مخواہ راجح قرار دے دیا۔ اگر

یہ لوگ عبرانی نسخہ کی تصریح کے مطابق اس مدت کا حساب لگاتے تو اُن پر کینیڈر کی غلطی بھی واضح ہو جاتی، یہی وجہ ہے کہ یوسی فیس نے ان سب کے خلاف اس مدت کو ۹۹۳ سال کہا ہے۔

تفسیر ہنری و اسکاٹ میں گذشتہ نقشہ کی طرح ان تینوں نسخوں کے اختلاف کا ایک دوسرا نقشہ دیا گیا ہے۔ اس نقشہ میں سام کے سوا ہر شخص کے نام کے مقابل اس کے بچہ کا سال پیدائش لکھا ہوا ہے اور سام کے نام کے مقابل اس بچہ کا سال پیدائش لکھا ہوا ہے جو طوفان کے بعد پیدا ہوا۔

نام	عبرانی نسخہ	سامری نسخہ	یونانی نسخہ
سام	۲	۲	۲
ارفخشد	۳۵	۱۳۵	۱۳۵
قینان	—	—	۱۳۰
شالخ	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
عابر	۳۴	۱۳۴	۱۳۴
فالج	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
رعو	۳۲	۱۳۲	۱۳۲
سروج	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
ناحور	۲۹	۷۹	۷۹
تارح[1]	۷۰	۷۰	۷۰
کل میزان	۲۹۲	۹۴۲	۱۰۷۲

[1] "تارح" حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام ہے۔ آزر اس کا لقب تھا اور بعض مفسرین و مؤرخین کا کہنا ہے کہ آزر درحقیقت حضرت ابراہیمؑ کا چچا تھا اور قرآن کریم میں مجازاً اس پر اب (باپ) کے لفظ کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔ (دیکھئے تفسیر کبیر) ۱۲ تقی

تیسرا اختلاف

پیدائش آدمؑ سے پیدائش عیسیٰؑ تک کے زمانہ میں

لب التواریخ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۲۹ء کے دفتر دوم صفحہ ۴۰۳ میں ایک نقشہ دیا گیا ہے جس میں دُنیا کی تخلیق سے لے کر پیدائش مسیح علیہ السلام تک کا زمانہ یوں لکھا ہے:-

بائبل کے عبرانی نسخہ کے مطابق ۴۰۰۴ سال، یونانی نسخہ کے مطابق ۵۸۷۲ سال اور سامری نسخہ کے مطابق ۴۷۰۰ سال ہے۔

ملاحظہ کیجئے کہ پیدائش آدمؑ سے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام تک کے زمانہ میں ان تینوں نسخوں کی روایت میں کتنا بیّن اختلاف موجود ہے، متقدمین عیسائی علماء بائبل کے ان واضح اختلافات کا سبب یہودیوں کی طرف سے کی گئی تحریف کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق توریت میں یہ تحریف یہودیوں نے ۱۳۰ء میں کی ہے۔ اگسٹائن جو کہ چوتھی صدی کا سب سے بڑا عیسائی عالم ہے، عبرانی نسخہ کو تحریف شدہ بتاتا ہے، چنانچہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر کی جلد ۱ میں یوں لکھا ہے:-

> "علماء نے عہدِ عتیق میں مندرج واقعات وحالات کی تاریخوں کا جو حساب لگایا ہے اس میں زبردست اختلاف موجود ہے، خاص طور پر ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کے واقعات کی تاریخوں میں تو بہت ہی زیادہ اختلافات پایا جاتا ہے۔ البتہ ان اختلافات کا عام مطالعہ کرنے والوں کو کوئی نقصان نہیں، اگسٹائن کہا کرتا تھا کہ یہودیوں نے ان اکابر کے حالات کے بیان میں جو طوفان سے قبل گزرے تھے یا اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے عہد تک ہوئے ہیں، عبرانی نسخہ میں تحریف کر ڈالی اور یہ حرکت اس لئے کی تاکہ یونانی نسخہ کا اعتبار جاتا رہے اور اس لئے بھی کہ مذہب عیسوی سے ان کو سخت دشمنی تھی، اور معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین عیسائی بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے اور اُن کا خیال یہ تھا کہ

یہودیوں نے توراۃ میں یہ تحریف سنہ ۱۳۰ء میں کی ہے "

پھر اسی تفسیر میں یوں بیان کیا ہے کہ :-

" محقق ہیلز نے یوسیفس اور توراۃ کے یونانی ترجمہ کا موازنہ کر کے اور ان کی بعض غلطیاں درست کر کے پیدائش عالم سے پیدائش مسیح علیہ السلام تک کے زمانے کا اس طرح تعین کیا ہے کہ پیدائش عالم سے مسیح علیہ السلام کا زمانہ ۵۴۱۱ سال اور طوفان سے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ۳۱۵۵ سال ہوتا ہے اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ عبرانی نسخہ کے مقابلے میں یونانی نسخہ میں ان بزرگوں کی تاریخ ولادت سو برس زائد بتائی گئی ہے جس سے ان کے والد کی عمر میں لامحالہ سو سال کا اضافہ ہوتا ہے اگرچہ مجموعی اعتبار سے باپ بیٹے کی عمر میں تناسب ایک ہی جیسا رہا۔ مثال کے طور پر عبرانی نسخہ میں ایک بزرگ کی پیدائش کے وقت اس کے باپ کی عمر سو سال بتائی گئی ہے تو یونانی نسخہ میں دو سو سال کی تصریح ہے "

دیکھیے اس تفسیر میں کتنے کھلے الفاظ میں یہ تصریح موجود ہے کہ متقدمین کے نزدیک بھی عبرانی نسخہ تحریف شدہ تھا اور یونانی نسخہ کی صحت تسلیم کر لی گئی تھی اور عبرانی نسخہ میں یہ تحریف یہودیوں نے سنہ ۱۳۰ء میں کی تھی۔ نیز اگسٹائن بھی اس تحریف کا مجرم یہودیوں کو ہی قرار دیتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہودیوں کی مسلمہ بددیانتی سے توراۃ میں تحریف کر ڈالنا عقلاً کچھ بھی محال نہیں ہے۔

چوتھا اختلاف

کوہ عیبال یا کوہ گرزیم | کتاب استثناء باب ۲۷ آیت ۴ اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

" سو تم یردن کے پار ہو کر ان پتھروں کو جن کی بابت میں تم کو آج کے دن حکم دیتا

ہوں، کوہ عیبال پر نصب کر کے ان پر چونے کی استرکاری کرنا[1]"

بائبل اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء ، ۱۸۴۴ء اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء ، ۱۸۴۵ء میں بھی تقریباً یہی بیان ہے۔ لیکن سامری نسخہ میں عیبال کے بجائے جرزیم استعمال کیا گیا ہے۔ عیبال اور جرزیم ایک دوسرے کے مقابل دو پہاڑ ہیں۔ جیسا کہ اسی باب کی آیت ۱۲، ۱۳ اور اس کتاب کے باب ۱۱ آیت ۲۹ اور کتاب یوشع باب ۸ آیت ۳۳ سے معلوم ہوتا ہے۔

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں سامری نسخہ کی عبارت یوں منقول ہے :-

"ان پتھروں کو کوہ جرزیم پر نصب کرو۔"

یہودیوں اور سامریوں کے درمیان قدیم زمانے سے جھگڑا مشہور چلا آرہا ہے کہ تورات کے حکم کے مطابق مذبح اور ہیکل کوہ عیبال اور کوہ جرزیم میں سے کس پہاڑ پر بنانا ضروری ہے۔ اس بارے میں جمہور عیسائی یہودیوں کے ہمنوا ہیں اور تورات کے سامری نسخہ کو محرّف قرار دیتے ہیں۔ یہودیوں کی کتاب دافع ابہتان کی پہلی فصل میں تورات کے سامری نسخہ اور عبرانی نسخہ میں اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے یوں بیان کیا کہ :-

"سامریوں نے حسد کی بنا پر ہیکل کو کوہ جرزیم پر تعمیر کیا اور توریت میں اپنے اس اقدام کی تائید حاصل کرنے کی غرض سے یہ بات اس طرح بدل ڈالی جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے جس خاص جگہ پر اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا یہ وہی جگہ ہے جس پر سامریوں نے ہیکل تعمیر کیا ہے۔ چنانچہ یہودیوں اور سامریوں کی توراۃ میں بس اتنا سا اختلاف ہے کہ یہودی ہیکل کی کوہ عیبال پر تعمیر کو حکم خداوندی قرار

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق اس آیت کی عبارت یوں ہے: "سو جب تم اردن کے پار اتر جاؤ تو تم ان پتھروں کو جن کی بابت میں تمہیں آج کے دن حکم کرتا ہوں عیبال کے پہاڑ پر نصب کیجیو اور ان پر چونا پھیر لیو۔" منہ

دیتے ہیں اور سامری کوہ جرزیم پر۔ اس کے سوا تمام باتوں میں تورات کا سامری نسخہ ہمارے نسخہ کے بالکل مطابق ہے اور یہ تبدیلی موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے تقریباً پانچ سو سال بعد کی گئی۔ اس کے برعکس ہماری تورات موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک تحریف و تبدیلی سے محفوظ رہی ہے اور یہی اصلی تورات ہے۔ لیکن عیسائی حضرات تحریف شدہ سامری تورات کو تسلیم ہی نہیں کرتے "

دافع البہتان کے مصنف کے اس اعتراف سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔ مثلاً :-

- عیسائیوں کے نزدیک تورات کے سامری نسخہ میں یقینی طور پر یہ تحریف کی گئی ہے اور
- تورات کا سامری نسخہ لائق قبول محرف ہے اور غیر معتبر ہے۔
- یہ تحریف موسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو سال بعد کی گئی اور ایسی کامیاب رہی کہ پوری قوم میں اس تحریف شدہ تورات کے نسخے پذیرائی پا گئے اور پوری قوم کے اعلیٰ و ادنیٰ طبقے کا اس مذموم حرکت پر اتفاق بھی ہو گیا۔

ملاحظہ کیجئے کہ ایک طویل زمانہ کے بعد محض بغض و عناد کی بنیاد پر کی گئی بددیانتی کی ایسی حرکت بڑی آسانی سے پذیرائی حاصل کر لیتی ہے اور مصنف دافع البہتان کا یہ قول کہ یہود اور سامریوں کی تورات میں صرف یہی اختلاف ہے بالکل غلط اور لغو ہے۔ کچھ تو مذکورہ بالا بیان سے اس دعویٰ کا غلط اور بے بنیاد ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح آئندہ بحث میں یہ ثبوت اور بھی مستحکم ہو جائے گا۔

تورات کے عبرانی، سامری اور یونانی نسخوں میں مذکورہ چاروں اختلاف انتہائی سنگین نوعیت کے ہیں اور ان کتابوں کے بارے میں متقدمین و متاخرین عیسائی علماء کی آرائیں بھی مختلف ہیں۔ البتہ جمہور متقدمین عیسائیوں نے تورات کے یونانی

نسخہ کی صحت کو تسلیم کیا ہے اور عبرانی و سامری نسخوں کو تحریف شدہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں لکھتا ہے کہ :-

وہ ڈاکٹر کینی کاٹ نے مضبوط دلائل سے سامری نسخہ کی صحت ثابت کی ہے۔ اس جگہ پر اس کے دلائل کا خلاصہ بیان کرنا ممکن نہیں۔ جو صاحب چاہیں اس کی کتاب صفحہ نمبر ۰ سے آخر تک ملاحظہ فرمالیں اور ڈاکٹر کنی کاٹ کہتا ہے کہ اگر ہم توریت کی نسبت سامریوں کے طور طریق کو اور ان کی عادت کو نگاہ میں رکھیں اور مسیح کی اس وقت خاموشی کو پیش نظر رکھیں یعنی ان کو تحریف کا مجرم نہ قرار دینا جبکہ ان کی گفتگو سامری عورت[1] سے ہوئی تھی اور اگر دوسری باتوں کو بھی سامنے رکھیں تو ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ یہودیوں نے جان بوجھ کر توریت میں تحریف کی اور عہد عتیق اور جدید کے محققین کا یہ کہنا کہ سامریوں نے قصداً تحریف کی ہے بے بنیاد ہے، اور یوسی بیس، جیروکومیس، ڈیلوڈورس، جیرم سن سیلس اور متقدمین عیسائی علماء نے اس سامری نسخہ کو حجت قرار دے کر اس کی عبارتیں اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں، مگر متاخرین کے زمانے میں یہ نسخہ متروک ہو گیا ''

---

[1] پورا واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب سامرہ تشریف لے گئے تو وہاں ایک کنوئیں پر ایک سامری عورت سے آپ نے پانی مانگا، سامری فرقہ کے بارہ میں یہودیوں کی کتاب دافع البہتان کے حوالے سے اوپر متن میں یہ ذکر گذر چکا ہے کہ انھوں نے کوہ جرزیم پر ہیکل تعمیر کیا ہوا تھا اور وہ وہیں عبادت کیا کرتے تھے، سامری فرقہ عام یہودیوں کے نزدیک اچھوت کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے حضرت مسیح کے پانی مانگنے پر عورت کو تعجب ہوا کہ ایک یہودی مجھ سے پانی کیوں مانگ رہا ہے؟ اس پر دونوں میں گفتگو ہوئی اور بعض غیر معمولی چیزیں دیکھ کر عورت کو یقین ہو گیا کہ حضرت مسیح نبی ہیں، چنانچہ اس نے فوراً کوہ جرزیم کے بارے میں سوال کیا جس کے جواب میں حضرت مسیح نے خاموشی اختیار کی۔

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ ہیلز اور کنی کاٹ وغیرہ حضرات جو سامری نسخہ کو صحیح اور عبرانی نسخہ کو تحریف شدہ قرار دیتے ہیں تو یقیناً یونانی نسخہ بھی اُن کے نزدیک تحریف شدہ ہی تھا اور اس کے برعکس موجودہ دور کے عیسائی عبرانی نسخہ ہی کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ متقدمین و متاخرین عیسائی حضرات نے یکے بعد دیگرے صرف ایک نسخے کو صحیح تسلیم کیا ہے اور دوسرے دونوں نسخوں کو تحریف شدہ قرار دیا ہے۔

پانچواں اختلاف

مصر میں بنی اسرائیل کے قیام کی مدت	کتاب الخروج عبرانی نسخہ کے باب ۱۲ کی آیت ۴۰ اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء

میں یوں ہے کہ :-

"اور بنی اسرائیل کو مصر میں بود و باش کرتے ہوئے چار سو تیس برس[1] ہوئے تھے"

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے :-

"وکان جمیع ما سکن بنو اسرائیل فی ارض مصر اربعمائة وثلاثون سنة"

یعنی بنی اسرائیل کو مصر میں بود و باش کرتے ہوئے ۴۳۰ برس گزرے تھے۔

اور اسی طرح فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

"وایام بودن بنی اسرائیل کہ در مصر ساکن بودند مدت چہار صد و سی سال بود"

---

[1] ترجمہ اردو ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اور بنی اسرائیل کی جو مصر کے باشندے تھے بود و باش چار سے تیس برس تک تھی۔ منہ

مگر حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے قیام کی مدت ۴۳۰ سال کہنا بالکل غلط ہے صحیح مدت ۲۱۵ سال ہے۔ توریت کے سامری اور یونانی نسخہ میں اس کی تصریح یوں موجود ہے کہ :-

"پھر بنی اسرائیل اور اُن کے آباؤ اجداد کے کنعان اور مصر میں قیام کی کل مدت ۴۳۰ سال ہے[1] "

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں سامری نسخہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد یوں لکھا ہے :-

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ عبارت بالکل صحیح ہے اور متن میں پیش آنے والے ہر اشکال کو دور کر دیتی ہے "

گویا عبرانی نسخہ سے الفاظ "آباد و اجداد" اور "کنعان" جان بوجھ کر یا غلطی سے نکال دیئے گئے ہیں یا پھر سامری اور یونانی نسخوں میں بات کو درست ثابت کرنے کے لئے ان الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

پھر اس اختلاف کے علاوہ یہ مذکورہ بالا عبرانی نسخہ کی عبارت کتاب پیدائش باب ۱۵ آیت ۱۳ کے بھی مخالف ہے۔ آیت ۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

"اور اس نے ابرام سے کہا یقین جان کہ تیری نسل کے لوگ ایسے ملک میں جو اُن کا نہیں پردیسی ہوں گے اور وہاں کے لوگوں کی غلامی کریں گے اور وہ چار سو برس تک اُن کو دکھ دیں گے[2] "

---

[1] قدیم نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے "اور بنی اسرائیل اور ان کے آباء و اجداد کا رہنا زمین کنعان اور زمین مصر میں چار سو تیس برس تھا" منہ

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں "تب اُس نے ابرام کو کہا کہ یقین جان کہ تیری اولاد پردیس میں آوارہ ہوگی اور وہاں کے لوگوں کے بندے ہوں گے، وے انہیں چار سو برس تک دکھ دیں گے۔

ملاحظہ ہو اس آیت میں صرف چار سو سال مذکور ہیں۔ پھر یہ کہ "غلامی کرنا" اور "تکلیف میں مبتلا ہونا" مصر میں قیام کے دوران ہی وقوع پذیر ہوا اور مصر میں بنی اسرائیل کا کل قیام چار سو سال کے بجائے صرف دو سو پندرہ سال ہے۔

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں کتاب خروج باب ۱۲ آیت ۴۰ کے ذیل میں مذکورہ دونوں آیتوں میں موجود اختلاف میں یوں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔

"یہ دونوں آیتیں ایک دوسری کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ کتاب پیدائش میں جو مدت بتائی گئی ہے وہ درحقیقت اسحاق کی پیدائش سے شمار کی گئی ہے اور کتاب خروج میں جس مدت کو بیان کیا گیا ہے وہ ابراہیم کی آمد سے ہجرت کے وقت سے شمار ہوتی ہے، چنانچہ ابراہیم اور ان کی اولاد دو سو پندرہ سال تک صرف کنعان میں پردیسی ہو کر بستے رہے اور بنی اسرائیل دو سو پندرہ سال تک اسی حالت میں مصر میں مقیم رہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ اول تو یہ توجیہ ہی بالکل غلط ہے، کیونکہ بغیر کسی دلیل کے من گھڑت انداز سے مذکورہ بالا مدت کی ابتداء ایک مقام پر پیدائش اسحاقؑ سے کرنا اور دوسرے مقام پر ابراہیم کی آمد سے ہجرت کو قرار دینا دعویٰ بلا دلیل کا مصداق ہے۔ پھر یہی خرابی نہیں بلکہ یہ توجیہ اسی تفسیر میں کتاب پیدائش باب ۱۵ آیت ۱۳ کے ذیل میں بیان کردہ اس توجیہ کے بھی مخالف ہے جس کو اسی تفسیر میں یوں بیان کیا گیا ہے:-

"ابراہیم علیہ السلام جب کنعان آئے ہیں، ان کی آمد سے اسحاق کی پیدائش کا زمانہ پچیس سال ہے اور اسحٰق کی عمر یعقوب کی ولادت کے وقت ساٹھ سال کی تھی اور یعقوب کی عمر مصر میں آمد کے وقت ایک سو تیس سال تھی۔ اس طرح (۲۵ + ۶۰ + ۱۳۰ = ۲۱۵) کل مدت دو سو پندرہ سال ہوتی ہے۔"

ان جامعین تفسیر نے دیگر مورخ کے قول کے مطابق دونوں مقامات میں مصر میں بنی اسرائیل

کی مدت قیام دو سو پندرہ سال تسلیم کی ہے۔ البتہ دوسرے مقام پر یعقوبؑ کی پیدائش کے وقت اسحاق کی عمر ساٹھ سال اور مصر میں آمد کے وقت یعقوبؑ کی عمر ایک سو تیس سال قرار دی ہے اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۲۵ آیت ۲۶ اور باب ۴۷ آیت ۹ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

چنانچہ جب یعقوبؑ کی پیدائش کے وقت اسحٰق کی عمر اور مصر آمد کے وقت یعقوبؑ کی عمر اور بنی اسرائیل کے مصر میں قیام کی مدت صحیح اور تسلیم شدہ ہیں تو اس سے دو بڑی خرابیاں لازم آتی ہیں :-

۱۔ ولادت اسحٰق سے لے کر مصر سے نکلنے کے وقت تک کتاب خروج میں مذکورہ مدت چار سو سال کے بجائے چار سو پانچ سال (۶۰ + ۱۳۰ + ۲۱۵ = ۴۰۵) بنتے ہیں۔

۲۔ تفسیر ہنری و اسکاٹ کے جامعین کی توجیہہ کے مطابق اگر ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت سے لے کر اسحٰقؑ کی پیدائش تک کے تیس سال بھی شمار کر لیں تاکہ کتاب پیدائش میں مذکورہ مدت چار سو تیس سال پوری ہو جائے تب بھی بات نہیں بنتی کیونکہ اسحٰقؑ کی پیدائش سے پہلے کی مدت کو پیدائش اسحٰق سے مصر سے نکلنے تک کی مدت میں جمع کریں تو چار سو تیس کے بجائے چار سو پینتیس سال ہوتے ہیں جس سے جامعین تفسیر کی مذکورہ بالا توجیہہ غلط قرار پا گئی۔

ڈاکلی اور رچرڈ مِنٹ نے اپنی تفسیر میں بشپ پیٹرک اور بشپ کیڈر کا بعینہٖ ایسا قول نقل کیا ہے جیسا ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں ہے، لہٰذا یہ قول بھی اسی کی طرح غلط قرار پاتا ہے۔

چھٹا اختلاف

ہابیل قابیل کا واقعہ | کتاب پیدائش باب ۴ آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

"اور قائن نے اپنے بھائی ہابل کو کچھ کہا اور جب وہ دونوں کھیت میں تھے تو یوں ہوا کہ قائن نے اپنے بھائی ہابل پر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا"[1]

اور تفسیر ہنری و اسکاٹ کی روایت کے مطابق یہ آیت سامری نسخہ و یونانی نسخہ اور قدیم ترجموں میں اس طرح ہے کہ :-

"قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے کہا کہ آؤ ہم کھیت کی طرف چلیں اور جب وہ دونوں کھیت پر پہنچے ......" الخ

اس میں یہ عبارت کہ "آؤ ہم کھیت کی طرف چلیں" عبرانی نسخہ سے خارج کر دی گئی ہے۔ ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ :-

"یہ عبارت سامری، یونانی اور آرامی نسخوں میں اور اسی طرح اس لاطینی نسخہ میں، جو پالی گلاٹ والٹن میں چھپا تھا، موجود ہے اور ڈاکٹر کنی کاٹ نے عبرانی نسخہ میں اس کے داخل کئے جانے کا فیصلہ کیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عبارت بہترین ہے۔"

پھر جلد مذکور کے صفحہ ۳۳۸ میں کہتا ہے کہ :-

"کبھی کبھی یونانی ترجمہ کی عبارت صحیح ہوتی ہے، لیکن آج کل کے مروجہ عبرانی نسخوں میں نہیں ملتی۔ مثلاً عبرانی نسخے خواہ وہ ہاتھ کے لکھے ہوئے ہوں یا مطبوعہ، وہ آیت مذکورہ کے سلسلہ میں یقینی طور پر ناقص ہیں اور مرشدہ انگریزی ترجمہ کا مترجم چونکہ اس مقام کو پورے طور پر سمجھ نہیں سکا اس لئے اس نے یوں ترجمہ کیا "قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے کہا" اور اس عبرانی نسخہ کی کمی کی تلافی یونانی ترجمہ میں کر دی گئی ہے اور یہ ترجمہ سامری نسخے اور لاطینی ترجمے اور ارامی ترجمہ

---

[1] قدیم اردو ترجمے میں اس آیت کی عبارت یوں ہے: "تب قین اپنے بھائی ہابل سے بولا اور جب وے دونوں کھیت میں تھے یوں ہوا ...." الخ ۔ منہ

نیز بیکوتیلا کے ترجمہ اور ان دو تفسیروں کے جو کسدی زبان میں ہیں اور اس فقرہ کے مطابق ہو گیا جس کو فوٹو سیوی نے نقل کیا ہے اور یہ جملہ کہ " آؤ ہم کھیت کی طرف چلیں " مذکورہ بالا تمام کتابوں میں موجود ہے "

عجیب بات ہے کہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں بھی یہ عبارت یوں مذکور ہے :-

" وقاتل قائن لهابیل أخیه لنخرج إلى الحقل و لما صارا فی الحقل ... " الخ

تو صرف عبرانی نسخہ ہی ہے یہ عبارت خارج کر دی گئی ہے کس طرح سے تسلیم کیا جاسکتا ہے ؟

ساتواں اختلاف

دن اور دن رات | کتاب پیدائش باب ۷ آیت ۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ میں یوں ہے کہ :-

" اور چالیس دن تک زمین پر طوفان رہا[1] ..... " الخ

اور یہی جملہ یونانی ترجموں اور بہت سے لاطینی نسخوں میں اس طرح ہے کہ :-

" اور طوفان چالیس دن رات زمین پر رہا ..... " الخ

عبرانی نسخہ کے اسی باب کی آیت ۱۲ میں بھی چالیس دن اور چالیس رات کی تصریح موجود ہے جس سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عبرانی نسخہ کے باب ۷ کی آیت ۱۷ سے " رات " کا لفظ خارج ہو گیا ہے چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد اول میں کہتا ہے کہ :-

" ضروری ہے کہ لفظ " رات " کا اضافہ عبرانی متن میں کیا جائے "

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت اس طرح ہے :- " اور طوفان کا پانی زمین پر چالیس دن تک اُبلا رہا ..... " منہ

آٹھواں اختلاف

ایک پورے جملے کا حذف

کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

"اور اسرائیل کے اس ملک میں رہتے ہوئے یوں ہوا کہ رُوبن نے جا کر اپنے باپ کی حرم بلہاہ سے مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہو گیا[۱]"

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں اس آیت کے متعلق یوں اعتراف کیا گیا ہے کہ :-

"یہودی مانتے ہیں کہ اس آیت میں کچھ نہ کچھ ضرور حذف کیا گیا ہے۔ یونانی ترجمے نے اس کمی کو ان الفاظ کا اضافہ کر کے پورا کیا ہے کہ" اور وہ اس کی نگاہ میں حقیر ہو گیا"

ملاحظہ ہو عبرانی نسخہ کے اس مقام پر یہودیوں کو بھی اعتراف ہے کہ حذف واقع ہوا ہے جب کہ یہی جملہ یونانی نسخہ میں اب بھی موجود ہے اور عبرانی نسخہ سے ایک جملہ کا کم کر دیا جانا اہلِ کتاب کے نزدیک کچھ زیادہ مستبعد نہیں ہے چہ جائیکہ ایک دو حرف۔

نواں اختلاف

کتاب پیدائش باب ۵۰ آیت ۲۵۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

"اور یوسفؑ نے بنی اسرائیل سے قسم لے کر کہا خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا، سو تم

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے :-

"اور جب اسرائیل اس سرزمین میں جا رہا تو یوں ہوا کہ راوبین گیا اور اپنے باپ کی حرم بلہا سے ہم بستر ہوا اور اسرائیل نے سنا"

ضرور ہی میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جانا[1]"

اردو ترجمہ کی ۱۸۲۳ء اور ۱۸۴۲ء کی طباعتوں میں بھی بعینہٖ یہی بیان ہے اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یہ جملہ اس طرح ہے کہ "و از ینجا استخوان ہائے مرا برید" اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یہ الفاظ ہیں کہ "و شما استخوان ہائے مرا از ینجا بر آرید" اور سامری نسخے اور یونانی، عربی، سریانی اور لاطینی ترجموں میں آخری جملہ یوں ہے کہ :-

"اور میری ہڈیاں یہاں سے اپنے ساتھ[2] لے جانا"

گویا عبرانی نسخہ سے لفظ "اپنے ساتھ" گرا دیا گیا ہے۔ ہورن کہتا ہے کہ :-

"مسٹر بٹ مانڈ نے اس متروک لفظ کو اپنے جدید بائبل کے ترجمہ میں شامل کر لیا ہے اور یہ بالکل ٹھیک کیا"

اسی جملہ کو عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یوں لکھا ہے کہ :-

دسواں[۱۰] اختلاف

کتاب استثناء باب ۱۰ آیت ۶، ۷ اور ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"پھر بنی اسرائیل بیروت بنی یعقان سے روانہ ہو کر موسیرہ میں آئے، وہیں ہارون نے رحلت کی اور دفن بھی ہوا اور اس کا بیٹا الیعزر کہانت کے منصب پر مقرر ہو کر اس کی جگہ خدمت کرنے لگا، وہاں سے وہ جدجودہ کو اور جدجودہ سے یوطبات کو چلے اس ملک میں پانی کی ندیاں ہیں۔ اسی موقع پر خداوند نے لاوی[3] کے قبیلہ کو اس غرض سے

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۲۳ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں "اور یوسف نے بنی اسرائیل سے یہ قسم لے کے کہا خدا مقرر تم کو یاد کرے گا اور تم میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جاؤ"

[2] قدیم نسخوں میں یہ الفاظ اس طرح ہیں "اور تم میری ہڈیوں کو یہاں سے ساتھ اپنے لے جاؤ گے"

[3] یعنی لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ تقی

الگ کیا کہ وہ خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھایا کرے اور خداوند کے حضور کھڑا ہو کر اس کی خدمت کو انجام دے اور اس کے نام سے برکت دیا کرے جیسا آج تک ہوتا ہے[1]"

اس کے برعکس کتاب گنتی باب ۳۳ میں مقامات کی تفصیل مندرجہ بالا تفصیل کے بالکل خلاف ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہارون کی رحلت کوہ ہور میں ہوئی۔ توریت کا سامری نسخہ میں بھی یہ عبارت کتاب گنتی کی مانند ہے۔ چنانچہ کتاب گنتی باب ۳۳ آیت ۳۱ سے ۳۹، ۴۱، ۴۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"اور موسیروت سے روانہ ہو کر بنی یعقان میں ڈیرے ڈالے اور بنی یعقان سے چل کر حور ہجد جاد میں خیمہ زن ہوئے اور حور ہجد جاد سے روانہ ہو کر یوطباتہ میں خیمے کھڑے کئے اور یوطباتہ سے چل کر عبرونہ میں ڈیرے ڈالے اور عبرونہ سے چل کر عصیون جابر میں ڈیرا کیا اور عصیون جابر سے روانہ ہو کر دشت صین میں جو قادس ہے قیام کیا اور قادس سے چل کر کوہ ہور کے پاس جو ملک ادوم کی سرحد ہے خیمہ زن ہوئے۔ یہاں ہارون کاہن خداوند کے حکم کے مطابق کوہ ہور پر چڑھ گیا اور اس نے بنی اسرائیل کے ملک مصر سے نکلنے کے چالیسویں برس کے پانچویں مہینے کی پہلی تاریخ کوہ ہیں وفات پائی اور جب ہارون نے کوہ ہور پر

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں :- "تب بنی اسرائیل نے بایروت بنی یاعقان سے موسیرا کو کوچ کیا۔ وہاں ہارون کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوا اور اس کا بیٹا العازر کہانت کے منصب پر اس کا قائم مقام ہوا۔ وہاں سے انھوں نے جدجد کو کوچ کیا اور جدجد سے یطبطا کو جو ایک سیراب سرزمین ہے۔ اس وقت یہوواہ نے بنی لیوی کو اس لئے جدا کیا کہ یہوواہ کے صندوق کو اٹھاویں اور یہوواہ کے حضور کھڑے ہو کے خدمت گزاری کریں اور اس کا نام لے کے برکت مانگیں چنانچہ آج کے دن تک یونہی ہے۔" منہ

وفات پائی تو وہ ایک سو تئیس برس کا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اسرائیل کوہ ہور سے کوچ کر کے ضلمونہ میں ٹھہرے اور ضلمونہ سے کوچ کر کے فونون میں ڈیرے ڈالے [1]۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

نیز ان دونوں عبارتوں کا موازنہ کرنے سے کتاب استثناء باب ۱۰ کی آیت ۸ کی عبارت اس کے الحاقی ہونے کی غمازی کرتی ہے اور اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ اس عبارت کا عبرانی نسخہ میں کافی عرصہ بعد اضافہ کیا گیا ہو۔

گیارہواں اختلاف

بہن یا بیوی؟ کتاب پیدائش باب ۲۰ آیت ۲ اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

"اور ابرہام نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے، اور

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ سنہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں :- "اور موسیروت سے بنی یاعقان میں آئے اور بنی یاعقان سے چل کے حور الجد جاد کو خیمہ گاہ کیا اور حور الجد جاد سے روانہ ہو کے یطبات میں آرہے اور یطبات سے عبرونا میں آئے اور عبرونا سے چل کے عصیون جابر میں پہنچے اور عصیون جابر سے دشت سین میں جو قادس ہے آپڑے اور قادس سے چل کے کوہ ہور میں جو زمین ادوم کی سرحد ہے آئے۔ یہاں ہارون کاہن خداوند کی ارشاد سے کوہ ہور پر گیا اور اوس نے بنی اسرائیل کی مصری ہجرت کے چالیس ویں برس کے پانچویں مہینے کے پہلی تاریخ وفات پائی اور ہارون ایک سو تئیس برس کا تھا جو اس نے کوہ ہور میں وفات پائی اور کوہ ہور سے کوچ کر کے ضلمونہ میں آئے اور ضلمونہ سے کوچ کر کے فونون میں آئے۔ ۔ ۔ الخ

جرار کے بادشاہ ابی ملک نے سارہ کو بلوا لیا۔"[1]

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ :-

"یونانی ترجمہ میں یہ آیت اس طرح ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنی بیوی سارہ کے بارہ میں بتایا کہ وہ میری بہن ہے۔ کیونکہ بیوی کہنے کی صورت میں اس کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں شہر کے لوگ اس کو مار ہی نہ ڈالیں اور فلسطین کے بادشاہ ....." الخ

ملاحظہ ہو کہ عبرانی نسخہ میں "کیونکہ بیوی کہنے کی صورت میں اس کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں لوگ اس کو مار ہی نہ ڈالیں" پوری عبارت حذف کر دی گئی ہے۔

بارہواں[12] اختلاف

کتاب پیدائش باب ۳۰ آیت ۳۶ کے بعد سامری نسخہ میں مندرجہ ذیل عبارت بھی موجود ہے :-

"خدا کے فرشتہ نے یعقوبؑ کو آواز دی، اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ اور پھر فرشتے نے اس کو متوجہ کر کے بتایا کہ جن مینڈھوں سے بھیڑ بکریوں کی جفتی کرائی گئی ہے وہ ملونے دار اور داغی اور چتکبری ہیں اور لابان نے جو کچھ تیرے ساتھ کیا ہے مجھے معلوم ہے اور بیت ایل جس کے ستون پر تو نے تیل ڈالا اور میری نذر مانی اس کا خدا میں ہی ہوں اور اب یہ علاقہ فوراً چھوڑ کر واپس اپنے آبائی وطن لوٹ جا۔"[2]

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے "اور ابراہیم خود جورو سارہ کی بابت بولا کہ میری بہن ہے سو فلسطین کے بادشاہ ابی ملک نے لوگ بھیج کر سارہ کو لے لیا۔" منہ

[2] قدیم ترجموں میں یہ عبارت اس طرح ہے "اور خدا کے فرشتے نے یعقوبؑ کو کہا کہ اے یعقوب، وہ بولا میں حاضر ہوں تب اس نے کہا کہ اب اپنی آنکھ کو اٹھا اور دیکھ کہ سارے مینڈھے جو بھیڑوں پر چڑھتے ہیں ملونے دار و داغی اور چتکبرے ہیں اس لئے کہ جو کچھ لابان نے تجھ سے کیا ہے میں نے دیکھا بیت ایل کا خدا جہاں تو نے ستون پر تیل ڈالا اور جہاں تو نے مجھ سے نذر کا عہد کیا میں ہوں اب اٹھ اس زمین سے نکل چل اور اپنے کنبہ کی زمین پر پھر جا۔" منہ

ملاحظہ کیجئے کہ اتنی طویل عبارت کا یا تو سامری نسخہ میں اضافہ قرار دیا جائے اور یا یہ کہا جائے کہ عبرانی نسخہ میں تحریف کر کے یہ پوری کی پوری عبارت نکال دی گئی ہے۔ بہر حال قرائن سے دوسرا احتمال قوی نظر آتا ہے کہ عبرانی نسخہ سے اس کو نکال دیا گیا ہے۔

تیرہواں اختلاف

کتاب گنتی کے باب ۱۰ کی آیت ۱۱ کے بعد سامری نسخہ میں مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ ہے:۔

"اور خداوند نے موسیٰ کو یوں فرمایا کہ اس پہاڑ پر رہتے ہوئے تم کو کافی عرصہ ہو گیا اب واپس جاؤ اور کوچ کرو اور کوہ مرارہ کے باشندوں کو دیکھو، میدانوں، پہاڑوں کے نشیب و فراز عبور کرتے ہوئے چلے جاؤ اور جنوب کی دریائی وادیوں سے فرات تک کنعانیوں کا پورا علاقہ ملک لبنان سمیت اپنے تسلط میں لے آؤ۔ میں نے یہ تمام علاقے کے ساتھ وہ خطہ بھی تمہیں عنایت کر دیا ہے جس کا خداوند نے تمہارے آباء و اجداد، ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے پختہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیری اولاد کو ان علاقوں کا وارث بنا دوں گا۔"[1]

---

[1] قدیم نسخوں میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے: "اور یہوواہ نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم اس پہاڑ پر بہت رہے اب پھرو اور سفر کرو اور اموریوں کے پہاڑ اور ان کے سب باشندوں میں میدانوں میں پہاڑوں میں نشیب میں جنوب کو اور دریاؤں کے کنارے کو کنعانیوں کی سرزمین اور جنوب میں بڑی نہر تک جو نہر فرات ہے جاؤ دیکھو میں نے یہ زمین تمہیں عنایت کی، داخل ہو اور اس زمین پر جس کی بابت یہوواہ نے تمہارے باپ دادوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب سے قسم کی کہ تم کو اور تمہارے بعد تمہاری نسل کو دوں گا میراث میں لو"۔ منہ

یہاں بھی قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عبرانی نسخہ میں تحریف کر کے یہ عبارت نکال دی گئی ہے۔

چودہواں ۱۴ اختلاف

کتاب گنتی باب ۲۶ کی آیت ۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ یوں ہے:-

"اور جب ان اڑھائی سو آدمیوں کے آگ میں بھسم ہو جانے سے وہ فریق نابود ہو گیا اور اسی موقع پر زمین نے منہ کھول کر قورح سمیت ان کو بھی نگل لیا تھا اور وہ سب عبرت کا نشان ٹھہرے[1]"

اور سامری نسخہ میں آیت ۱۰ کی عبارت یوں ہے :-

"جب وہ گروہ مر گیا تو ان کو زمین نے نگل لیا اور قورح اور اس کے ساتھ اڑھائی سو آدمیوں کو آگ نے بھسم کر ڈالا اور وہ سب عبرت کا نشان ٹھہرے[2]"

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ اس آیت کا مضمون زبور ۱۰۶ کی آیت ۱۷ سے ملتا جلتا ہے۔

پندرہواں ۱۵ اختلاف

کتاب استثناء باب ۳۲ آیت ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت ان الفاظ کے ساتھ ہے "اور زمین نے اپنا منہ کھولا اور انہیں قورح سمیت نگل گیا جس وقت کہ جماعت مری جب کہ اس آگ نے اڑھائی سو آدمیوں کو کھا لیا۔ سو وہ ایک عبرت ہوئی" منہ

[2] قدیم نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے "اور زمین نگل گئی ان کو جب کہ وہ گروہ مرا اور آگ نے کھایا قورح کو اڑھائی سو آدمیوں سمیت جو ایک عبرت ہوئی" منہ

یوں ہے کہ :-

"یہ لوگ اُس کے ساتھ بُری طرح سے پیش آئے۔ یہ اس کے فرزند نہیں، یہ اُن کا عیب ہے، یہ سب کج رو اور ٹیڑھی نسل ہیں[1]"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یہی آیت اس طرح ہے کہ :-

"خویشتن را مفسد کردند چنانچہ دارند عیب فرزندان او نمی مانند طبقہ کج و معوج می باشند"

اور سامری و یونانی نسخہ اور ارامی ترجمہ میں اس کو یوں لکھا گیا ہے :-

"ان کو معیوب قرار دیا گیا ہے وہ اس کے فرزند نہیں ہیں، وہ یاوا ن کی بُری نسل ہیں"[2]

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ یہ عبارت ہی اصل تورات کی عبارت ہے اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کا مترجم ان سب کے برعکس اور کرتب دکھا رہا ہے، ملاحظہ ہو:-

"اخطوا الیہ وھو بریٔ من ابناء القبائح ایہا الجیل الاعوج المتلوی"

اللہ اکبر! ان لوگوں کو ذرہ برابر بھی تو خدا کا خوف نہیں آیا، جس کا جی چاہتا ہے اپنی طرف سے ایک مضمون گھڑ لیتا ہے اور اس کو اللہ کا کلام قرار دے دیتا ہے۔

سولہواں[16] اختلاف

موسیٰ کے بیٹے ایک یا دو | کتاب خروج باب ۲ آیت ۲۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں یہ آیت یوں ہے "انھوں نے آپ کو خراب کیا اور ان کا داغ وہ داغ نہیں ہے جو اس کے لڑکوں پر ہوتا ہے وے کج رو اور ٹیڑھے قرن ہیں" منہ

[2] قدیم نسخوں میں یہ عبارت اس طرح ہے وے خراب کئے گئے ہیں وے اس کے نہیں ہیں وہ بیٹے غلطی یاوان کی ہیں" منہ

کے مطابق یوں ہے کہ :-

"اور اس کے ایک بیٹا ہُوا اور موسیٰ نے اس کا نام جیرسوم[1] یہ کہہ کر رکھا کہ میں اجنبی ملک میں مسافر ہوں[2]"

اور یونانی، لاطینی ترجمہ اور بعض دوسرے قدیم ترجموں میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد مندرجہ ذیل عبارت کا بھی اضافہ موجود ہے :-

"اور اس کے ایک دوسرا بیٹا ہُوا اور موسیٰ نے اس کا نام الیعزر یہ کہہ کر رکھا کہ میرے باپ کا خدا میرا حامی و ناصر ہُوا ہے۔ اسی نے مجھے فرعون کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا ہے[3]"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں بھی بعینہٖ[4] یہ عبارت ان الفاظ میں موجود ہے :-

فولدت له ابنا ودعا اسمه جرشون قائلاً انما انا كنت ملتجا فی

---

[1] جیرسوم کے معنی عبرانی زبان میں "پردیسی" کے ہیں۔

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے "وہ بیٹا جنی اوس نے اوس کا نام جیرشوم رکھا کیونکہ اوس نے کہا کہ میں اجنبی ملک میں مسافر ہوں" ۱۲ منہ

[3] بعض قدیم ترجموں میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے "اور اوس نے ایک دوسرا جنا جس کا نام الیعاذر رکھا۔ کیونکہ اوس نے کہا کہ میرے باپ کا خدا میرا مددگار ہے اور اوس نے مجھے فرعون کی تلوار سے بچایا ہے" ۱۲ منہ

[4] البتہ یونانی و لاطینی ترجمہ میں ایسا لفظ مذکور ہے جس کا ترجمہ "فرعون کی تلوار" ہوتا ہے اور عربی ترجمہ میں "من ید فرعون" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مآل دونوں محاوروں کا ایک ہی نکلتا ہے۔ اسی مناسبت سے یونانی ترجمہ کو ہم نے "فرعون کے ہاتھوں قتل" سے تعبیر کر دیا۔ ۱۲ مجیب

کتاب خروج کی آیت یہ ہے "اور دوسرے کا نام یہ کہہ کر الیعزر رکھا تھا کہ میرے باپ کا خدا میرا مددگار ہُوا اور اس نے مجھے فرعون کی تلوار سے بچایا" (بائبل مطبوعہ ۱۹۵۹ء صفحہ) ۹۰

امرأته عزيبة وولدت ايضا غلاما ثانيا ودعا اسمه العازر فقال من

اجل ان الٰه ابي اعانني وخلصني من يد فرعون "

خلاصہ یہ کہ عبرانی نسخہ میں تحریف کرکے یہ جملہ نکال دیا گیا ہے۔ اس کی تائید کتاب خروج باب ۱۸ کی آیت ۴ سے واضح طور پر ہو جاتی ہے۔

سترھواں اختلاف

کتاب خروج باب ۱۱ کی آیت ۳ کے بعد سامری نسخہ میں مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ موجود ہے :-

"اور موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ خداوند کا فرمان ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا ہے اور بیٹا بھی پہلوٹھی کا اور تو میرے بیٹے کو جانے کی اجازت دیدے تاکہ وہ آزادی سے میری عبادت کر سکے۔ لیکن تو اس کے جانے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ یاد رکھو میں تیرے پہلوٹھی کے بیٹے کو ہلاک کر دوں گا"[1]

غالب گمان یہی ہے کہ عبرانی نسخہ میں تحریف ہو کر یہ پوری عبارت حذف ہو گئی ہے۔

اٹھارہواں اختلاف

کتاب گنتی باب ۱۰ کی آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

---

[1] قدیم نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے " اور موسیٰ نے فرعون کو کہا کہ خداوند یوں کہتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے سو میں تجھے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے لیکن تو اسے جانے نہیں دیتا تو دیکھ میں تیرے پہلوٹھے بیٹے کو مار ڈالوں گا" منہ

"جب تم دوبارہ سانس باندھ کر زور سے پھونکو تو ان لشکروں کا جو جنوب کی طرف ہیں کوچ ہو، سو کوچ کے لئے سانس باندھ کر زور سے نرسنگا پھونکا کریں[1]"

اور یونانی ترجمہ میں اس کے بعد یہ عبارت زائد موجود ہے کہ :-

"اور جب تیسرا سانس پھونکو مغرب کی طرف کے لشکروں کا کوچ ہو اور جب چوتھا سانس پھونکو تو ان لشکروں کا جو شمال کی جانب ہیں کوچ ہو[2]"

غالب یہی ہے کہ عبرانی نسخہ سے یہ عبارت بھی حذف کر دی گئی ہے۔

۱۹ اُنیسواں اختلاف

کتاب گنتی باب ۲۴ آیت ۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

"اُس کے چرسوں سے پانی بہے گا اور سیراب کھیتوں میں اُس کا بیج پڑے گا اُس کا بادشاہ اجاج سے بڑھ کر ہوگا اور اس کی سلطنت کو عروج حاصل ہوگا[3]"

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء بھی تقریباً یہی ہے اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء کی عبارت اس طرح ہے :-

"آب از دلو ہائے اُو جاری میشود و تخم در آب فراوان خواہد بود و بادشاہ وے

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "جب تم دوبارہ چھوٹی بڑی آواز سے پھونکو تو جنوبی خیموں کا کوچ ہووے سو وے اونکے کوچ کے لئے ہر پھونکنے میں چھوٹی بڑی آواز سے پھونکیں" منہ

[2] قدیم نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے "اور جب تم تیسری بار پھونکو تو مغربی خیموں کا کوچ ہووے اور جب تم چوتھی آواز پھونکو تو خیموں شمالی کا کوچ ہووے" منہ

[3] ترجمہ اردو ۱۸۴۲ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ یہ ہیں: "اور وہ اپنے ڈولوں سے پانی بہاویگا اور اس کا تخم بہت پانیوں میں ہوویگا اسکا بادشاہ اجاج سے فائق ہوگا اور اوسکی بادشاہی بلند ہوگی" منہ

از اجاج رفیع الشان خواہد بود و سلطنتش متعالی "۔

لیکن یہی آیت یونانی ترجمہ میں یوں ہے کہ :-

"اور اس میں سے ایک آدمی پیدا ہوگا جو قوموں پر حکومت کرے گا اور اس کی سلطنت اجاج کی سلطنت سے بڑھ کر ہوگی اور اس کی سلطنت کو عروج حاصل[1] ہوگا "۔

یونانی ترجمہ میں اس مقام پر تحریف ہوئی ہے اور اس کے دو وجوہ ہو سکتے ہیں - یعنی یہ کہ مترجم عیسیٰ علیہ السلام کی حقانیت ثابت کرنا چاہتا ہے اور یا یہودیوں اور سامریوں کے مذہب عیسوی سے بغض و عناد کے پیش نظر اس نے ایسا کیا ہے۔

بیسواں[۲۰] اختلاف

پھوپھی یا چچا زاد بہن

کتاب خروج باب ۶ آیت ۲۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

"اور عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوکبد سے بیاہ کیا، اس عورت کے اس سے ہارون اور موسیٰ پیدا ہوئے اور عمرام کی عمر ایک سو سینتیس[۱۳۷] برس کی ہوئی "۔

مگر یہ جملہ " اس عورت کے اس سے ہارون اور موسیٰ ہوئے " توریت کے سامری نسخہ

---

[1] قدیم نسخوں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے " اور ان کے درمیان سے ایک آدمی پیدا ہوگا اور وہ حکم کریگا بہت قوموں پر اور ایک سلطنت بہت بڑی سلطنت اگاغ سے قائم ہوگی اور اسکی سلطنت بڑھے گی "۔ منہ

[2] اردو تراجم مطبوعہ ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ کے ساتھ ہے " عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوخابذ سے بیاہ کیا وہ اس سے دو بیٹے جنی ایک ہارون اور دوسرا موسیٰ - عمرام نے ایک سو سینتیس برس کی عمر پائی "۔ منہ

اور یونانی ترجمہ میں اس طرح ہے کہ "اور اس عورت کے اس سے ہارون، موسیٰ اور اُن کی بہن مریم[1] ہوئے" ملاحظہ ہو کہ دونوں جملوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یا تو عبرانی نسخہ میں تحریف کر کے لفظ کم کر دیئے گئے ہیں یا سامری نسخہ اور یونانی ترجمہ میں زیادتی لفظ کی صورت میں تحریف کی گئی ہے۔

یہاں ایک دوسرا بڑا اختلاف ہے، وہ یوں کہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں عبارت یوں ہے کہ "و عمرآن یوکبد عمہ خود را بنکاح در آورد" الخ۔ اور طبع ۱۸۴۵ء میں اس طرح ہے کہ "و عمرآم یوکبد عمہ خود را بجہت خود بزنی گرفت۔" الخ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یہ ہے کہ "فاتخذ عمرام یوکبد یوخابذ عمتہ زوجۃ لہ . . . " الخ اور یہی تصریح انگریزی ترجموں میں موجود ہے۔ گویا کہ اُردو، فارسی، عربی اور انگریزی تراجم بالاتفاق اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یوکبد عمرآن کی پھوپھی تھی[2]

لیکن عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۶۷۱ء اور ۱۸۳۱ء میں اسی آیت کے الفاظ یوں ہے کہ:-

"فتزوج عمران یوخابذ ابنۃ عمہ . . . " الخ

یعنی پھر عمرآن نے اپنے چچا کی بیٹی یوکبد سے شادی کی"

ملاحظہ فرمائیے کہاں پھوپھی اور کہاں چچا زاد بہن، ان دونوں ترجموں میں سے ایک یقیناً جھوٹا ہے۔ اب خدا معلوم جھوٹا کون ہے۔

---

[1] قدیم نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے "وہ اس سے ہارون اور موسیٰ اور مریم اونکی بہن کو جنی" منہ

[2] یہ خیال رہے کہ توریت کی رُو سے پھوپھی سے نکاح کرنا حرام ہے جیسا کہ کتاب احبار کے باب ۱۸ آیت ۱۲ اور باب ۲۰ آیت ۱۹ میں اس کی تصریح ان الفاظ میں پائی جاتی ہے کہ "تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا" (احبار ۱۸: ۱۲) اور "تو اپنی خالہ یا پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا" (احبار ۲۰: ۱۹) ۔ تقی

اکیسواں[۲۱] اختلاف

کتاب پیدائش باب ۲۹ آیت ۳ ۔ اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخے کے مطابق یوں ہے :۔

"اور جب ریوڑ وہاں اکٹھے ہوتے تھے تب وہ اس پتھر کو کنوئیں کے منہ پر سے ڈھلکاتے اور بھیڑوں کو پانی پلا کر اس پتھر کو پھر اسی جگہ کنوئیں کے منہ پر رکھ دیتے تھے"[۱]

اور آیت ۸ اس طرح ہے :۔

"انھوں نے کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے جب تک کہ سب ریوڑ جمع نہ ہو جائیں، تب ہم اُس پتھر کو کنوئیں کے منہ سے ڈھلکاتے ہیں اور بھیڑ بکریوں کو پانی پلاتے ہیں"[۲]

لیکن سامری اور یونانی نسخوں اور پولی گلاٹ والٹن کے عربی ترجمہ میں مذکورہ دونوں آیتوں میں "ریوڑ" کے بجائے "چرواہے" کا لفظ لکھا ہوا ہے اور یہی ہونا بھی چاہیئے، کیونکہ کنوئیں کے منہ پر سے پتھر کو ڈھلکا کر بھیڑ بکریوں کو پانی پلانا چرواہوں کا کام ہے نا کہ ریوڑ کا، چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد ا میں ڈاکٹر کنی کاٹ اور ہیوبی گنیٹ

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے "اور جب گلّے وہاں جمع ہوتے تب وے اوس پتھر کو کوئے کے منہ پر سے ڈھلکاتے تھے اور بھیڑوں کو پانی پلا کے پتھر کو اوسی جگہ پر رکھ دیتے تھے" منہ

[۲] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں "وہ بولے ہم یوں نہیں کر سکتے جب تک سارے گلّے جمع نہ ہوویں تب وے پتھر کو کوئے کے منہ پر سے ڈھلکاتے ہیں اور بھیڑوں کو پانی پلاتے ہیں" منہ

کے قول کی تائید کرتے ہوئے کہتا ہے :-

"عبرانی نسخہ میں کاتب کی غلطی سے بجائے لفظ "چرواہے" کے ریوڑ لکھا گیا ہے "

۲۲
بائیسواں اختلاف

خدا کا حکم یا موسیٰ کا حکم کتاب احبار باب ۹ آیت ۲۱ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یوں ہے کہ :-

"اما الصدور والسیقان الیمنی فرفعها هارون تقدمة امام الرب کما امر موسیٰ "

یعنی ہارون نے دو سینے اور دو داہنے ران الگ کئے اور موسیٰ کے حکم کے مطابق خداوند کے حضور پیش کیا اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء کی عبارت یوں ہے :-

"و ہارون سینہ ہا و دوش راست را برائے قربانی جنبانیدنی در حضور خداوند جنبانید چنانکہ موسیٰ امر فرمودہ بود "

اور تقریباً یہی عبارت انگریزی تراجم اور بیشتر عبرانی و لاطینی نسخوں میں موجود ہے لیکن یونانی اور سامری نسخوں میں "موسیٰ کے حکم کے مطابق" جملہ کے بجائے " جیسا کہ خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا " کا جملہ لکھا ہوا ہے اور اسی کو اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۱ء اور ۱۸۴۱ء میں ترجیح دے کر عبارت یوں لکھی ہے کہ :-

" اور سینہ اور داہنی ران کو جیسا کہ خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا، ہارون نے ہلانے کی قربانی کے طور پر خدا کے حضور ہلایا[1] "

---

[1] لیکن اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس عبارت کو پھر بدل دیا گیا ہے کہ " اور سینہ اور داہنی ران کو ہارون نے موسیٰ کے حکم کے مطابق..... الخ " صرف اردو تراجم ہی کا یہ اختلاف ملاحظہ ہو۔ ۱۲ تقی

اور ان سب کے برعکس فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں لطف کی بات یہ ہے کہ سرے سے ان جملوں کو ہی حذف کر دیا گیا ہے اور اس عبارت کو یوں بنا دیا ہے:

«اما بازوی سینہ با دوش راست را برائے قربانی جنبانیدنی بحضور خداوند جنبانید»

تئیسواں اختلاف

مشہور محقق عالم آدم کلارک نے توریت کے سامری اور عبرانی نسخوں میں مشہور مقامات پر موجود اختلافات کی مندرجہ ذیل چھ قسمیں لکھی ہیں:-

پہلی قسم، عبرانی اور سامری نسخوں میں واقعات کا اختلاف

جن مقامات میں سامری نسخہ میں عبرانی نسخہ سے زیادہ عبارت موجود ہے وہ حسب ذیل گیارہ مقامات ہیں:-

نو مقامات کتاب پیدائش میں اس تفصیل کے ساتھ کہ:

باب ۲ آیت ۴، باب ۷ آیت ۲، باب ۱۹ آیت ۱۹، باب ۲۰ آیت ۲، باب ۲۲ آیت ۱۶، باب ۲۳ آیت ۱۴، باب ۴۴ آیت ۱۰، ۱۱ - باب ۵۰ آیت ۲۶ -

اور دو مقامات پر کتاب خروج کے باب ۱ آیت ۲ اور باب ۴ آیت ۲۰ میں۔

دوسری قسم، قرینہ اور سیاق سامری نسخہ ہی کے الفاظ کا مقتضی ہے

اس دوسری قسم کا اختلاف سات مقامات میں ہے۔ مندرجہ ذیل چھ مقامات کتاب پیدائش کے ہیں:-

باب ۳۱ آیت ۴۹، باب ۳۵ آیت ۲۶، باب ۳۴ آیت ۱۷، باب ۴۱ آیت ۳۲ اور ۳۳، باب ۴۷ آیت ۳ - اور ایک مقام پر کتاب استثناء باب ۳۲ آیت ۵ میں ہے۔

تیسری قسم ، سامری نسخہ میں کچھ زیادتی ہے یہ اختلاف مندرجہ ذیل تیرہ^۱۳^ مقامات میں ہے :۔

کتاب پیدائش کے باب ۲۹ آیت ۱۵ ، باب ۳۰ آیت ۳۶ ، باب ۴۱ آیت ۱۶ کتاب خروج کے باب ۷ آیت ۱۸ ، باب ۸ آیت ۲۳ ، باب ۹ آیت ۵ ، باب ۲۱ آیت ۲۰ ، باب ۲۲ آیت ۵ ، باب ۲۳ آیت ۱۰ ، باب ۳۲ آیت ۹۔ کتاب القضاۃ کے باب ۱ آیت ۱ ، باب ۱۷ آیت ۴ اور کتاب استثناء کے باب ۲۵ آیت ۲۱ میں ۔

چوتھی قسم ، نسخۂ سامری میں تحریف نسخہ سامری میں مندرجہ ذیل سترہ^۱۷^ مقامات میں تحریف کر کے تبدیلی کر دی گئی ہے اور یہ تغیر و تبدل کرنے والا اثرتا نامی ایک محقق ہے ۔

کتاب پیدائش میں باب ۲ آیت ۲ ، باب ۴ آیت ۱۰ ، باب ۹ آیت ۵ ، باب ۱۰ آیت ۱۹ ، باب ۱۱ آیت ۲۱ ، باب ۱۸ آیت ۳ ، باب ۱۹ آیت ۱۲ ، باب ۲۴ آیت ۳۸ ، ۵۵ ، باب ۳۵ آیت ۷ ، باب ۳۶ آیت ۶ ، باب ۴۱ آیت ۵۰ ۔ کتاب خروج باب ۱ آیت ۵ ، باب ۱۳ آیت ۶ ، باب ۱۵ آیت ۵ ۔ اور کتاب گنتی باب ۲۲ آیت ۳۲ ۔

پانچویں قسم ، اس قسم کا اختلاف دس^۱۰^ مقامات میں ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں :۔

کتاب پیدائش کے باب ۵ آیت ۸ ، باب ۱۱ آیت ۳۱ ، باب ۱۹ آیت ۱۹ ، باب ۲۰ آیت ۱۳ ، باب ۳۹ آیت ۴ ، باب ۴۳ آیت ۲۵ ۔ کتاب خروج کے باب ۱۲ آیت ۴ ، باب ۴۰ آیت ۱۷ ، ۲ اور کتاب گنتی کے باب ۴ آیت ۱۴ اور کتاب استثناء کے باب ۲۰ آیت ۱۶ میں ۔

چھٹی قسم، سامری نسخہ میں نقص اور کمی ہے

اس قسم کا اختلاف جس میں سامری نسخہ میں عبرانی نسخہ کے مقابلہ میں بعض نقائص اور کمی پائی جاتی ہے، کتاب پیدائش باب ۲۰ آیت ۱۲ اور باب ۲۵ آیت ۱۴ میں ہیں۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں کہتا ہے کہ :-

"مشہور محقق کلادکت نے توریت کے سامری اور عبرانی نسخوں میں تقابل کرکے سخت محنت و مشقت کے بعد ان مقامات کی نشان دہی کی ہے اور ان اختلافی مقامات میں عبرانی کی نسبت سامری نسخہ زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔"

مندرجہ بالا اختلافی مقامات کے علاوہ بھی توریت کے ان تینوں نسخوں میں کئی ایک مقام پر اختلاف موجود ہے۔ مثال کے طور پر کتاب خروج باب ۳۲ آیت ۳۲ اور باب ۳۰ آیت ۸ میں عبرانی اور یونانی نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

فصل چہارم

پہلی روایت

یعقوب کی مصر سے واپسی کتاب پیدائش باب ۴۶ آیت ۴ مطبوعہ ۱۸۵۹ء میں حضرت یعقوب علیہ السلام سے خدا کا وعدہ ان الفاظ میں مذکور ہے:-

"میں تیرے ساتھ مصر کو جاؤں گا اور پھر تجھے ضرور لوٹا بھی لاؤں گا اور یوسف اپنا ہاتھ تیری آنکھوں پر لگائے گا۔"[1]

اور تقریباً یہی عبارت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۲ء میں ہے اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یہ ہے۔

"من با تو روانہ مصر خواہم شد و من نیز ترا باز خواہم آورد" الخ

اور پروٹسٹنٹ علماء کے انگریزی تراجم مطبوعہ ۱۸۱۹ء و ۱۸۳۰ء و ۱۸۳۵ء و ۱۸۳۶ء اور رومن کیتھولک کا انگریزی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۰ء سب میں تقریباً یہی عبارت و مضمون مذکور ہے۔ مذکورہ بالا روایت کی رُو سے خدا کا یعقوبؑ سے یہ وعدہ تھا کہ مصر سے لوٹا بھی لاؤں گا۔ لیکن واقعات نے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا۔ کیونکہ یعقوبؑ کو واپس لوٹنا نصیب نہ ہوا اور انہوں نے مصر ہی میں وفات پائی جس کی تصریح کتاب پیدائش ہی کے باب ۴۹ میں موجود ہے۔

---

[1] الفاظ یہ ہیں "میں تیرے ساتھ مصر کو جاؤں گا میں تجھے مقرر پھر لے آؤں گا اور یوسف اپنا ہاتھ تیری آنکھوں پر رکھے گا۔" منہ

دُوسری روایت

مدیانیوں کی نسل کشی | کتاب گنتی باب ۳۱ آیت ۷ تا ۱۱ اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

"اور جیسا کہ خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اس کے مطابق انھوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کیا اور انھوں نے اُن مقتولوں کے سوا اخوی اور راقم اور صور اور حور اور ربع کو بھی جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور بعور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا اور ان کے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال واسباب سب کچھ لوٹ لیا اور ان کی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو جن میں وہ بستے تھے اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا اور انھوں نے سارا مال غنیمت اور سب اسیر کیا انسان اور کیا حیوان ساتھ لئے[1]۔"

پھر موسیٰ علیہ السلام کا اسیر کے بارے میں فیصلہ اسی باب کی آیت ۱۷ و ۱۸ میں یوں ہے کہ :-

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق ان آیات کے الفاظ اس طرح ہیں "انھوں نے مدیانیوں سے لڑائی کی جیسا یہوواہ نے موسیٰ کو فرمایا تھا اور سارے مردوں کو قتل کیا اور انھوں نے ان مقتولوں کے سوا اَوِی اور رقم اور صور اور حور اور رابع کو جو مدیانیوں کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور بعور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی رنڈیوں اور بچوں کو اسیر کیا اور اون کے مواشی اور چارپائے اور مال اور اسباب سب کچھ لوٹ لیا اور اونکی ساری بستیوں اور گڑھوں اور محلوں کو پھونک دیا اور انھوں نے ساری غنیمت اور سارے اسیر انسان اور حیوان لئے" منہ

"اس لئے ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں ان کو قتل کر ڈالو، لیکن ان لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں اور اچھوتی ہیں اپنے لئے زندہ رکھو" [1]

دیکھئے یہاں دو امور غور طلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض پادری حضرات جو مذہب اسلام کے بعض مسائل پر اعتراض کیا کرتے ہیں مذکورہ بالا احکام کی روشنی میں یہ بتائیں کہ یہ کتنا ظلم عظیم ہے کہ تمام مردوں کو تو قتل کر دیا گیا اور عورتیں اور بچے قیدی بنا لئے گئے اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے ان قیدیوں میں سے بھی بے گناہ معصوم لڑکوں اور ان عورتوں کو جو مردوں سے ہم بستر ہو چکی تھیں قتل کر کے صرف کنواری لڑکیوں کو اپنے تصرف کے لئے زندہ رہنے دیا گیا۔

دوسرے یہ کہ اس عبارت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدیانیوں کی نسل ہی صفحہ ہستی سے مٹ گئی، لیکن کتاب القضاۃ باب ۶ کی آیت ایک اور دو میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ اس حادثے کے تقریباً دو صدی کے بعد ہی مدیانیوں کی طاقت اتنی زبردست ہو گئی تھی کہ سات برس تک بنی اسرائیل پر ان کا غلبہ و تسلط قائم رہا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں مدیانیوں کے چھوٹے بڑے تمام مرد قتل کر دیئے گئے تھے تو ان کو یہ زبردست طاقت کہاں سے حاصل ہو گئی؟

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ آیات یوں ہیں "اور بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو اور ہر ایک رنڈی کو جو مرد کے ساتھ سونا جانتی ہے جان سے مار و لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کے ساتھ سونا نہیں جانتی ہیں اونکو اپنے لئے رہنے دو" منہ

تیسری روایت

بنی اسرائیل کے مقبوضات | کتاب پیدائش باب ۱۵ آیت ۱۸ تا ۲۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

"اسی روز خداوند نے ابرام سے عہد کیا اور فرمایا کہ یہ ملک دریائے مصر سے لے کر اس بڑے دریا یعنی دریائے فرات تک، قینیوں، قنیزیوں اور قدمونیوں اور حتیوں اور فرزیوں اور رفائیم اور اموریوں اور کنعانیوں اور جرجاسیوں اور یبوسیوں سمیت میں نے تیری اولاد کو دیا ہے۔"[1]

یہ وعدہ واقعات کی دنیا میں غلط ثابت ہوا کیونکہ ان تمام علاقوں پر کبھی بھی بنی اسرائیل کا تسلط قائم نہیں ہوا۔

چوتھی روایت

حضرت آدمؑ کو درخت کی ممانعت | کتاب پیدائش باب ۲ آیت ۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

"لیکن نیک و بد کی پہچان کا درخت کبھی نہ کھانا کیونکہ جس روز تو[2] نے اس

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اسی دن یہواہ نے ابرام کے ساتھ عہد کر کے کہا کہ میں نے مصر کی نہر سے لے کر فرات کی بڑی نہر تک یہ سرزمین قینی اور قنزی اور قدمونی اور حتی اور فرزی اور رفائیم اور اموری اور کنعانی اور جرجیسی اور یبوسی لوگوں سمیت تیری اولاد کو دی۔" منہ

[2] بقول توریت یہ خدا کا آدم کو خطاب ہے اور درخت سے مراد شجر ممنوعہ ہے جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۲ آیت ۳ سے معلوم ہوتا ہے۔ تقی

میں سے کھایا تو مرا[۱]"

اور یہی عبارت تقریباً اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء اور ۱۸۴۳ء میں ہے۔ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں ہے کہ "کہ در روزے کہ ازاں بخوری مقرر است کہ بمیری" اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۹۳۱ء میں بھی یہ تصریح موجود ہے کہ جس روز تو اس درخت کا پھل کھائے گا یقیناً مر جائے گا۔ یہ روایت بھی غلط ہے اس لئے کہ آدم علیہ السلام نے اس درخت کو کھایا، حالانکہ وہ کھانے کے دن نہیں مرے، بلکہ اس کے بعد بھی ۹۳۰ سال تک زندہ رہے۔

پانچویں روایت

خُدا کا ابراہیمؑ سے وعدہ | کتاب پیدائش باب ۱۲ آیت ۸ اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں خدا تعالےٰ کا ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ یوں بیان کیا ہے کہ :-

"اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے، ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں اُن کا خدا ہوں[۲]"

یہ بھی صریح غلط ہے۔ اس لئے کہ تمام سرزمین کنعان بنی اسرائیل کو کبھی بھی نہیں ملی، اور نہ ان کو بادشاہت اور دوامی حکومت نصیب ہوئی، بلکہ اس سرزمین میں جس

---

[۱] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے "پر نیک و بد کی شناخت کے درخت سے مت کھانا کیونکہ جس دن تو اوسے کھائے گا تو مر جائے گا۔" منہ

[۲] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "اور میں تجھے اور تیرے بعد تیری اولاد کو یہ زمین جس میں تو پردیسی ہے یعنی کنعان کی ساری زمین دوں گا کہ وہ ابد تک تیری مملوک ہووے اور میں اونکا خدا ہوں گا۔" منہ

قدر بے شمار انقلابات ہوتے رہے وہ شاید ہی کسی ملک میں پیش آئے ہوں گے اور مدت مدید گزری کہ اسرائیلی حکومت اس سرزمین سے قطعی ختم ہو چکی ہے۔

چھٹی روایت

نوحؑ کی کشتی میں جانور کتاب پیدائش باب ۶ آیت ۱۹، ۲۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ:-

"اور جانوروں کی ہر قسم میں سے دو، دو اپنے ساتھ کشتی میں لے لینا کہ وہ تیرے ساتھ جیتے بچیں، وہ نر و مادہ ہوں اور پرندوں کی ہر قسم میں سے اور چرندوں کی ہر قسم میں سے اور رینگنے والوں کی ہر قسم میں سے دو، دو تیرے پاس آئیں تاکہ وہ جیتے بچیں[1]۔"

اور کتاب پیدائش ہی کے باب ۷ آیت ۲، ۳، ۸، ۹ کا اردو ترجمہ یوں ہے کہ:-

"کل پاک جانوروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادہ اور ان میں سے جو پاک نہیں ہیں دو، دو نر اور ان کی مادہ اپنے ساتھ لے لینا اور ہوا کے پرندوں میں سے بھی سات سات نر اور مادہ لینا تاکہ زمین پر ان کی نسل باقی رہے اور پاک جانوروں میں سے اور ان جانوروں میں سے جو پاک نہیں اور پرندوں میں سے اور زمین پر کے ہر رینگنے والے جان دار میں سے دو، دو نر اور مادہ، کشتی میں نوح کے پاس گئے جیسا

---

[1] تراجم اردو مطبوعہ ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۵ء میں یہ آیات یوں ہے "اور سب حیوانوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو جو ایک نر اور ایک مادہ ہو کشتی میں اپنے ساتھ لانا تاکہ وے تیرے ساتھ بچ رہیں اور پرندوں میں سے ہر ایک جنس کے اور چار پایوں میں سے ہر ایک جنس کے اور زمین کے سارے رینگنے والوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو ان سب تیرے پاس آویں تاکہ جیتے بچیں۔" منہ

خدا نے نوح کو حکم دیا تھا"۔[1]

مذکورہ عبارت کے باب ۶ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں اور پرندوں کی ہر قسم میں سے خواہ وہ حلال ہوں یا حرام، ایک ایک جوڑا لے لینے کا حکم دیا گیا اور یہی بات کی آیت ۸، ۹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر باب ۷ کی آیت ۲، ۳ سے اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلال جانوروں اور حلال پرندوں میں سے سات سات جوڑے اور حرام جانوروں اور پرندوں میں سے دو دو جوڑے لینے کا حکم دیا گیا تھا۔

ساتویں روایت

حضرت نوحؑ کی کشتی کب ٹھہری؟

کتاب پیدائش باب ۸ آیت ۴، ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے:-

"اور ساتویں مہینے کی سترھویں تاریخ کو کشتی اراراط کے پہاڑوں[2] پر ٹِک گئی اور پانی دسویں مہینے تک برابر گھٹتا رہا اور دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آئیں"۔[3]

---

[1] تراجم اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۵ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں "تو سارے بہیموں میں سے جو پاک ہیں سات سات نر اور اونکی مادینے اور ان بہیموں سے جو پاک نہیں دو دو نر اور اونکے مادینے اپنے ساتھ لے اور آسمانی پرندوں سے سات سات نر اور مادہ تاکہ تمام روئے زمین پر نسل اونکی باقی رہے ... اور اون بہیموں سے جو پاک ہیں اور اونمیں سے جو ناپاک ہیں اور پرندوں میں سے اور زمین کے سب کیڑے مکوڑوں میں سے دو دو نر مادہ نوح کے ساتھ کشتی میں جیسا خدا نے نوح کو فرمایا تھا داخل ہوئے"۔ منہ

[2] مصنف نے ۱۸۲۲ء کے مطبوعہ نسخہ تورات سے "قردا کے پہاڑوں" اور اظہار الحق میں عربی ترجمہ سے "ارمینیا کے پہاڑوں ... الخ" نقل کیا ہے۔ لیکن موجودہ اردو اور انگریزی ترجموں میں "اراراط کے پہاڑوں" کے الفاظ ہیں۔ ۱۲ نجیب

[3] قدیم نسخوں میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں "اور ساتویں مہینے کے سترھویں دن کشتی قردا کے پہاڑوں پر ٹھہری اور پانی دسویں مہینے تک گھٹتے چلے جاتے تھے اور دسویں مہینے کے پہلے پہاڑوں کی چوٹیاں دکھائی دیں"۔ منہ

ان دونوں آیتوں میں کیسا سنگین اختلاف پایا جارہا ہے کیونکہ جب پہاڑوں کی چوٹیاں دسویں مہینہ میں نظر آنا شروع ہوئیں تو پھر ساتویں مہینہ میں ارارآط کے پہاڑوں پر کشتی کا ٹھہر جانا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

آٹھویں روایت

ابراہیمؑ کی عمر

اور کتاب پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۶، ۳۲، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"اور تارح ستر برس کا تھا جب اس سے ابرام اور نحور اور حاران پیدا ہوئے۔[1]"

"اور تارح کی عمر دو سو پانچ برس کی ہوئی اور اس نے حاران میں وفات پائی۔[2]"

اور کتاب پیدائش کے باب ۱۲ آیت ۴ میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

"سو ابرام خداوند کے کہنے کے مطابق چل پڑا اور لوط اس کے ساتھ گیا اور ابرام پچھتر برس کا تھا جب وہ حاران سے روانہ ہوا۔[3]"

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ابراہیمؑ کی پیدائش کے وقت تارح کی عمر ستر برس کی تھی اور دو سو پانچ سال کی عمر میں اس نے حاران میں وفات پائی تو اس صورت میں ہجرت کے وقت ابراہیمؑ کی عمر پچھتر ۷۵ سال کے بجائے ایک سو تینتیس ۱۳۵ سال ہوتی ہے۔

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ [illegible] میں اس آیت ۲۶ کے الفاظ یہ ہیں "تارح سے ستر برس کی عمر میں ابرام اور ناحور اور حاران پیدا ہوئے" منہ

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ [illegible] میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اور تارح دو سے پانچ برس کا ہو کے حران میں مرا" منہ

[3] ترجمہ اردو [illegible] کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "سو ابرام جیسا کہ خدا نے فرمایا تھا چلا لوط بھی اس کے ساتھ گیا اور ابرام جب حران سے نکلا تب پچھتر برس کا تھا" منہ

نویں روایت

مصریوں کے سب مویشی مر گئے | کتاب خروج باب ۹ آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور خداوند نے دوسرے دن ایسا ہی کیا اور مصریوں کے سب چوپائے مر گئے لیکن بنی اسرائیل کے چوپایوں میں سے ایک بھی نہ مرا۔"[1]

اور اسی باب کی آیت ۲۰ میں یوں بیان ہے کہ :-

"سو فرعون کے خادموں میں جو جو خداوند کے کلام سے ڈرتا تھا وہ اپنے نوکروں اور چوپایوں کو گھر میں بھگا لے آیا۔"[2]

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء بھی تقریباً اسی طرح ہے اور ۱۸۲۲ء کے مطبوعہ میں صرف اتنا فرق ہے کہ "خداوند" کی جگہ "یہواہ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ "اور مصریوں کے سب چوپائے مر گئے" یہ جملہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں "و ہمہ مواشی اہل مصر ہلاک شدند" اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں "فمات کل بہائم المصریین" مذکور ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جب یہ تصریح ہو چکی کہ مصریوں کے سب مویشی مر گئے تو پھر فرعون کے نوکروں کے پاس مویشی کہاں سے آ گئے ؟

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اور یہواہ نے دوسرے دن ایسا ہی کیا اور مصریوں کے سب مویشی مر گئے لیکن بنی اسرائیل کے مواشی سے ایک بھی نہ مرا۔" منہ

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت یوں ہے "فرعون کے نوکروں میں ہر ایک نے جو یہواہ کے کلام سے ڈرتا تھا اپنے نوکروں اور اپنے مواشی کو گھروں میں سے بھگایا۔" منہ

دسویں روایت

تیس سال یا پچیس سال کتاب گنتی باب ۴ آیت ۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"تیس برس سے لے کر پچاس برس کی عمر تک کے جتنے خیمۂ اجتماع میں کام کرنے کے لئے سقدتیں کی خدمت میں شامل ہیں ان سبھوں کو گنو[1]۔"

اور کتاب گنتی ہی کے باب ۸ آیت ۲۴ میں اس طرح ہے کہ :-

"لاویوں کے متعلق جو بات ہے وہ یہ ہے کہ پچیس برس سے لے کر اس سے اوپر اوپر کی عمر میں وہ خیمۂ اجتماع کی خدمت کے کام کے لئے اندر حاضر ہوا کریں[2]۔"

یہاں پر پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت کرنے والا تیس سے سے کم اور پچاس سال سے زائد عمر کا نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر دوسری آیت یہ بتا رہی ہے کہ پچیس سال سے کم نہ ہو اس سے زیادہ خواہ جتنی عمر بھی ہو کوئی مضائقہ نہیں۔

گیارہویں روایت

کتاب خروج باب ۱۲ کی آیت ۴۰ کتاب پیدائش باب ۱۵ آیت ۱۳ کے خلاف ہے اور اس کا غلط ہونا مقصد اول کی تیسری فصل کے پانچویں اختلاف کے ضمن

---

[1] ترجمہ اردو ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "تیس برس والے سے لے کے اوس تک جو پچاس برس کا ہے اور خادموں میں داخل ہوا ہو تاکہ وہ جماعت کے خیمہ میں خدمت کرے۔" منہ

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "مذکورہ لیوا نیوں کا یہ معمول رہے کہ وے پچیس برس والے سے اوپر تک جماعت کے خیمے میں داخل ہوں تاکہ خدمت گزاری کریں۔" منہ

میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اور کتاب اعمال باب ۷، کی آیت ۶ کتاب پیدائش کے بیان کے موافق اور کتاب خروج کے مضمون کی مخالفت ہے اور اسی طرح گلتیوں کے رسالہ کے باب ۳ کی آیت ۱۷، کتاب پیدائش کے مضمون کی مخالف اور کتاب خروج کے بیان کی مؤید ہے۔ غرضیکہ ان دونوں میں بھی اختلاف ہے۔

بارہویں روایت

اولادِ یعقوبؑ کی تعداد کتاب پیدائش باب ۴۶ آیت ۲۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"... سو یعقوب کے گھرانے کے جو لوگ مصر میں آئے وہ سب مل کر ستر ہوئے[1]"

اردو ترجمہ مطبوعہ (۱۸۲۲ء و) ۱۸۴۲ء میں بھی تقریباً اسی طرح ہے اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کی عبارت یوں ہے "ہمگی اہل بیت یعقوب کہ بمصر آمدند ہفتاد کس بودند" اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء کی عبارت اس طرح ہے کہ "پس تمامی نفوس خاندان یعقوب کہ بمصر آمدند بودند ہفتاد نفر بودند" اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یہ ہے :-

"فجمیع نفوس آل یعقوب التی دخلت الی مصر فکانت سبعین نفسا"

اور انگریزی تراجم میں بھی تقریباً یوں ہی بیان کیا ہے۔

ڈائلی اور رچرڈمنٹ کی تفسیر میں ان ستر افراد کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ :-

"لیاہ کی اولاد میں سے = ۳۲ افراد
زلفا کی اولاد میں سے = ۱۶ افراد
راخیل کی اولاد میں سے = ۱۱ افراد
بلہاہ کی اولاد میں سے = ۷ افراد
پھر یعقوب یوسف اور یوسف کے دو بیٹے = ۴ افراد

اور یہاں تک کل ۶۶ کی تعداد ہی کی تعداد ملکر کل تعداد ستر ہو گئی۔ جیسا کہ اسکاٹ پاٹوس نے تصریح کی ہے۔

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت یوں ہے "وے سب جو یعقوب کے گھرانے کے تھے اور مصر میں آئے ستر جنے تھے" منہ

اس کے برعکس توراۃ کے یونانی نسخہ اور عبرانی نسخہ کی کتاب اعمال باب۷ آیت ۱۴ میں یہ تعداد پچھتر[1] بتائی گئی ہے۔ لہٰذا یا تو عبرانی نسخہ کے اس مقام پر تحریف کی گئی ہے اور وہ غلط ہو گیا یا پھر یونانی ترجمہ اور انجیل کو محرّف اور غلط قرار دینا پڑے گا، بیک وقت دونوں صحیح نہیں ہو سکتے۔

تیرہویں روایت

تئیس ہزار یا چوبیس ہزار

کتاب گنتی باب ۲۵ آیت ۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء ۱۸۴۴ء اور ۱۹۵۹ء میں تقریباً ایک سے الفاظ میں یوں ہے کہ:

"اور جتنے اس وبا سے مرے ان کا شمار چوبیس ہزار تھا۔"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یوں ہے کہ "اما کسانیکہ ازیں قہر الٰہی مردند بست و چہار ہزار نفر بودند۔" اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کے الفاظ یہ ہیں "وکان من مات اربعة وعشرین الفا من البشر۔" اور انگریزی تراجم میں بھی تقریباً یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ لیکن کرنتھیوں کے نام پہلے خط مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے باب ۱۰ آیت ۸ میں اس طرح کہا گیا ہے کہ:

"اور ہم حرامکاری نہ کریں جس طرح ان میں سے بعض نے کی[2] اور ایک ہی دن میں تئیس ہزار مارے گئے۔"

---

[1] "پھر یوسف نے اپنے باپ یعقوب اور سارے کنبے کو جو پچھتر جانیں تھیں بلا بھیجا۔" (اعمال ۷:۱۴)

[2] بائبل کے مفسرین متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ اس سے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو گنتی ۲۵: ۹ میں مذکور ہے اور جس میں کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل شطیم میں رہنے کے دوران موآبی عورتوں سے زنا کرنے لگے جس سے ان کے چوبیس ہزار افراد کو ہلاک کر دیا گیا۔ ۱۲ تقی

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۳ء میں تقریباً یہی عبارت ہے۔ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس یہ ہیں کہ "وساقط گشتند در یک روز بست و سہ ہزار نفر" اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں اس طرح ہے کہ "فهلك منهم يوم واحد ثلاثة وعشرون الفا"

ان دونوں مقامات کی مذکورہ تعداد میں ایک ہزار افراد کا تفاوت ہے ان میں سے ایک یقینی طور پر غلط ہے۔

۱۴ چودھویں روایت

کتاب استثناء باب ۳۲ آیت ۴۳ [1]، رومیوں کے نام خط کے باب ۱۵ آیت ۱۰ [2] میں مذکور مضمون سے مختلف ہے۔ اس مقام پر ہورن نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں عبرانی نسخہ کی عبارت میں زیادتی کو الحاقی قرار دیا ہے۔

---

[1] آیت اس طرح ہے کہ "اے قومو! اس کے لوگوں کے ساتھ خوشی مناؤ۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں کے خون کا انتقام لے گا اور اپنے مخالفوں کو بدلہ دے گا" (۳۲: ۴۳)

[2] آیت کے صرف یہ الفاظ ہیں کہ "اور پھر وہ فرماتا ہے کہ اے غیر قومو! اس کی امت کے ساتھ خوشی کرو" (۱۵: ۱۰)

مقصدِ دوم

توراۃ کے سوا عہدِ عتیق

کی

دوسری کتابیں

فصل اوّل

گمشدہ کتابیں

گزشتہ صفحات میں جن کتابوں کی کچھ تفصیل پیش کی گئی ہے ان کے علاوہ بھی بہت سی ایسی کتابیں تھیں جو انہی مذکورہ انبیاء کی طرف منسوب ہیں اور ان کو الہامی قرار دیا گیا ہے لیکن اہل کتاب نے ان کتابوں کو گم کردیا اور اب ان کا وجود بھی نہیں پایا جاتا اور جمہور بھی ان کو واجب التسلیم اور الہامی ماننے سے ہی انکار کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کتابوں کی تفصیل پیش کی جاتی ہے :-

(۱) جنگ نامہ اس کتاب کا حوالہ کتاب گنتی باب ۲۱ آیت ۱۴[1] میں دیا گیا ہے اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں مذکورہ آیت کے ذیل میں یوں بیان کیا گیا ہے :-

"غالباً یہ وہی کتاب ہے جو یوشع علیہ السلام کی راہنمائی کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے لکھی تھی اور اس میں موآب کے علاقے[2] کی سرحدوں کا بیان ہے"

(۲) کتاب الیسیر / آشر اس کتاب کا حوالہ کتاب یشوع / یوشع باب ۱۰

---

[1] آیت یہ ہے "اسی سبب سے خداوند کے جنگ نامہ میں یوں لکھا ہے :۔ واہیب جو سوفہ میں ہے اور ارنون کے نالے"۔ (کتاب گنتی ۲۱:۱۴)

[2] یہ سرزمین بحر میت (Dead Sea) کے مشرق میں واقع تھی۔ تقی

آیت ۱۳[1] اور کتاب ۲ سموئیل باب ۱ آیت ۱۸[2] میں موجود ہے۔

(۳) کتاب یاہو بن حنانی	اس کتاب کا حوالہ کتاب تواریخ ۲۔ باب ۲۰ آیت ۳۴[3] میں دیا گیا ہے۔
(۴) کتاب سمعیاہ اور (۵) کتاب عیدو غیب بین	ان دونوں کتابوں کا حوالہ کتاب تواریخ ۲ باب ۱۲ آیت ۱۵[4] میں آیا ہے۔
(۶) کتاب ناتن نبی (۷) کتاب سیلانی اخیاہ (۸) مشاہدات عیدو غیب بین	ان تینوں کتابوں کا حوالہ کتاب تواریخ ۲۔ باب ۹ آیت ۲۹[5] میں دیا گیا ہے۔

---

[1] "اور سورج ٹھہر گیا اور چاند تھما رہا جب تک قوم نے اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا۔ کیا یہ آشر کی کتاب میں نہیں لکھا ہے؟ اور سورج آسمان کے بیچوں بیچ ٹھہرا رہا اور تقریباً سارے دن ڈوبنے میں جلدی نہ کی"۔ (کتاب یوشع ۱۰/۱۳)

[2] آیت یوں ہے "اور اس نے ان کو حکم دیا کہ بنی یہوداہ کو کمان کا گیت سکھائیں۔ دیکھو وہ یاشر کی کتاب میں لکھا ہے (۲۔ سموئیل ۱/۱۸)

[3] آیت یوں ہے "اور یہوسفط کے باقی کام شروع سے آخر تک یاہو بن حنانی کی تاریخ میں درج ہیں جو اسرائیل کے سلاطین کی کتاب میں شامل ہے۔ (تواریخ ۲ ۲۰/۳۴)

[4] آیت یوں ہے "اور رحبعام کے کام اول سے آخر تک کیا وہ سمعیاہ نبی اور عیدو غیب بین کی تواریخوں میں نسب نامہ کے مطابق قلمبند نہیں؟ اور رحبعام اور یربعام کے درمیان ہمیشہ جنگ رہی" (۲ ۱۲/۱۵)

[5] آیت یوں ہے "اور سلیمان کے باقی کام شروع سے آخر تک کیا وہ ناتن نبی کی کتاب میں اور سیلانی اخیاہ کی پیشین گوئی میں اور عیدو غیب بین کی رویتوں کی کتاب میں جو اس نے یربعام بن نباط کی بابت دیکھیں مندرج نہیں ہیں؟" (۲ ۹/۲۹)

(۹) اعمال سلیمان علیہ السلام — اس کتاب کا حوالہ کتاب سلاطین ۱ باب ۱۱ آیت ۴۱[1] میں دیا گیا ہے۔

(۱۰) کتاب اشعیاہ (یسعیاہ) — اس کتاب میں یہوداہ کے بادشاہ عزّیاہ کی مکمل سوانح عمری لکھی ہوئی تھی جس کا حوالہ کتاب تواریخ ۲ باب ۲۶ آیت ۲۲[2] میں دیا گیا ہے۔

(۱۱) کتاب مشاہدات یسعیاہ — اس کتاب میں بادشاہ حزقیاہ کے حالات زندگی درج تھے جس کا حوالہ کتاب تواریخ ۲ باب ۳۲ آیت ۳۲[3] میں موجود ہے۔

(۱۲) کتاب تاریخ مصنفہ سموئیل علیہ السلام — اس کتاب کا حوالہ کتاب تاریخ ۱ باب ۲۹ آیت ۳۰[4] میں دیا گیا ہے۔

---

[1] آیت یہ ہے "اور سلیمان کا باقی حال اور سب کچھ جو اس نے کیا اور اس کی حکمت سو کیا وہ سلیمان کے احوال کی کتاب میں درج نہیں"۔ (۲ $\frac{۴۱}{۱۱}$)

[2] آیت یہ ہے :۔ "اور عزّیاہ کے باقی کام شروع سے آخر تک آموص کے بیٹے یسعیاہ نبی نے لکھے"۔

[3] آیت اس طرح ہے "اور حزقیاہ کے باقی کام اور اس کے نیک اعمال آموص کے بیٹے یسعیاہ نبی کی رؤیا میں اور یہوداہ اور اسرائیل کے بادشاہوں کی کتاب میں قلمبند ہیں"۔

[4] آیت یہ ہے :۔ "دیکھو وہ سب سموئیل غیب گو کی تاریخ میں اور ناتن نبی کی تواریخ میں اور جاد غیب بین کی تواریخ میں لکھا ہے"۔ (کتاب تاریخ $\frac{۳۰}{۲۹}$) ٭٭

(۱۳) سلیمان علیہ السلام کے ایک ہزار پانچ اشعار کی کتاب

(۱۴) کتاب بیان خواص و نباتات و حیوانات مصنفہ سلیمان ؑ

(۱۵) سلیمانؑ کی تین ہزار امثال (ان میں سے اب بھی کچھ موجود ہیں)

ان تینوں کتابوں کا ذکر کتاب سلاطین ۱، باب ۴ آیت ۳۲ و ۳۳[1] میں موجود ہے۔

(۱۶) مرثیہ یرمیاہ — یہ مرثیہ، نوحہ یرمیاہ کے علاوہ ایک دوسری کتاب ہے۔ کتاب تواریخ ۲، باب ۳۵ آیت ۲۵[2] میں اس کتاب کا تذکرہ موجود ہے۔

ڈائلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ مرثیہ یرمیاہ گم ہو چکا ہے اور یہ یقیناً مشہور نوحہ یرمیاہ کے علاوہ کوئی دوسرا مرثیہ تھا، کیونکہ نوحہ یرمیاہ تو یروشلم کی تباہی اور صدقیاہ کی ہلاکت پر کہا گیا تھا اور مذکورہ مرثیہ یرمیاہ یوسیاہ کی موت پر کہا گیا ہے۔

(۱۷) مذکورہ کتابوں کے علاوہ دوسری بہت ساری کتابیں بھی تھیں۔ رومن کیتھولک علماء کے اعتراف کے مطابق یہودیوں نے ان کو پھاڑ کر جلا ڈالا تھا۔ کرنز اسلم کی تحقیق

---

[1] آیات یہ ہیں "اور اس نے تین ہزار مثالیں کہیں اور اس کے گیت ایک ہزار پانچ تھے اور اس سرو کے درخت سے لے کے جو لبنان میں تھا اس زوفا کی گھاس تک جو دیواروں میں اگتی ہے اس نے سب درختوں کی خاصیت بیان کی اور چارپایوں اور پرندوں اور رینگنے والوں اور مچھلیوں کا ذکر کیا۔" (سلاطین $\frac{۳۲-۳۳}{۴}$)

[2] آیت یہ ہے "اور یرمیاہ نے یوسیاہ کا مرثیہ بنایا۔" (تواریخ $\frac{۲۵}{۳۵}$)

کے مطابق یہ وہی کتابیں ہیں جن کی طرف متی باب ۲ آیت ۲۳ میں اشارہ کیا گیا ہے
تھوڈ نے اپنی کتاب سوالات السوال مطبوعہ لندن ۱۸۴۳ء میں دوسرے سوالات کے ذیل میں لکھتا ہے کہ :-

"یہ کتابیں جن میں اس بات کا ذکر تھا جس کی طرف انجیل متی باب ۲ آیت ۲۳ میں اشارہ موجود ہے ناپید ہو چکی ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی جو کتابیں اب تک موجود ہیں ان میں سے کسی میں عیسیٰ ناصری کا تذکرہ نہیں ہے۔"

اور کریزاسٹم اپنی تفسیر متی کی جلد ۹ میں کہتا ہے :-

"پیغمبروں کی بہت سی کتابیں ناپید ہوگئیں کیونکہ یہود نے غفلت سے نہیں بلکہ بددیانتی سے ان کتابوں کو ضائع کر دیا۔ ان لوگوں نے بعض کتابوں کو پھاڑ ڈالا اور بعض کو نذرِ آتش کر ڈالا۔"

کریزاسٹم کا یہ کہنا کہ یہودیوں نے ان کتابوں کو پھاڑ کر جلا دیا اس لئے قرین قیاس ہے کہ جب یہودیوں نے دیکھا کہ حواری دینِ عیسوی کے احکام و مسائل کی حجیت کے لئے ان کتابوں سے استدلال کرتے ہیں تو ان لوگوں نے یہ اقدام کر ڈالا ہوگا۔

جسٹن کوطریفون کہتا ہے :-

"یہودیوں نے عہدِ عتیق سے بہت سی کتابوں کو محض اس بنا پر خارج کر دیا تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ عہدِ جدید مکمل طور پر عہدِ عتیق کے مطابق نہیں ہے۔"

اس بات سے صراحتہً یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ عہدِ عتیق کی بہت ساری کتابیں ناپید ہو چکی ہیں۔

ڈایلی اور رچرڈ مَنسٹ کی تفسیر میں کتاب امثال کے آغاز میں یوں لکھا ہے کہ :-

"اس روشن ضمیر بادشاہ (سلیمان علیہ السلام) نے اپنی عقل خداداد سے خلقِ خدا کی تعلیم اور افادہ کے لئے بہت ساری کتابیں تصنیف کی تھیں، لیکن عزرا (علیہ السلام)

نے اس بناء پر کہ وہ مذہبی تعلیم کی غرض سے نہیں لکھی گئی تھیں یا اس وجہ سے کہ انتہائی بوسیدہ ہو جانے سے ناقص قرار دے کر قانونی کتابوں میں ان کو شامل نہیں کیا۔ تین ہزار امثال، ایک ہزار پانچ اشعار اور کتاب بیان خواص نباتات وحیوانات کے مصنف اس بادشاہ کی اب صرف تین کتابیں، کتاب امثال، کتاب جامعہ اور نشید الانشاد ہی باقی رہ گئی ہیں۔"

مذکورہ تفسیر میں کتاب سلاطین ۲۔ باب ۱۴ آیت ۲۵ کے ذیل میں یوں لکھا ہے کہ :-

"یونس نبی کا ذکر صرف دو جگہ آیا ہے، ایک تو اسی آیت میں اور دوسرے اس مشہور پیغام کے ضمن میں جو وہ نینوا والوں کے لئے لائے تھے۔ اور وہ پیشین گوئیاں جن کے ذریعہ آپ نے بادشاہ سریا کے مقابلہ میں بادشاہ یربعام کو جنگ کے لئے ابھارا اور انگیخت کیا تھا کہیں لکھی ہوئی نہیں ملتیں۔ لیکن اس کا اصل سبب یہ نہیں ہے کہ بیشتر پیغمبروں کی تحریریں ہمارے پاس محفوظ نہیں رہ سکیں بلکہ ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان پیغمبروں نے اپنی بیشتر پیشین گوئیوں کو قلمبند ہی نہیں کیا تھا۔"

ملاحظہ کیجئے مذکورہ بالا تمام کتابیں صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکی ہیں اور اب ان کا صرف نام ہی نام رہ گیا ہے۔ جب اہل کتاب کی حفاظت کتب کا یہ حال ہے کہ غفلت و لاپرواہی سے اس قدر سچی کتابوں ہی کو گم کر دیا تو بھلا بعض جملوں یا بعض حروف کے گم ہو جانے پر ہم اُن سے خاک شکایت کریں۔

جمہور عیسائیوں کے نزدیک غیر معتبر کتابیں

اب ذرا ان کتابوں کی وہ فہرست ایک نظر ملاحظہ ہو جن کو جمہور عیسائی واجب التسلیم نہیں مانتے، وہ یہ ہیں :-

۱۔ عزرا کی تیسری کتاب اس کتاب کو رومن کیتھولک والے اور پروٹسٹنٹ دونوں ہی واجب التسلیم نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس میں الحاق ہو چکا ہے۔ ان دونوں فرقوں کے برعکس یونانی گرجا اب تک اس کو واجب التسلیم قرار دیتا ہے۔

۲۔ عزرا کی چوتھی کتاب بعض متقدمین عیسائی ذمہ داروں نے اپنی تالیفات میں اس کتاب کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔ مگر آج کل عیسائی اس کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کو جعلی قرار دیتے ہیں۔

۳۔ معراج یسعیاہ علیہ السّلام یہ کتاب یسعیاہ علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہے لیکن جمہور عیسائی اس کو جعلی قرار دیتے ہیں۔ البتہ چوتھی صدی کے ایک مشہور بدعتی عالم ہیرکس[1] نے اس کتاب کو تسلیم کیا ہے۔

۴۔ مشاہداتِ یسعیاہ علیہ السّلام یہ کتاب بھی یسعیاہ علیہ السّلام کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ عیسائی اس کو بھی جعلی قرار دیتے ہیں۔

---

[1] یہ شخص ایک بدعتی فرقہ کا موجد ہے۔ منہ

۵۔ ملفوظات حبقوق اس کتاب کی نسبت حبقوق علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے اور یہ بھی جعلی کتابوں میں شمار کی گئی ہے۔

۶۔ زبور سلیمانؑ اس کتاب کی نسبت سلیمان علیہ السّلام کی طرف کی جاتی ہے۔ متقدمین نے اس کتاب کو تسلیم کیا ہے اور وہ اس کو سچی کتابوں میں شامل کرکے انہی کے ساتھ لکھتے رہے۔

چنانچہ کوڈکس اسکندریانوس کے پرانے نسخے میں اب بھی دیگر کتابوں کے ساتھ شامل کرکے لکھی ہوئی موجود ہے اور ہورن نے بھی اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں اس کا اعتراف کیا ہے (انشاء اللہ اسی مقصد کے آخر میں ان کا قول تفصیل سے ذکر کیا جائے گا) مگر آج کل عیسائی حضرات اس کتاب کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں۔

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ کسی کتاب کی کسی بھی مصنف کی طرف محض نسبت کردینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقت میں یہ اسی مصنف کی تصنیف ہے۔

فصل دوم

جمہور عیسائی علماء جن کتابوں کو تسلیم کر کے ان کی نسبت جس مصنف کی طرف کرتے ہیں ان کتابوں میں بیشتر جملے ایسے بھی موجود ہیں جو ان مصنفین کے اقوال کے بالکل مخالف ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں عیسائی علماء بھی ان کو الحاقی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں ان کی کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے :-

۱۔ کتاب یشوع جمہور اہل کتاب کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کتاب یوشع علیہ السلام کی تصنیف ہے۔ اس میں درج ذیل جملے جمہور کے اس دعوے کے صریح خلاف ہیں۔ ملاحظہ ہو :-

پہلا جملہ :- باب ۴ آیت ۹ یوں ہے کہ :-

"اور یشوع نے یردن کے بیچ میں اس جگہ جہاں عہد کے صندوق کے اٹھانے والے کاہنوں نے پاؤں جمائے تھے بارہ پتھر نصب کئے۔ چنانچہ وہ آج کے دن تک وہیں ہیں[1]۔"

دوسرا جملہ :- باب ۵ آیت ۹ میں اس مقام پر تذکرہ یوں ہے کہ :-

"..... آج کے دن تک اس جگہ کا نام جلجال ہے۔"

---

[1] قدیم نسخوں میں یہ جملے ان الفاظ میں ہیں "اور یشوع نے یردن کے بیچوں بیچ اس جگہ پر جہاں ان کاہنوں کے قدم ثابت ہوئے جو عہد نامے کے صندوق کے حامل تھے بارہ پتھر نصب کئے چنانچہ وے آج کے دن تک وہاں ہیں۔"

تیسرا جملہ :- باب ۷ آیت ۲۶ یوں ہے کہ :-

"اور انھوں نے اس کے اوپر پتھروں کا ایک بڑا ڈھیر لگا دیا جو آج تک ہے تب خداوند اپنے قہر شدید سے باز آیا۔ اس لئے اس جگہ کا نام آج تک وادیٔ عکور ہے[1]"

چوتھا جملہ :- باب ۸ آیت ۲۸ اس طرح ہے :-

"پس یشوع نے عی کو جلا کر ہمیشہ کے لئے اُسے ایک ڈھیر اور ویرانہ بنا دیا جو آج کے دن تک ہے[2]"

پانچواں جملہ :- باب ۸ آیت ۲۹ میں ہے :-

"اور اس نے عی کے بادشاہ کو شام تک درخت پر ٹانگ کر رکھا اور جونہی سورج ڈوبنے لگا انھوں نے یشوع کے حکم سے اس کی لاش کو درخت سے اتار کر شہر کے پھاٹک کے سامنے ڈال دیا اور اس پر پتھروں کا ایک بڑا ڈھیر لگا دیا جو آج کے دن تک ہے[3]"

---

[1] قدیم نسخوں میں یہ آیت اس طرح ہے "پھر اونھوں نے اون پتھروں کا بڑا تودہ کیا جو آج تک ہے، تب خداوند نے اپنے قہر کی بھڑک کو اون پر سے پھیرا اس لئے اوس جگہ کا نام آج تک عمق العکور ہے۔

[2] قدیم نسخوں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اور یشوع نے عی کو جلا کر ہمیشہ کے لئے ملا کا تودہ کر دیا سو وہ آج کے دن تک ویران ہے"

[3] قدیم نسخوں میں یہ آیت یوں ہے "اور اوس نے عی کے بادشاہ کو پھانسی دیکے شام تک درخت پر لٹکا رکھا اور جونہی آفتاب غروب ہوا یشوع نے حکم کیا کہ اوسکی لاش کو درخت سے اتاریں اور شہر کے دروازے پر پھینک دیں اور اوس پر پتھروں کا بڑا تودہ کریں سو وہ آج کے دن تک ہے"

چھٹا جملہ :- باب ۱۰ آیت ۱۳ یوں ہے :-

"اور سورج ٹھہر گیا اور چاند تھما رہا، جب تک قوم نے اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا۔ کیا یہ آشر کی کتاب میں نہیں لکھا ہے؟" الخ

ساتواں جملہ :- باب ۱۰ آیت ۲۷ میں ہے :-

"اور سورج ڈوبتے وقت انہوں نے یشوع کے حکم سے ان کو درختوں پر سے اتار کر اسی غار میں جس میں وہ جا چھپے تھے ڈال دیا اور غار کے منہ میں بڑے بڑے پتھر دھر دیے جو آج تک ہیں"

آٹھواں جملہ :- باب ۱۳ آیت ۱۳ اس طرح ہے :-

"تو بھی بنی اسرائیل نے جسوریوں اور معکاتیوں کو نہیں نکالا۔ چنانچہ جسوری اور معکاتی آج تک اسرائیلیوں کے درمیان بسے ہوئے ہیں"

نواں جملہ :- "سو حبرون اس وقت سے آج تک قنزی یفنہ کے بیٹے کالب کی میراث ہے ...." الخ

دسواں جملہ :- باب ۱۵ آیت ۶۳ یوں ہے :-

"........ سو یبوسی بنی یہوداہ کے ساتھ آج کے دن تک یروشلیم میں بسے ہوتے ہیں"

گیارہواں جملہ :- باب ۱۶ آیت ۱۰ میں ہے کہ :-

"..... بلکہ وہ کنعانی آج کے دن تک افرائیمیوں میں بسے ہوئے ہیں۔ ...." الخ

۱۔ قدیم نسخوں میں یہ آیت اس طرح ہے "تب آفتاب نے درنگ کیا اور ماہتاب کھڑا رہا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا، کیا یہ کتاب البسیر میں نہیں لکھا ہے" الخ

۲۔ قدیم نسخوں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے :۔ "لیکن بنی اسرائیل نے جسوری اور معکاتیوں کے مارنے کا ارادہ نہ کیا اور وہ آج تک بنی اسرائیل کے درمیان بستے ہیں"

بارہواں جملہ (باب کے اختتام تک) باب ۲۴ آیت ۲۹ یوں ہے:-

"اور ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ نون کا بیٹا یشوعؔ خداوند کا بندہ ایک سو دس برس کا ہو کر رحلت کر گیا[1]۔"

آیت ۳۰ ہے کہ:-

"اور انھوں نے اسی کی میراث کی حد پر تمنت سرح جو افرائیم کے کوہستانی ملک میں کوہ جعس کے شمال کی طرف کو ہے اسے دفن کیا[2]۔"

آیت ۳۱ ہے کہ:-

"اور اسرائیلی خداوند کی پرستش یشوعؔ کے جیتے جی اور ان بزرگوں کے جیتے جی کرتے رہے جو یشوعؔ کے بعد زندہ رہے اور خداوند کے سب کاموں سے جو اس نے اسرائیلیوں کے لئے کئے واقف تھے۔"!!

باب کے آخر تک یہ سب آیات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اس کتاب کا مصنف یشوع علیہ السلام نہیں ہیں۔

باب ۱۰ آیت ۱۳ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف چونکہ کتاب آشر کے بھی بعض حوالے دیتا ہے اس لئے وہ کتاب آشر کے مصنف کا معاصر یا داؤد علیہ السلام کے زمانے سے بھی بہت بعد کا کوئی شخص ہے۔ جیسا کہ کتاب

---

[1] قدیم نسخوں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں:- "اور ایسا ہوا کہ بعد ان باتوں کے نون کا بیٹا یشوعؔ خداوند کا بندہ جو ایک سو دس برس کا ہو رہا تھا رحلت کر گیا۔"

[2] قدیم نسخوں میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے "اور انھوں نے اپنی میراث کی اطراف میں تمنت السرح میں جو کوہستان افرائیم میں کوہ جعس کی سمت شمال کو ہے اوسے دفن کیا۔"

سموئیل-۲ کے باب ۱ آیت ۱۸[1] کے بیان سے مترشح ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے کتاب یشوع کا مصنف بھی یوشع علیہ السلام کے سینکڑوں سال بعد کا کوئی شخص ہوگا۔

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں باب ۴ کی آیت ۹ کے ذیل میں یوں کہا ہے کہ:-

"یہ جملہ کہ "چنانچہ وہ آج کے دن تک وہیں ہیں" اور اسی طرح کے اور بھی جملے عہد عتیق کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں اور غالب گمان یہی ہے کہ یہ سب الحاقی ہیں۔"

دیکھئے ظن وتخمین کی بنیاد پر الحاقی کہنے پر مجبور ہیں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ عہد عتیق کی کتابوں میں جہاں ایسے جملے ہوں گے ان کا غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ الحاقی ہوں گے۔ چنانچہ مذکورہ بالا تفسیر میں باب ۱۶ کی آیت ۱۰ کے ذیل میں بھی الحاق کا اعتراف کیا گیا ہے اور باب ۵ کی آیت ۶۳ کی تفسیر میں کہا ہے کہ:-

"اس جملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب یوشع علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کی تخت نشینی کے ساتویں سال سے پہلے کی تصنیف ہے۔"

اور اسی مذکورہ تفسیر کے باب ۲۴ کی آخری پانچ آیتوں کی تفسیر میں کہا ہے کہ:-

"اس باب کی آخری پانچ آیتیں بلا شک وشبہ یوشع علیہ السلام کا کلام نہیں ہے شاید فینحاس یا سموئیل نے بعد میں شامل کر دی ہیں اور متقدمین کے دور میں اس قسم کا الحاق ایک عام بات تھی۔"

دیکھئے یہاں بھی مجبوراً الحاق کا وجود تو یقینی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے لیکن قطعی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے الحاق کرنے والے کا تعیین نہیں کیا جا سکا البتہ صرف ظن وقیاس سے کام لیا ہے اور آخری جملہ تو واضح طور پر یہ بتا رہا ہے کہ متقدمین کے ہاں ایسا الحاق اکثر رائج تھا۔ غور کیجئے ان کے اس رواج نے عہد عتیق کی کتابوں کا کیسا حلیہ بگاڑا ہوگا۔

---

[1] آیت یہ ہے "اور فرمایا کہ بنی یہوداہ کو تیر اندازی سکھلائی جاوے۔ دیکھو وہ کتاب الیشیر میں لکھا ہے۔" منہ

اور پھر سینکڑوں سال میں تو ایسے الحاق بہت ہی زیادہ ہو چکے ہوں گے جن کو کسی واضح قرینہ کے نہ ہونے کی وجہ سے پہچاننا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔

(۲) کتاب نحمیاہ

کتاب نحمیاہ کے باب ۱۲ کی آیت ۱ سے ۲۶ تک اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ یہ نحمیاہ کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہاں بھی مفسرین کو مجبوراً الحاق کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ الحاق کس نے کیا اس کا تعیین وہ نہیں کر سکے۔ چنانچہ ہورن نے اپنی تفسیر کی جلد ۴ میں ان آیات کے الحاقی ہونے کا برملا اعتراف کیا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ آیات نحمیاہ کا کلام معلوم نہیں ہوتیں اور نہ ہی اس مقام پر مذکور واقعہ سے ان کا کوئی ربط نظر آتا ہے۔

(۳) کتاب امثال سلیمانؑ

کتاب امثال سلیمان علیہ السلام کے باب ۲۵ سے باب ۳۱ تک کے سات باب حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف نہیں ہو سکتے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات سے کئی سو سال بعد ان کو شامل کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر باب ۲۵ آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۸ء میں یوں ہے کہ :۔

"یہ بھی سلیمانؑ کی امثال ہیں جن کی شاہ یہوداہ حزقیاہ کے لوگوں نے نقل کی تھی"[1]

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یہ ہے کہ :۔

"ایں نیز امثال سلیمان است کہ مردمان حزقیاہ بادشاہ یہودا نقل کردند"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :۔

"اینہا نیز امثال سلیمان اند کہ انہا را مردمان حزقیاہ ملک یہودا جمع نمودند"

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ :۔

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "اور یہ بھی سلیمان کی تمثیلیں ہیں جنہیں شاہ یہوداہ حزقیاہ کے رفیقوں نے قلمبند کیا"

فهذه ايضًا امثال سليمان التى استكتبها اصدقاء حزقيا ملك يهوذا "

اور دوسرے تراجم میں بھی تقریباً یہی مضمون ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ باب ۲۵ سے ۲۹ تک پانچ ابواب تو ایسے ہیں کہ ان کو شاہ حزقیاہ کے لوگوں نے جمع کیا تھا اور حزقیاہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات سے تقریباً دو سو انتالیس[۱] سال بعد میں ہوا ہے، تو یہ اس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ یہ الحاق بھی اتنا زمانہ گزرنے کے بعد کیا گیا ہے۔

(۴) کتاب امثال باب ۳۰ کی آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"یاقہ کے بیٹے اجور کے پیغام کی باتیں :- اس مرد نے اتی ایل ہاں اتی ایل اور اکال سے کہا[۲]..... الخ"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

"کلمات اگور پسر یاقہ یعنی وحی که آن مرد به اتیئیل به اتیئیل و اوکال بیان کرد این ست "

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء بھی تقریباً اسی طرح ہے۔ مگر عربی تراجم میں اعجوبہ کاری کی گئی ہے، وہ اس طرح کہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء سے تو یہ آیت سرے سے اڑا ہی دی گئی اور طبع ۱۸۲۳ء میں ترجمہ اس طرح لکھا ہے کہ :-

"هذه اقوال الجامع بن القاء الرويا التى تكلم بها الرجل الذى الله معه واذا كان الله معه ايده فقال "

---

[۱] اظہار الحق میں ۲۷۰ سال ہے۔

[۲] ترجمہ اردو ۱۸۲۵ء میں یہ آیت یوں ہے "آجور بن وقی کی باتیں اور اس مرد کا مشا کا کلام آتی ایل سے ہاں اتی ایل اور اوکال سے "

مذکورہ بالا دیگر تراجم کے ساتھ اس ترجمہ کا موازنہ کر کے بیّن فرق ملاحظہ کیجیے۔ اور کتاب امثال باب ۳۱ کی آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

"لیموایل بادشاہ کے پیغام کی باتیں جو اس کی ماں نے اسے سکھائیں"[1]

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء یوں ہے کہ :-

"اینست کلمات بادشاہ لموئیل مقالاتے کہ مادرش ویرا تعلیم داد"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

"کلمات لموئیل ملک یعنی وحی کہ مادرش باو تعلیم نمود"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ :-

"کلمات لموئیل الملك الرؤیا التی أدبته فیہا أمّہ"

مذکورہ بالا تراجم سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ باب ۳۰، ۳۱ بھی الحاقی ہیں، سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہرگز نہیں ہیں۔ آجور اور لموئیل کون تھے؟[2] اور کس زمانہ میں ہوئے؟ اہلِ کتاب میں سے بعض مفسرین نے ظن و قیاس سے ان کا تعین کرنے کی کوشش تو کی ہے لیکن آج تک یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ یہ کون لوگ تھے اور کس زمانے میں ہوئے ہیں؟

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے کہا ہے :-

"ہولڈن نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ لموئیل، سلیمان علیہ السلام کا نام تھا اور ثابت کیا ہے کہ یہ کوئی دوسرا شخص ہے، شاید ان کو کوئی ایسی کافی دلیل مل گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب لموئیل اور کتاب آجور الہامی ہیں اور

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "لموئیل بادشاہ کے مختار کی باتیں جو اوسکی ماں نے اوسے سکھائیں"

[2] پادری ہیلی لکھتے ہیں "ہمیں آجور اور لموئیل کے بارے میں جنھوں نے ان کتابوں کی تدوین کی کچھ بھی معلوم نہیں" (ہماری کتب مقدسہ ص ۲۱۸) ت

وہ قانونی کتابوں میں کیسے داخل ہو سکتی ہیں "

دیکھئے محض ظن و قیاس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شاید متقدمین کو کوئی کافی دلیل مل گئی ہوگی۔

پانچویں مثال، کتاب یرمیاہ میں الحاق

کتاب یرمیاہ کے باب ۵۲ کو الحاقی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں اس کی یوں تصریح موجود ہے :-

"معلوم ہوتا ہے کہ عزرا یا کسی دوسرے شخص نے اس باب کو ان پیش آنیوالے واقعات کی پیشین گوئیوں کی توضیح کے لئے جو گذشتہ باب میں بیان ہوئی ہیں اور ان کے مرثیہ کی وضاحت کے لئے لاحق کیا ہے "

ہورن جلد ۴ ص ۱۹۵ پر کہتا ہے کہ :-

"یہ باب یرمیاہ کی وفات کے بعد اور بابل کی قید سے آزادی کے بعد لاحق کیا گیا جس کا ذکر تھوڑا سا اس باب میں بھی موجود ہے "

مختصر یہ کہ ان مفسرین کے اقوال سے بھی اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ باب الحاق کیا گیا ہے اور یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کو کس نے لاحق کیا ہے۔ یہ لوگ محض ظن و قیاس کی بنیاد پر یہ دعوے کرتے ہیں کہ یہ عزرا نے یا کسی دوسرے شخص نے لاحق کیا ہوگا۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۴ ہی میں یہ کہتا ہے کہ :-

"اس رسول کے تمام ملفوظات سوائے باب ۱۰ کی آیت ۱۱ کے عبرانی زبان میں ہیں، اور یہ آیت کسدیوں کی زبان میں ہے[1] "

---

[1] کسدستان کے رہنے والوں کو کسدی کہا جاتا ہے اور انہی کی طرف یہ زبان منسوب ہے۔ بخت نصر اسی قوم کا تھا۔ تقی

ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت یقیناً الحاق ہے وگرنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پوری کتاب تو عبرانی زبان میں لکھی گئی ہو لیکن ایک آیت درمیان میں کسدی زبان میں آگئی ۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کسدی زبان والے نے اس کو بعد میں شامل کر دیا ہے۔ چنانچہ پادری وٹما کا کہنا ہے کہ یہ آیت الحاق ہے اور توریت کے دیگر مقامات میں بھی ایسا ہی الحاق موجود ہے "

چھٹی مثال، کتاب یسعیاہ میں الحاق فرقہ کیتھولک کے پیشوا کاکرن اور پروٹسٹنٹ عالم پادری وارن کے درمیان مناظرہ ہوا۔

یہ مناظرہ ۱۸۵۱ء میں آگرہ میں بھی طبع ہو چکا ہے۔ کاکرن اس مناظرہ کے تیسرے رسالہ میں لکھتا ہے کہ :۔

"مشہور فاضل اشٹاملن جرمنی کہتا ہے کہ کتاب یسعیاہ کے باب ۴۰ اور اس کے بعد باب ۶۶ تک یسعیاہ کی تصنیف نہیں ہیں "

دیکھئے کتاب یسعیاہ کے پورے ستائیس ابواب الحاق ہیں ۔ مذکورہ بالا مثالوں سے ان کتابوں کی جو حالت معلوم ہو چکی ہے دوسری کتابوں کا بھی بعینہٖ یہی حال ہے[1] ۔

۞

---

[1] یہاں اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ عہد قدیم کی کتابیں پروٹسٹنٹ فرقہ کے نزدیک ۳۹ ہیں اور مشہور مورخ یوسیفس لکھتا ہے " ہمارے پاس صرف ۲۲ کتابیں ہیں جن میں زمانہ ماضی کے تمام حالات مندرج ہیں اور الہامی تسلیم کی جاتی ہیں " (بحوالہ کتب مقدسہ از پادری منیل ص ۱۰۹) عیسائی حضرات تین کو ایک تو قرار دیتے ہی تھے اب ۳۸ کو ۲۲ بھی قرار دینے لگے اور ان ۳۸ کو ۲۲ ثابت کرنے کے لئے عجیب تاویلات کرتے ہیں کہ " انبیاء صغیر کی ۱۲ کتب کو ایک ، عزرا اور نحمیاہ کو ملا کر ایک ، روت اور قضاۃ کو ملا کر ایک اور یرمیاہ اور نوحہ کو ملا کر ایک شمار کیا جائے تو ۲۲ ہو جاتے ہیں " اس مضحکہ خیز حرکت کو دیکھ کر ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالے انہیں ہدایت فرمائے ۔ آمین تقی

فصل سوم

بائبل میں تحریف کے دلائل

بائبل کے عبرانی، یونانی اور لاطینی نسخوں نیز بعض دوسری زبانوں میں قدیم تراجم میں باہم ایسے اختلافات موجود ہیں جو بعض مقامات میں یقینی طور پر تحریف کی شہادت دیتے ہیں اور بعض مقامات میں تحریف کے گمان کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہاں ہم ایسے ہی چند شواہد بطور نمونہ پیش کرتے ہیں :-

پہلا شاہد، کتاب آستر میں ہورن تفسیر انجیل کی جلد ۴ میں کہتا ہے کہ :-

"وہ ہمارے پاس موجود کتاب آستر باب ۱۰ کی آیت ۳ پر ختم ہو جاتی ہے لیکن یونانی نسخہ اور لاطینی نسخوں میں اس باب کی مزید دس آیتوں کے علاوہ چھ ابواب زیادہ موجود ہیں، یونانی اور رومی گرجے ان سب کو واجب التسلیم مانتے ہیں۔"

دوسرا شاہد کتاب ایوب میں کتاب ایوب باب ۴۲ آیت ۱۷، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

"اور ایوب نے بڈھا اور عمر رسیدہ ہو کر وفات پائی[1]۔"

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے :- "اور ایوب عمر دراز اور پرسالہ مر گیا۔"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

"و ایوب پیر و سال خوردہ شدہ وفات یافت"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے :-

"و شاخ ایوب و شبع من ایامہ و مات"

البتہ یونانی ترجمہ میں اس جملہ کے بعد یہ جملہ بھی لکھا ہوا ہے :-

"لیکن جن لوگوں کو خداوند دوبارہ زندہ کرے گا وہ بھی انھی کے ساتھ زندہ ہو جائے گا"[1]

اس جملہ کے بعد ایوب علیہ السلام کا شجرۂ نسب اور کچھ مختصر حالات زندگی کا بھی[2] اضافہ ہے، کامت اور بتر پورنے اس اضافہ کو الہامی کتاب کا جزو قرار دے کر واجب التسلیم مانا ہے۔ فلو[3] اور پولی ہسٹر نے بھی اسی کی تائید کی ہے اور ارجن کے دور کے لوگ بھی اس کو واجب التسلیم مانتے تھے حتی کہ تھیوڈوشن[4] نے بھی اپنے یونانی ترجمہ میں اس اضافہ عبارت کو لکھا ہے مگر اب متاخرین اس کو مشکوک قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے کہ "اگرچہ یہ اضافہ شدہ عبارت مسیح علیہ السلام سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے لیکن یہ جعلی ہے"

---

[1] قدیم نسخوں میں یہ عبارت اس طرح ہے "لیکن لکھا ہے کہ وہ اون لوگوں کے ساتھ جنہیں خداوند اٹھاتا ہے پھر اوٹھیگا" تقی

[2] اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایوب علیہ السلام عیص بن اسحاق کی اولاد اور زمین ادوم کے بادشاہ تھے" منہ

[3] یہ یہودی علماء میں سے ہے (ب ۲۰ ق م ، م ۵۰ء) اور پولس کا ہمعصر ہے (بائبل ہینڈ بک) ۱۲ تقی

[4] ایک مشہور عبرانی۔ مسیحی عالم جس نے دوسری صدی عیسوی میں ایک یونانی ترجمہ تیار کیا تھا۔ (ہماری کتب مقدسہ)۔ تقی

تیسرا شاہد کتاب دانی ایل میں تھیوڈوشن کے یونانی ترجمہ، اسی طرح لاطینی ترجمہ اور رومن کیتھولک کے تمام تراجم میں تیسرے باب کے اندر تین بچوں کا گانا ہے اور باب ۱۳، ۱۴ بھی موجود ہے۔ جس میں سوسانہ کہانی بل اور ڈریگن کی سوانح لکھی ہے اور فرقہ کیتھولک کے تمام انگریزی ترجموں میں یہ گانا اور دونوں باب اب تک موجود ہیں اور وہ ان کو تسلیم کرتے ہیں۔

چوتھا شاہد، زبور میں کوڈیکس واٹیکانوس کے لاطینی اور یونانی ترجموں میں زبور ۱۴ کی آیت ۳ کے بعد اس عبارت کا اضافہ بھی ہے کہ :-

"ان کا گلا کھلی ہوئی قبر ہے۔ وہ اپنی زبانوں سے فریب دیتے ہیں، ان کے ہونٹوں میں کالے سانپوں کا زہر ہے۔ اُن کا منہ لعنت اور کڑواہٹ سے بھرا ہے۔ اُن کے قدم خون بہانے میں تیز رو ہیں، اُن کی راہوں میں تباہی اور بدحالی ہے اور وہ سلامتی کی راہ سے واقف نہ ہوئے، اُن کی آنکھوں میں خوف خدا نہیں ہے[1]"

عبرانی نسخہ میں یہ پوری عبارت سرے سے موجود ہی نہیں، لیکن مقدس پولس نے لاطینی اور یونانی ترجموں کے مطابق رومیوں کے نام خط کے باب ۳ میں آیت ۱۳ سے ۱۸ تک اس پوری عبارت کو نقل کیا ہے، تو یقیناً یہ پوری عبارت ان کے نزدیک واجب التسلیم تھی، لیکن عبرانی نسخہ سے اس کو نکال دیا گیا ہے اور یا یہ کہنا پڑے گا کہ مقدس پولس

---

[1] قدیم نسخوں میں یہ عبارت اس طرح ہے "اونکا گلا کھلی ہوئی قبر ہیں وے اپنی زبانوں سے جھوٹ کہتے ہیں اونکے لبوں کے اندر کالے سانپوں کا زہر ہے اونکے منہ لعنت اور کڑواہٹ سے بھرے ہیں اونکے پانوں خون کرنے کیلئے تیز رو ہیں، ہلاکی اور اذیت اونکی راہوں میں ہے اور وے آرام کی راہ نہیں پہچانتے ہیں اونکی آنکھوں کے سامنے خدا کا خوف نہیں ہے" منہ

کو یہ غلط ہو گیا کہ اس نے یونانی ترجمہ کی مذکورہ عبارت کو جو خدا کا کلام نہیں تھا، کلام الٰہی سمجھا اور اپنے اس خط میں نقل کر دیا۔

پانچواں شاہد زبور ۲۱ میں زبور ۲۱ کی آیت ۱۷ جس کو اب اردو اور فارسی ترجموں میں زبور ۲۲ کی آیت ۱۶ بنا دیا گیا ہے۔ لاطینی ترجمہ میں یوں ہے:-

"کیونکہ کتوں نے مجھے گھیر لیا ہے، بدکاروں کی گروہ مجھے گھیرے ہوئے ہے وہ میرے ہاتھ اور پاؤں چھیدتے ہیں"

لیکن عبرانی نسخہ میں آخری جملہ یوں ہے:-

"اور میرے دونوں ہاتھ شیر کے ہاتھوں کی طرح ہیں"[1]

الحمد للہ! اس مقام پر پروٹسٹنٹ حضرات بھی عبرانی نسخہ کی عبارت کے غلط ہونے کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اپنے تمام تراجم میں لاطینی نسخہ کی متابعت کرتے ہیں اور اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ لاطینی نسخہ کی موافقت میں ان کے زعم میں یہ خبر مسیح علیہ السلام پر چسپاں ہو جاتی ہے ورنہ دوسرے نسخے جو مشہور ہو چکے ہیں ان میں یہ غلط طور پر درج ہے۔ ان نسخوں میں اب تک کسی بڑی تحریف سے بھی انکار کرتے ہیں۔

اور رومن کیتھولک والے تو کلی طور پر لاطینی نسخہ کو عبرانی نسخہ سے افضل اور معتبر مانتے ہیں۔ بعض مسیحی علماء کا خیال ہے کہ یہودی کاتبوں نے یہ تحریف اس لئے کی ہے تاکہ یہ عبارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچائی گئی تکلیفوں کو ظاہر نہ کر سکے۔

---

[1] یہ لفظ قدیم نسخہ سے اعجاز عیسوی میں "شریروں" نقل ہوا ہے۔ ۱۲

چھٹا شاہد: زبور ۴۰ میں | زبور ۴۰ آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

"قربانی اور نذر کو تو پسند نہیں کرتا، تو نے میرے کان کھول دیئے ہیں، سوختنی قربانی اور خطا کی قربانی تو نے طلب نہیں کی[1]۔"

یہی آیت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے :-

"بہ ذبیحہ و قربانی راغب نیستی اما گوشہائے مرا کشادہ ۔۔۔۔ الخ"

لیکن یونانی ترجمہ میں: "تو نے میرے کان کھول دیئے ہیں" کے بجائے "بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا" کا فقرہ لکھا ہوا ہے اور عربی ترجمہ میں بھی یونانی ترجمہ کے مطابق یہی فقرہ ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ زبور ۴۰ کی آیت ۶ کے بجائے اس کو زبور ۳۹ کی آیت ۶ بنا دیا ہے، عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کی عبارت یوں ہے :-

"ذبیحۃً و قرباناً لم تشأ بل جسداً ھیأت لی۔"

اور عبرانیوں کے نام خط کے باب ۱۰ آیت ۵ میں مقدس پولس نے بھی اس کو یوں ہی نقل کیا ہے۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے الفاظ یہ ہیں کہ :-

"تو نے قربانی اور نذر کو پسند نہ کیا بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا[2]۔"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کہتے ہیں کہ :-

"یہ فرق کاتب کی غلطی سے ہوا اور ایک ہی مطلب صحیح ہے۔"

غرض ان جامعین نے تحریف کا اعتراف کر کے اس مقام پر ایک عبارت کو صحیح اور دوسری کو کاتب کی غلطی پر محمول کر کے غلط قرار دیا ہے لیکن وہ کسی ایک عبارت کی جانب تحریف کی نسبت کرنے میں توقف کرتے ہیں۔

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے: "ذبیح اور ہدیہ کو تو نہیں چاہتا تو نے میرے کان کھولے ہیں سوختنی و خطیت کا تو طالب نہیں۔"

[2] ترجمہ اردو ۱۸۲۳ء میں یہ الفاظ اس طرح ہیں: "قربانی اور نذر کو تو نے نہ چاہا پر میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔"

ڈی آئلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں ہے کہ :-

"نہایت عجیب بات ہے کہ یونانی ترجمہ میں اور عبرانیوں کے نام خط کے باب ۱۰ آیت ۵ میں اس فقرہ کی جگہ یہ فقرہ ہے "میرے لئے ایک بدن تیار کیا"۔"

یہ دونوں مفسر تحریف کی نسبت یونانی ترجمہ اور عبرانیوں کے نام خط کی جانب کر رہے ہیں۔

ساتواں شاہد، زبور ۱۰۵ میں

زبور ۱۰۵ کی آیت ۲۸ میں اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

"اور انہوں نے اس کی باتوں سے سرکشی نہیں کی[1]"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء یوں ہے کہ "از فرمان او تمرد نکردند" اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے "و بکلام او مخالفت نکردند" لیکن یونانی نسخہ میں یوں لکھا ہے کہ :- "انہوں نے اس کے قول کے خلاف کیا[2]"

دیکھئے پہلے نسخہ میں نفی ہے اور دوسرے میں اثبات ہے۔ تفسیر ہنری واسکاٹ میں ہے کہ :-

"اس فرق کی وجہ سے بحث طویل ہوگئی اور ظاہر بھی یہی ہے کہ اس کا سبب حرف نفی کی زیادتی ہے یا کمی"

یعنی ان مفسرین کی نظر میں یا تو عبرانی نسخہ غلطی سے حرف نفی لکھ دیا گیا اور یا یونانی نسخہ میں یہ حرف لکھا نہیں جا سکا، بہرحال عیسائی مفسرین نے خود ہی اس مقام پر تحریف کا اعتراف کر لیا کہ ان دونوں میں سے ایک یقیناً غلط ہے۔

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں :- "اور انہوں نے اس کے سخن سے سرکشی نہ کی"

[2] قدیم اردو ترجموں میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے "اونہوں نے اوسکے سخن سے سرکشی کی"

آٹھواں شاہد، زبور ۸۱ میں | زبور ۸۱ کی آیت ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

"اس کو اس نے یوسف میں شہادت ٹھہرایا، جب وہ ملک مصر کے خلاف نکلا۔ میں نے اس کا کلام سنا جس کو میں جانتا نہ تھا۔"

اور یونانی ترجمہ میں یہ فقرہ کہ "میں نے اس کا کلام سنا جس کو میں جانتا نہ تھا" اس طرح ہے کہ "اس نے وہاں وہ کلام سنا جسے وہ جانتا نہ تھا" لکھا ہے۔ چنانچہ پروٹسٹنٹ حضرات جو عبرانی نسخہ ہی کو معتبر مانتے ہیں، اس مقام پر اپنے تراجم میں یونانی نسخہ کی متابعت کرکے عبرانی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں پر بھی انھوں نے مجبوراً عبرانی نسخہ کی متابعت کو ترک کر دیا ہے[2]۔ چنانچہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں اس طرح لکھا ہے کہ :-

"اوس نے یوسف کے لئے جب وہ زمین مصر کے برابر پہنچا جہاں اوس نے وہ بولی سنی جسے وہ نہ سمجھا۔" الخ

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے :-

"شهادة وضعها في يوسف عند خروجه من ارض مصر وسمع لسانا لم يكن يعرفه"

البتہ فارسی تراجم میں اب تک یہ فقرہ عبرانی نسخہ کے مطابق ہی لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء ہی میں ہے کہ "در انجا زبان مجہول را می شنیدم" اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے :-

---

[1] اردو ترجمہ قدیم میں یہ آیت اس طرح ہے "اوسنے یوسف کے لئے جب وہ زمین مصر کے برابر پہنچا جہاں میں نے وہ بولی سنی جسے میں نہیں سمجھتا تو یہ دستور ٹھہرایا۔"

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کی ہی متابعت کی گئی ہے۔ ۱۲ نجیب

"من درانجا زبانی راکہ نفہمیدم شنیدم"[1]

نواں شاہد، زبور ۱۱۹ میں

زبور ۱۱۹ آیت ۶۱ عبرانی نسخہ میں یوں ہے کہ:-

"شریروں کے گروہ نے مجھے اغوار کرلیا"[2]

اور یونانی ترجمہ میں یہ فقرہ یوں ہے کہ:-

"شریروں کی رسیوں نے مجھے جکڑلیا"[3]

رومن کیتھولک والے تو ابتدا ہی سے اپنے تراجم میں یونانی نسخہ کے مطابق لکھتے رہے ہیں، لیکن پروٹسٹنٹ حضرات نے بھی اس جگہ عبرانی نسخہ کو ترک کرکے یونانی نسخہ ہی کی پیروی کی ہے۔ چنانچہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں ہے کہ "شریروں کی جالوں نے مجھے گھیرا[4]۔۔۔ الخ" اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں ہے "دامہائے عاصیان مرا گرفتہ است۔۔۔ الخ" اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے "رشتہ ہائے شریران مرا احاطہ نمودند۔۔۔ الخ" اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ:- "حبال الخطاۃ التفت علیّ۔۔۔ الخ"

یہ صورت حال اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اس مقام پر تمام عیسائیوں نے بالاتفاق عبرانی نسخہ کی عبارت کو پسند نہیں کیا ہے۔

---

[1] اور اب اردو ترجمہ میں بھی عبرانی نسخہ کے مطابق ہی کردیا گیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ ترجمہ میں یونانی نسخہ کی متابعت نہیں کی گئی جیسا کہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں اس کے برعکس ہے۔ ۱۲ تقی

[2] قدیم نسخوں میں یہ الفاظ یوں ہیں "گروہ شریروں نے مجھے چھڑایا"

[3] جیسا کہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے "زبور کی تفسیر تمام ہونے کے بعد آخر میں اس امر کا اقرار ہے۔ ۶ منہ

[4] ۱۹۵۹ء کی طبع میں بھی تقریباً یوں ہی ہے۔ ۱۲ تقی

دسواں شاہد، کتاب امثال سلیمانؑ

کتاب امثال سلیمان علیہ السلام کے باب ۱۸ کی آیت ایسی پیچیدہ ہے کہ اس کا کچھ بھی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ یونانی ترجمہ میں محض ظن و قیاس سے یوں ترجمہ کیا گیا ہے :-

"وہ جو شخص اپنے دوست سے جدا ہونا چاہتا ہے، بہانہ تلاش کرتا ہے لیکن وہ ہمیشہ قابلِ ملامت ہوگا۔"

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء بھی تقریباً یہی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ :-

"من یرید الابتعاد عن صدیقه یلتمس حجة وفی کل وقت یکون معیّرا۔"

عبرانی نسخہ کے حاشیہ پر کسی نے ایک عبارت لکھ دی تھی، چنانچہ پروٹسٹنٹ حضرات اکثر ترجموں میں اسی حاشیہ کی عبارت کی رعایت کرتے ہوئے ترجمہ کرتے ہیں۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"وہ جو اپنے آپ کو سب سے الگ رکھتا ہے اپنی خواہش کا طالب ہے اور ہر معقول بات سے برہم ہوتا ہے[1]۔"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ "کسیکہ خود را ممتاز میگرداند بمقتضائے رغبت خودی جوید و خود را در ہر نکتہ داخل میکند۔" اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

"مرد متفرد کہ جویای ہوس (خویشتن) است بر ہر فن مجادلہ مینماید۔"

ملاحظہ کیجیے کہ اپنی اپنی رائے کے مطابق قیاسی گھوڑے دوڑانا اور اٹکل پچو تغیر کر کے اسی کو کلام اللہ قرار دیدینا بہت بڑی جرأت کا کام ہے، ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے برملا اعتراف کیا ہے کہ اس مقام پر اصل عبرانی نسخہ کی عبارت انتہائی مغلق

---

[1] البتہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ عبارت اور بھی پیچیدہ بنا دی گئی ہے وہ یوں ہے کہ "منفرد خواہش کے مطابق ڈھونڈتا ہے اور ہر منصوبہ میں چھیڑتا ہے۔"

اور پوشیدہ ہے۔

گیارہواں شاہد کتاب یرمیاہ میں کتاب یرمیاہ باب ۲ کی آیت ۳۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کا آخری فقرہ عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے:-

"میں نے اسے جستجو سے نہیں پایا بلکہ ان سبھوں پر"

لیکن یونانی اور سریانی نسخوں میں اس طرح ہے کہ:-

"و میں نے انہیں کھودے ہوئے سوراخ میں نہیں پایا بلکہ اوپر ہر بلوط کے"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء یونانی اور سریانی نسخوں کے مطابق اس طرح ہے کہ:-

"وجان مسکینان بیگناہ را در حفرہ نیافتم بلکہ بر ہر درخت بلوط"

بارہواں شاہد کتاب یرمیاہ میں کتاب یرمیاہ باب ۱۱ کی آیت ۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء عبرانی نسخہ کے مطابق یہ مفہوم بیان کرتی ہے کہ:-

"میرے گھر میں میری محبوبہ کو کیا کام جبکہ وہ بکثرت شرارت کر چکی؟ ایک مقدس گوشت تیری بدکاری کو دور کر دے گا[2]..." الخ

"مقدس گوشت تیری بدکاری کو دور کر دے گا" کا فقرہ یونانی ترجمہ میں یوں ہے کہ:-

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۸ء میں اس عبارت کا مفہوم ہی بدل دیا گیا ہے اور اب یہ آیت اس طرح کر دی گئی ہے کہ "تیرے ہی دامن پر بے گناہ مسکینوں کا خون پایا گیا، تو نے ان کو نقب لگاتے نہیں پکڑا بلکہ ان ہی سب باتوں کے سبب سے" (۲: ۳۴ یرمیاہ) ان دونوں عبارتوں میں بیّن فرق ملاحظہ کیجئے۔ ۱۲ تقی

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت یوں ہے "میرے گھر میں میری پیاری کو کیا کام کہ بہت خرابی کرتی ہیں اور مقدس گوشت تجھ سے گزر جاتا جب تو بدکاری کرتی"

"کی نذریں اور پاک گوشت تجھ سے تیری شرارتیں ہٹا دیں گے"۔[1]

اور عربی ترجمہ بھی یونانی ترجمہ کے مطابق ہے۔ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ:-

"هل ان اللحوم المقدسة تدفع عنك سيئاتك"۔

لاطینی ترجمہ اور رومن کیتھولک والوں کا انگریزی ترجمہ بھی یونانی ترجمہ کے مطابق ہے، البتہ پروٹسٹنٹوں کا اس مقام سے چونکہ کوئی بڑا مقصد وابستہ نہیں اس لئے وہ عبرانی نسخہ کی ہی پیروی کرتے ہیں[2]۔ چنانچہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ:-

"وگوشت مقدس از تو موقوف شد"۔

تیرھواں[13] شاہد: کتاب یرمیاہ میں

کتاب یرمیاہ باب ۳۱ کی آیت ۳۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق آخری فقرہ یوں ہے کہ:-

"اور انہوں نے میرے اس عہد کو توڑا اگرچہ میں ان کا مالک[3] تھا، خداوند فرماتا ہے"۔

اور یونانی میں "اگرچہ میں ان کا مالک تھا" کے بجائے "میں نے ان کی طرف کچھ توجہ نہ کی" کا فقرہ لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے دونوں عبارتوں میں کتنا زبردست اختلاف ہے۔ مقدس پولس نے بھی رومیوں کے نام خط کے باب ۸ کی آیت ۹ میں یونانی نسخہ ہی کے مطابق لکھا ہے۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یہ جملہ یوں ہے:-

---

[1] "اعجاز عیسوی" کے تمام نسخوں میں اسی طرح ہے، لیکن مذکورہ عربی جملہ عبرانی نسخہ کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ تقی

[2] لیکن اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں تقریباً یونانی نسخہ کی متابعت کی گئی ہے اور عبارت یوں بنا دی ہے کہ "کیا منت اور مقدس گوشت تیری شرارت کو دور کریں گے ....؟" صرف "نذریں" اور "منت" کے الفاظ مختلف ہیں۔ ۱۲ تقی

[3] اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء کی طبع میں لفظ "شوہر" استعمال کیا ہے جو "مالک" ہی کے معنیٰ میں ہے۔ ۱۲ تقی

"...... خداوند فرماتا ہے کہ میں نے اُن کی طرف کچھ توجہ نہ کی[1] "

چودہواں[۱۴] شاہد، کتاب یرمیاہ میں کتاب یرمیاہ باب ۴۶ کی آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

"تیرے بہادر کیوں بھاگ گئے؟ وہ کھڑے نہ رہ سکے کیونکہ خداوند نے اُن کو گرا دیا[2] "

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ " سبب چیست کہ پہلوان تو محو شدہ قائم نماند زیرا کہ خداوند اورا واژگون گردانید " اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ "لماذا فسد شجعانك لم يقف لان الرب اقلبه "

لیکن یونانی ترجمہ میں یہی آیت اس طرح ہے کہ :-

"تیرا بہترین محبوب سانڈ[3] ایپس کیوں بھاگ گیا؟ وہ کھڑا نہ رہ سکا۔ کیونکہ خداوند نے اسے کمزور کر دیا اور تیرا لشکر (تیری جماعت) کمزور اور نادار تھا[4] "

ایک ہی آیت کی عبارت دونوں نسخوں میں کس قدر مختلف ہے اور کتنا اختلاف ہے ملاحظہ فرمایئے ۔

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء کی طبع میں یہ جملہ اس طرح ہے " اور میں نے اون کا اندیشہ نہ کیا "

[2] ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں آیت کے الفاظ یہ ہیں " کیا سبب ہے کہ تیرے بہادر گرائے گئے وے کھڑے نہ رہے کیونکہ خداوند نے اونکو اوندھا کیا "

[3] اس بچھڑے کا نام ہے جس کی اہلِ مصر پرستش کرتے تھے ۔ ۱۲ منہ

[4] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں " کیوں ایپس تیرا پسندیدہ سانڈھ تجھ سے بھاگا کیوں وہ کھڑا نہیں رہا اس لئے خداوند نے اسے کمزور کیا اور تیرا گروہ تھا کمزور اور بے مروت "

پندرھواں[15] شاہد، زبور ۸۹ میں

زبور ۸۹ کی آیت ۱۹ اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق یہ جملہ ہے:۔

"...... تو نے رؤیا میں اپنے مقدس سے کلام کیا۔"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :۔

"پس در عالم رؤیا، با عزیز خود تکلم نمودی۔"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کے الفاظ یہ ہیں :۔

"حینئذٍ کلّمتَ بتیّک بالوحی۔"

ھنری و اسکاٹ کی تفسیر میں ہے :۔

"تمام تراجم اور عبرانی زبان ہی کے بہت سے دوسرے نسخوں میں یہ جملہ یوں ہے کہ "تو نے رؤیا میں اپنے مقدسوں[1] سے کلام کیا[2]۔"

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ پروٹسٹنٹ حضرات نے تمام دوسرے تراجم اور عبرانی کے بیشتر دوسرے نسخوں کے برعکس کن وجوہات کی بنا پر جمع کو مفرد سے بدل دیا۔ جب کہ رومن کیتھولک کے تمام انگریزی تراجم میں یہ لفظ جمع ہی کا استعمال ہوتا رہا ہے۔

سولھواں[16] شاہد، کتاب ایوب میں

کتاب ایوب باب ۳۸ آیت ۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق عبارت یوں ہے :۔

"وہ ایسے بدلتی ہے جیسے مہر کے نیچے چکنی مٹی اور تمام چیزیں کپڑے کی طرح

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس جملہ کو جمع ہی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ (زبور ۸۹/۱۹)

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ جملہ اس طرح ہے : "تو نے اپنے مقدسوں کو فرمایا" ۱۲

نمایاں ہو جاتی ہیں[1]۔"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۶ء میں یوں ہے کہ :-

"وچوں گل از مُہر مبدل میشود وایشاں چوں درلباس فاخرہ ظاہر ہستند۔"

اور یونانی ترجمہ میں یہ آیت اس طرح ہے کہ :-

"تو نے اس کو مٹی سے زندہ مخلوق بنایا اور اس کو قوتِ گویائی دے کر زمین میں بھیجا[2]۔"

دیکھئے دونوں عبارتوں میں کلی طور پر تضاد ہے اور یقیناً ان دونوں میں سے ایک میں تحریف ہوئی ہے۔ ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ "اس آیت نے مفسرین کو بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے۔"

سترہواں شاہد، زبور ۹۷ میں زبور ۹۷ کی آیت ۷، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

"کھدی ہوئی مورتوں کے سب پوجنے والے جو بتوں پر فخر کرتے ہیں شرمندہ ہوں اے معبودو! سب اس کو سجدہ کرو[3]۔"

لیکن یونانی ترجمہ میں اس آیت کا آخری جملہ یوں ہے کہ :-

"خدا کے سب فرشتے اُسے سجدہ کریں۔"

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں اس آیت کی عبارت یوں ہے "جب وہ مُہر کی مٹی کی مانند مبدل ہوتی ہے اور سب آراستہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔"

[2] قدیم نسخوں میں اس آیت کا اردو ترجمہ ان الفاظ میں ہے "مٹی لیکے کیا تو نے بنایا اوسے زندہ پیدائش اور اوس کو قوت بولنے کی دیکر زمین پر رکھا۔"

[3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں اس آیت کے الفاظ اسطرح ہیں "شرمندہ ہو ویں وے سب جو کھودے ہوئے بت پوجتے ہیں اور بتوں پر پھولتے ہیں سارے معبودو تم اوسے سجدہ کرو۔"

چنانچہ مقدس پولس نے عبرانیوں کے نام خط کے باب آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں "خدا کے سب فرشتے اسے سجدہ کریں" ہی نقل کیا ہے۔ جس کا یہی مطلب لیا جا سکتا ہے کہ مقدس پولس نے اس مقام پر یونانی نسخہ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔

اٹھارہواں شاہد، زبور ۳۸ میں ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کے قول کے مطابق زبور ۳۸ عربی ترجمہ کی آیت ۲۰ کے بعد یہ جملہ زائد لکھا ہوا ہے کہ :-

"میں تیرا محبوب ہوں لیکن ان لوگوں نے میرے جسم کو بگاڑ کر مجھے نکال باہر کیا اور انہوں نے میرے جسم میں میخیں گاڑ دیں[۱]"

سبحان اللہ! مسیح علیہ السلام پر اس آیت کو چسپاں کرنے کے لئے اس مترجم نے اپنی دانست میں بہت اچھا جملہ گھڑ کے اضافہ کیا ہے۔ غالباً اسی عیب کے برعکس ۱۸۳۱ء کے مطبوعہ عربی ترجمہ کے مترجم نے اس جملہ کو حذف کر دیا ہے۔ البتہ اس نے زبور ۳۷ کو ۳۸ بنا دیا ہے۔

انیسواں شاہد، زبور ۳۷ میں زبور ۳۷ کی آیت ۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

"یقیناً میں نے عبث اپنے دل کو صاف اور اپنے ہاتھوں کو پاک کیا[۲]"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کہتے ہیں کہ یونانی نسخہ اور دوسرے تراجم میں اس آیت کے شروع میں "تو میں نے کہا" کے الفاظ کا اضافہ موجود ہے۔

---

[۱] قدیم اردو ترجموں میں یہ جملہ ان الفاظ میں ہے "انہوں نے مجھکو جو پیارا ہوں مکروہ لاش کر کے خارج کر دیا اور انہوں نے میرے بدن کو میخوں سے چھیدا ہے"

[۲] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس آیت کی عبارت یوں ہے "یقیناً میں نے اپنے دل کو عبث صاف کیا ہو گا"

بیسواں شاہد: زبور ۷۵ میں

زبور ۷۵ کی آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

"کیونکہ خداوند کے ہاتھ میں پیالہ ہے اور مے جھاگ والی ہے، وہ ملی ہوئی شراب سے بھرا ہے اور خداوند اسی میں سے انڈیلتا ہے۔ بیشک اس کی تلچھٹ زمین کے سب شریر نچوڑ نچوڑ کر پئیں گے[1]"

اور یہی آیت یونانی ترجمہ میں اس طرح ہے :-

"ایک پیالہ اور تیز شراب ہے، وہ ملی ہوئی شراب سے بھرا ہے اور خداوند اس کو دوسرے میں انڈیلتا ہے۔ لیکن اس کی تلچھٹ پھر بھی ختم نہیں ہوتی اور زمین کے سب شریر اس کو پئیں گے"

اکیسواں شاہد: زبور ۱۱۸ میں

زبور ۱۱۸ کی آیت ۲۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

"یہوواہ ہی خدا ہے اور اسی نے ہم کو نور بخشا ہے، قربانی کو مذبح کے سینگوں سے رسیوں سے باندھو[2]"

اور یونانی ترجمہ میں "قربانی کو مذبح کے ..... الخ" کی عبارت اس طرح ہے کہ :-

"قربانی کے سینگوں سے موٹی شاخوں کی ایک عید باندھو[3]"

دیکھئے دونوں عبارتوں میں کتنا واضح فرق موجود ہے -

---

[1] ترجمہ اردو ۱۸۲۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے: "خداوند کے ہاتھ میں پیالہ ہے جس میں سُرخ شراب ہے اور مرکب سے بھرا ہوا ہے جسے وہ ڈھالتا ہے اور اس کی تلچھٹ کو بھی زمین کے سارے شریر پی کے نچوڑیں گے اور پیئیں گے"

[2] اردو ترجمہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت یوں ہے "خداوند وہ خدا ہے جس نے ہم کو نور دکھلایا قربانی کو مذبح کے قرنوں تک رسیوں سے باندھو"

[3] قدیم اردو ترجموں میں یہ عبارت اس طرح ہے "ایک عید ساتھ موٹی شاخوں کے قائم کرو قرنوں قربانی تک"

بائیسواں شاہد، زبور ۱۱۸ میں [۲۲]

زبور ۱۱۹ کی آیت ۸۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ:۔

"اے خداوند تیرا کلام آسمان پر ابد تک قائم ہے[۱]۔"

اور لاطینی نسخہ میں یوں ہے کہ:۔

"تو ابد تک قائم ہے اور اے یہوواہ تیرا کلام آسمانوں میں ثابت[۲] ہے۔"

تیئیسواں شاہد، خیالات فلپس میں [۲۳]

خیالات[۳] فلپس میں مذکور ہے کہ کتاب یشوع باب ۹ کی آیت ۶ میں عبرانی نسخہ میں ایک لفظ معروف کے صیغہ سے استعمال کیا گیا ہے اور لاطینی نسخہ میں وہی لفظ مجہول لکھا ہے۔ اسی طرح کتاب یرمیاہ کے باب ۲۳ میں عبرانی میں ایک مقام پر مفرد لفظ استعمال ہے اور لاطینی میں وہی لفظ جمع کے صیغہ سے لکھا ہے۔

چوبیسواں شاہد، کتاب اشعیاہ میں [۲۴]

کتاب یسعیاہ باب ۴۰ کی آیت ۵ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق اس طرح ہے کہ:۔

"اور خداوند کا جلال آشکارا ہوگا اور تمام بشر اس کو دیکھے گا۔ کیونکہ خداوند نے اپنے منہ سے فرمایا ہے[۴]۔"

---

[۱] قدیم اردو ترجمہ میں یہ آیت ان الفاظ سے ہے "اے خداوند! تیرا سخن آسمانوں پر سدا ثابت ہے۔"

[۲] قدیم نسخوں میں اس ترجمے کے الفاظ یہ ہیں "تو ہے ہمیشہ کیلئے اے یہوواہ! تیرا کلام آسمانوں میں ثابت ہے۔"

[۳] ایک کتاب کا نام ہے جس کو کیتھ فلپس کوارٹو گوکس سالار نے رسالہ احمد شریف اصفہانی کے جواب میں عربی زبان میں لکھ کر ۱۶۴۹ء میں مقام ہیکوتیت میں چھپوایا ہے اور کتب خانہ انگریزی مدرسہ دہلی میں ایک نسخہ موجود ہے۔ ۱۲ منہ

[۴] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں یہ آیت یوں ہے "اور خداوند کا جلال آشکارا ہوگا اور سب بشر ایک ساتھ دیکھیں گے کہ خداوند کے منہ نے یہ فرمایا ہے۔"

اور یہی آیت یونانی ترجمہ میں یوں ہے کہ :-

"اور خداوند کا جلال آشکارا ہو گا اور تمام لوگ ہمارے خدا کی نجات کو ایک ساتھ دیکھیں گے۔ کیونکہ خداوند نے اپنے منہ سے یہ فرمایا ہے"

دیکھئے عبرانی نسخہ میں "ہمارے خدا کی نجات" کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ ہورن اپنی تفسیر جلد ۲ کے حصہ اول باب ۸ میں کہتا ہے کہ "لوقا نے اپنی انجیل کے باب ۳ آیت ۶ [1] میں یونانی نسخہ ہی کے مطابق لکھا ہے اور پادری لوتھ نے اسی کو صحیح قرار دے کر اپنی کتاب یسعیاہ کے ترجمہ میں ان الفاظ کو شامل کر لیا ہے۔ ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے تو تصریح کر دی ہے کہ لفظ "دیکھے گا" کے بعد "ہمارے خدا کی نجات" کے الفاظ کا اضافہ ضروری ہے۔ جیسا کہ کتاب یسعیاہ کے عبرانی نسخہ کے ہی مطابق اردو ترجمہ میں باب ۵۲ آیت ۱۰ اور یونانی ترجمہ میں یہ اضافہ موجود ہے۔

پچیسواں شاہد، کتاب القضاۃ میں

کتاب القضاۃ باب ۱ آیت ۱۸، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

"اور یہوداہ نے غزہ اور اس کی نواحی اور اسقلون اور اس کی نواحی اور عقرون اور اس کی نواحی کو بھی لے لیا"

اور یہ آیت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے کہ :-

"و یہوداہ غزہ مع حوالی آن و اسقلون مع حوالی آن و عقرون مع حوالی آن را گرفت"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء یوں ہے کہ :-

واخذ یہوذا غزۃ و تخومہا و عسقلان و عقرون و

---

[1] اور ہر بشر خدا کی نجات دیکھے گا۔ (انجیل لوقا ۳/۶)

حدودھما"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء اور دوسرے انگریزی تراجم میں بھی تقریباً اسی طرح مذکور ہے لیکن یونانی ترجمہ میں یہ آیت اس طرح ہے :-

"اگرچہ یہوداہ نے غزہ اور اس کے نواحی استقلون اور اس کی نواحی اور عقرون اور اس کی نواحی پر قبضہ نہیں کیا تھا"

ملاحظہ کیجئے کہ عبرانی میں جو بات بیان کی گئی ہے۔ یونانی میں اس کے بالکل الٹ بات بتائی جا رہی ہے۔

چھبیسواں شاہد، ۱۔ سموئیل میں[۲۶] کتاب ۱۔ سموئیل باب ۱۳ آیت ۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :-

"اور سموئیل اٹھ کر جلجال سے بنیمین کے جبعہ کو گیا۔ تب ساؤل نے ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ گنا اور وہ قریباً چھ سو[۱] تھے"

اور یونانی ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے :-

"سموئیل اٹھ کر جلجال سے چلا گیا اور باقی لوگوں نے ساؤل کے ساتھ مل کر جنگ کی اور جب وہ جلجال سے جبعہ کو آگئے تب ساؤل نے ان لوگوں کو ..." الخ

ملاحظہ کیجئے دونوں نسخوں کی عبارت میں کتنا واضح فرق ہے۔

ستائیسواں شاہد، ۱۔ سموئیل میں[۲۷] کتاب ۱۔ سموئیل باب ۱۴ آیت ۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ کے مطابق اس طرح ہے کہ :-

"اور ساؤل نے اخیاہ سے کہا خدا کا صندوق یہاں لا کیونکہ خدا کا صندوق اس وقت

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "اور سموئیل اٹھا اور جلجال سے بن یامین کے شہر جبعہ کو چڑھ گیا تب ساؤل نے ان لوگوں کو جو اس پاس حاضر تھے گنا اور وے چھ سو جوان تھے"

بنی اسرائیل کے ساتھ وہیں تھا"[1]

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے:-

"وساؤل اخیہ را فرمود کہ صندوق خدا را در اینجا بیاور چہ صندوق خدا دراں ایام با بنی اسرائیل می بود"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء بھی فارسی ترجمہ ہی کے مطابق ہے۔ لیکن یہ آیت یونانی ترجمہ میں اس طرح لکھی ہے کہ:-

"اس وقت ساؤل نے اخیاہ سے کہا کہ افود لا۔ کیونکہ اس وقت وہ افود کو بنی اسرائیل کے آگے پہنے ہوئے تھے"

یہاں بھی دونوں عبارتوں کا بیّن فرق ملاحظہ کیجئے۔

اٹھائیسواں شاہد، زبور ۳۴ میں

زبور ۳۴ کی آیت ۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ:-

"ببر کے بچے تو حاجتمند اور بھوکے ہوتے ہیں ۔۔۔"[2] الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے:-

"شیر بچگان محتاج میشوند و فاقہ می کشند ۔۔۔" الخ

لیکن یونانی نسخہ میں یہی جملہ یوں ہے کہ:-

"دولتمند آدمی محتاج اور بھوکے ہیں" الخ

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کا قول ہے کہ "کئی دوسرے ترجموں میں بھی یونانی نسخہ کے مطابق عبارت ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ شیر اور قوی کے معنی ادا کرنے والے

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اور ساؤل نے اخیاہ کو کہا الاہ کا صندوق یہاں لا کیونکہ الاہ اس روز بنی اسرائیل کے درمیان تھا"

[2] ترجمہ اردو ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے "ہاں گو حاجتمند اور بھوکے ہیں"

لفظوں میں غایت درجہ مماثلت ہے اور ایک حرف کا فرق ہے۔

انتیسواں شاہد ۲۔سموئیل میں کتاب ۲سموئیل باب ۴ آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء و عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے کہ :۔

"سو وہ وہاں گھر کے اندر گیہوں لینے کے بہانے سے گھسے اور اس کے پیٹ میں مارا اور ریکاب اور اس کا بھائی بعنہ بھاگ نکلے"[1]

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :۔

"و در آنجا در میان خانہ داخل شدند بقصد بردن گندم و او را بہ زیر دندہ شکم زدند و ریکاب و برادر خورد فرار کرد"

لیکن اسی آیت یونانی ترجمہ میں یوں ہے کہ :۔

"اور اب دیکھئے کہ گھر چوکیدار گیہوں صاف کرتے کرتے تھک کر سو گیا اور ریکاب اور بعنہ دونوں بھائی چپکے سے گھر میں داخل ہو گئے ......" الخ

دیکھئے یہاں بھی شاہد ۲۸ کی طرح عبارت میں بیّن تفاوت ہے۔ جنرل ہارسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کا قول ہے کہ ڈیوکینیس نے بھی یونانی نسخہ ہی کی عبارت کو راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔

تیسواں شاہد ۲۔سلاطین میں کتاب ۲۔سلاطین باب ۲۳ آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء و عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :۔

"اور جب یوسیاہ مڑا تو اس نے ان قبروں کو دیکھا جو وہاں اس پہاڑ پر تھیں، اس نے لوگ بھیج کر ان قبروں میں سے ہڈیاں نکلوائیں اور ان کو اس مذبح پر جلا کر اسے ناپاک کیا، یہ خداوند کے سخن کے مطابق ہوا جسے مرد خدا نے

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت اس طرح ہے "سو وہ دونوں نے گھر کے اندر چپکے سے کسی کے گیہوں لینے کے بہانے سے اسکی پانچویں پسلی میں مارا اور ریکاب اپنے بھائی بعنہ سمیت بھاگ گیا"

جس نے ان باتوں کی خبر دی تھی سنایا تھا۔[1]"

لیکن یونانی نسخہ میں اس آیت کے آخر میں اتنی عبارت کا اور اضافہ موجود ہے۔

"جب یوربعام نے مذبح کے پاس کھڑے ہو کر پلٹ کر دیکھا تو اس نے اس مرد خدا کی جس نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا، قبر کو دیکھا"

یہاں بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید عبرانی نسخہ میں تحریف کر کے اس جملہ کو نکال دیا گیا ہے۔

اکتیسواں[31] شاہد ۲۔ تواریخ میں

کتاب ۲۔ تواریخ باب ۱۳۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق آیت ۳ یوں ہے کہ:-

"اور ابیاہ جنگی سورماؤں کا لشکر یعنی چار لاکھ چنے ہوئے مرد لے کر لڑائی میں گیا اور یربعام نے اس کے مقابلہ میں آٹھ لاکھ چنے ہوئے مرد لے کر جو زبردست سورما تھے صف آرائی کی[2]"

لیکن آیت ۱۷ میں یہ تعداد اس طرح بتائی گئی ہے:-

"اور ابیاہ اور اس کے لوگوں نے ان کو بڑی خونریزی کے ساتھ قتل کیا سو اسرائیل کے پانچ لاکھ چنے ہوئے مرد کھیت آئے[3]"

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ [illegible] کے مطابق یہ آیت یوں ہے "اور جب یوسیاہ نے نظر پھیری اور اس نے پہاڑ پر قبریں دیکھیں تو اس نے لوگ بھیج کے اون کی ہڈیاں نکلوائیں اور مذبح پر جلائیں اور اس کو نجس کیا جیسا کہ خداوند نے اس مرد خدا کی معرفت جس نے ان باتوں کی خبر دی ارشاد کیا تھا"

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ [illegible] کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "اور ابیاہ نے چار لاکھ جنگی مردوں کے لشکر سے جو منتخب جوانمرد تھے جنگ کے لئے صف باندھی اور یربعام نے بھی اس کے مقابل میں آٹھ لاکھ چنے ہوئے بہادر لوگوں سے جنگ کے لئے صف باندھی"

[3] ترجمہ اردو [illegible] کی طبع میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں "اور ابیاہ اور اسکے لوگوں نے بڑے قتال میں انہیں کاٹ ڈالا سو اسرائیل میں پانچ لاکھ چنے ہوئے مرد مارے پڑے"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں آیت ۱۷ اس طرح ہے :۔

"و ابیہ فوج دلاوران برگزیدہ بعدد چہار صد ہزار بہ صف آراست ویربعام نیز ہشت صد ہزار کس نوحی لاقتدار را بمقابل وے آراست"

اور فارسی ترجمہ میں آیت ۱۷ یوں ہے :۔

"و ابیہ با ہمراہان خود ایشان را بقتل عظیم کشت بحدیکہ پانصد ہزار برگزیدگان اسرائیلی کشتہ گشتند"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء اور انگریزی ترجمہ بھی انہی کی مانند ہے ۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ا میں کہتا ہے کہ :۔

"بہت سے قدیم لاطینی زبان کے نسخوں میں یہ تعداد چار لاکھ کے بجائے چالیس ہزار اور آٹھ لاکھ کی جگہ اسی ہزار اور پانچ لاکھ کے بجائے پچاس ہزار بتائی گئی ہے اور انہی نسخوں کی تعداد زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے"

ملاحظہ کیجئے کہ بائبل کا یہ مفسر اس مقام پر عبرانی نسخہ میں تحریف کا غالب گمان رکھتا ہے ۔

مذکورہ مقامات کے علاوہ بائبل کے دوسرے بے شمار مقامات پر اسی طرح کے بے شمار اختلافات موجود ہیں ۔ مثلاً :۔

- کتاب اول سلاطین باب ۱۰ آیت ۵ اور باب ۱۷ کی آیت نمبر ۴ کے درمیان ۔
- کتاب دوم سلاطین باب ۱۰ آیت ۱ اور کتاب تواریخ دوم باب ۲۸ کی آیت ۲۳ میں ۔
- کتاب تواریخ ۔ ۲ باب ۲۲ آیت ۹ اور کتاب اشآ باب ۲۹ آیت

نمبر ۱۲ میں ۔

- کتاب نحمیاہ باب ۱ آیت ۱۱، اور کتاب یسعیاہ باب ۲ آیت نمبر ۲ میں ۔

ان مذکورہ آیات میں یونانی ترجمہ کی عبارت عبرانی نسخہ سے مختلف ہے ۔ اور

- کتاب ۔ ۲ سموئیل باب ۵ کی آیت ۸ عبرانی نسخہ میں کنی کاٹ کے ترجمہ سے مختلف ہے ۔ اور
- زبور ۱۴ کی آیت ۲ کا کسدی ترجمہ بھی عبرانی نسخہ سے بالکل مختلف ہے ۔
- زبور ۱۱۹ کی آیت ۵۶ اور رومی ترجمہ میں عبرانی نسخہ سے مختلف ہے ۔ اور
- کتاب نحمیاہ باب ۴ کی آیت ۲۳ آرامی اور کلارک کے ترجمہ میں عبرانی نسخہ سے مختلف لکھی ہوئی ہے ۔

فصل چہارم

روایات کا فساد

بائبل کی کتابوں میں موجود بعض آیات کے غلط ہونے کے بارے میں مفسرین اور مسیحی علماء نے برملا اعتراف کیا ہے اور بعض روایات میں ایسا بیّن اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک کو یقیناً غلط کہنا پڑتا ہے یا دور از کار تاویلوں کا سہارا تلاش کرنا پڑتا ہے۔ ذیل میں دونوں قسم کے فساد کا بطور نمونہ تذکرہ کیا جاتا ہے :۔

فساد نمبر ۱

بیٹا باپ سے بڑا تھا

کتاب تواریخ ثانی باب ۲۲ آیت ۲ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق یوں لکھا ہے کہ :۔

"اخزیاہ بیالیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا[۱] ... " الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یہ ہے کہ :۔

"واخزیاہ چہل ودو سالہ بود کہ آغاز سلطنت نمود ..." الخ

یقینی طور پر یہ غلط ہے، اس لئے کہ اس کا باپ یہورام اپنی وفات کے وقت چالیس سال کا تھا اور وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد بلا تاخیر تخت نشین ہو گیا تھا، اب اگر اس قول کو درست مان لیا جائے تو وہ اپنے باپ سے دو سال بڑا ہے۔

---

[۱] ترجمہ اردو مطبوعہ [illegible] کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اخزیاہ بیالیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا"۔

کتاب تواریخ ثانی ہی کے باب ۲۱ آیت ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے کہ :-

"یہورام جب سلطنت کرنے لگا تو بتیس برس کا تھا اور اس نے آٹھ برس یروشلم میں سلطنت[1] کی۔"

اور باب ۲۱ کی آیت ۲۰ میں ہے کہ :-

"وہ بتیس برس کا تھا جب سلطنت کرنے لگا اور اس نے آٹھ برس یروشلم میں سلطنت[2] کی اور وہ بغیر ماتم کے رخصت ہوا ...... الخ"

اور کتاب سلاطین باب ۸ کی آیت ۱۷ میں ہے کہ :-

"اور جب وہ سلطنت کرنے لگا تو بتیس برس کا تھا اور اس نے یروشلم میں آٹھ برس بادشاہی کی[3]۔"

اس کے برعکس کتاب سلاطین باب ۸ کی آیت ۲۶ میں ہے کہ :-

"اخزیاہ بائیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے[4] لگا اور اس نے یروشلم میں ایک برس حکومت کی .... الخ"

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۱ میں کہتا ہے کہ :-

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے "یہورام بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور آٹھ برس تک یروشلم میں مسلط رہا۔"

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "وہ بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور آٹھ برس تک مسلط رہا۔"

[3] ترجمہ اردو ۱۸۲۳ء کی طبع میں یہ آیت یوں ہے "اور جبکہ وہ سلطنت کرنے لگا تب اوس کی عمر بتیس برس کی تھی اور اوس نے یروشلم میں آٹھ برس بادشاہت کی۔"

[4] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "وہ بائیس برس کا تھا جبکہ سلطنت پر بیٹھا۔"

"یہ غلطی اس سبب سے واقع ہوگئی ہے کہ عبرانی زبان میں اعداد ہندسوں کے بجائے حروف کی صورت میں لکھے جاتے تھے۔ چنانچہ تواریخ ثانی میں اس مقام پر کاتب کی غلطی سے کاف کے بجائے میم لکھا گیا اور "ک" کے عدد بیس ہوتے ہیں اور "م" کے چالیس، اس طرح غلطی واقع ہوگئی۔"

کسی صورت میں ہی سہی اس مفسر نے عبرانی نسخہ میں تحریف کا اقرار تو کرلیا اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے کاتب کی طرف سے اس غلطی کے وقوع کا اعتراف کرنے کے بعد کہا ہے کہ :۔

"یونانی، سریانی اور عربی تراجم میں بیالیس کے بجائے بائیس لکھا ہوا ہے۔"

ڈائلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں کتاب سلاطین ثانی باب ۸ کی آیت نمبر ۲۶ کے ذیل میں یہ تصریح موجود ہے :۔

"کتاب تواریخ ثانی میں بیالیس کا لفظ لکھا ہے، لیکن بیشتر قدیم ترجموں میں اس مقام پر بائیس کا لفظ موجود ہے۔ جیسا کہ اس جگہ پر اس کی تصریح موجود ہے۔"

لطف کی بات یہ ہے کہ اب موجودہ ترجموں میں اس کو درست کرکے پھر بائیس ہی کا لفظ لکھا جانے لگا ہے۔ چنانچہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں الفاظ کو یوں بدل دیا ہے کہ :۔

"اخزیاہ بوقت جلوس بست و دو سالہ بود ۔۔۔۔۔۔" الخ

دیکھا آپ نے، اسی کا نام تحریف رکھا جاتا ہے۔

فساد نمبر ۲

سات ہزار سوار یا سات سو سوار | کتاب تواریخ اول باب ۱۸، آیت ۴ اردو ترجمہ

مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں لکھا ہے :-

"اور داؤد نے اس سے ایک ہزار رتھ اور سات ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے لے لئے[1]......" الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے :-

"و داؤد یک ہزار ارابہ و ہفت ہزار سوار و بیست ہزار پیادہ از وے دستگیر کرد......" الخ

لیکن کتاب سموئیل دوم باب ۸ آیت ۴ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہ تعداد یوں لکھی ہے کہ :-

"و داؤد یک ہزار ارابہ و ہفت صد سوار و بست ہزار پیادہ از وے دستگیر کرد"

دیکھئے سات سو اور سات ہزار میں کتنا بڑا تفاوت ہے اور سموئیل کے اردو ترجمہ سے "رتھ" کا لفظ ہی غائب ہے[2]۔

فساد نمبر ۳

کتاب تواریخ اول باب ۱۹ کی آیت ۱۸ میں اسیروں کی تعداد سات ہزار اور کتاب سموئیل دوم باب ۱۰ کی آیت ۱۸ میں سات سو لکھی ہوئی ہے اس بارے میں ہورن اپنی تفسیر کی جلد اول میں کہتا ہے کہ :-

"کتاب تواریخ اول باب ۱۹ کی آیت ۱۸ میں اسیروں کی تعداد جو سات ہزار

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے "اور داؤد نے اس سے ایک ہزار رتھ اور سات ہزار سوار تھی اور بیس ہزار پیادے اسیر کر لئے"

[2] آیت اسطرح ہے "اور داؤد نے اس کے ایک ہزار سات سو سوار اور......" الخ (۲ سموئیل ۸)

بتائی گئی ہے، یہی درست ہے "

اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں کتاب تواریخ اول باب ۱۹ کی آیت ۱۸ کے ذیل میں لکھا ہے کہ :-

"غالباً یہ فرق اس بنا پر پیدا ہو گیا کہ ایک حرف عدد کی جگہ اور دوسرا حرف عدد لکھ دیا گیا "

بہر حال مفسرین نے اس مقام پر تحریف کا اعتراف کر لیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ظن و تخمین کو بنیاد بنا کر یہ تحریف بے چارے کاتبوں کے سر ہی تھوپ دی گئی ہے۔

اور سابقہ اختلافات کو رفع کرنے کے لئے مذکورہ بالا اردو اور فارسی ترجموں میں تحریف کر دی گئی ہے لیکن عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں موجود اختلاف کا مفسرین اب بھی اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ عربی ترجمہ میں کتاب تواریخ اول باب ۱۹ کی آیت ۱۸ یوں لکھی ہے کہ :-

"فھرب ارام من قدام اسرائیل وقتل داؤد من ارام سبعة آلاف من کب واربعین الف رجل ... " الخ

اور کتاب سموئیل ثانی باب ۱۰ کی آیت ۱۸ اس طرح ہے کہ :-

" وقتل داؤد من الارامیین سبعمائة مرکب واربعین الف فارس ... " الخ

مذکورہ بالا اختلاف کے علاوہ ان دونوں عبارتوں میں ایک دوسرا اختلاف بھی موجود ہے۔

اور وہ یہ کہ ایک میں " چالیس ہزار پیادوں " اور دوسری میں " چالیس ہزار سواروں " کا ذکر ہے۔

فساد نمبر۴

بنی اسرائیل کی مردم شماری کتاب تواریخ اول باب ۲۱ آیت ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے کہ :-

"اور یوآب[1] نے لوگوں کے شمار کی میزان داؤد کو بتائی اور سب اسرائیل گیارہ لاکھ شمشیر زن مرد اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن مرد[2] تھے۔"

اور کتاب سموئیل ثانی باب ۲۴ آیت ۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور یوآب نے مردم شماری کی تعداد بادشاہ کو دی سو اسرائیل میں آٹھ لاکھ بہادر مرد نکلے جو شمشیر زن تھے اور یہوداہ کے مرد پانچ لاکھ نکلے[3]۔"

ان دونوں عبارتوں کا موازنہ کیجئے تو لاکھوں کا فرق نکلتا ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں عبارتوں میں مذکور تعداد تو بیک وقت صحیح ہو نہیں سکتی تو یقیناً ایک کو غلط ماننا پڑیگا۔

---

[*] مصنف نے فساد نمبر ۳ میں دو مضامین کو یکجا ہی لکھ دیا تھا ہم نے آسانی تفہیم اور ترتیب کے پیش نظر دو حصوں میں تقسیم کر کے فساد نمبر ۳ و فساد نمبر ۴ کے ضمن میں لکھ دیا ہے جس کی وجہ سے "اعجاز عیسوی" کے اصل نسخہ کی ترتیب میں ایک نمبر کا اضافہ ہو گیا ہے اور اس طرح اس سلسلے کا آخری یعنی فساد نمبر ۴ کا نمبر فساد نمبر ۵ پڑھا جائے گا۔ ۱۲ نجیب

[1] یوآب حضرت داؤد علیہ السلام کا سپہ سالار تھا۔ ۱۲ تقی

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "تب یوآب نے لوگوں کی حاضری داؤد کو دی اور سارے اسرائیل گیارہ لاکھ شمشیر زن اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن تھے۔"

[3] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "اور یوآب نے لوگوں کے شمار کی فرد بادشاہ کو دی، سو بنی اسرائیل آٹھ لاکھ شمشیر زن بہادر تھے اور بنی یہوداہ پانچ لاکھ جنگی تھے۔"

فساد نمبر ۵

سات سال یا تین سال

کتاب تواریخ اول باب ۲۱ آیت ۱۲ اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"یا تو(۱) قحط کے تین برس یا اپنے دشمنوں کے آگے تین مہینے تک ہلاک ہوتے رہنا ایسے حال میں کہ تیرے دشمنوں کی تلوار تجھ پر وار کرتی رہے یا تین دن خداوند کی تلوار یعنی ملک میں وبا رہے اور(۲) ...." الخ

اور یہی آیت دوسرے ترجموں میں یوں ہے۔ مثلاً فارسی ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

"یا سہ سال قحط یا مدت سہ ماہ پیش دشمنان خود کشتہ کردی ....." الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۵ء میں ہے "یا سہ سال قحطے" اور عربی ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸۳۱ء میں ہے "اما ثلاث سنین جوعاً" الخ اور انگریزی ترجمہ میں بھی تقریباً یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس سموئیل ثانی باب ۲۴ کی آیت ۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء میں یہ مدت یوں بیان کی گئی ہے :-

"سو جاد(۳) نے داؤد کے پاس جا کر اس کو یہ بتایا اور اس سے پوچھا کیا تیرے ملک میں سات برس قحط رہے، یا تو تین مہینے تک اپنے دشمنوں سے

---

(۱) یعنی تین بلاؤں میں سے کوئی ایک تو ہو گی یا قحط یا دشمنوں کا تسلط یا وبا، اس میں سے کسی ایک کو اختیار کر لو۔" ۱۲ تقی

(۲) ترجمہ اردو مطبوعہ سنہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے "تین برس کا کال ہو یا تین مہینے اپنے بیریوں کے آگے ہلاک ہو اور تیرے دشمنوں کی تلوار آ پڑے یا تین دن خداوند کی تلوار اور ملک مرے پر ....." الخ

(۳) جاد علیہ السلام بقول تورات نبی تھے جنہیں غیب بین کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ۱۲ تقی ❊

بھاگتا پھرے اور وہ تجھے رگیدیں[1]۔" الخ

اور اس سے پوچھا" الخ کا جملہ دوسرے ترجموں میں اسطرح ہے۔ مثلاً فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے " آیا ہفت سال قحط دریں زمین بر تو نازل گردد۔" الخ اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے " ولایات قحطے ہفت سالہ واقع شود۔" اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ:۔ "اماان یکون سبعۃ سنین جوعا لک۔۔" الخ۔

دیکھئے پہلی آیت میں قحط کی مدت تین سال اور دوسری میں سات سال بتائی گئی ہے۔ تین اور سات میں تو بڑا فرق ہے اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان میں سے ایک یقیناً غلط ہے۔ اور ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کے جامعین یہاں بھی کاتب ہی کی غلطی قرار دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ کاتب کو بھلے ہی ملامت کرتے رہیں، غلطی تو تسلیم کر ہی لی۔

فساد نمبر ۶

بیت شمس کے ہلاک شدگان

کتاب سموئیل اول باب ۶ آیت ۱۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق اس طرح لکھا ہے کہ:۔

"اور اس نے بیت شمس کے لوگوں کو مارا اس لئے کہ انہوں نے خداوند کے صندوق کے اندر جھانکا تھا۔ سو اس نے ان کے پچاس ہزار اور ستر

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ یہ ہیں " سو جاد داؤد کے پاس آیا اور اوس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ تیرے ملک میں سات برس کا کال پڑے یا تو تین مہینے تک اپنے دشمنوں سے بھاگتا پھرے۔۔" الخ

آدمی مار ڈالے الخ"[1]

اور یہ آخری جملہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے کہ :-

"و پنجاہ ہزار و ہفتاد کس از آن قوم ... " الخ

ہورن اپنی تفسیر کی جلد اول میں کہتا ہے کہ "عربی اور سریانی زبان کے ترجموں میں یہ تعداد پانچ ہزار اور ستر آدمی لکھی ہوئی ہے"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ :-

"اصل عبرانی نسخہ میں یہ عبارت یوں لکھی ہوئی ہے "ستر آدمی دو پچاس ایک ہزار آدمی" جو کہ عبرانی طریق گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار دو پچاس اور ستر یعنی گیارہ سو ستر (۱۱۷۰) ہوتی ہے"

اسی تفسیر مذکورہ میں پھر یوں لکھا ہے :-

"مرنے والوں کی تعداد اصل عبرانی نسخہ میں الٹی لکھی ہے، اس سے بھی قطع نظر کرتے ہوئے یہ بات بعید ہے کہ اس قدر بے شمار انسان گناہ کے مرتکب ہوں اور چھوٹی سی بستی میں مارے جائیں، اس واقعہ کی سچائی میں شک ہے اور یوسیفس[2] نے مقتولین کی تعداد صرف ستر لکھی ہے"

ڈایلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں لکھا ہے :-

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۳۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے "اور خداوند نے بیت الشمس کے لوگوں کو مارا اس لئے کہ انھوں نے صندوق خدا کو کھول کے دیکھا سو اس نے پچاس ہزار اور ستر آدمی ان میں کے مار ڈالے"

[2] یہ ایک یہودی کاہن تھا اور اپنے عہد کے بادشاہوں کا منظور نظر، اس نے یونانی زبان میں اپنی قوم کی تاریخ لکھی ہے۔ ۱۲ تقی

"بشپ پیٹرک کا قول ہے کہ یہ ترجمہ صراحۃً غلط ہے اور یہ لفظوں کے تغیر و تبدل کے سبب ایسا ہوا ہے اور یہ بعید از عقل ہے کہ بیت شمس جیسی چھوٹی سی بستی میں اس قدر بے شمار انسان رہتے ہوں جن کا ذکر مقتولین کی مذکورہ تعداد میں کیا گیا ہے، چنانچہ یوحانٹ کے ترجمہ میں نہایت معقول بات لکھی ہے، اس نے بحساب فی ہزار ۵۰ آدمی کے ستر آدمی مارے یعنی بیسواں حصہ۔ اور ڈاکٹر واٹرلینڈ اور کلارک یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ "اس نے پچاس ہزار آدمیوں میں سے ستر کو قتل کر دیا" اور ان دونوں حضرات کا کہنا ہے کہ یہ تمام لوگ صرف بیت شمس ہی کے رہنے والے نہ تھے بلکہ گرد و نواح کے بھی تھے جو صندوق دیکھنے آئے تھے اور ڈاکٹر وال کا قول ہے کہ یوسیفس نے مقتولین کی تعداد صرف ستر لکھی ہے اور ڈاکٹر ہیلز کا قول ہے کہ سریانی اور عربی ترجمہ میں یہ تعداد پانچ ہزار ستر آدمی لکھی ہوئی ہے"

ملاحظہ کیجئے کہ عیسائی مفسرین اس فحش غلطی کی تاویل کرنے کے لئے کیسی کیسی عجیب توجیہات پیش کرتے ہیں۔ مگر بحمد اللہ ہمارا مدعا اپنی جگہ صحیح ثابت ہو گیا کہ یوسیفس کی تصریح کے مطابق عبرانی نسخہ میں واضح طور پر تحریف ہو گئی ہے۔

فساد نمبر ۷

بتیس سال یا تیس سال

کتاب سلاطین ثانی باب ۱۶ کی آیت ۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے:-

"اور جب وہ سلطنت کرنے لگا تو بیس برس کا تھا" الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے "آحاز بوقت جلوس بست سالہ بود" الخ

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۸ء میں ہے "وکان احازیوم ملک ابن عشرین سنة۔۔ الخ" ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ "غالباً یہاں تیس کے لفظ کے بجائے بیس کا لفظ لکھ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے باب ۱۸ کی آیت ۲ میں اس کی تصریح موجود ہے۔"

یہاں بھی مفسرین کی تصریحات کے مطابق غالب گمان یہی ہے کہ عبرانی نسخہ میں تحریف کی گئی ہے۔

فساد نمبر ۹

بیالیس ہزار یا دو ہزار بیالیس	کتاب القضاۃ باب ۱۲ آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے کہ :-

"۔۔۔۔ سو اُس وقت بیالیس ہزار افرائیمی قتل ہوئے۔"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ "ودراں ہنگام چہل و دو ہزار کس از بنی افرائم کشتہ شدند" اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ "والقتل فی ذالک الوقت من افرائم اثنین واربعین الف" اور دوسرے ترجموں میں بھی یہی تعداد بیان کی گئی ہے اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے "چالیس اور دو ہزار یعنی دو ہزار چالیس" اس تصریح کے مطابق دو ہزار چالیس کو بیالیس ہزار بنا دیا گیا ہے۔

۱؎ مصنف نے جس آیت کا حوالہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر سے دیا ہے موجودہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ "اور جب وہ سلطنت کرنے لگا تو بتیس برس کا تھا۔۔۔" الخ یہ تحریف کی ایک اور مثال ہے۔ ۱۲ مجیب

۲؎ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں "قتل ہوئے" کے بجائے "قتل کئے گئے" کے الفاظ ہیں۔ ۲

فساد نمبر ۹

سلطنت کے وقت یہویاکین کی عمر	کتاب سلاطین ثانی باب ۲۴ آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے کہ:-

"اور یہویاکین جب سلطنت کرنے لگا تو وہ اٹھارہ[1] برس کا تھا۔۔۔" الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۶ء میں ہے کہ :-

"و یہویاکین بوقت جلوس ہیجدہ ساله بود۔۔۔" الخ

اور عربی ترجمہ میں ہے کہ :-

"وكان يواخين يوم ملك ابن ثمانية عشر سنة" الخ

لیکن کتاب تواریخ ثانی باب ۳۶ کی آیت ۹ میں ہے :-

"یہویاکین آٹھ برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا[2]۔۔۔" الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

"و یہویاقین بوقت جلوس ہشت ساله بود۔۔۔" الخ

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں اس طرح ہے کہ :-

"ابن ثمانية سنين كان يواخين حين ملك۔۔۔" الخ

دیکھئے مذکورہ عبارتوں میں آٹھ اور اٹھارہ میں ایک دہائی کا بین اختلاف پایا جا رہا ہے۔

---

[1] یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں ان الفاظ میں ہے "اور یہویکین جب تخت پر بیٹھا تب اٹھارہ برس کا تھا"۔

[2] یہ آیت قدیم اردو ترجموں میں یوں ہے "یہویکین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔"

فساد نمبر ۱

دو ہزار بت یا تین ہزار مٹکے

کتاب سلاطین اول باب ۷ کی آیت ۲۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور دل اسکا چار انگل تھا اور اسکا کنارہ پیالہ کے کنارے کی طرح گل سوسن کی مانند تھا اور اس میں دو ہزار بت کی سمائی تھی"[1]

اور آخری فقرہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

"دو ہزار بت دران گنجید"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں اس طرح ہے کہ :-

"دو ہزار خم آب می گرفت"

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۴ کی آیت ۵ میں ہے کہ :-

"اور اسمیں تین ہزار مٹکوں کی گنجائش تھی"[2]

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

"وسہ ہزار بت دراں گنجید"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے :-

"وسہ ہزار خم آب گرفتہ نگاہ میداشت"

ملاحظہ کیجئے کہ کہاں دو ہزار بتوں کا مسئلہ اور کہاں تین ہزار مٹکوں کا۔

---

[1] ترجمہ اردو ۱۸۲۵ء کی طبع میں یہ آیت یوں ہے "دل اوسکا چار انگشت تھا اور کنارہ اوس کا پیالے کے کنارے کی طرح گل اور سوسن دار تھا اور بحر میں دو ہزار بت کی گنجائش تھی"

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "اور بحر میں تین ہزار بت کی گنجائش تھی"

فساد نمبر ۱۱

کتاب سلاطین اول باب ۱۸ کی آیت ۱ یوں ہے :-

"اور بہت دنوں کے بعد ایسا ہوا کہ خداوند کا یہ کلام تیسرے سال ایلیاہ پر نازل ہوا کہ جا کر اخی اب سے مل اور میں زمین پر مینہ برساؤں گا"[1]

اور انجیل لوقا باب ۴ آیت ۲۵ میں اس طرح ہے کہ :-

"اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایلیاہ کے دنوں میں جب ساڑھے تین برس آسمان بند رہا۔ یہاں تک کہ سارے ملک میں سخت کال پڑا۔۔۔" الخ

اور یعقوب کے عام خط کے باب ۵ آیت ۱۷ میں یوں ہے :-

"ایلیاہ ہمارا ہم طبیعت انسان تھا اس نے بڑے جوش سے دعا کی کہ مینہ نہ برسے، چنانچہ ساڑھے تین برس تک زمین پر مینہ نہ برسا"[2]

ملاحظہ کیجئے اب یا تو انجیل کو غلط ماننا پڑے گا کہ اس میں تحریف ہوگئی ہے اور یا پھر کتاب سلاطین میں تحریف کا اعتراف کرنا ہوگا۔

فساد نمبر ۱۲

چار یا چالیس

کتاب سموئیل ثانی باب ۱۵ کی آیت ۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق یوں ہے :-

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "ایسا ہوا کہ بہت دنوں کے بعد خداوند کا کلام تیسرے سال میں ایلیاہ پر نازل ہوا کہ جا اور اپنے تئیں اخی اب کو دکھا کہ میں زمین پر مینہ برساؤں گا"

[2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے "ایلیاہ ہمارا ہم جنس انسان تھا اس نے دعا پر دعا کی کہ پانی نہ برسے سو ساڑھے تین برس تک زمین پر پانی نہ برسا"

"اور چالیس برس کے بعد یوں ہوا کہ ابی سلوم نے بادشاہ سے کہا مجھے ذرا جانے دے کہ میں اپنی منت جو میں نے خداوند کے لئے مانی ہے ، حبرون میں پوری کروں[1] "

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

"و بعد از انقضائے چہل سال واقع شد کہ ابی شالوم بملک گفت ۔۔۔" الخ

اور یہ یقیناً غلط ہے۔ اس لئے کہ داؤد علیہ السلام کی حکومت کل چالیس سال تک رہی ہے جس کی تصریح کتاب سموئیل ثانی باب ۵ کی مندرجہ ذیل آیات میں موجود ہے۔

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء آیت ۴ میں ہے کہ :-

"اور داؤد جب سلطنت کرنے لگا تو تیس برس کا تھا اور اس نے چالیس برس سلطنت کی "

آیت ۵ میں ہے :-

"اس نے حبرون میں سات برس چھ مہینے یہوداہ پر سلطنت کی اور یروشلیم میں سب اسرائیل اور یہوداہ پر تینتیس برس سلطنت کی[2] "

اور کتاب سلاطین اول باب ۲ آیت ۱۱ اور کتاب تواریخ اول باب ۲۹ آیت ۲۷ میں بھی اسی کی تصریح کی گئی ہے۔

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت اس طرح ہے " اور بعد چالیس برس کے ایسا ہوا کہ ابی سلوم نے بادشاہ کو کہا مجھے پروانگی ہو کہ میں جاؤں اور اپنی نذر کو جو میں نے خداوند کے لئے کی ہے حبرون میں جا کے ادا کروں "

[2] ترجمہ اردو ۱۸۴۴ء میں یہ آیات اس طرح ہیں " اور داؤد جس وقت کہ سلطنت کرنے لگا اوس وقت تیس برس کا تھا اور اوسنے چالیس برس سلطنت کی اوسنے حبرون میں سات برس چھ مہینے بنی یہوداہ پر سلطنت کی اور یروشلم میں سارے بنی اسرائیل اور بنی یہوداہ پر تینتیس برس "

ابی سلوم کی یہ بغاوت داؤد علیہ السلام کی تخت نشینی کے کئی سال بعد شروع ہوئی تھی اور کتاب سموئیل کی اول الذکر عبارت سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوئی ہے اور یہ یقیناً غلط ہے۔ چنانچہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۷۱ء اور ۱۸۳۱ء میں اس عبارت میں اصلاح کر کے یوں لکھ دیا گیا کہ :-

"وبعد اربعۃ سنۃ قال ابیشالوم لداؤد الملک انی اذھب فاکمل نذری اعامل الرب الذی نذرت للرب بحبرون"

(یعنی چار برس کے بعد ابی سلوم نے داؤد بادشاہ سے کہا کہ مجھے ذرا جانے دے کہ میں اپنی منت جو میں نے خداوند کے لئے مانی ہے جبرون میں پوری کروں")

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء کا مترجم بدحواسی کے عالم میں چار اور چالیس میں تمیز نہ کر سکا اور ترجمہ یوں کر دیا کہ :-

"بعد از چہل سال یا چار سال چنانچہ در عربی و سریانی نوشتہ شدہ است السلام بادشاہ را گفت کہ التماس آنکہ اوادسوم و نذرے کہ در جبرون بنام خداوند در جبرون نمودہ ام ادا نمائم"

ملاحظہ کیجئے کہ اس بے چارے مترجم نے پہلے تو مجبوراً چالیس اور چار کی تردید کی اور پھر چار کو صحیح ثابت کرنے کے لئے "چنانچہ عربی و سریانی نوشتہ شدہ است" کا جملہ کلام ربانی میں اپنی طرف سے شامل کر دیا۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ حصہ اول کے باب ۸ میں کہتا ہے کہ :-

"یہ اگرچہ لاطینی، یونانی اور کسدی زبان کے اکثر نسخوں میں اسی طرح لکھا ہوا ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ داؤد علیہ السلام نے صرف چالیس سال سلطنت کی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابی سلوم نے داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد بغاوت کی تھی اور بعض مفسرین نے اس شبہ کو دور

کرنے کے لئے یہ توجیہ پیش کی ہے کہ یہ مدت اس وقت سے شمار کرنی چاہیئے جب سموئیل نے داؤد کی مالش کی تھی، لیکن سریانی اور عربی ترجمہ اور اس لاطینی ترجمہ میں جس کو پوپ سکٹس نے اصلاح کے بعد شائع کیا تھا۔ نیز تاریخ یوسیفس، تاریخ تھیوڈور اور بہت سے دوسرے لاطینی نسخوں میں چالیس کے بجائے چار سال مذکور ہے اور بیشتر علماء کا خیال ہے کہ "اربع" کے لفظ کی جگہ "اربعین" کا لفظ غلطی سے لکھا گیا ہے، چنانچہ مسٹر بوتھ رائڈ نے اپنے ترجمہ میں سریانی ترجمہ ہی کے مطابق لکھا ہے"

اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے ہورن ہی کی طرح لکھا ہے، تو مذکورہ بالا تصریحات سے ثابت ہوا کہ ان مفسرین اور بیشتر علماء کی رائے ہے کہ عبرانی نسخہ میں اس مقام پر تحریف ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کی تمام تر ذمہ داری بیچارے کاتب کے سر ڈال دی گئی ہے اور مسٹر بوتھ نے چالیس کو غلط قرار دے کر چار بنا دیا ہے۔ یوسی فس نے اپنی تاریخ کی کتاب ۶ کے باب ۹ میں ان تفصیلات کو اچھی طرح بیان کیا ہے۔

فساد نمبر ۳۱

سات اور ستائیس یا دس اور پچیس

کتاب سلاطین ثانی باب ۲۵ کی آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ:-

"اور ۵ بابل بنوکدنضر کے عہد کے انیسویں برس کے پانچویں مہینے کے ساتویں دن شاہ بابل کا ایک خادم نبوزرادان جو جلوداروں کا سردار تھا یروشلیم آیا"[1]

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے "اور شاہ بابل بنوخد نذر کی سلطنت کے اونیسویں برس کے پانچویں مہینے کے ساتویں دن شاہ بابل کا ایک خادم بنوزراوان جو امیرالامراء تھا یروشالم میں آیا"

اور آیت ۲۷ میں ہے کہ :-

"اور یہویاکین شاہ یہوداہ کی اسیری کے سینتیسویں[۳۷] برس کے بارہویں مہینے کے ستائیسویں دن ایسا ہوا کہ شاہ بابل اویل مرودک نے اپنی سلطنت کے پہلے ہی سال یہویاکین شاہ یہوداہ کو قید خانہ سے نکال کر سرفراز کیا[ل]"

اور کتاب سلاطین کے تمام تراجم میں اسی طرح لکھا ہوا ہے، لیکن کتاب یرمیاہ باب ۵۲ کی آیت ۱۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"اور شاہ بابل نبوکدنضر کے عہد کے انیسویں برس کے پانچویں مہینے کے دسویں دن جلوداروں کا سردار نبوزرادان جو شاہ بابل کے حضور میں کھڑا رہتا تھا یروشلیم میں آیا[ک]"

اور آیت ۳۱ میں ہے کہ :-

"اور یہویاکین شاہ یہوداہ کی اسیری کے سینتیسویں[۳۷] برس کے بارہویں مہینے کے پچیسویں دن یوں ہوا کہ شاہ بابل اویل مرودک نے اپنی سلطنت کے پہلے سال یہویاکین شاہ یہوداہ کو قید خانہ سے

ل یہ آیت ترجمہ اردو ۱۸۴۲ء کی طبع یوں ہے "اور یہویکین شاہ یہودا کی اسیری کے سینتیسویں[۳۷] برس کے بارہویں مہینے کے ستائیسویں دن ایسا ہوا کہ بادشاہ بابل مرودک نے اپنی سلطنت کے پہلے ہی سال شاہ یہویکین کو جو قید میں تھا سرفراز کیا"

ک اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "پانچویں مہینے کے دسویں دن جو بابل کے بادشاہ نبوخدنذر کا انیسواں برس تھا جلوداروں کا سردار نبوزرادان جو بابل کے بادشاہ کی بندگی کرتا تھا یروشلم میں آیا"

نکال کو سرفراز کیا"[1]

دیکھئے ایک جگہ سات اور ستائیس کا ذکر ہے اور دوسری جگہ دس اور پچیس کا، اور ان دونوں میں کچھ بھی تو مطابقت نہیں ہے۔

فساد نمبر ۱۴

بابل کی قید سے رہا ہونے والوں کی تعداد اور جمع شدہ سرمایہ کی مقدار!

کتاب عزرا کے باب ۲ کا مقابلہ کتاب نحمیاہ کے باب ۷ سے کیا جائے تو اکثر مقامات میں دونوں میں ایسا شدید اختلاف پایا جاتا ہے جو ایک دوسرے کی تکذیب کر رہا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ دونوں کتابوں میں ان لوگوں کی تعداد کا حاصل جمع ایک ہی بنتا ہے جو بابل کی قید سے رہائی پانے کے بعد یروشلم اور یہودیہ کے خطے میں واپس آتے تھے۔ ذیل میں ان دونوں ابواب کی باہم مخالف آیات کا نقشہ دیا گیا ہے اور یہ نقشہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے مطابق ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، نقشہ یہ ہے :-

آیت نمبر	الفاظ کتاب عزرا باب ۲	آیت نمبر	الفاظ کتاب نحمیاہ باب ۷
۵	بنی ارخ سات سو پچھتر	۱۰	بنی ارخ چھ سو باون
۶	بنی پخت موآب ...... دو ہزار آٹھ سو بارہ	۱۱	بنی پخت موآب ...... دو ہزار آٹھ سو بارہ
۸	بنی زتو نو سو پینتالیس	۱۳	بنی زتو آٹھ سو پینتالیس
۱۲	بنی عزجاد ایک ہزار دو سو بائیس	۱۷	بنی عزجاد دو ہزار تین سو بائیس
۱۳	بنی ادونقام چھ سو چھیاسٹھ	۱۸	بنی ادونقام چھ سو سٹرسٹھ

[1] یہ آیت ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق ان الفاظ میں ہے "یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم کی اسیری کی سینتیسویں برس کے بارہویں مہینے کے پچیسویں دن یوں ہوا کہ شاہ بابل اویل مرودک نے اپنے جلوس کے پہلے برس یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم کو سرفراز کیا"

آیت نمبر	الفاظ کتاب عزرا باب ۲	آیت نمبر	الفاظ کتاب نحمیاہ باب ۷
۱۴	بنی بگوی دو ہزار چھپن	۱۹	بنی بگوی دو ہزار سڑسٹھ
۱۵	بنی عدین چار سو چون	۲۰	بنی عدین چھ سو پچپن
۱۶	بنی بصر تین سو تئیس	۲۳	بنی بصر تین سو چوبیس
۱۹	بنی ہاشوم دو سو تئیس	۲۲	بنی حشوم تین سو اٹھائیس
۲۱	بنی بیت لحم ایک سو تئیس	۲۶	بنی بیت لحم اور نطوفہ کے لوگ ایک سو اٹھاسی۔
۲۲	اہل نطوفہ چھپن		
۲۸	بیت ایل اور عی کے لوگ دو سو تئیس	۳۲	بیت ایل اور عی کے لوگ ایک سو تئیس
۳۳	لود اور حادید اور اونو کی اولاد سات سو پچیس۔	۳۷	لود اور حادید اور اونو کے لوگ سات سو اکیس۔
۳۵	سناآہ کے لوگ تین ہزار چھ سو تیس	۳۸	بنی سناآہ تین ہزار نو سو تیس
۴۱	گانے والوں میں سے بنی آسف ایک سو اٹھائیس۔	۴۴	اور گانے والے یعنی بنی آسف ایک سو اڑتالیس۔
۴۲	دربانوں کی نسل میں سے بنی سلوم، بنی اطیر، بنی طلمون، بنی عقوب، بنی خطیطا، بنی سوبی سب مل کر ایک سو انتالیس۔	۴۵	اور دربان جو سلوم اور اطیر اور طلمون اور عقوب اور خطیطا اور سوبی کی اولاد تھے، ایک سو اڑتالیس۔
۶۰	یعنی بنی دلایاہ، بنی طوبیاہ، بنی نقودہ، چھ سو باون۔	۶۲	بنی دلایاہ، بنی طوبیا، بنی نقودہ چھ سو بیالیس۔
۶۴	ساری جماعت مل کر بیالیس ہزار تین سو ساٹھ کی تھی۔	۶۶	ساری جماعت کے لوگ مل کر بیالیس ہزار تین سو ساٹھ تھے۔

آیت نمبر	الفاظ کتاب عزرا باب ۲	آیت نمبر	الفاظ کتاب نحمیاہ باب ۷
۶۵	ان کے علاوہ ان کے غلاموں اور لونڈیوں کا شمار سات ہزار تین سو سینتیس تھا اور ان کے ساتھ دو سو گانے والے اور گانے والیاں تھیں۔	۶۷	علاوہ ان کے غلاموں اور لونڈیوں کا شمار سات ہزار تین سو سینتیس تھا اور ان کے ساتھ دو سو پینتالیس گانے والے اور گانے والیاں تھیں۔
۶۸	اور آبائی خاندانوں کے بعض سرداروں نے جب وہ خداوند کے گھر میں جو یروشلیم میں ہے آئے تو خوشی سے خدا کے مسکن کے لئے ہدیے دیئے تاکہ وہ پھر اپنی جگہ پر تعمیر کیا جائے۔	۷۰	اور آبائی خاندانوں کے سرداروں میں سے بعض نے اس کام کے لئے دیا، حاکم نے ایک ہزار سونے کے درہم اور پچاس پیالے اور کاہنوں کے پانچسو تیس پیراہن خزانہ میں داخل کئے۔
۶۹	انہوں نے اپنے مقدور کے موافق کام کے خزانہ میں سونے کے اکسٹھ ہزار درہم اور چاندی کے پانچ ہزار منہ اور کاہنوں کے ایک سو پیراہن دیئے۔	۷۱	اور آبائی خاندانوں کے سرداروں میں سے بعض نے اس کام کے خزانہ میں بیس ہزار سونے کے درہم اور دو ہزار دو سو منہ چاندی دی۔

مذکورہ بالا دونوں ابواب کی آیات میں موازنہ کرنے کے بعد مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :-

- کتاب عزرا کی آیت ۶۴ اور نحمیاہ کی آیت ۶۶ میں ان لوگوں کی جو کل میزان بتائی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے کم بنتی ہے اور پھر اس کمی میں بھی دونوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ کتاب عزرا کے مطابق یہ تعداد ۲۹۸۱۸ اور کتاب نحمیاہ کے شمار کے مطابق ۳۱۰۸۹ ہوتی ہے۔

- ان دونوں کتابوں میں مذکورہ میزان میں ہی صرف اتفاق ہے۔ حالانکہ وہ بھی غلط ہے اور باقی تمام اعداد میں اختلاف موجود ہے اور ان اعداد و شمار کی جو صحیح میزان بنتی ہے دونوں میں افراد کا فرق نکلتا ہے۔
- اور کتاب عزرا میں سونے کے دراہم بہت زیادہ بتائے ہیں اور نحمیاہ میں کاہنوں کے پیراہنوں کی تعداد بڑھا دی گئی ہے۔ شاید نحمیاہ والے نے ان پیراہنوں کی قیمت کتاب عزرا میں مذکور سونے سے منہا کر دی ہے۔
- یوسیفس نے اپنی تاریخ کی گیارھویں کتاب کے باب اول میں یوں کہا ہے کہ :-

"بابل کی قید سے رہا ہو کر یروشلیم آنے والوں کی تعداد بیالیس ہزار چار سو باسٹھ تھی۔"

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے کتاب عزرا کے باب ۲ کے ذیل میں کہا ہے کہ :-

"اس باب اور نحمیاہ کے باب ۷ میں کاتبوں کی کوتاہی سے بہت زیادہ فرق واقع ہو گیا ہے۔ چنانچہ انگریزی ترجمے کرنے کے دوران تمام نسخوں کا موازنہ کر کے بہت سارے فرق ختم کر دیئے گئے اور دوسرے مقامات میں یونانی ترجمہ سے عبرانی نسخہ کی تشریح میں کافی مدد ملتی ہے۔"

فساد نمبر ۱۵

چھتیس برس یا چھبیس برس

کتاب تواریخ ثانی باب ۱۶ کی آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"آسا کی سلطنت کے چھتیسویں برس اسرائیل کا بادشاہ بعشا یہوداہ پر چڑھ آیا۔۔۔" الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء و ۱۸۴۵ء میں بھی اسی طرح ہے۔

ڈائلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ :-

یہ اس آیت اور کتاب سلاطین اول باب ۱۵ کی آیت ۳۳ کے ساتھ تطابق میں سخت الجھن پیش آتی ہے، اس لئے کہ سلاطین اول کی اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آسا کی سلطنت کے تیسرے سال بعشا سلطنت پر بیٹھا اور اس نے چوبیس برس سلطنت کی۔ لہٰذا بعشا کی سلطنت کا آخری سال آسا کے تخت نشین ہونے کے چھبیسویں سال میں بنتا ہے۔ اور اگر آسا کی سلطنت کے چھتیسویں سال میں تسلیم کریں تو اس وقت تو بعشا کو فوت ہوئے دس سال ہو چکے تھے۔ علماء نے اس الجھن کی دو وجوہ بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ یوسیفس کے قول کے مطابق عدد لکھنے میں کاتبوں سے غلطی ہو گئی ہے۔ اس آیت میں ۲۶ کے بجائے ۳۶ لکھ دیا اور تواریخ اول ہی کے باب ۱۵ کی آیت ۱۹ میں ۲۵ کے بجائے ۳۵ بنا ڈالا۔ دوسرے یہ کہ یہاں چھتیسویں سال کا شمار اس وقت سے ہے جب بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی تھی اور یہ واقعہ یوربعام کے عہد میں پیش آیا تھا۔ یہاں آسا کی تخت نشینی مراد نہیں ہے۔"

اور ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں یوں کہا ہے کہ "ظاہر ہے کہ یہ تاریخ غلط ہے۔"

مشہور عیسائی عالم آشر کا قول ہے کہ :-

"وہ چھتیسویں سال سے مراد سلطنت کے ٹکڑے ہو جانے کے وقت سے ہے نہ کہ آسا کی تخت نشینی کے وقت سے (یعنی یہ مدت اس وقت سے شمار کرنی چاہیئے جب بنی اسرائیل کی سلطنت، سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔")

ہم کہتے ہیں کہ توجیہہ خواہ کوئی بھی کی جائے بہر حال ان دونوں تفسیروں سے یہ بات یقینی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بائبل کے اس مقام میں یقیناً خرابی واقع ہوئی ہے۔

فساد نمبر۱۶

چالیس ہزار یا چار ہزار

کتاب سلاطین اول باب ۴ آیت ۲۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"اور سلیمان کے ہاں اس کے رتھوں کے لئے چالیس ہزار تھان اور بارہ ہزار سوار تھے" الخ[1]

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

"و سلیمان چہل ہزار آخور اسپ برائے ارابہ ہا و دوازدہ ہزار سوار داشت"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں بھی اسی طرح ہے کہ :-

"وكان لسليمان اربعين الف مربي عليها خيل للمراكب واثني عشر الف فارس" الخ

اور کتاب تواریخ ثانی کے باب ۹ آیت ۲۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس کے برعکس یوں ہے کہ :-

"اور سلیمان کے پاس گھوڑوں اور رتھوں کے لئے چار ہزار تھان اور بارہ ہزار سوار تھے ..." الخ[2]

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

"و سلیمان برائے اسپ ہا و ارابہ ہا چہار ہزار آخور و دوازدہ ہزار سوار داشت ....." الخ

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے "اور سلیمان کے چالیس ہزار اصطبل تھے جہاں اوسکی گاڑیوں کے گھوڑے بندھے تھے اور بارہ ہزار سوار تھے"

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت ان الفاظ کے ساتھ ہے "اور سلیمان کے چار ہزار تھان گھوڑوں اور رتھوں کے تھے اور بارہ ہزار سوار"

ملاحظہ کیجئے کہاں چالیس ہزار اور کہاں چار ہزار، ان میں سے ایک یقیناً غلط ہے۔ چنانچہ ۱۸۳۱ء کے مطبوعہ عربی ترجمہ میں ان دونوں عبارتوں کے تعناد کو ختم کر کے تطبیق دینے کی کوشش میں زبردست تحریف کر دی گئی ہے۔ اور ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ :-

"وکان لسلیمان اربعین الف من الخیل فی الاسطبلات" الخ[1]

فساد نمبر ۱۷

چار سو بیس یا ساڑھے چار سو	کتاب سلاطین اول باب ۹ کی آیت ۲۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

"اور وہ اوفیر کو گئے اور وہاں سے چار سو بیس قنطار سونا لے کر اسے سلیمان بادشاہ کے پاس لائے" الخ[2]

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یہ ہے کہ :-

"طلا از آنجا بہ مقدار چہار صد و بیست قنطار گرفتہ پیش بادشاہ سلیمان رسانیدند"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں بھی اسی طرح ہے :-

"وجلبوا من هناك ذهبا اربعمائة وعشرين قنطارا واتوا به لسليمان الملك"

---

[1] ہمارے پاس عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۵ء میں ۴ ہزار ہی کا لفظ ہے "وکان لسلیمان اربعة آلاف مذود" انگریزی ترجمہ میں بھی اسی طرح ہے۔ ۱۲ تقی

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت اس طرح ہے "اور اوفیر کو گئے اور وہاں سے چار سے بیس قنطار سونا لیکے بادشاہ پاس آئے"

مگر کتاب تواریخ ثانی باب ۸ کی آیت ۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

"...... اور وہ سلیمان کے ملازموں کے ساتھ اوفیر میں آئے اور وہاں سے ساڑھے چار سو قنطار سونا لے کر سلیمان بادشاہ کے پاس لائے[1] "

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہی جملہ یوں ہے :-

" و چہار صد و پنجاہ قنطار از آنجا اندوہ بہ نزد پادشاہ سلیمان رسانید "

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں اس طرح ہے کہ :-

" واخذوا من ثم اربعمائة وخمسين قنطارا من ذهب وجلبوا الى الملك سليمان "

ملاحظہ کیجئے - پہلی کتاب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس چار سو بیس قنطار سونا لائے اور دوسری کتاب کی عبارت ساڑھے چار سو قنطار بتا رہی ہے - لہٰذا دونوں کتابوں میں تیس قنطار کا فرق ہے - جو بیک وقت صحیح نہیں ہو سکتا -

فساد نمبر ۱۸

حضرت سلیمان علیہ السلام کے منصب دار کتنے تھے	کتاب سلاطین اول باب ۵ کی آیت ۱۵ و ۱۶ اردو

ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

" اور سلیمان کے ستر ہزار بوجھ اٹھانے والے اور اسی ہزار درخت کاٹنے والے پہاڑوں میں تھے - ان کے علاوہ سلیمان کے تین ہزار تین سو خاص منصب دار تھے جو اس کام پر مختار تھے اور ان لوگوں

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۴۴ء کی طبع میں یہ آیت یوں ہے " اور وے سلیمان کے چاکروں کے ساتھ اوفیر کو گئے اور وہاں سے ساڑھے چار سو قنطار سونا سلیمان بادشاہ کے پاس لائے " :-

پر جو کام کرتے تھے سردار تھے۔"

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۲ کی آیت ۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ:-

"اور سلیمان نے ستر ہزار بار بردار اور پہاڑ میں اسی ہزار پتھر کاٹنے والے اور تین ہزار چھ سو آدمی ان کی نگرانی کے لئے گن کر ٹھہرا دیئے۔"[2]

دیکھئے دونوں آیتوں میں منصب داروں کی تعداد میں بیک وقت تین سو افراد کی کمی بیشی کا اختلاف ہی ہے جن میں سے ایک یقیناً غلط ہے۔

فساد نمبر ۱۹

ستونوں کی لمبائی کتاب سلاطین اول کے باب ۷ کی آیت ۱۵ و ۲۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ:-

"کیونکہ اس نے اٹھارہ اٹھارہ ہاتھ اونچے پیتل کے دو ستون بنائے اور ایک ایک کا گھیر بارہ ہاتھ کے سوت کے برابر تھا ...... اور اس نے ہیکل کے برآمدہ میں وہ ستون کھڑے کئے اور اس نے داہنے ستون کو کھڑا

---

[1] یہ آیات تراجم اردو مطبوعہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۳ء میں اس طرح ہیں "اور سلیمان کے ستر ہزار بار بردار اور اسی ہزار درخت کاٹنے والے کوہستان میں تھے اور اون کے سوا سلیمان کے تین ہزار تین سو اہلکار تھے جو اوس کام کے مختار تھے اور اون لوگوں پر جو یہ کام کرتے تھے، سردار تھے۔"

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے "اور سلیمان نے ستر ہزار باربرداروں اور اسی ہزار پتھر توڑنے والوں کو پہاڑ میں بھیجا اور تین ہزار چھ سو سرداروں کو اون پر مقرر کیا۔"

کر کے اس کا نام یاکین رکھا اور بائیں ستون کو کھڑا کر کے اس کا نام بوعز رکھا[1]۔"

اور کتاب تواریخ ثانی کے باب ۳ کی آیت ۱۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"اور اس نے گھر کے سامنے پینتیس پینتیس ہاتھ اونچے دو ستون بنائے[2] اور ہر ایک کے سرے پر پانچ ہاتھ کا تاج تھا۔"

دیکھئے دونوں عبارتوں میں ستونوں کی اونچائی میں کتنا بیّن فرق موجود ہے۔

فساد نمبر ۲۰

سلیمان علیہ السلام کے خاص منصب دار | کتاب سلاطین اول باب ۹ کی آیت ۲۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ :-

"اور وہ خاص منصب دار جو سلیمان کے کام پر مقرر تھے پانچ سو پچاس[3] تھے۔"

اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۴ء میں بھی تقریباً یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ لیکن کتاب تواریخ ثانی باب ۸ کی آیت ۱۰ میں ان کی تعداد یوں

---

[1] ان آیات کے الفاظ اردو تراجم مطبوعہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۴ء میں اس طرح ہیں "اور اوس نے پیتل ڈھال کے دو ستون بنائے طول ہر ایک کا اٹھارہ ہاتھ ... الخ سو ہیکل کی دہلیز کے لئے ستون کھڑے کئے گئے ..." الخ۔

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں اس آیت کی عبارت یوں ہے "اور اوس نے گھر کے آگے پینتیس ہاتھ لمبے دو ستون بنائے۔"

[3] تراجم اردو مطبوعہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۴ء میں یہ آیت اس طرح ہے "اور اوس کے پانسو اور پچاس عامل تھے جو اوسکے سارے کارگزاروں کے سردار تھے۔"

بتائی ہے کہ :-

"اور سلیمان بادشاہ کے خاص منصب دار جو لوگوں پر حکومت کرتے تھے دو سو پچاس[1] تھے۔"

ملاحظہ کیجئے کہ دونوں روایتوں میں تین سو کا فرق ہے اور اعداد میں اسی طرح کا فرق بے شمار دوسرے مقامات میں بھی موجود ہے اور عبرانی نسخہ میں اسماء کی ایسی ہی غلطیاں بے شمار ہیں۔

فساد نمبر ۲۱

ہدرعزر، یا ہدد عزر

کتاب سموئیل ثانی باب ۱۰ کی آیات ۱۶، ۱۹ میں تین مرتبہ اور کتاب تواریخ اول کے باب ۱۸ کی آیات ۳، ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۰ میں سات مرتبہ ہدرعزر کا لفظ غلط استعمال ہوا ہے اور صحیح لفظ ہدد[2] عزر ہے۔ جیسا کہ کتاب سموئیل ثانی کے باب ۸ کی آیات ۳، ۵، ۷، ۸، ۹ اور ۱۰ میں آٹھ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

ڈ آیلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں کتاب سموئیل دوم کے باب ۱۰ کی آیت ۱۶ کے ذیل میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"کتاب سموئیل ثانی ہی کے باب ۸ کی آیت ۳ میں ہدد عزر آیا ہے، درحقیقت عبرانی زبان میں دال اور راء کے لکھنے میں بہت ہی مشابہت ہے اس لئے کاتبوں سے ایک کی جگہ دوسرا لکھنے کی غلطی کا وقوع بہت ہی آسان تھا۔"

---

[1] مذکورہ قدیم تراجم اردو میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "اور سلیمان بادشاہ کے دو سو پچاس عامل تھے جو لوگوں سے کام لیتے تھے۔"

[2] یہ ایک شخص کا نام ہے۔ ۱۲ تقی

فساد نمبر ۲۲

عکن یا عکر کتاب یشوع باب ۷ کی آیت ۱۸ میں لفظ "عکن" کو نون کے ساتھ لکھا گیا ہے، حالانکہ یہ لفظ راء مہملہ کے ساتھ "عکر" ہے۔ جیسا کہ کتاب تواریخ اول باب ۲ کی آیت ۷ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فساد نمبر ۲۳

یوشیب بشیبت یا یسوبعام کتاب سموئیل ثانی باب ۲۳ کی آیت ۸ میں سپہ سالار کا نام یوشیب بشیبت لکھا ہے حالانکہ یہ یسوبعام ہونا چاہیئے جیسا کہ کتاب تواریخ اول باب ۱۱ کی آیت ۱۱ اور باب ۲۷ کی آیت ۲ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فساد نمبر ۲۴

عمی ایل کی بیٹی یا العام کی کتاب تواریخ اول کے باب ۳ کی آیت ۵ میں بت سوع کو عمی ایل کی بیٹی کہا گیا ہے اور یہ غلط ہے جس کی تصریح کتاب سموئیل ثانی باب ۱۱ کی آیت ۳ میں ہے کہ بت سبع الحام کی بیٹی تھی۔

۱؎ قبیلہ یہوداہ کا ایک شخص۔ ۱۲ تقی

۲؎ اور اسرائیل کا دکھ دینے والا عکر جس نے مخصوص کی ہوئی چیزوں میں خیانت کی کرمی کا بیٹا تھا (۲:۷)۔

۳؎ "بت سبع" اوریا کی بیوی جس کے بارے میں بائبل کی تہمت یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے (معاذ اللہ) زنا کیا اور پھر اوریا کو مروا کر اس سے شادی کر لی اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان سے پیدا ہوئے۔ ۱۲ تقی

فساد نمبر ٢٥

عزریاہ یا عزّیاہ

کتاب سلاطین ثانی باب ١٤ کی آیت ٢١ میں لفظ عزریاہ لکھا ہے حالانکہ یہ عزّیاہ[1] ہے۔ جیسا کہ کتاب تواریخ ثانی کے باب ٢٦ کی آیت ١ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فساد نمبر ٢٦

یہو آخذ یا اخزیاہ

کتاب تواریخ ثانی باب ٢١ کی آیت ١٧ میں یہو آخذ لکھا ہوا ہے حالانکہ صحیح نام اخزیاہ[2] ہے جیسا کہ کتاب سلاطین ثانی کے باب ٨ کی آیت ٢٤ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

ناموں میں غلطی، مفسرین کا اعتراف

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ٢ میں مذکورہ بالا فساد ٢١ سے فساد ٢٦ تک میں مذکور اسماء کی غلطی کا اعتراف کرنے کے بعد کہتا ہے کہ :-

"اسی طرح اور بہت سے مقامات میں بھی نام غلط لکھے ہوئے ہیں ان کی تفصیل کے لئے ڈاکٹر کنی کاٹ کی کتاب کے صفحہ ٢٣ سے ٢٦ تک ملاحظہ کیجئے۔"

اور پھر آگے چل کر ان ناموں کی غلطی کو درست کرنے کے لئے یہ ضابطہ تحریر کیا ہے کہ :-

"بائبل میں مذکور ان غلط ناموں کو کتب مقدس کے دوسرے مقامات میں مذکور اسماء سے موازنہ کر کے اور تورات کے سامری نسخہ اور قدیم ترجموں کی

---

[1] کتاب سلاطین باب ١٥ کی آیات ١٣، ٣٠، ٣٢، ٣٤ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ ١٢ تقی

[2] کتاب تواریخ ثانی کے باب ٢٢ کی آیات ١، ٢ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے (یہ شخص یہوداہ کا بادشاہ تھا) ١٢۔ تقی

مدد سے نیز بوسیفس کی تاریخ سے درست کر لیا جا سکتا ہے"

مذکورہ بالا ضابطہ پر عمل کرتے ہوئے بائبل کے مترجمین نے کسی جگہ نام میں تصحیح کر دی اور کسی جگہ ویسے ہی غلط نام باقی رہنے دیا۔ بہرحال ان تصریحات سے اس میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں رہے گا کہ بائبل کے عبرانی نسخہ میں تحریف ہو چکی ہے۔ مزید تفصیل خواہ مخواہ تطویل کا باعث ہوگی۔ اس لئے اسماء کے غلط اندراج کی خرابی کو اس ایک نشاندہی پر ختم کرتے ہیں کہ کتاب تواریخ اول کے باب ۱۱ اور کتاب سموئیل ثانی کے باب ۲۳ کا باہم موازنہ کرنے سے اسماء میں اختلاف کی ایسی بیشمار غلطیاں سامنے آتی ہیں۔

ڈائیلی ورچرڈ مینٹ کی تفسیر میں کتاب تواریخ اول کے باب ۱۱ کے ذیل میں یہ کہہ کر پیچھا چھڑانے کی کوشش کی ہے کہ یہ سب غلطیاں کاتبوں کی کوتاہی سے واقع ہوئی ہیں۔

فساد نمبر ۲۷

کتاب یسعیاہ باب ۶۴ کی آیت ۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے کہ:۔

"کیونکہ ابتدا ہی سے نہ کسی نے سنا نہ کسی کے کان تک پہنچا اور نہ آنکھوں نے تیرے سوا ایسے خدا کو دیکھا جو اپنے انتظار کرنے والے کے لئے کچھ کر دکھائے"[1]

لیکن مقدس پولس نے کرنتھیوں کے نام اپنے پہلے خط میں اس مفہوم کو بالکل ہی بدل دیا۔ چنانچہ وہ اس خط کے باب ۲ کی آیت ۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتا ہے:۔

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "کیونکہ قدیم سے انسان نے نہ سنا نہ کسی کے کانوں تک پہنچا، کسی کی آنکھوں نے تیرے سوا کوئی خداوند دیکھا جو اپنی انتظار کھینچنے والے کے ساتھ ایسا کچھ کرے"

"بلکہ جیسا لکھا ہے ویسا ہی ہوا کہ جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں نہ آدمی کے دل میں آئیں وہ سب خدا نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لئے تیار کر دیں"[1]

دیکھئے ان دونوں عبارتوں کے مفہوم بالکل کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ چنانچہ ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کا کہنا ہے کہ "یہ قرین قیاس ہے کہ اس مقام پر عبرانی نسخہ میں تحریف ہوئی ہے۔

فساد نمبر ۲۸

کتاب یسعیاہ باب ۹ کی آیت ۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء بعض عبرانی نسخوں کے مطابق یوں ہے :-

"تو نے قوم کو بڑھایا، تو نے ان کی شادمانی کو زیادہ کیا"[2] الخ

لیکن عبرانی ہی کے بعض نسخوں میں یہ جملہ اس طرح ہے کہ :-

"تو نے قوم کو بڑھایا اور تو نے ان کی شادمانی کو زیادہ نہ کیا ---"[3] الخ

چنانچہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کے الفاظ یہ ہیں کہ :-

"اکثرت الشعب و لم تعظم الفرح ---" الخ

ملاحظہ کیجئے ! عمداً کہیے یا سہواً بعض نسخوں میں یقیناً غلطی واقع ہوئی ہے۔ ہنری اسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے پہلے نسخہ کو صحیح قرار دیا ہے۔

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے "لیکن جیسا لکھا ہے کہ خدا نے اپنے چاہنے والوں کیلئے وہ چیزیں تیار کیں جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ آدمی کے دل میں آئیں"

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے "تو امت کو زیادہ کرتا و ان کی خوشی کو افزود کرتا"

[3] قدیم تراجم اردو میں یہ جملہ اس طرح ہے "تو امت کو زیادہ کرتا ہے اور نہیں زیادہ کرتا ان کی خوشی کو"

فساد نمبر ۲۹

بھائی یا چچا | کتاب تواریخ ثانی کے باب ۳۶ کی آیت ۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"..... اور اسکے (یہویاکین کے) بھائی صدقیاہ کو یہوداہ اور یروشلیم کا بادشاہ بنا دیا [1]"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

"..... صدقیا برادر وے را پادشاہ یہودا و اورشلم گردانید"

اور حقیقت یہ ہے کہ صدقیاہ یہویاکین کا بھائی نہیں چچا تھا [2]۔ چنانچہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں اس کی یوں تصریح موجود ہے کہ "وملک صدقیا عمہ علی یہوذا واورشلیم" اور رومن کیتھولک نے انگریزی ترجمہ میں بھی عربی ترجمہ ہی کی طرح "چچا" ہی لکھا ہے۔ وارڈ نے اپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ ڈبلن ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ :-

"کتاب سلاطین ثانی کے باب ۲۴ کی آیت ۱۷ میں عبرانی نسخہ میں صدقیاہ کو یہویاکین کا بھائی لکھا ہے، چونکہ یہ غلط اور حقیقت کے خلاف تھا اس لئے یونانی اور دوسری زبانوں کے ترجموں میں لفظ "بھائی" کو بدل کر "چچا" لکھ دیا گیا ہے"

---

[1] یعنی نبوکدنضر شاہ بابل نے یہویاکین کی جگہ اسکے بھائی کو بادشاہ بنا دیا۔ اسی آیت کے الفاظ ترجمۂ اردو مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق یوں ہیں "اور اسکے (یعنی یہویاکین کے) بھائی صدقیاہ کو یہوداہ اور یروشلم پر مسلط کیا"۔ ۱۲ تقی

[2] کتاب سلاطین باب ۲۴ کی آیت ۱۷ میں "اس کے باپ کے بھائی" کے الفاظ ہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہویاکین یہویقیم بن یوسیاہ کا بیٹا تھا۔ اگر صدقیاہ یہویاکین کا بھائی ہوتا تو اسے ابن یہویقیم کہنا چاہئے تھا حالانکہ اسے صدقیاہ ابن یوسیاہ کہا جاتا ہے (دیکھئے یرمیاہ ۳۶: ۱، ۲۷: ۱) ۱۲ تقی

فساد نمبر ۳۰

اسرائیل یا یہوداہ

کتاب تواریخ ثانی باب ۲۸ کی آیت ۱۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق یوں کیا گیا ہے :-

"کیونکہ خداوند نے شاہ اسرائیل آخز کے سبب سے یہوداہ کو پست کیا[1]" الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ :-

"زیرا کہ خداوند بسبب احاز پادشاہ اسرائیل یہودا را پست گردانید" الخ

یقینی طور پر لفظ "اسرائیل" غلط ہے کیونکہ یہ شخص یہوداہ کا بادشاہ تھا نہ کہ اسرائیل کا، یہی وجہ ہے کہ یونانی اور لاطینی ترجموں میں اس کو درست کر کے "بادشاہ یہوداہ" لکھ دیا گیا ہے، چنانچہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں بھی انہی اصلاح شدہ نسخوں کے مطابق یوں لکھا گیا ہے کہ :-

"وکان الرب قد اذل یہوذا بسبب آحاز ملک یہوذا" الخ

وارڈ نے اپنی کتاب "اغلاط نامہ" کے صفحہ ۱۷ پر اس کی یوں تصریح کی ہے :-

"اور یہ جھوٹ ہے کہ آخز بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا، پروٹسٹنٹوں نے بھی ابتداءً اپنے بعض ترجموں میں یونانی اور لاطینی نسخوں کے مطابق "شاہ یہوداہ" ہی لکھا تھا جو کہ بالکل صحیح تھا، مگر بعد میں جان بوجھ کر بائبل مطبوعہ ۱۵۷۹ء کے اتباع میں اسی غلط اور جھوٹی روایت کو اختیار کر لیا اور اس معاملہ کو معمولی خیال کر کے لاطینی نسخہ میں بیان کردہ صحیح بات کو قابل اعتبار نہ سمجھا"

نیز کتاب تواریخ ثانی کے باب ۲۷ کی آیت ۹ اور باب ۲۸ کی آیت ۱۱ اس تحریف پر کھلی شہادت دے رہے ہیں اور یہی شہادت کتاب سلاطین ثانی کے باب ۱۵ کی آیت ۳۸ اور باب ۱۶ کی آیت ۱ بھی دیتی ہیں۔

---

[1] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے "کیونکہ خداوند نے شاہ اسرائیل آخز کے سبب یہوداہ کو گھٹایا"

فساد نمبر ۳۱

کتاب ملاکی باب ۳ کی آیت ۱[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں عبرانی نسخہ کے مطابق اس طرح ہے کہ :-

"دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کریگا[2]...الخ"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہ ہے کہ :-

"اینک رسول خود را منفرستم تا راہ پیش روی من آراستہ کند...الخ"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء یہ ہے کہ :-

"اینک رسول خود را خواہم فرستاد و در برابرم راہ را مادہ خواہد ساخت...الخ"

لیکن انجیل متی کے باب ۱۱ کی آیت ۱۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں نقل کیا ہے کہ :-

"دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا[3]"

اور انجیل متی کے فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں ہے کہ :-

"اینک من رسول خود را پیش روی تو میفرستم کہ راہ ترا در پیش روی تو درست نماید"

اور مرقس کی انجیل کے باب ۱ کی آیت ۲ میں بھی اسی طرح ہے کہ :-

---

[1] اور اسی کتاب دوم سلاطین باب ۱۸ آیت ۳۸ اور باب ۱۶ آیت ۱ - منہ

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت یوں ہے "دیکھ میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے رستا بناویگا"

[3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں "دیکھو میں اپنا رسول تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیرے آگے راہ درست کریگا"

"دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیار کریگا" [1]

اور انجیل لوقا کے باب ۷ کی آیت ۲۷ میں بھی اسی طرح ہے کہ:-

"دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کریگا" [2]

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ:-

"ڈاکٹر ریڈلف کا قول ہے کہ انجیل کی یہ عبارت عبرانی نسخہ اور قدیم ترجموں سے دو طرح سے مختلف ہے، ایک تو یہ کہ اس جملہ میں "اپنا پیغمبر" کے بعد "تیرے آگے" کا لفظ زائد ہے، دوسرے یہ کہ اس میں لفظ "میرے آگے" قدیم ترجموں میں "تیرے آگے" استعمال ہوا ہے اور اس مخالفت کا سبب آسانی سے بیان کرنا ممکن نہیں ہے، سوائے اس کے کہ قدیم نسخوں میں کچھ تحریف کی گئی ہے"

ملاحظہ کیجئے کہ اس مقام پر محض انجیل کو تحریف کے ثبوت سے بچانے کی خاطر عیسائیوں نے مخالفت کا تمام تر سبب عبرانی نسخہ اور قدیم ترجموں میں تحریف کو قرار دیدیا۔ حالانکہ تینوں انجیلوں کی مذکورہ روایات میں بھی کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ہے اور لوقا کے آخری جملہ میں تو دوسری دونوں کتابوں کے ان جملوں سے بہت زیادہ اختلاف موجود ہے تو ایسی صورت میں اس اختلاف کا سبب بھی یقیناً وہی ہوگا جو قدیم ترجموں اور عبرانی نسخہ میں تھا۔

---

[1] قدیم اردو تراجم میں یہ جملہ ان الفاظ میں ہے "دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں وہ راہ کو تیرے سامنے درست کرے گا"

[2] قدیم اردو تراجم کی عبارت اس طرح ہے "دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ کو تیرے آگے درست کرے گا"

فساد نمبر ۳۶

چھوٹا ہے یا چھوٹا نہیں؟ کتاب میکاہ کے باب ۵ کی آیت ۲، اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی میں یوں ہے :-

"لیکن اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا اور اس کا مصدر زمانۂ سابق ہاں قدیم الایام سے ہے[1]"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

"اما تو اے بیت لحم افراتہ باوجود آنکہ درمیان ہزاراں یہودا کوچکی لیکن از تو انکسی برائے من خواہد بر آمد کہ در اسرائیل حکومت ورزد کہ برآمدن او از قدیم الایام بلکہ از ازل می بود"

لیکن یہی عبارت انجیل متی باب ۲ کی آیت ۶ میں یوں منقول ہے۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۶۹ء میں ہے :-

"تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز چھوٹا نہیں، کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا[2]"

ملاحظہ کیجئے کہاں پہلی عبارت، کہاں دوسری عبارت، کتنا واضح اختلاف ہے۔

---

[1] ترجمہ اُردو مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے " پر اے بیت لحم افراتہ باوجودیکہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے میرے لئے وہ شخص نکلیگا جو اسرائیل میں حکومت کریگا اور اوس کا نکلنا قدیم سے ایام الازل سے ہے" (تقیم)

[2] اردو ترجمہ ۱۸۲۳ء کی طبع میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں :- " اے یہودا کی بیت لحم تو یہودا کے سرداروں میں چھوٹا نہیں، کیونکہ تجھ سے ایک سردار نکلیگا جو میری قوم اسرائیل کی رعایت کرے گا " (تقیم)

فساد نمبر ۳۳

کتاب زبور نمبر ۱۶ کی آیات بالترتیب ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہیں کہ :-

"میں نے خداوند کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا ہے، چونکہ وہ میرے داہنے ہاتھ ہے اس لئے مجھے جنبش نہ ہوگی، اسی سبب سے میرا دل خوش اور میری روح شادماں ہے میرا جسم بھی امن و امان میں رہے گا، کیونکہ تو نہ میری جان کو پاتال میں رہنے دے گا نہ اپنے مقدس کو سڑنے دیگا، تو مجھے زندگی کی راہ دکھائے گا تیرے حضور میں کامل شادمانی ہے، تیرے داہنے ہاتھ میں دائمی خوشی ہے۔"[1]

اور یہی عبارت کتاب اعمال کے باب ۲ کی آیات ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ میں یوں نقل کی گئی ہے کہ :-

"کیونکہ داؤد اس کے حق میں کہتا ہے کہ میں خداوند کو ہمیشہ اپنے سامنے دیکھتا رہا، کیونکہ وہ میری دہنی طرف ہے تاکہ مجھے جنبش نہ ہو اسی سبب سے میرا دل خوش ہوا اور میری زبان شاد، بلکہ میرا جسم بھی امید میں بسا رہے گا، اس لئے کہ تو میری جان کو عالم ارواح میں نہ چھوڑے گا، اور نہ اپنے مقدس کے سڑنے کی نوبت پہنچنے دیگا، تو نے مجھے زندگی کی راہیں بتائیں، تو مجھے دیدار

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے یہ آیت یوں ہے "میری نگاہ ہمیشہ خداوند پر ہے کیونکہ وہ میرے داہنے ہاتھ ہے، مجھ کو کبھی لغزش نہ ہوگی سو میرا دل خوش ہے اور میری شوکت شاد ہے میرا جسم بھی توکل میں چین کرے گا کہ تو میری جان کو پاتال میں رہنے نہ دیگا اور تو اپنے مقدس کو سڑنے نہ دے گا تو مجھ کو زندگانی کی راہ دکھاویگا تیرے حضور میں خوشیوں سے سیری ہے تیرے داہنے ہاتھ ابد تک عشرتیں ہیں۔" ۱۲ فہیم

کے باعث خوشی سے بھر دے گا۔"[1]

ملاحظہ کیجئے دونوں عبارتوں میں کتنا بین اختلاف موجود ہے۔

فساد نمبر ۳۴

زبور نمبر ۴۰ کی آیات بالترتیب ۶، ۷، ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۲۹ء میں یوں ہیں کہ :-

"قربانی اور نذر کو تو پسند نہیں کرتا، تو نے میرے کان کھول دیئے ہیں، سوختنی قربانی اور خطا کی قربانی تو نے طلب نہیں کی، تب میں نے کہا دیکھ! میں آیا ہوں، کتاب کے طومار میں میری بابت لکھا ہے، اے میرے خدا! میری خوشی تیری مرضی پوری کرنے میں ہے بلکہ تیری شریعت میرے دل میں ہے۔"[2]

لیکن مقدس پولس اسی عبارت کو عبرانیوں کے نام اپنے خط کے باب ۱۰ کی آیات ۵، ۶، ۷، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس طرح لکھتا ہے :-

"تو نے قربانی اور نذر کو پسند نہ کیا، بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔ پوری سوختنی قربانیوں اور گناہ کی قربانیوں سے تو خوش نہ ہوا۔ اس وقت میں نے

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء کی طبع میں یہ آیات اس طرح ہیں" اس لئے کہ داؤد اس کے حق میں کہتا ہے کہ میں نے خداوند پر جو سدا میرے سامنے ہے نظر کی کہ وہ میری داہنی طرف ہے تاکہ میں نہ ہٹوں اسی سبب میرا دل خوش ہے اور میری زبان نہالی ہے بلکہ میرا بدن بھی امید میں چین کریگا کہ تو میری جان کو عالم غیب میں نہ چھوڑیگا نہ اپنے قدوس کو سڑنے دیگا تو نے مجھے زندگی کی راہ بتائیں تو مجھے اپنے دیدار سے خوشی سے بھر دیگا" (فہیم)

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیات یوں ہیں" ذبیح اور ہدیہ کو تو نہیں چاہتا تو نے میرے کان کھولے اور چڑھاوے اور خطیت کا تو طالب نہیں تب میں نے کہا دیکھو میں آتا ہوں، کتاب کے ورقوں میں میرے حق میں یہ لکھا ہے اے میرے خدا! میں تیری رضامندی بجالانے پر خوش ہوں تیری شریعت تو میرے دل کے بیچ ہے" (فہیم)

کہا کہ دیکھ میں آیا ہوں (کتاب کے ورقوں میں میری نسبت لکھا ہوا ہے) تاکہ اے خدا تیری مرضی پوری کروں[1]۔"

دونوں عبارتوں میں واضح اختلاف ملاحظہ کیجئے۔

فساد نمبر ۳۵

کتاب عاموس باب ۹ کی آیات ۱۱، ۱۲ اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ:۔

"میں اس روز داؤد کے گرے ہوئے مسکن کو کھڑا کرونگا اسکے رخنوں کو بند کرونگا اور اس کے کھنڈروں کی مرمت کرونگا اسے پہلے کی طرح تعمیر کروں گا تاکہ وہ ادوم کے بقیہ اور ان سب قوموں پر جو میرے نام سے کہلاتی ہیں قابض ہوں اسکو وقوع میں لانے والا خداوند فرماتا ہے۔"

اور اس عبارت کو کتاب اعمال میں یوں نقل کیا گیا ہے[2]۔

"ان باتوں کے بعد میں پھر کر داؤد کے گرے ہوئے خیمہ کو اٹھاؤنگا اور اسکے پھٹے ٹوٹے کی مرمت کر کے اسے کھڑا کرونگا۔ تاکہ باقی آدمی یعنی سب قومیں جو میرے نام کی کہلاتی ہیں خداوند کو تلاش کریں[3]۔"

ان دونوں عبارتوں کے اختلاف بھی ملاحظہ کیجئے۔

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۷ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں "قربانی اور نذر کو تو نے نہ چاہا پر میرے لئے ایک بدن تیار کیا سوختنی قربانی اور ان قربانیوں سے جو گناہ کیلئے ہے تو راضی نہ ہوا تب میں نے کہا کہ دیکھ میں آتا ہوں میری بابت کتاب کے دفتر میں لکھا ہے تاکہ اے خدا تیری مرضی بجا لاؤں" ۱۲۔ فہیم

[2] قدیم اُردو ترجموں میں ان آیات کی عبارت اس طرح ہے "میں اوسی دن میں داؤد کے گرے ہوئے مسکن کو کھڑا کرونگا اور اسکی دراڑوں کو بند کرونگا اور میں اوسکی شکست ریز کو پھر بناؤنگا اور اگلے زمانہ کی مانند تعمیر کرونگا تاکہ وے ادوم کے باقی لوگوں کو اور سارے قوموں کو جن پر میرا نام لیا جاتا ہے اپنی میراث میں لے لیویں خداوند جو اس کام کا کرنیوالا ہے فرماتا ہے۔" [3] قدیم اردو ترجموں میں یہ عبارت یوں ہے "خداوند جو یہ سب کرتا ہے یوں فرماتا ہے کہ بعد اس کے میں پھر آؤنگا اور داؤد کے گرے ہوئے ڈیرے کو بناؤنگا اور اسکے ٹوٹے پھوٹے کی مرمت کر کے اوسے پھر کھڑا کرونگا کہ باقی آدمی اور سب غیر قومیں جو میرے نام کی کہلاتی ہیں خداوند کو ڈھونڈیں۔" (۱۲۔ فہیم)

فساد نمبر ۳۱ تا ۳۵ میں مذکورہ عبارتوں کے بارے میں عیسائی محققین کا قول ہے کہ عبرانی نسخہ کی عبارتوں میں تحریف ہوئی ہے۔ چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں کہتا ہے کہ :-

" مندرجہ ذیل مقامات میں عبرانی نسخہ میں تحریف کی گئی ہے :-

- کتاب ملاکی (ملاخیا - ۱۲) باب ۳ کی آیت ۱
- کتاب میکاہ۔ باب ۵ کی آیت ۲
- کتاب زبور ۱۶ کی آیت ۸ سے ۱۱ تک
- کتاب عاموس باب ۹ کی آیت ۱۱، ۱۲
- کتاب زبور ۴۰ کی آیت ۶ سے ۸ تک
- کتاب زبور ۱۱۰ کی آیت ۴

ملاحظہ کیجئے کہ بائبل کے یہ عظیم مفسر اس بات کا برملا اعتراف کر رہا ہے کہ مندرجہ بالا چھ مقامات میں عبرانی نسخہ میں تحریف کی گئی ہے اور ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ تورات[۱۱۰] میں بھی تحریف ہو چکی ہے، ہمیں بھی اسی عظیم مفسر کے کلام سے معلوم ہوا ورنہ اردو، فارسی، اور عربی و انگریزی تراجم سے ہمیں اس جگہ تحریف کے وقوع اور باہم اختلاف کا کوئی زیادہ پتہ نہیں چلتا، تاہم اس مفسر کا یہ اعتراف اس پر حجت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان تراجم میں اس کو درست کر کے لکھا گیا ہو۔ لہٰذا خرابی کا ایک یہ بھی مقام نکل آیا۔

فساد نمبر ۳۶

بیوی ، بیٹا یا بیٹی	وارڈ اپنی کتاب "اغلاط نامہ" کے صفحہ ۱۸ پر لکھتا ہے کہ :- " عبری میں یوں ہے کہ اس نے جنا غروبر او کی بی بی اور عورت "

اور اس بے معنی عبارت کا کسی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ " اس نے اپنی بیوی پر بعوت

---

[۱۱۰] بائبل زعیسوی کے اصل نسخے میں فساد ۳۰ تا ۳۵ مذکورہ ہے اس ایک تفسیر کی زبانی کی وجہ سے —— پر ملاحظہ فرمائیں۔
۱۲ مجیب

سے عزوبہ کو جنا" اور کسی نے ترجمہ یوں کیا ہے کہ "اس نے اپنی بیوی عزوبہ سے یریعوت کو جنا"۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ عبارت کتاب تواریخ اوّل کے باب ۲ کی آیت ۱۸ میں موجود ہے۔ بیچارے مترجموں کا کیا قصور؟ دراصل اس مقام پر عبرانی نسخہ کی عبارت اس قدر گنجلک ہے کہ لامحالہ ترجمہ اٹکل پچو ہی کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک نے اپنی سمجھ کے مطابق محض اندازے سے ترجمہ کر ڈالا اور اب تک یہ لوگ اسی الجھن میں مبتلا ہیں اور ہر شخص اپنی بولی بولتا ہے۔ یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"اور حصرون کے بیٹے کالب سے اس کی بیوی عزوبہ اور یریعوت سے اولاد ہوئی اور عزوبہ کے بیٹے یہ ہیں یشر اور سوباب اور اردون[1]"

اور یہی عبارت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے کہ :-

"و از کالیب بن حصرون عزوبہ زنش و یریعوت باردر گردیدند و پسران وے اینند یشر و سوباب و اردون"

ان دونوں عبارتوں میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے مگر اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ عزوبہ اور یریعوت دونوں ہی کالب کی بیویاں تھیں اور مہر شدہ انگریزی ترجمہ بھی مذکورہ بالا فارسی ترجمہ کے مطابق ہے۔ لیکن فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء اس طرح ہے کہ :-

"و کالیب پسر حصرون از زوجہ اش عزوباہ پسران تولید نمود کہ اینہا باشند یریعوث ویشر و شوباب و اردون"

اس فارسی ترجمہ کی رو سے یریعوت بیوی کے بجائے لڑکا ہوتا ہے اور یہی عبارت عربی ترجمہ میں یوں ہے :-

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۴۲ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اور حصرون کے بیٹے کالب نے اپنی جورو عزوبہ سے اور یریعوت سے اولاد پائی اور عزوبہ کے بیٹے یہ ہیں یسر اور سوباب اور اردون" ۱۲ فہیم

"وکالیب بن حصرون اخذ امراتین اسمہا عزوبا و اولد منہا
یاسر یعوث و اولادہا یاشر وشوباب وارودون۔"

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عزوبا بیوی تھی، مگر عبارت کے سیاق کا اقتضا یہ ہے کہ یریعوت کو بیٹے کے بجائے بیٹی ہونا چاہئے۔ اس لئے ضمیر مونث کو یریعوث کی جانب راجع ہونا چاہئے۔ اس صورت میں یشر، سوباب اور اردون کالب کے بیٹے نہیں نواسے قرار پاتے ہیں، رومن کیتھولک کا انگریزی ترجمہ عربی ترجمہ ہی کی طرح ہے۔

فساد نمبر ۳۷

خداوند کا صندوق کب لایا گیا؟ کتاب سموئیل ثانی کے باب ۵، ۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام خداوند کا صندوق فلستیوں سے جنگ کے بعد لائے تھے اور کتاب تواریخ اول کے باب ۱۳، ۱۴ میں ہے کہ اس لڑائی سے پہلے ہی لے آئے تھے۔ بیک وقت دونوں تو صحیح ہو نہیں سکتے ان میں سے ایک روایت یقیناً غلط ہے۔

فساد نمبر ۳۸

بنیامین کی اولاد کتاب تواریخ اول کے باب ۷ کی آیت ۶ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے کہ:-

"اولاد بنیامین بلع وبکر و یدیعا بیل سہ کس"

اور باب ۸ کی آیت ۱ میں ہے کہ:-

"اما بنیامین پدر بلع نخست زادہ او وثانی اشبیل سیوم احرح چہارم نوحہ پنجم رافا۔"

اور کتاب پیدائش باب ۴۶ کی آیت ۲۱، ۲۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے کہ[1]:-

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۳۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے "اور بنی بن یامین بلع اور بکر اور اشبیل اور جیرا اور نعمان اور اخی اور راس اور مفیم اور حفیم اور ارد یے بنی راحیل ہیں۔" (فہیم)

"اور بنی بنیمین یہ ہیں۔ بالع اور بکر اور اشبیل اور جیرا اور نعمان[1] اخی اور روس مفیم اور حفیم اور ارد، اور یہ سب یعقوب کے ان بیٹوں کی اولاد ہے جو راخل سے پیدا ہوئے[2]۔"

دیکھئے یہاں دو طرح کا زبردست اختلاف موجود ہے۔ پہلا اختلاف تو ان کے ناموں میں ہے اور دوسرا اختلاف ان کی تعداد میں ہے۔ پہلی آیت میں ان کی تعداد تین بتائی گئی ہے، دوسری میں پانچ اور تیسری سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیامین کے دس بیٹے تھے تو اس صورت میں ان میں سے ایک ہی روایت صحیح ہو سکتی ہے اور باقی دو روایتیں یقیناً غلط ہیں، پھر چونکہ کتاب تواریخ ہی کی دو روایتوں میں بیّن تضاد پایا جاتا ہے تو گمانِ غالب اسی کو غلط ٹھہراتا ہے۔

فساد نمبر ۳۹

یہویقیم قید ہوا یا قتل؟ کتاب تواریخ ثانی کے باب ۳۶ کی آیت ۵، ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"یہویقیم پچیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا اور اس نے گیارہ برس یروشلیم میں سلطنت کی اور اس نے وہی کیا جو خداوند اس کے خدا کی نظر میں برا تھا۔ اس پر شاہِ بابل نبوکدنضر نے چڑھائی کی اور اسے بابل لے جانے کے لئے اس کے بیڑیاں ڈالیں[3]۔"

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں نعمان اور اخی دو الگ الگ نام ہیں اور یہ تعداد کل ۱۰ ہوتی ہے۔ ۱۲ تقی

[2] ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ سے اعجاز عیسوی میں یہ آخری جملہ بھی آیت ۱۰ کا حصہ نقل کیا ہے موجودہ اردو ترجمہ میں یہ مستقل آیت ۲۲ کے ذیل میں ہے۔ ۱۲ ت

[3] ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ میں یہ تصریح ہے کہ "اسے بیڑیوں میں باندھ کر بابل لے گیا"۔ چنانچہ ملاحظہ ہو اس طباعت کے ترجمہ میں یہ آیات ان الفاظ میں نقل ہوئی ہیں "یہویقیم پچیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور گیارہ برس یروشلم میں سلطنت کی ...... اس پر شاہِ بابل نبوخودنذر چڑھ آیا اور اسے بیڑیوں سے باندھ کر بابل میں لے گیا"۔ ۱۲ تقیم

یہ روایت غلط اور حقائق کے خلاف ہے، کیونکہ یہویاکین کو قید کر کے بابل لے جانا مؤرخین کے نزدیک ثابت نہیں۔

یوسیفس مؤرخ کو عیسائی بھی معتبر ترین مؤرخ تسلیم کرتے ہیں، اس نے اپنی تاریخ کی کتاب منا کے باب۶ میں لکھا ہے :-

"یہویاکین کی سلطنت کے چوتھے سال بخت نصر بابل کا بادشاہ بنا"

پھر آگے چل کر اسی کتاب میں کہتا ہے :-

"یہویقیم کی سلطنت کے آٹھویں سال بخت نصر نے زبردست لشکر لے کر یہودیوں پر چڑھائی کر دی[1] اور یہویقیم کو حملے کی دھمکی دی، جس پر یہویقیم نے جزیہ دینا قبول کر لیا مگر تیسرے سال مصریوں کی بھرپور پشت پناہی کے بھروسہ پر جزیہ دینے سے انکار کر دیا، لیکن یہ بھروسہ سراب ثابت ہوا اور بادشاہ بابل زبردست لشکر لے کر آیا اور بغیر جنگ کئے ہوئے شہر پر قابض ہو گیا۔ اور شہر میں آنے کے بعد تمام جوانوں کو قتل کر ڈالا، ان میں یہویقیم بھی تھا، اور اس کی نعش دفن کرنے کے بجائے شہر پناہ سے باہر پھنکوا دی، اس کے بیٹے یہویاکین کو تخت نشین کیا اور تین ہزار مردوں کو قیدی بنا کر لے گیا جن میں حزقیال پیغمبر بھی تھے" (ملخص)

ملاحظہ کیجئے کہ یوسیفس نے واشگاف الفاظ میں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ یہویقیم کو یروشلیم میں ہی قتل کر دیا گیا تھا اور اس کی نعش کو بھی دفن کرنے کے بجائے شہر پناہ سے باہر پھینک دیا گیا تھا۔

---

[1] یہ واضح رہے کہ یہ واقعہ بخت نصر کے مشہور حملے سے کچھ پہلے کا ہے، بنی اسرائیل کی جلاوطنی اس کے کچھ بعد میں عمل میں آئی ہے۔ ۱۲ تقی

فساد نمبر ۴۰

یہوداہ کی حد | کتاب یشوع کے باب ۱۹ کی آیت ۳۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ میں یہ عبارت ہے :-

"اور مشرق میں یہوداہ کے حصہ کے یردن تک پہنچی"[1]

یہ بالکل غلط ہے، اس لئے کہ یہوداہ کی حد جنوب کی جانب بہت دور تک تھی۔ چنانچہ یونانی ترجمہ میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔

فساد نمبر ۴۱

بنیامین کی سرحد | کتاب یشوع باب ۱۸ کی آیت ۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں بنی بنیامین کی سرحد بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے :-

"اور وہ حد بیت حورون کے سامنے کے پہاڑ سے ہوتی ہوئی جنوب کی طرف ساحل سمندر تک چلی گئی"[2] الخ

ڈائلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں کہا گیا ہے :-

"بنیامین کی سرحدوں میں سمندر کا کنارہ نہیں آتا تھا اور نہ اسکے آس پاس ہی تھا اسلئے یہ جان لینا چاہیئے کہ وہ عبرانی لفظ جسکا ترجمہ سمندر کیا گیا ہے اسکے معنی در اصل مغرب کے ہیں"

لیکن یہ معنی ہم نے کسی ترجمہ میں نہیں دیکھے۔ البتہ اس تفسیر سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس سے قبل کے

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ عبارت یوں ہے "اور بنی یہودہ کی سرحدیں یردن سے مشرق کی سمت جاتی" تقی

[2] ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ کی اس آیت کا مفہوم ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ ترجمہ میں بالکل ہی الٹ دیا گیا ہے۔ موجودہ ترجمہ میں یہ آیت اس طرح ہے کہ "اور وہ مغرب کی طرف سے مڑ کر جنوب کو جھکی اور بیت حورون کے سامنے کے پہاڑ سے ہوتی ہوئی جنوب کی طرف جو یہوداہ کے ایک شہر قریت بعل تک جو قریت یعریم ہے چلی گئی۔ یہ مغربی حصہ تھا" ان دونوں اردو ترجموں میں نہ صرف یہ کہ الفاظ میں اختلاف ہے بلکہ مفہوم ہی سرے سے مختلف ہو گیا ہے جو تحریف کی بدترین مثال ہے۔ ۱۲ تقی

تمام مترجم غلط ترجمہ کر کے تحریف کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔

فساد نمبر ۴۲

سکم یا شیلو

کتاب یشوع ع باب ۲۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء عبرانی نسخہ میں یوں لکھنے کے بعد کہ "اس کے بعد یشوع نے اسرائیل کے سب قبیلوں کو سکم میں جمع کیا...الخ" آیت ۲۵ یوں ہے کہ:-

"سو یشوع نے اسی روز لوگوں کے ساتھ عہد باندھا اور ان کے لئے سکم میں آئین اور قانون ٹھہرایا[1]"

یہاں لفظ "سکم" غلط ہے اس کے بجائے "شیلو" کا لفظ ہونا چاہیئے تھا چنانچہ یونانی ترجمہ میں لفظ "شیلو" ہی لکھا ہوا ہے"

فساد نمبر ۴۳

تیس ہزار یا تین ہزار

کتاب سموئیل اول کے باب ۱۳ کی آیت ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ:-

"اور فلستی اسرائیلیوں سے لڑنے کو اکٹھے ہوئے یعنی تیس ہزار رتھ اور[2]... الخ"

اس مقام پر "تیس ہزار" کے لفظ کو بعض علماء نے کاتب کی غلطی اور سہو پر محمول کیا ہے چنانچہ ڈائلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں کہا گیا ہے :-

"بشپ پیٹرک اور ڈاکٹر ویلز لکھتے ہیں کہ تعداد عجیب سی معلوم ہوتی ہے چنانچہ عربی اور سریانی ترجموں میں تیس ہزار کی جگہ تین ہزار مذکور ہے۔ تاہم بھی امکان ہے کہ ہر قسم کی گاڑیوں کو رتھوں میں شمار کر کے یہ تعداد ہو گئی ہو"

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت اس طرح ہے "سو یسوع نے اس روز لوگوں سے عہد کیا اور ان کے لئے سکم میں ایک رسم اور دستور مقرر کیا" ۱۲ فہیم [2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت یوں ہے "اور فلستی بھی بنی اسرائیل سے لڑنے کو جمع ہوئے تیس ہزار تو اُن کی رتھیں تھیں" ۱۲ فہیم

فساد نمبر ۴۴

لٹو، بیل یا لکڑیاں

کتاب تواریخ ثانی باب ۴ کی آیت ۳، ۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور اس کے نیچے بیلوں کی صورتیں اس کے گرداگرد دس دس ہاتھ تک تھیں اور اس بڑے حوض کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں، یہ بیل دو قطاروں میں تھے اور اسی کے ساتھ ڈھالے گئے تھے اور وہ بارہ بیلوں پر دھرا ہوا تھا[۱]۔۔۔۔۔ الخ"

اور کتاب سلاطین اوّل کے باب ۷ کی آیت ۲۴، ۲۵ میں یوں ہے :-

"اور اس کے کنارے کے نیچے گرداگرد دس ہاتھ تک لٹو تھے جو اسے یعنی بڑے حوض کو گھیرے ہوئے تھے، یہ لٹو دو قطاروں میں تھے اور جب وہ ڈھالا گیا تب ہی یہ بھی ڈھالے گئے تھے اور وہ بارہ بیلوں پر رکھا گیا[۲]۔۔۔۔۔ الخ"

کتاب سلاطین باب ۷ کی آیت ۲۴ میں دو جگہ لفظ "بیلوں" کے بجائے "لٹو" غلط استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اسی باب کی آیت ۲۵ اور کتاب تواریخ کی مذکورہ بالا آیات اس کی[۳]

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں: "اور گرداگرد اس کے کنارے کے نیچے بیلوں کی مورتیں بنائیں جو اس کے دس ہاتھ کے دور میں گرداگرد تھیں اور اس بحر کو چاروں طرف سے گھیرے تھیں۔۔۔۔۔ اور بحر بارہ بیلوں پر رکھا گیا" ۱۲ فہیم

[۲] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق یہ آیات اس طرح ہیں "اور گرداگرد اس کے کنارے کے نیچے گانٹھیں بنائیں گھیر اس کا دس ہاتھ کا گرداگرد بحر سے لگا ہوا گانٹھوں کی دو قطاریں تھیں جب ڈھالی ہوئیں اور بحر بارہ بیلوں پر رکھا گیا" ۱۲ فہیم

[۳] ان دونوں مقامات پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے بنائے ہوئے ایک حوض کا تذکرہ ہے۔ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۵ء میں کتاب تواریخ کے اندر بیلوں کے بجائے لکڑیوں کا تذکرہ ہے وشبہ ثناء وتحتہ مستدیرا۔ ملاحظہ فرمائیے کہاں لٹو کہاں بیل اور کہاں لکڑیاں۔ ۱۲ تقی

بیّن شہادت دے رہی ہیں۔ ہنری و اسکاٹ کے جامعین کہتے ہیں :-

"یہاں پر حرف بدل جانے کی وجہ سے فرق پیدا ہو گا"[1]

فساد نمبر ۴۵

کاٹا یا محنت کروائی

کتاب تواریخ اوّل کے باب ۲۰ کی آیت ۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور اس نے اُن لوگوں کو جو اس میں تھے باہر نکال کر آروں اور لوہے کے ہینگوں[2] اور کلہاڑوں سے کاٹا ...... الخ"

اور کتاب سموئیل ثانی کے باب ۱۲ کی آیت ۳۱ میں اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہی مضمون ہے :-

"اور اس نے ان لوگوں کو جو اس میں تھے باہر نکال کر انہیں آروں اور لوہے کے ہینگوں اور لوہے کے کلہاڑوں سے محنت کروائی[3] اور ان کو اینٹوں کے پزاوے میں سے چلوایا"

دیکھئے لفظ "کاٹا" اور "محنت کروائی" کے مفہوم میں کتنا واضح فرق ہے۔ اس صورت میں ان میں سے ایک یقیناً غلط ہے۔ چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد اوّل میں کتاب سموئیل کی اس روایت کو درست قرار دیتے ہوئے کہتا ہے :-

"کتاب تواریخ کی عبارت کو بھی اسی کے مطابق بنا دینا چاہیئے"

---

[1] مشہور عیسائی محقق آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں کہتا ہے کہ "اور یہ ممکن ہے کہ لفظ "بقریم" "بقیم" کی جگہ استعمال ہو گیا ہو" اور بقیم کے معنی لٹو اور بقریم کے معنی بیل کے ہیں۔ (اظہار الحق اردو ج ۱ صفحہ ۳۸۲)

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں "ہینگوں" کے بجائے "بلوں" کا لفظ نقل ہوا ہے۔ ۱۲ فہیم

[3] ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں اس کو "... کلہاڑوں کے نیچے کر دیا" بنا دیا گیا ہے۔ یہ بھی تحریف کی ایک مثال ہے۔ ۱۲ نجیب *

فساد نمبر ۴۶

ابیاہ کی ماں کون تھی؟ کتاب تواریخ ثانی کے باب ۱۳ کی آیت ۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اس نے (یعنی ابیاہ نے (۲۰) یروشلیم میں تین برس سلطنت[1] کی، اس کی ماں کا نام میکایاہ تھا جو اوری ایل جبعی کی بیٹی تھی" الخ

اور یہ آخری جملہ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے :-

"ونام مادر وے میکایہ دختر اوریئیل از جبعہ بود" الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ :-

"واسم مادرش میکایاہ دختر اوری ئیل از گبعاہ بود"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابیاہ کی ماں میکایاہ اوری ایل جبعی کی بیٹی تھی، لیکن کتاب تواریخ ثانی ہی کے باب ۱۱ کی آیت ۲۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"اس کے بعد اس نے ابی[2] سلوم کی بیٹی معکہ کو بیاہ لیا جس کے اس سے ابیاہ اور عتی اور زیزا اور سلومیت پیدا ہوئے[3]"

اور یہی آیت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہے :-

"بعد از آں معکہ دختر السلام را گرفت کہ او ابیہ و عتای و زیزا و سلومیت را برائے وے زائیدہ"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابیاہ کی ماں ابی سلوم کی بیٹی معکہ تھی، اس کے برعکس کتاب سموئیل ثانی باب ۱۴ آیت ۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ معکہ نام کی لڑکی ابی سلوم کی بیٹی تھی ہی نہیں،

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں "سلطنت" کے بجائے بادشاہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ [2] یعنی ابیاہ کے باپ رحبعام نے ۱۲ منہ [3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت اس طرح ہے "اس کے پیچھے اس نے ابی سلوم کی بیٹی معکہ کو بیاہ کیا جو اس کے لئے ابیاہ اور عتی اور زیزا اور سلومیت کو جنی" ۱۲ فہیم

چنانچہ اس آیت کی عبارت یوں ہے :-

"اور ابی سلوم سے تین بیٹے پیدا ہوئے اور ایک بیٹی جس کا نام تمر تھا وہ بہت خوبصورت عورت تھی "

ملاحظہ کیجئے کہ ایک واقعہ کے بارے میں تینوں مقامات میں کس قدر سنگین اختلاف ہے۔

فساد نمبر ۷۴

اخزیاہ قتل ہوا یا مرا؟

کتاب تواریخ ثانی باب ۲۲ کی آیت ۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"اور اس نے اخزیاہ کو ڈھونڈا (وہ سامریہ میں چھپا تھا) سو وہ اسے پکڑ کر یاہو کے پاس لائے اور اسے قتل کیا اور انھوں نے اسے دفن کیا[1] الخ"

اور کتاب سلاطین ثانی باب ۹ کی آیت ۲۷، ۲۸ میں یوں ہے :-

"لیکن جب شاہ یہوداہ اخزیاہ نے یہ دیکھا تو وہ باغ کی بارہ دری کی راہ سے نکل بھاگا اور یاہو نے اس کا پیچھا کیا اور کہا کہ اسے بھی رتھ ہی میں مار دو، چنانچہ انھوں نے اسے جور کی چڑھائی پر جو اِبلعام کے متصل ہے مارا اور وہ مجدّو کو بھاگا اور وہیں مر گیا، اور اسکے خادم اس کو رتھ میں یروشلیم کو لے گئے اور اسے اسکی قبر میں داؤد کے شہر میں اس کے باپ دادا کے ساتھ دفن کیا[2] "

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۶ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے " اور اوس نے اخزیاہ کو ڈھونڈا اور اونھوں نے اوسے پکڑا جبکہ وہ سمرون میں چھپا تھا اور اسے یاہو پاس لائے اور اونھوں نے اوسے قتل کر کے گاڑا " ۱۲۔ فہیم

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۶ء میں یہ آیات اس طرح ہیں " اور جب شاہ یہودا اخزیاہ نے یہ دیکھا تو وہ باغ کی راہ سے نکل بھاگا اور یاہو نے اوسکا پیچھا کیا اور کہا کہ اوسے بھی گاڑی ہی میں مار لو چنانچہ اونھوں نے اوسے جور کے رستے میں جو جبلعام کے متصل ہے مارا اور وہ بھاگ کے مجدو میں آیا اور وہاں مر گیا اور اوسکے خادم اوسکو گاڑی میں ڈال کے یروشلم میں لے گئے اور اوسے اوسکی قبر میں داؤد کے شہر میں اوس کے باپ دادوں کے ساتھ گاڑا " ۱۲۔ فہیم

یہاں پہلی روایت بتاتی ہے کہ وہ سامریہ میں چھپا تھا اور وہاں سے اسکو گرفتار کرکے یاہو کے پاس لاکر قتل کر ڈالا اور دفن کر دیا اور دوسری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھاگتے ہوئے راستہ میں زخمی ہو گیا اور مجدو میں جاکر فوت ہو گیا اور اس کے خادموں نے وہاں سے یروشلیم لاکر دفن کیا۔ ان دونوں روایتوں میں کس قدر سنگین اختلاف ہے۔

فساد نمبر ۴۸

کتاب تواریخ اول باب ۹ کی آیت ۳۹ اردو تراجم مطبوعہ ۱۸۴۴ء اور ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور نیر سے قیس پیدا ہوا اور قیس سے ساؤل پیدا ہوا اور ساؤل سے یونتن اور ملکیشوع اور ابیناداب اور اشبعل پیدا ہوئے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیس کے باپ کا نام نیر تھا، لیکن کتاب سموئیل اول باب ۹ کی آیت ۱ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء یوں ہے :-

"مردی بود از بنیامینان کہ اسمش قیس پسر ابی ئیل پسر صرور پسر بکورت پسر افیح مرد بانیمینی کہ صاحب دولت بود۔"

اور یہی آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور بنیمین کے قبیلہ کا ایک شخص تھا جس کا نام قیس بن ابی ایل بن صرور بن بکورت بن افیح تھا وہ ایک بنیمینی کا بیٹا اور زبردست سورما[1] تھا۔"

یہ آیت بتاتی ہے کہ قیس کے باپ کا نام ابی ایل تھا اور کتاب سموئیل اول ہی کے باب ۱۴ کی آیت ۵۰، ۵۱ میں اس طرح مذکور ہے :-

"اس کی فوج کے سردار کا نام ابنیر تھا جو ساؤل کے چچا نیر کا بیٹا تھا اور ساؤل کے باپ کا نام قیس تھا اور ابنیر کا باپ نیر ابی ایل کا بیٹا تھا۔"

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اب بنی بنیمین کا ایک شخص تھا جس کا نام قیس جو افیح کے بیٹے بکورت کے بیٹے صرور کے بیٹے ابی ایل کا بیٹا تھا۔" فہیم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی آیل قیس کا دادا تھا۔ نیز یہاں تینوں روایتوں میں شدید اختلاف ہے۔

فساد نمبر ۹۴

کتاب سلاطین ثانی باب ۲۴ کی آیت ۱۳ یوں ہے :-

"اور وہ خداوند کے سب خزانوں اور شاہی محل کے سب خزانوں کو وہاں سے لے گیا اور سونے کے سب برتنوں کو جن کو شاہ اسرائیل سلیمان نے خداوند کی ہیکل میں بنایا تھا اس نے کاٹ کر خداوند کے کلام کے مطابق ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے[1]"

اور اسی کتاب کے باب ۲۵ کی آیت ۱۵ میں یوں بیان کیا ہے :-

"اور انگیٹھیاں اور کٹورے غرض جو کچھ سونے کا تھا اس کے سونے کو اور جو کچھ چاندی کا تھا اس کی چاندی کو جلو داروں کا سردار لے گیا[2]"

اور یہی عبارت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے :-

"و مجمردان ہا و لنگریہا آنچہ از طلا بود طلائش را و آنچہ کہ از نقرہ بود نقرہ اش را سردار لشکر خاص برداشت"

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بخت نصر سب برتنوں کو ہیکل سے لے گیا تھا تو پھر اس کا سپہ سالار سونے چاندی کے برتن کہاں سے لے کر گیا۔

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے "اور خداوند کے گھر کا سارا خزانہ اور وہ خزانہ جو شاہ کے قصر میں تھا، اور ان سارے طلائی برتنوں کو جو شاہ اسرائیل سلیمان نے خداوند کے گھر کے لئے بنائے تھے لے گیا" فہیم

[2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے "اور انگیٹھیاں اور پیالے اور سب کچھ جو سونے روپے کا تھا سو امیر الامراء لے گیا" ۱۲۔ فہیم

فساد نمبر ۵

یربعل کے بیٹے جو قتل ہوئے | کتاب القضاۃ باب ۹ کی آیت ۵ یوں ہے :-

"اور وہ عفرہ میں اپنے باپ کے گھر گیا اور اس نے اپنے بھائیوں یربعل بیٹوں کو جو ستر آدمی تھے ایک ہی پتھر پر قتل کیا پر یربعل کا چھوٹا بیٹا یوتام بچا رہا کیونکہ وہ چھپ گیا تھا"[1]

اور اسی باب کی آیت ۱۸ میں ہے :-

"اور تم نے آج میرے باپ کے گھرانے سے بغاوت کی اور اس کے ستر بیٹے ایک ہی پتھر پر قتل کئے اور اس کی لونڈی کے بیٹے ابی ملک کو سکم کے لوگوں کا بادشاہ بنایا اس لئے کہ وہ تمہارا بھائی ہے"[2]

اور اسی باب کی آیت ۵۶ میں ہے :-

"یوں خدا نے ابی ملک کی اس شرارت کا بدلہ جو اس نے اپنے ستر بھائیوں کو مار کر اپنے باپ سے کی تھی اس کو دیا"[3]

---

[1] قدیم ترجموں میں یہ آیت یوں نقل ہوئی ہے "اور وہ عفرہ میں اپنے باپ کے گھر گیا اور اوس نے یروب جعل کے ستر بیٹوں کو جو اوس کے بھائی تھے ایک پتھر پر قتل کیا اور یروب جعل کا چھوٹا بیٹا یوتام بچ رہا، اس لئے کہ وہ چھپ گیا" (فہیم)

[2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اور تم نے آج میرے باپ کے گھرانے پر خروج کیا اور اوس کے ستر بیٹے ایک پتھر پر قتل کئے اور اوسکے بیٹے ابیملک کو جو لونڈی بچہ ہے سارے سکم کا بادشاہ کیا اتنے لئے کہ وہ تمہارا بھائی ہے" (فہیم)

[3] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اور خدا نے اس طرح سے ابی ملک کو اوس کی شرارت کو جو اوس نے اپنے ستر بھائیوں کو مار کے اپنے باپ کی تھی اس پر پھیرا" (فہیم)

اب دیکھئے کہ آیت ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر میں سے یوتام بچ رہا تھا لیکن آخری دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ستر کے ستر ہی مارے گئے تھے۔ یہاں پر یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ یربعل کے اپنی بیوی سے کل ستر ہی بیٹے تھے اور ایک بیٹا اس کی لونڈی کے بطن سے تھا جس کا نام ابی ملک تھا اور وہی ان کا قاتل تھا، جیسا کہ کتاب قضاۃ ہی کے باب ۹ کی آیت ۲۰، ۳۱ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فساد نمبر ۵

کتاب سلاطین ثانی باب ۱۸ کی آیت ۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے:-

"اور وہ خداوند اسرائیل کے خدا پر توکل کرتا تھا ایسا کہ اس کے بعد یہوداہ کے سب بادشاہوں میں اس کی مانند ایک نہ ہوا اور نہ اس سے پہلے کوئی ہوا تھا"[1]

اور کتاب سلاطین ثانی ہی کے باب ۲۳ کی آیت ۲۵ میں یوں ہے:-

"اور اس سے (یعنی یوسیاہ سے) پہلے کوئی بادشاہ اس کی مانند نہیں ہوا تھا جو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنے سارے زور سے موسیٰ کی ساری شریعت کے مطابق خداوند کی طرف رجوع لایا ہو اور نہ اس کے بعد کوئی اس کی مانند برپا ہوا"[2]

یہاں بھی دونوں آیتوں میں شدید اختلاف ہے۔

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت اس طرح نقل ہوئی ہے: "اور اوس نے (یعنی حزقیاہ نے) خداوند اسرائیل کے خدا پر توکل کیا ایسا کہ بعد اوس کے یہوداہ کے سب بادشاہوں میں ویسا ایک نہ ہوا اور اس سے آگے کوئی ہوا تھا" ۱۲ فہیم

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "سو اوس کی (یعنی یوسیاہ کی) مانند اگلے زمانے میں کوئی ایسا بادشاہ ہوا جو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنے سارے زور سے موسیٰ کی ساری شریعت کے مطابق خداوند کی طرف پھرا اور نہ بعد اوس کے کوئی اوس کے مانند ہوا" فہیم

فساد نمبر ۵۲

یوتام کی سلطنت کی مدت کتاب سلاطین ثانی باب ۱۵ کی آیت ۳۰ یوں ہے :-

"اور ہوسیع بن ایلہ نے فقح بن رملیاہ کے خلاف سازش کی اور اسے مارا اور قتل کیا اور اسی جگہ عزیاہ کے بیٹے یوتام کے بیسویں برس بادشاہ ہو گیا"[1]

اور اسی باب کی آیت ۳۳ یوں ہے :-

"اور جب وہ (یعنی یوتام ") سلطنت کرنے لگا تو پچیس برس کا تھا اس نے سولہ برس یروشلیم میں سلطنت کی"[2] ... الخ

اور آیت ۳۰ کا یہ جملہ کہ " اور اس کی جگہ عزیاہ کے بیٹے" الخ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں یوں ہے :-

"در سال بستم یوتام پسر عزیاہ در جانش ملک شد"

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۲۷ کی آیت ۱ میں اس طرح ہے :-

"یوتام پچیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا اور اس نے سولہ برس یروشلیم میں سلطنت کی"[3]

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس کی تصریح موجود ہے کہ یوتام نے کل

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے " اس وقت ہوسیع ابن ایلہ نے فقح بن رملیاہ کے خلاف منصوبہ کیا اور اسے مارا اور قتل کیا اور عزیاہ کے بیٹے یوتام کی بادشاہت کے بیسویں برس اوس کی جاگہ بادشاہ ہوا" فہیم

[2] قدیم ترجموں کے مطابق یہ آیت یوں ہے " اور جب وہ (یعنی یوتام) تخت پر بیٹھا تو پچیس برس کا تھا اوس نے سولہ برس یروشلم میں سلطنت کی" ۱۲۔ فہیم

[3] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے " یوتام پچیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور سولہ برس تک یروشلم میں مسلط رہا" ۱۲۔ فہیم

سولہ برس حکومت کی تو پھر اس کی سلطنت کا بیسواں سال کہاں سے آگیا۔

فساد نمبر ۵۳

یہو آخز کا بیٹا کب تخت نشین ہوا؟ | کتاب سلاطین ثانی باب ۱۳ آیت ۱ یوں ہے :-

"اور شاہ یہوداہ اخزیاہ کے بیٹے یوآس کے تیئیسویں برس سے یاہو کا بیٹا یہوآخز سامریہ میں اسرائیل پر سلطنت کرنے لگا اور اس نے سترہ برس سلطنت کی[1]"

اور آیت ۹، ۱۰ میں ہے :-

"اور یہوآخز اپنے باپ دادا کے ساتھ سو گیا اور انھوں نے اسے سامریہ میں دفن کیا اور اسکا بیٹا یوآس اس کی جگہ بادشاہ ہوا اور شاہ یہوداہ یوآس کے سینتیسویں برس میں یہوآخز کا بیٹا یہوآس سامریہ میں اسرائیل پر سلطنت کرنے لگا اور اس نے سولہ برس سلطنت کی[2]"

مذکورہ بالا روایات سے جب اس بات کی تصریح ہو رہی ہے کہ یہوآخز اخزیاہ کی سلطنت کے تیئیسویں برس سلطنت پر فائز ہوا اور اس نے سترہ سال تک حکومت کی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کا بیٹا اس کی حکومت کے سینتیسویں سال تخت نشین ہو گیا بلکہ اس حساب سے تو انتالیسویں یا چالیسویں سال میں اس کا تخت نشین ہونا ثابت ہوتا ہے۔

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے "اور شاہ یہوداہ اخزیاہ کے بیٹے یوآس کی سلطنت کے تیئیسویں برس یاہو کا بیٹا یاہو اخز سمرون کے بیچ بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا اور اس نے سترہ برس سلطنت کی" ۱۲ فہیم

[2] قدیم اردو ترجموں میں ان آیات کے الفاظ یہ ہیں "اور یہوآخز نے اپنے باپ دادوں کے درمیان آرام کیا اور انھوں نے اوسے سمرون میں گاڑا تب اوسکا بیٹا یہواس اوسکی جگہ بادشاہ ہوا اور بادشاہ یہودا یوآس کی سلطنت کے سینتیسویں برس یاہو آخز کا بیٹا یہواس سمرون میں اسرائیلیوں کا بادشاہ ہوا"

فساد نمبر ۵۴

مقتول بنی بنیامین کی تعداد کتاب القضاۃ باب ۲۰ آیت ۳۵ میں ہے کہ :-

"اور بنی اسرائیل نے اس دن پچیس ہزار ایک سو بنیمینیوں کو قتل کیا۔"

اور آیت ۴۶ میں ہے :-

"سو سب بنی بنیمین جو اس دن کھیت آئے پچیس ہزار شمشیر زن مرد تھے[1]۔"

دیکھئے ان دو آیتوں میں کتنا سنگین اختلاف ہے۔

فساد نمبر ۵۵

کتاب یشوع باب ۱۰ آیت ۵ یوں ہے کہ :-

"اس لئے اموریوں کے پانچ بادشاہ یعنی یروشلیم کا بادشاہ اور حبرون کا بادشاہ اور یرموت کا بادشاہ اور لکیس کا بادشاہ اور عجلون کا بادشاہ اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے اپنی سب فوجوں کے ساتھ چڑھائی کی اور جبعون کے مقابل ڈیرے ڈال کر اس سے جنگ شروع[2] کی۔"

اور آیت ۲۳ میں ہے :-

"انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ اُن پانچوں بادشاہوں کو یعنی شاہ یروشلیم اور شاہ حبرون اور شاہ یرموت اور شاہ لکیس اور شاہ عجلون کو غار سے نکال کر اس کے پاس لائے[3]۔"

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے "سو سب بنی بنیمین جو اس دن گر گئے پچیس ہزار شمشیر زن تھے" ۱۲ فہیم

[2] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں "تب اموریوں کے پانچ بادشاہوں یعنی یروشلم کے بادشاہ اور حبرون کے بادشاہ اور یرموت کے بادشاہ اور لکیس کے بادشاہ اور عجلون کے بادشاہ نے ایکا کیا اور اپنے لشکروں کو لے کے جبعون پر چڑھ گئے اور خیمے نصب کئے اور اوس سے جنگ شروع کی" ۱۲ فہیم

[3] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے "اونہوں نے ایسے ہی کیا اور اون پانچ بادشاہوں کو یعنی شاہ یروشلم اور شاہ یرموت اور شاہ حبرون اور شاہ لکیس اور شاہ عجلون کو مغارے سے اوس پاس نکال لائے" ۱۲ فہیم ❖

اور آیت ۴۲ میں ہے :-

"اور یشوع نے ان سب بادشاہوں پر اور ان کے ملک پر ایک ہی وقت میں تسلط حاصل کیا[۱] اس لئے کہ خداوند اسرائیل کا خدا اسرائیل کی خاطر لڑا۔"

اور کتاب یشوع ہی کے باب ۱۵ کی آیت ۶۳ میں اس طرح ہے :-

"اور یبوسیوں کو جو یروشلیم کے باشندے تھے بنی یہوداہ نکال نہ سکے، سو یبوسی بنی یہوداہ کے ساتھ آج کے دن تک یروشلیم میں بسے ہوئے ہیں[۲]۔"

دیکھئے پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے بنی اسرائیل نے شاہ یروشلیم اور اس کی مملکت پر قبضہ کرلیا لیکن دوسری روایت اس کے برعکس بتارہی ہے۔

فساد نمبر ۵۶

اتحاد یا دشمنی؟ کتاب سلاطین ثانی باب ۱۶ آیت ۱۰ یوں ہے :-

"اور آخز بادشاہ شاہ اسور تگلت پلاسر کی ملاقات کے لئے[۳] دمشق کو گیا اور اس مذبح کو دیکھا جو دمشق میں تھا اور آخز بادشاہ نے اس مذبح کا نقشہ اور اسکی ساری صنعت کا نمونہ اوریاہ کاہن کے پاس بھیجا[۳]۔"

---

[۱] قدیم اردو ترجموں کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "اور یشوع نے اون سب بادشاہوں پر اور اونکی زمین پر ایک دفعہ فتح پائی" فہیم [۲] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں "یبوسی جو تھے یروشلم میں رہتے تھے سو اون کو بنی یہوداہ خارج نہ کر سکے، چنانچہ یبوسی بنی یہوداہ کے ساتھ آج کے دن تک یروشلم میں بستے ہیں"۔ ۱۲ فہیم

[۳] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "تب آخز بادشاہ شاہ اسور تگلت پلاسر کی ملاقات کے لئے دمشق کو چلا اور اوس نے ایک مذبح کو دیکھا جو دمشق میں تھا اور آخز بادشاہ نے اوس مذبح کا ٹھیک نقشہ کھچوا کے اوریاہ کاہن کنے بھیجا"۔

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۲۸ آیت ۲۰ میں یوں ہے :-

"اور شاہ اسور تگلت پلناسر نے اس پر چڑھائی کی اور اس کو تنگ کیا اور اس کو امن نہ دیا [1]"

دیکھئے پہلی آیت سے دونوں بادشاہوں میں اتحاد اور آخر کا دمشق کو ملاقات کے لئے جانا معلوم ہوتا ہے اور دوسری اُن میں باہم دشمنی اور شاہِ اسور کی چڑھائی بتارہی ہے۔

فساد نمبر ۷۵

خدا یا شیطان کتاب سموئیل ثانی باب ۲۴ کی آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"اس کے بعد خداوند کا غصہ اسرائیل پر پھر بھڑکا اور اس نے داؤد کے دل کو ان کے خلاف یہ کہہ کر اُبھارا کہ جاکر اسرائیل اور یہوداہ کو گن [2]"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء اس طرح ہے :-

"ثم اشتد غضب الرب علی اسرائیل والقی فی قلب داؤد ...." الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے :-

"وخداوند بار دیگر بر اسرائیلیاں غضبناک شدہ داؤد را برایشاں انگیزانید تا آنکہ بگوید برو و اسرائیل و یہودا را بشمار"

اور کتاب تواریخ اوّل باب ۲۱ کی آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں بیان کیا ہے :-

---

[1] موجودہ اردو ترجمہ میں "اس پر چڑھائی کی الخ" جملہ اس طرح ہے کہ "اس کے پاس آیا پر اس نے اس کو تنگ کیا اور اس کو کمک نہ دی" جبکہ قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے :-
"اور شاہ اسور وجلت پلاسر اوس پر چڑھ آیا اور اوسکو تنگ کیا اور اوسے امن نہ دیا" ۱۲ فہیم

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس آیت کے الفاظ یوں ہے "بعد اس کے خداوند کا غصہ بنی اسرائیل پر پھر بھڑکا کہ اس نے داؤد کے دل میں ڈالا جو بنی اسرائیل اور بنی یہودا کو گنے" فہیم

"اور شیطان نے اسرائیل کے خلاف اٹھ کر داؤد کو ابھارا کہ اسرائیل کا شمار کرے[1]"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یوں ہے :-

"وشیطان بخلاف اسرائیل ایستادہ و داؤد را وسوسہ نمود تا آنکہ اسرائیل را بشمارد"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں اس طرح ہے :-

"وشیطان بمخالفت اسرائیل برخاست و داؤد را وسوسہ کرد الخ"

یہاں پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں یہ خیال ڈالنے والا خداوند اور رب تھا اور دوسری روایت بتاتی ہے کہ یہ خیال ڈالنے والا شیطان تھا۔ ملاحظہ کیجئے کہ کہاں خداوند رحیم اور کہاں شیطان مردود، کچھ بھی نسبت تو نہیں۔ غالباً پہلی روایت میں بھی خداوند اور رب سے مراد شیطان ہے، اس لئے کہ دوسرے مقام پر بھی ہم ایسا ہی اطلاق اور بھی دیکھتے ہیں، مثلاً کرنتھیوں کے نام دوسرے خط کے باب ۴ کی آیت ۴ یوں ہے :-

"یعنی ان بے ایمانوں کے واسطے جن کی عقلوں کو اس جہان کے خدا نے اندھا کر دیا ہے تاکہ مسیح جو خدا کی صورت ہے اس کے جلال کی روشنی اُن پر نہ پڑے[2]"

اور یہی آیت فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۳ء میں ہے :-

"خدائے این جہان فہم ہائے بے ایمان ایشان را کور کردہ است"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء میں ہے :-

"الذین فیھم الٰہ العالم ھذا قد اعمی قلوب الکافرین"

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء کی طبع میں یہ آیت اس طرح ہے "اور شیطان اسرائیل کے مقابلے میں اٹھا اور داؤد کے دل میں ڈالا کہ اسرائیل کی اسم نویسی کرے" فہیم

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ عبارت یوں ہے "اس جہان کے خدا نے ان کی عقلوں کو جو بے ایمان ہیں تاریک کر دیا ہے" ۱۲۔ فہیم

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں ہے :-

"طمس الله العالم على اذهانهم بعينه"

اور یہی حضرات "اس جہان کے خدا" یا "خدائے ایں جہاں" یا "اله العالم" کے الفاظ بول کر شیطان مراد لیتے ہیں، لیکن ایسی صورت میں کہ ان کے نزدیک "خدا اور خداوند" اور اسی کی طرح دوسرے الفاظ کا اطلاق شیطان پر کرنا صحیح ہے تو عہد عتیق اور عہد جدید کی کتب کے قاری کے لئے ان اکثر مقامات میں جہاں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں، شیطان اور اللہ میں امتیاز کرنا انتہائی مشکل ہے اور اشتباہ و التباس پیدا ہوگا اور چونکہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق خدا خالق شر نہیں بلکہ شر کا خالق شیطان ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ قائم کرنا پڑے گا کہ جہاں بُرائی اور شر کی نسبت خدا یا ایسے ہی الفاظ کی طرف ہوگی تو اس سے مراد شیطان ہی ہوگا اور جہاں یہ نسبت نہ ہو وہاں خدا تعالے مراد لیا جائے گا۔ ورنہ تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ جہاں یہ لوگ خدا تعالے ہی مراد لینا چاہتے ہیں وہاں بھی شیطان مراد لے لیا جائے۔ مثلاً کتاب یسعیاہ باب ۴۵ کی آیت ۷، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"میں ہی روشنی کا موجد اور تاریکی کا خالق ہوں۔ میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا ہوں۔ مَیں ہی خداوند یہ سب کچھ کرنے والا ہوں"[1]

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہی آیت یوں ہے :-

"سازندہ نور و آفرینندہ تاریکی سنم صلح دہندہ و ظاہر کنندہ شر منکہ خداوندم این ہمہ اشیاء بوجود می آرم"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں آیت کے یہ الفاظ ہیں :-

---

[1] ۱۸۲۵ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے کہ "مَیں یہوواہ ہوں میرے سوا کوئی نہیں میں روشنی بناتا ہوں اور تاریکی پیدا کرتا ہوں اور سلامتی بناتا ہوں اور شر پیدا کرتا ہوں"۔ ایک آیت اور ایک زبان کے دو مختلف ترجموں میں عبارت کی ترتیب کا فرق ملاحظہ ہو۔ ۱۲ نجیب

"المصور النور والخالق الظلمة الصانع السلام والخالق الشر انا الرب الصانع هذه كلها جميعها"

فساد نمبر ۵۸

کتاب حزقی ایل باب ۲۶ کی آیت ا مطبوعہ ۱۹۵۹ء	بخت نصر کے ہاتھوں صور کی تباہی کی غلط پیشین گوئی

یوں ہے :-

"اور گیارھویں برس میں مہینہ کے پہلے دن خدا کا کلام مجھ پر نازل ہوا"[1]

اور پھر آیت ۳ میں ہے :-

"اس لئے خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ اے صور[2] میں تیرا مخالف ہوں اور بہت سی قوموں کو تجھ پر چڑھا لاؤں گا جس طرح سمندر اپنی موجوں کو چڑھاتا ہے"

اور پھر آیت ۷، ۸، ۹ میں یوں ہے :-

"کیونکہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں شاہ بابل نبوکدرضر کو جو شاہنشاہ ہے گھوڑوں اور رتھوں اور سواروں اور فوجوں اور بہت سے لوگوں کے انبوہ کے ساتھ شمال سے صور پر چڑھا لاؤں گا، وہ تیری بیٹیوں[3] کو میدان میں تلوار سے قتل کرے گا اور تیرے اردگرد مورچہ بندی کرے گا اور تیرے مقابل

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت اس طرح ہے "اور گیارھویں برس کے پہلے دن یوں ہوا کہ خداوند کا کلام مجھے آیا اور بولا" ۱۲- فہیم

[2] صور TYRE ارض قدیم کا ایک ساحلی شہر جو سوریا کی حدود میں واقع تھا اور سمندر کے کنارے ہونے کے سبب دفاعی اعتبار سے انتہائی مضبوط تھا، آجکل یہ علاقہ لبنان کی حدود میں واقع ہے ۱۲ تقی

[3] ۱۸۴۳ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں یہ جملہ یوں ہے "اور وہ خشکی پر تیرے دیہات کو تلوار سے قتل کرے گا" دیہات "اور" بیٹیوں "کے لفظوں کا اختلاف ملاحظہ ہو۔ ۱۲ نجیب

دمدمہ باندھے گا اور تیری مخالفت میں ڈھال اٹھائے گا۔ وہ اپنی منجنیق کو تیری شہر پناہ پر چلائے گا اور اپنے تبروں سے تیرے برجوں کو ڈھا دے گا"

اور آیت ۱۲ میں ہے :-

"اور وہ تیری دولت لوٹ لیں گے اور تیرے مال تجارت کو غارت کریں گے اور تیری شہر پناہ توڑ ڈالیں گے اور تیرے رنگ محلوں کو ڈھادیں گے اور تیرے پتھر اور لکڑی اور تیری مٹی سمندر میں ڈال دیں گے"[1]

اور آیت ۱۴ یوں ہے :-

"اور میں تجھے صاف چٹان بنادوں گا تو جال پھیلانے کی جگہ ہوگا اور پھر تعمیر نہ کیا جائے گا کیونکہ میں خداوند نے یہ فرمایا ہے خداوند خدا فرماتا ہے"[2]

اور آیت ۱۹ میں ہے :-

"کیونکہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ جب میں تجھے اُن شہروں کی مانند جو بے چراغ ہیں ویران کردوں گا جب میں تجھ پر[3] سمندر بہادوں گا" الخ

اور آیت ۲۱ میں ہے :-

"میں تجھے جائے عبرت کرونگا اور تو نابود ہوگا۔ ہر چند تیری تلاش کی جائے

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے "اور وے تیرے مال لوٹ لیں گے اور تیری سوداگری کو غارت کریں گے اور وے تیری دیواریں توڑ ڈالیں گے اور تیرے خوشنما مکانوں کو ڈھا دینگے اور تیرے پتھر اور لکڑی اور تیری مٹی سمندر کے درمیان ڈال دینگے" ۱۲- فہیم

[2] ۱۸۴۳ء کے طبع شدہ اردو ترجمے میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "اور میں تجھے ننگی چٹان کرونگا تو جال پھیلانے کی جگہ ہوگی تو پھر بنی نہ جائیگی کیونکہ میں خداوند بولا ہوں خداوند خدا فرماتا ہے" فہیم

[3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "کیونکہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے جب میں تجھے ویران شہر بناؤں گا اون شہروں کی مانند جو آباد نہیں ..." الخ فہیم

تو کہیں ابد تک نہ ملے گا خداوند خدا فرماتا ہے[1] "

ملاحظہ کیجئے کہ ان آیات میں خدا کی طرف سے کتنی صریح اور تاکید کے ساتھ یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ بخت نصر صور شہر کی دیواروں اور برجوں کو توڑ پھوڑ کر شہر کو اس طرح ویران اور نیست و نابود کر دے گا کہ ابدالآباد تک دوبارہ آباد نہ ہو سکے گا اور اس کی تمام دولت لوٹ کر لے جائے گا۔

حالانکہ یہ پیشین گوئی قطعی جھوٹی ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ بخت نصر نے تیرہ سال تک صور کا سخت محاصرہ جاری رکھا اور اسے فتح کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا اور نہ وہاں کی دولت اس کے ہاتھ آئی اور ناکام واپس لوٹ گیا اور چونکہ یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی تھی اس لئے نعوذ باللہ حضرت حزقی ایل علیہ السلام کو سولہ سال بعد عذر کی ضرورت پیش آئی اور اپنی کتاب کے باب ۲۹ کی آیت ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں فرمایا :-

" ستائیسویں برس کے پہلے مہینہ کی پہلی تاریخ کو خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا۔ کہ اے آدم زاد، شاہِ بابل بنوکدرضر نے اپنی فوج سے صور کی مخالفت میں بڑی خدمت کروائی ہے۔ ہر ایک سر بے بال ہو گیا اور ہر ایک کا کندھا چھل گیا پر نہ اس نے اور نہ اس کے لشکر نے صور سے اس خدمت کے واسطے جو اس نے اس کی مخالفت میں کی تھی کچھ اجرت پائی۔ اس لئے خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں ملکِ مصر شاہ بابل بنوکدرضر کے ہاتھ میں کر دونگا وہ اس کے لوگوں کو پکڑ لے جائیگا اور اس کو لوٹ لے گا اور اس کی غنیمت کو لے لیگا اور یہ اس کے لشکر کی اجرت ہوگی۔ میں

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت اس طرح ہے " میں تجھے عبرت بناؤں گا اور تو نابود ہو گی وے تجھے ڈھونڈیں گے پر ابد تک نہ پاوینگے " فہیم

نے ملکِ مصر اس محنت کے صلہ میں جو اس نے کی اُسے دیا کیونکہ انھوں نے میرے لئے مشقت کھینچی تھی، خداوند خدا فرماتا ہے[۱]۔"

اس میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ چونکہ بخت نصر اور اس کے لشکر نے صور کو فتح کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ یہاں تک کہ "ہر سر گنجا ہو گیا" اور "ہر ایک کندھا چھل گیا"۔ لیکن ان کو اس خدمت کا عوض جسے خدا اپنی خدمت فرماتا ہے کچھ بھی نہ مل سکا۔ اس پر (العیاذ باللہ) خدا کو مجبوراً اس کے عوض کے طور پر مصر[۲] دینا پڑا۔ تاکہ وہاں کی زمین اور مالِ غنیمت صور کی زمین اور مالِ غنیمت کے بدلے میں ان کا حق الخدمت ہو جائے۔

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیات یوں ہیں "ستائیسویں برس کے پہلے مہینے کی پہلی تاریخ خداوند کا کلام مجھے آیا اور بولا اے آدم زاد شاہ بابل بنوخود نذر نے اپنے لشکر کو صور کی مخالفت میں سخت خدمت کروائی ہے ہر سر گنجا ہوا اور ہر شانہ چھل گیا پر نہ اوس نے اور نہ اوس کے لشکر نے صور کیلئے اس خدمت کیلئے جو اوس نے اوسکی مخالفت میں کی تھی کچھ اجر پایا، اس لئے خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں مصر کی زمین کو شاہ بابل بنوخذنذر کے ہاتھ میں کر دوں گا وہ اوس کے گروہ کو پکڑے گا اور اوسکی لوٹ کو لوٹ لیگا اور اوسکی غنیمت کو غنیمت جانیگا اور وہ اوسکے لشکر کی اجرت ہوگی میں نے اوسے زمین مصر کی دے ڈالی۔ اوس خدمت کے لئے جسے اوسنے اوسکی مخالفت میں خدمت کیا کیونکہ اونھوں نے میرے لئے خدمت کی تھی خداوند خدا کہتا ہے"۔ ۱۲۔ فہیم

[۲] یہ وعدہ بھی سابقہ وعدوں کی طرح غالباً "شرمندۂ ایفاء" ہو سکا کیونکہ بنوکدنضر کے حالاتِ زندگی میں ۵۶۸ ق م کے حملۂ مصر کا ذکر تو ملتا ہے مگر صور کے محاصرے کے بعد تاریخیں اس کے حملۂ یروشلم کا ذکر کر کے خاموش ہو جاتی ہیں مصر پر کسی حملے کا ذکر نہیں کرتیں۔ ۱۲ تقی

فساد نمبر ۵۹

یہودیوں کی جلاوطنی

کتاب یرمیاہ باب ۲۵ آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"وہ کلام جو شاہ یہوداہ یہویقیم بن یوسیاہ کے چوتھے برس میں جو شاہ بابل نبوکدرضر کا پہلا برس تھا یہوداہ کے سب لوگوں کی بابت یرمیاہ پر نازل ہوا۔"[1]

اور پھر آیت ۱۱، ۱۲ میں ہے :-

"اور یہ ساری سرزمین ویرانہ اور حیرانی کا باعث ہو جائے گی اور یہ قومیں ستر برس تک شاہ بابل کی غلامی کریں گی۔ خداوند فرماتا ہے جب ستر برس پورے ہوں گے تو میں شاہ بابل کو اور اس قوم کو اور کسدیوں کے ملک کو انکی بدکرداری کے سبب سے سزا دونگا اور میں اسے ایسا اجاڑونگا کہ ہمیشہ تک ویران رہے۔"[2]

اور اسی کتاب کے باب ۲۹ آیت ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ میں ہے کہ :-

"اب یہ اس خط کی باتیں ہیں جو یرمیاہ نبی نے یروشلیم سے باقی بزرگوں کو جو اسیر ہو گئے تھے اور کاہنوں اور نبیوں اور اُن سب لوگوں کو جن کو نبوکدنضر یروشلیم سے اسیر کر کے بابل لے گیا تھا۔ (اس کے

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ [illegible] میں یہ آیت یوں ہے "وہ کلام جو یہوداہ کے سارے لوگوں کی بابت یرمیاہ پاس آیا یہوداہ کے بادشاہ یہوداکے بادشاہ یہویقیم بن یوسیاہ کے چوتھے برس میں جو بابل کے بادشاہ نبوخذنضر کا پہلا برس تھا۔" فہیم [2] اردو ترجمہ مطبوعہ [illegible] کے مطابق یہ آیات اس طرح ہیں "اور یہ ساری زمین ویرانہ اور حیرانی کے لئے ہوگی اور یہ قومیں ستر برس تک بابل کے بادشاہ کی بندگی کریں گی اور ایسا ہوگا خداوند کہتا ہے کہ جب ستر برس پورے ہونگے میں بابل کے بادشاہ اور اوسکی قوم سے اوسکی برائی کا انتقام لونگا اور کسدیوں کی سرزمین سے اور میں اوسے ہمیشہ کا ویرانہ ٹھہراونگا" ۱۲ فہیم

بعد کہ یکونیاہ[1] بادشاہ اور اس کی والدہ اور خواجہ سرا اور یہوداہ اور یروشلیم کے امراء اور کاریگر اور لوہار یروشلیم سے چلے گئے تھے) العاسہ بن سافن اور جمریاہ بن خلقیاہ کے ہاتھ (جن کو شاہ یہوداہ صدقیاہ نے بابل میں شاہ بابل نبوکد نضر کے پاس بھیجا) ارسال کیا اور اس نے کہا۔ رب الافواج اسرائیل کا خدا اُن سب اسیروں سے جن کو میں نے یروشلیم سے اسیر کروا کر بابل بھیجا ہے یوں فرماتا ہے تم گھر بناؤ اور ان میں بسو اور باغ لگاؤ اور اُنکا پھل کھاؤ[2]۔"

اور آیت ۱۰ میں ہے :-

"کیونکہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ جب بابل میں ستر برس گزر چکیں گے تو میں تم کو یاد فرماؤں گا اور تمکو اس مکان میں واپس لانے سے اپنے نیک قول کو پورا کروں گا[3]۔"

ان دونوں ابواب کی عبارتوں سے مندرجہ ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں :-

۱۔ بخت نصر، یہویاقیم کی تخت نشینی کے چوتھے سال میں تخت شاہی پر بیٹھا اور

---

[1] یہ یکونیاہ بن یہویقیم ہے جو بخت نصر کے حملے کے وقت یہوداہ کا حکمران تھا دیکھئے یرمیاہ ۲۴:۱ ۔۱۲۔ تقی

[2] اردو ترجمہ ۱۸۲۵ء کی طبع میں ان آیات کی عبارت اس طرح ہے "اور یہ اوس خط کی باتیں ہیں جسے یرمیاہ نبی نے یروشالم سے بچے ہوؤں کو جو اسیری میں گئے تھے اور کاہنوں کو اور نبیوں کو اور اون سارے لوگوں کو جنہیں نبوخذ نذر یروشالم سے بابل میں اسیر لیگیا تھا اسکے بعد کہ یکنیاہ بادشاہ اور ملکہ اور خوجی اور یہوداہ اور یروشالم کے سردار اور بڑھئی اور لوہار یروشالم سے روانہ ہوئے الیعسہ بن صافن اور جمریاہ بن حلقیاہ کے ہاتھ یہ کہتے ہوئے بھیجا الخ کہ رب الافواج اسرائیل کا خدا اون سب اسیروں کو یوں فرماتا ہے کہ جنہیں میں نے یروشالم سے بابل کو اسیری میں روانہ کیا گھروں کو بناؤ اور بسو اور باغوں کو لگاؤ اور اونکا پھل کھاؤ" فہیم

[3] یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق اس طرح ہے "کیونکہ خداوند یوں کہتا ہے کہ بابل میں ستر برس پورے ہونے کے بعد میں تم سے مطالبہ کرونگا اور تم کو اوس مقام میں پھر لانے سے میں اپنی اچھی بات کو قائم کرونگا" ۱۲۔ فہیم

یہی صحیح بھی ہے اور یوسیفس یہودی مورخ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ہمارے بیان کے خلاف دعویٰ کرے تو وہ یقیناً غلط اور یرمیاہ علیہ السلام کے کلام کے خلاف ہو گا۔

۲۔ اسی سال یرمیاہ علیہ السلام پر یہ وحی نازل ہوئی تھی کہ آئندہ چل کر یہودی قوم شاہ بابل کے ہاتھوں اسیر ہو کر ستر سال تک بابل میں غلامی کی زندگی گزارے گی۔

۳۔ یرمیاہ علیہ السلام نے یہودیوں کے پاس یہویاکین اور دوسرے یہودی گرفتار ہو کر بابل کی جانب روانہ ہوئے تو مذکورہ بالا وحی کے مطابق خط لکھ کر بھیجا کہ تم ستر سال تک بابل ہی میں رہو گے اور یہ ستر سال کی مدت پوری ہونے کے بعد تمہاری رہائی کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا ہو جائے گی۔

۴۔ مذکورہ بالا روایت سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ یرمیاہ کے خط لکھنے کے سال سے (اور یہویاکین کی اسیری بھی اسی سال میں وقوع پذیر ہوئی) ضروری ہے کہ قیدی ستر سال تک بابل میں رہیں اور یہ قطعی غلط ہے۔ کیونکہ مورخین کی تصریحات کے مطابق یہویاکین کی اسیری ۵۹۹ق م اور یہود کی رہائی شہنشاہ ایران خورس (یا خسرو) کے حکم سے ۵۳۶ق م میں ہوئی۔ اس حساب سے ان قیدیوں کی بابل میں قیام کی مدت ۶۳ سال ہوتی ہے نہ کہ ستر سال۔

کتاب یرمیاہ باب ۲۹ کے مذکورہ بالا مضمون سے قطع نظر کر کے اگر باب ۵۲ کو دیکھا جائے تو اس سے بخت نصر کے ہاتھوں یہودیوں کی تین مرتبہ گرفتاری کا ثبوت ملتا ہے تفصیل یوں ہے:۔

پہلی اسیری:۔ بخت نصر کی تخت نشینی کے ساتویں سال۔

دوسری اسیری:۔ بخت نصر کی تخت نشینی کے اٹھارویں سال۔

تیسری اسیری:۔ بخت نصر کی تخت نشینی کے تیئسویں سال۔

مؤرخین کی تصریح کے مطابق پہلی اسیری ۵۹۹ قم میں، دوسری اسیری ۵۹۰ ق م میں اور تیسری اسیری ۵۸۳ ق م میں ہوئی۔ اس صورت میں دوسری اسیری میں قیام بابل کی مدت ۷۰ سال اور تیسری اسیری کے وقت سے سینتالیس سال بنتے ہیں جس سے یرمیاہ کی پیشین گوئی اور مؤرخین کی تصریح شدہ مدتِ قیام بابل میں زبردست اختلاف رونما ہوتا ہے۔

کتاب یرمیاہ کے باب ۵۲ کی آیت ۲۸، ۲۹، ۳۰ میں ان تینوں گرفتاریوں کے بارے یوں بیان کیا ہے۔ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء کی عبارت یہ ہے:-

"یہ وہ لوگ ہیں جنکو نبوکدرضر اسیر کر کے لے گیا۔ ساتویں برس میں تین ہزار تیئیس یہودی نبوکدرضر کے اٹھارویں برس میں وہ یروشلیم کے باشندوں میں سے آٹھ سو بتیس آدمی اسیر کر کے لے گیا نبوکدرضر کے تیئسویں برس میں جلوداروں کا سردار نبوزردآدان سات سو پینتالیس آدمی یہودیوں میں سے پکڑ کر لے گیا۔ یہ سب آدمی چار ہزار چھ سو تھے"[1]

باب ۵۲ کتاب یرمیاہ کی عبارت کا باب ۲۹ سے موازنہ کریں یا باب ۲۹ کی عبارت سے بہر صورت یرمیاہ علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی جھوٹی قرار پاتی ہے۔ باب ۵۲ کی مذکورہ بالا عبارت سے ایک غلطی اور بھی ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تینوں مرتبہ کی جلاوطنی میں قیدیوں کی کل تعداد چار ہزار چھ سو بیان کی گئی ہے، حالانکہ کتاب سلاطین باب ۲۴ آیت ۱۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ دس ہزار اشراف اور بہادر لوگ تو صرف ایک ہی جلاوطنی میں شامل تھے اور صناع کاریگر اُن کے

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں ان آیات کی عبارت یوں ہے" یے وے لوگ ہیں جنہیں نبوخد نذر اسیر لیگیا ساتویں برس میں تین ہزار تیئس یہودی نبوخودنذر کے اٹھارویں برس میں آٹھ سو بتیس آدمی وہ اسیر لیگیا نبوخود نذر کے تیئسویں برس میں جلوداروں کا سردار نبوسرادان سات سو پینتالیس آدمی یہودیوں میں سے اسیر لیگیا سب آدمی چار ہزار چھ سو تھے" ۱۲- فہیم

علاوہ تھے [1]

فساد نمبر ۶۰

افرائیم پر شاہ اسور کا حملہ

کتاب یسعیاہ باب ۷ آیت ۸ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء یوں ہے :-

"بعد ۔۔۔ و پنج سال افرائیم شکستہ خواہد شد بحدیکہ قومش نابود گردد"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۳۱ء میں یوں ہے :-

"وبعد خمسۃ وستین سنۃ ولتفنی آل[1] افرائیم ان یکون شعباً"

یعنی ۶۵ سال بعد افرائیم بحیثیت قوم مٹ جائے گا۔

بائبل کے ان تراجم کو صحیح قرار دینے سے یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوتی ہے کیونکہ افرائیم پر شاہ اسور کا تسلط اور بنی اسرائیل کا گرفتار ہو کر اسور جانا حزقیاہ کی تخت نشینی کے ساتویں سال میں ہوا ہے جس کی تصریح کتاب سلاطین ثانی کے باب ۱۷، ۱۸ میں موجود[2] ہے۔ اس طرح آخز شاہ یہوداہ جس کے دور میں حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے یہ پیشگوئی کی ہے اس کی تخت نشینی کے پہلے سال سے حزقیاہ کی تخت نشینی کے چھٹے سال تک حساب لگائیں تو بھی کل مدت ۲۱ سال ہوتی ہے اور اگر آخز کی تخت نشینی کے بعد کسی دوسرے سال میں یہ پیشگوئی کی ہو تو پھر ۲۱ سال بھی نہیں بنتے۔ چنانچہ وٹ رنگا عیسائیوں کا ایک مستند عالم کہتا ہے :-

---

[1] اور وہ سارے یروشلیم کو اور سب سرداروں اور سب سورماؤں کو جو دس ہزار آدمی تھے اور سب دستکاروں اور لہاروں کو اسیر کر کے لے گیا" (سلاطین ۲۴: ۱۴)

[1] یعنی سوریا Syria ہمارے پاس کسی ترجمہ میں "ارام" کا لفظ نہیں بلکہ "افرائیم" ہے اور اس سے مراد شاہ اسور سلمنسر کا حملہ ہے جیسا کہ اسی باب کی آیت ۱۰ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ تقی

[2] حزقیاہ کے چھٹے سال جو ہوسیع کا نواں برس تھا سامریہ لیا گیا تھا اور شاہ اسور اسرائیل کو اسیر کر کے اسور لے گیا۔ (۱۸: ۱۰: ۱۱) ۱۲ تقی

"عبرانی نسخہ میں یہاں پر نقل میں غلطی واقع ہو گئی ہے، اصل میں ۱۶ اور ۵ تھا جسے غلطی سے ۲۰ اور ۵ لکھ دیا گیا ہے"

یہ عالم محض اس پیشین گوئی کو غلط ثابت ہونے سے بچانے کے لئے یہ لچر توجیہ کر رہا ہے، ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے وسٹ رنگا کی اس توجیہ پر یوں تنقید کی ہے:-

"وسٹ رنگا کی یہ رائے خالص ہٹ دھرمی ہے، وہ کہتا ہے کہ یہاں پر نقل میں غلطی ہوئی ہے اصل میں ۱۶ اور ۵ تھا، اس نے اس مدت کو اس طرح تقسیم کیا ہے آخز کی حکومت ۱۶ سال اور حزقیاہ کا دور سلطنت ۵ سال۔

فساد نمبر ۶۱

نزول مسیح کی غلط پیشین گوئی

کتاب دانی ایل باب ۸ آیت ۱۳، ۱۴، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے:-

"تب میں نے ایک قدسی کو کلام کرتے سنا اور دوسرے قدسی نے اسی قدسی سے جو کلام کرتا تھا پوچھا کہ دائمی قربانی اور ویرانی کرنے والی خطا کاری کی رویا جس میں مقدس اور اجرام پائمال ہوتے ہیں کب تک رہے گی؟ اور اس نے مجھ سے کہا کہ دو ہزار تین سو صبح و شام تک اس کے بعد مقدس پاک کیا جائیگا"[1]

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں آیت ۱۳، ۱۴ اس طرح ہے:-

"و مقدس متکلمی را شنیدم و هم مقدس دیگر برا که از آں متکلم می پرسید که رویائے قربانی دائمی و عصیان خراب کنندہ تا بکے میرسد و مقام مقدس و لشکر بہ پایمالی

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں ان آیات کے الفاظ یہ ہیں "اور میں نے ایک قدسی کو بولتے سنا اور دوسرے قدسی نے اوس بولنے والے قدسی سے پوچھا کہ دائمی قربانی اور خرابی کی اوس خطا کاری کی رویت کہ مقدس اور لشکر دونوں لتاڑے جائیں کب تک ہوگی اوس نے مجھے کہا کہ دو ہزار تین سو شبانہ روز تک ہے کہ مقدس پاک کیا جائے گا" ۱۲- نعیم

تسلیم کردہ خواہد شد۔ ولی گفت کہ تا دو ہزار و سیصد شبانہ روز آنگاہ مقام مقدس مصفی خواہد گردید "

اور آیت ۱۷ میں ہے کہ "..... یہ رؤیا آخری زمانہ کی بابت ہے" اور آیت ۱۹ میں ہے کہ "یہ امر آخری مقررہ وقت کی بابت ہے "

اس پیشین گوئی کے مطابق ضروری تھا کہ یہ دیکھنے کے بعد چھ سال چار ماہ بیس دن بعد آخری زمانہ شروع ہو جاتا اور یہودیوں کے دعویٰ کے مطابق خروج مسیح کا واقعہ پیش آتا یا عیسائیوں کے دعویٰ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا خروج یا آسمانوں سے ان کا نزول ہوتا، حالانکہ ان میں سے کچھ بھی ظہور میں نہ آیا جس سے اہل کتاب کا "زمانہ اخیر" اور "مقدس کے پاک و مصفی" ہونے کا مذعومہ صحیح ثابت ہو سکتا۔

قدیم وجدید علماء یہود و نصاریٰ سب کے سب اس پیشین گوئی کے مصداق کے بارے میں سخت حیران ہیں اور عجیب اٹکل پچوں باتیں کی ہیں۔

مثال کے طور پر ہم ایسے ہی ایک پادری کا واقعہ نقل کرتے ہیں جسے الہام اور کمال علم کا زبردست دعویٰ تھا۔ ہوا یوں کہ :۔

"۷ رمضان ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۳ء میں یوسف ولف نامی ایک پادری صاحب لکھنؤ میں وارد ہوئے۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں صرف چودہ سال باقی رہ گئے ہیں اور اس کی دلیل ایک تو وہ الہام ہے جو مجھے خدا کی طرف سے ہوا ہے۔ اور دوسری دلیل کتاب دانی ایل کے باب ۸ کی عبارت ہے۔ اس عبارت سے ان کا استدلال کچھ تو لکھنؤ کے شیعی مجتہد کے نام ۸ رمضان بروز منگل کے ارسال کردہ مکتوب سے اور کچھ ۱۰ رمضان بروز بدھ شیعہ مجتہد سے اس کی ملاقات کے دوران گفتگو سے معلوم ہوا، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آیت سے اس نے یوں استدلال کیا :۔

"اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دانیال علیہ السلام کے عہد سے

دو ہزار تین سو سال بعد نزول فرمائیں گے اور دانیال علیہ السلام پیدائش عیسیٰ ؑ
سے چار سو تریپن سال پیشتر گزرے ہیں۔ پیشینگوئی میں مذکور مدت سے اس
سابقہ مدت کو منہا کر دیا جائے تو باقی ایکہزار آٹھ سو سینتالیس رہتے ہیں۔ اب
تک ۱۸۳۳ سال تو پورے ہو چکے لہٰذا چودہ سال اور باقی رہ گئے ہیں۔
اور یہی میرا دعویٰ ہے اور کتاب دانیال کی عبارت میں شب و روز سے
مراد سال ہیں۔"

مجتہد صاحب نے خط کے جواب میں جو تحریر کیا اور دوران گفتگو جو جواب دیا
اس کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۔ اس عبارتِ کتاب دانیال میں تو عیسیٰ علیہ السلام کا ہی نام مذکور نہیں ان کے
آسمان سے نزول کا تو کیا ذکر ہوتا۔

۲۔ حضرت دانیال علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے عہد کی درمیانی مدت کا تعین تو
محض بیکار بات ہے۔ اصل بات تو اس خواب سے مدت شمار کرنا ہے اور
تمہاری مطبوعہ کتب سے اس خواب اور ولادت عیسیٰ ؑ تک ۵۳۵ سال ہوتے ہیں
اور بعض روایات سے ۵۲۶ یا ۵۴۷ بنتے ہیں۔ اس صورت میں اس عبارت سے
استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے؟ کیونکہ پیدائش عیسیٰ ؑ سے سابقہ مدت میں سے
جو سب سے کم یعنی ۵۳۵ سال ہے پیدائش کے بعد کی مدت میں جمع کریں تو کل مدت
۱۸۳۳ + ۵۳۵ = ۲۳۶۸ (دو ہزار تین سو اڑسٹھ) سال بنتی ہے اور تمہارا دعویٰ
ہے کہ کتاب دانیال میں مذکورہ مدت صرف دو ہزار تین سو سال ہے تو اس صورت
میں اس مذکورہ مدت سے اڑسٹھ سال زیادہ ہو گئے اور اگر یہ پیشین گوئی واقعی
نزول مسیح علیہ السلام کے بارے میں تھی تو اب تک تو ان کا نزول ہو جانا چاہیئے تھا پھر
یہ چودہ سال مزید انتظار کیوں کیا جا رہا ہے؟

۳- کتاب دانیال میں مذکور دو ہزار تین سو دن سے سال مراد لینا تو بالکل غلط ہے اس لئے دن کے جو حقیقی معنی ہیں وہی مراد لئے جائیں گے۔ لیکن اگر آپ کا دعوٰی تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی "دن" کے لفظ "سال" مراد لینا معنی مجازی ہونگے اور بغیر قرینہ کے کسی لفظ کو مجازی معنی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

۴- آپ کی یہ مقررہ مدت مسیح علیہ السلام کے اس فرمان کے منافی ہے جو انجیل متّی باب ۲۴ آیت ۳۶ میں اس طرح منقول ہے کہ "لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ" اور اس عبارت سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالٰی کے سوا قیامت کے بارے میں کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں۔"

اس کے بعد دوران ملاقات پادری صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ "اس دن اور گھڑی کو کوئی نہیں جانتا۔ لیکن سال تو معلوم ہے۔"

مجتہد صاحب نے جواب دیا کہ "یہ تو مشہور محاورہ ہے کہ جس چیز کی مدت معلوم نہیں ہوتی ہے تو اس کو یونہی تعبیر کرتے ہیں کہ "اس کا دن اور گھڑی معلوم نہیں" اور اس سے مراد تعیین مدت کی مطلقاً نفی کرنا ہوتا ہے کہ نہ سال معلوم ہے اور نہ مہینہ و دن۔ اور تمہارے ہاں جو آسمانی کتابوں میں دن بول کر سال مراد لیتے ہیں کتاب دانیال کی اس عبارت میں بھی سال ہی مراد لیا جائے تو بھی تمہارا دعوٰی اس سے ثابت نہیں ہو سکتا۔"

ہم کہتے ہیں کہ اس مناظرہ میں مجتہد صاحب حق بجانب ہیں اور بحمد اللہ پادری صاحب کا الہام غلط ثابت ہوا اور کتاب دانیال سے ان کا استدلال بالکل بے بنیاد قرار پایا۔ کیونکہ مجتہد صاحب کے دلائل سے قطع نظر، نزول مسیح ۱۸۴۳ء مطابق ۱۲۶۳ھ تک تو ہوا نہیں اور اب ۱۸۸۱ء تک مزید اٹھ سال گزر گئے۔ اب تو پادری صاحب کے الہام اور

لہ بلکہ اب تو ۱۹۸۵ء شروع ہے اور اب تک اس دعوٰی کی سچائی ظاہر نہیں ہو سکی ۱۲ مجیب

کتاب دانیال سے ان کے استدلال کے غلط ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہ گیا۔ اس میں غریب پادری کا کیا قصور؟ اس پیشین گوئی کے مصداق میں تو ان کے اسلاف بھی ایسے ہی دعوے کرتے آئے ہیں اور دعووں میں سے اکثر کا تو جھوٹا ہونا ثابت ہو چکا ہے اور باقی بھی ان شاء اللہ عنقریب ہو جائیں گے۔

سنل چانسی[1] نے بھی ایک تفسیر آئندہ پیش آنے والے واقعات کی پیشین گوئیوں پر لکھی ہے اور ساتھ ہی دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اس کتاب میں پچاسی تفاسیر کا نچوڑ اور خلاصہ پیش کیا ہے۔ یہ تفسیر ۱۸۳۶ء میں لندن میں چھپی ہے۔ دانیال کی اس پیشین گوئی کی شرح کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے :-

"اس پیشین گوئی کے ابتدائی زمانہ کی تعیین قدیم زمانہ سے علماء کے نزدیک بڑے اشکال کا سبب بنی ہوئی ہے، اکثر علماء نے اس خیال کو ترجیح دی ہے کہ اس زمانہ کا آغاز ان چار زمانوں میں سے یقیناً کوئی ایک زمانہ ہے جس میں شاہانِ ایران کے چار فرامین صادر ہوئے۔

۱۔ ۵۳۶ ق م کا زمانہ جس میں خورش کا فرمان صادر ہوا۔

۲۔ ۵۱۸ ق م کا زمانہ جس میں دارا کا فرمان جاری ہوا۔

۳۔ ۴۵۷ ق م کا عہد جس میں اردشیر نے اپنی تخت نشینی کے ساتویں سال عزرا کے نام ایک فرمان جاری کیا۔

---

[1] سنل چانسی کی آنے والی عبارت کا ماحصل جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں یہ ہے کہ اس کے نزدیک کتاب دانی ایل کی مذکورہ پیشگوئی میں حضرت مسیحؑ کے نزول ثانی کا وقت بتایا گیا ہے اور اس نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ دو ہزار تین سو ایام سے مراد دو ہزار تین سو سال ہیں اور ان کا شمار کسی ایسے زمانے سے کیا جانا چاہیئے جس میں یروشلم اہل کتاب کے قبضے سے نکل گیا ہو جس کے لئے اس نے پانچ احتمال بیان کئے ہیں اور ان کے حساب سے حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ زمین پر تشریف لانے کے سن نکلتے ہیں - ۱۲ تقی

۴۔ ۲۲۳ ق م کا زمانہ جس میں اردشیر نے اپنی تخت نشینی کے بیسویں سال نحمیاہ کے نام ایک فرمان جاری کیا۔

نیز ایام سے مراد سال ہیں، اس طرح اس پیشین گوئی کا منتہیٰ مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق ہوتا ہے:۔

نمبر ۱ کے لحاظ سے	نمبر ۲ کے لحاظ سے	نمبر ۳ کے لحاظ سے	نمبر ۴ کے لحاظ سے
۱۷۶۳ء	۱۸۹۲ء	۱۸۴۳ء	۱۸۵۶ء

اس لحاظ سے پہلی اور دوسری مدت ختم ہو چکی ہے، تیسری چوتھی باقی ہے، جس میں تیسری مدت زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے اور میرے نزدیک تو یقینی ہے، البتہ بعض علماء کے نزدیک اس کا آغاز سکندر رومی کے ایشیا پر حملہ آور ہونے سے شمار کیا ہے۔ اس صورت میں اس کا منتہیٰ ۱۹۶۶ء نکلتا ہے۔"

اس شارح کے اس قول سے بحمد اللہ یہ اعتراف تو ہوا کہ ان لوگوں کا قول غلط ثابت ہوا جو پہلی اور دوسری مدت کو ابتدائی زمانہ قرار دیتے ہیں اور حقائق سے تیسرا قول جو اس مفسر کے نزدیک بھی حتمی اور یقینی ہے جھوٹا ثابت ہو چکا اور اس متعینہ مدت سے بھی دس سال مزید گزر گئے اور جو لوگ تین سال تک زندہ رہیں گے وہ چوتھے قول کا سچا جھوٹا ہونا بھی جان لیں گے۔ البتہ پانچویں قول کے جھوٹا سچا ثابت ہونے کے لئے ایک طویل عرصہ کا انتظار کرنا پڑے گا۔

بائبل کے یہودی اور عیسائی مفسرین، متقدمین و متاخرین کی اکثریت نے اور مشہور یہودی مؤرخ یوسیفس نے اس کا مصداق انٹیوکس شاہ روم کے واقعہ کو قرار دیا ہے جس نے ۱۶۱ ق م میں یروشلم کو فتح کیا تھا اور ایام سے مراد بھی متعارف ایام ہیں، مگر شمسی حساب

لہ یعنی ۱۹۶۶ء، اور اب ۱۹۸۵ء شروع ہے، اس طرح اس پانچویں توجیہ کو بھی لغو، بیہودہ اور جھوٹا ثابت ہوئے تقریباً انیس سال گزر گئے اور ابھی تک حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول نہیں ہوا۔ ۱۲ تجیب۔

کے مطابق ان مذکورہ ایام کے تخمیناً چھ سال چار ماہ اور بیس دن ہوتے ہیں اور انٹیوکس کا حادثہ جس میں قدس اور فوج پامال ہوئی وہ ساڑھے تین سال رہا جس کی تصریح یوسیفس نے اپنی تاریخ کی کتاب ۵ باب ۹ میں کی ہے۔ اسی بناء پر مشہور فلسفی اسحاق نیوٹن اس کا مصداق انٹیوکس کے حادثہ کو ماننے سے صاف انکار کیا ہے۔

تھامس نیوٹن نے بائبل کی پیشین گوئیوں کے بارے میں اپنی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۰۳ء کی جلد اول میں پہلے جمہور مفسرین کا قول نقل کیا ہے، پھر اسحاق نیوٹن کی طرح اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حادثہ کا مصداق انٹیوکس کا حادثہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ پھر اس نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا مصداق رومی سلاطین اور پاپا ہیں۔

سبحان اللہ! عہد عتیق کی پیشین گوئیاں بھی کیا خوب ہیں کہ جس کو چاہو ان کا مصداق قرار دے لو۔

ڈاکلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں لکھا ہے :-

"اس پیشین گوئی کے آغاز و انجام کی تعیین اس کی تکمیل سے پہلے بہت ہی دشوار اور مشکل ہے، پوری ہو جانے پر واقعات اس کو ظاہر کر دیں گے"

یہ توجیہ بہت ہی مضحکہ خیز ہے اس طرح تو ہر شخص ایسی پیشین گوئیاں کر سکتا ہے جن میں اُن کے آغاز و انجام کی کوئی تعیین نہ ہو اور یہ کہہ سکتا ہے کہ جب پوری ہونگی تو واقعات خود اس کے آغاز و انجام کی تعیین کر دیں گے۔

فساد نمبر ۶۲

کتاب دانی ایل باب ۱۲ آیت ۱۱، ۱۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوّے دن ہوں گے۔ مبارک

ہے وہ جو ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک انتظار کرتا ہے[1]"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں آیت ۱۱، ۱۲ یوں ہے:-

"و زمان رفع شدن قربانی دائمی و نصب شدن مکروہات مخرّل یکہزار و دو یست و نود روز خواہد بود۔ خوشحال کسے کہ انتظار کشیدہ بروز ہائے یکہزار و سیصد و سی و پنج برسد"[2]

یہ بھی گذشتہ پیشین گوئی کی طرح غلط اور باطل ہے اور اس میعاد پر نہ عیسائیوں کا مسیح نمودار ہوا نہ یہودیوں کا۔

فساد نمبر ۶۳

کتاب دانی ایل باب ۹ آیت ۲۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے:-

"تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کے لئے ستر ہفتے مقرر کئے گئے کہ خطا کاری اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے، بدکرداری کا کفارہ دیا جائے، ابدی راستبازی قائم ہو، رویا و نبوت پر مہر اور پاک ترین مقام ممسوح[3] کیا جائے[4]"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں اس طرح ہے:-

---

[1] مفسرین کے نزدیک یہ "آمد مسیح" کی خوش خبری ہے۔ ۱۲ تقی

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیات اس طرح ہیں "جس وقت سے دائمی قربانی اٹھائی جائے گی اور غارت گر کے مکروہات کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوّے دن ہوں گے مبارک جو منتظر ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک پہنچتا ہے" ۱۲۔ نعیم

[3] اس سے بھی مفسرین کے نزدیک "ظہور مسیح" کی طرف اشارہ ہے۔

[4] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے "ستر ہفتے تیری قوم پر اور تیرے مقدس شہر پر شرارت بند کرنے کو اور خطاؤں پر ختم کرنے کو اور گناہ کا کفارہ کرنے کو اور صداقت ابدی پہنچانے کو اور رویات اور انبیاء کا ختم کرنے کو اور قدوس القدوسین کو مسح کرنے کو معین کئے گئے ہیں" ۱۲ نعیم

"و برائے قوم تو و شہر مقدست ہفتاد ہفتہ تعیین شدہ است جہت انجامیدن عصیان و اتمام رسانیدن گناہ و کفارہ نمودن خطا و آوردن عدالت دائمی و تکمیل نمودن رویا و نبوت و جہت مسح نمودن قدس قدوسین "

اور یہ جملہ کہ " وتکمیل نمودن ...." الخ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے:-

"و برائے اختتام رویا و نبوت و برائے مسح قدس القدس"

یہاں پر تکمیل سے مراد اختتام ہے اور یہ پیشین گوئی بھی غلط ثابت ہو چکی، اس لئے کہ اس مدت مقررہ میں بھی دونوں مسیحوں میں سے ایک بھی نمودار نہیں ہوا، یوسیفس کی تاریخ سے معلوم ہوا کہ خورش کی تخت نشینی کے پہلے سال (جس میں یہودیوں کو رہا کرنے اور ہیکل کی تعمیر کا حکم دیا تھا) اور عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے درمیان مدت تخمیناً چھ سو سال ہے۔

اور نہ ہی اس مدت مقررہ میں یہودیوں کے مسیح کا ظہور ہوا، بلکہ یہ مسیح تو آج تک ظاہر نہ ہو سکا، حالانکہ اس مدت پر دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔

اس کو اگر صحیح مان لیا جائے تو چونکہ اس میں مسیح علیہ السلام کی نبوت کا ختم ہونا لازم آتا ہے اس لئے حواری کسی صورت بھی نبی اور پیغمبر نہیں ہو سکیں گے، حالانکہ عیسائی حضرات ان کو موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل نبی مانتے ہیں۔

اور ایام سے " سال " مراد لینا بھی خواہ مخواہ سینہ زوری ہے اس لئے کہ کتب مقدسہ میں بے شمار مقامات پر مدت کے بیان میں " ایام " اپنے متعارف اور حقیقی معنی میں ہی مستعمل ہوتا ہے، البتہ کسی قرینہ کی وجہ سے کسی جگہ مجازی معنی پر محمول کیا گیا ہوگا۔ بطور مثال چند آیات ملاحظہ فرمائیں:-

● مذکورہ کتاب دانی ایل مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہی ہے:-

باب آیت ۱۲ " .... تو دس روز تک اپنے خادموں کو آزما کر دیکھ۔ الخ"

باب ۱ آیت ۱۵ "..... اور دس روز کے بعد ..... الخ"
" ۲ " ۷ "..... تیس روز تک جو کوئی ..... " الخ
" " ۱۲ "..... تیس روز تک جو کوئی ..... " الخ

دیکھئے یہاں تمام آیات میں دس اور تیس دن مراد ہیں، دس اور تیس سال کسی نے مراد لئے ہیں :-

● کتاب پیدائش مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں :-

باب ۷ آیت ۴ "کیونکہ سات دن کے بعد میں زمین پر چالیس دن اور چالیس رات پانی برساؤں گا"

باب ۷ آیت ۱۲ " اور چالیس دن اور چالیس رات زمین پر بارش ہوتی رہی "
" " ۱۷ " اور چالیس دن تک زمین پر طوفان رہا "
" " ۲۴ " اور پانی زمین پر ایک سو پچاس دن تک چڑھتا رہا "
" ۸ " ۳ " اور پانی زمین پر سے گھٹتے گھٹتے ایک سو پچاس دن کے بعد کم ہوا "
" " ۶ " اور چالیس دن کے بعد یوں ہوا کہ ..... " الخ
" " ۱۰ " اور سات دن ٹھہر کر اس نے ..... " الخ
" " ۱۲ " تب وہ سات دن اور ٹھہرا ..... " الخ
" ۵۰ " ۳ " اور اس کے چالیس دن پورے ہوئے ..... " الخ
" " ۱۰ " اور یوسف نے اپنے باپ کے لئے سات دن تک ماتم کرایا "

● کتاب خروج مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں :-

باب ۱۳ آیت ۶ " سات دن تک تو تو بے خمیری روٹی کھانا ..... " الخ
" " ۷ " بے خمیری روٹی ساتوں دن کھائی جائے ..... " الخ
" ۲۴ " ۱۶ " اور چھ دن تک گھٹا اس پر چھائی رہی ..... " الخ

باب ۲۴ آیت ۱۸ "...... اور وہ پہاڑ پر چالیس دن اور چالیس رات رہا۔"

● کتاب احبار مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں :-

باب ۱۲ آیت ۲ " اگر کوئی عورت حاملہ ہو اور اس کے لڑکا ہو تو وہ سات دن ناپاک رہے گی جیسے حیض کے ایام میں رہتی ہے۔"

" " ۴ " اس کے بعد تینتیس دن تک وہ طہارت کے خون میں رہے۔" الخ

" " ۵ " اور اگر اس کے لڑکی ہو تو وہ دو ہفتے ناپاک رہے گی جیسے حیض کے ایام میں رہتی ہے اسکے بعد وہ چھیاسٹھ دن تک طہارت کے خون میں رہے۔"

اسی طرح باب ۱۳ کی آیات ۴، ۲۱، ۲۶، ۳۱، ۳۳، ۵۰، ۵۴، ۵۵ اور باب ۱۵ کی آیات ۱۳، ۱۹، ۲۴ اور باب ۲۳ کی آیات ۷، ۸، ۳۴، ۳۶، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲ میں "سات دن" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

باب ۲۳ آیت ۳ " چھ دن کام کاج کیا جائے پر ساتواں دن خاص آرام کا اور مقدس مجمع کا سبت ہے۔"

" " ۱۵ " گن شروع کرنا جب تک سات سبت پورے نہ ہو جائیں۔"

" " ۱۶ " ساتویں سبت کے دوسرے دن تک پچاس دن گن لینا۔" الخ

● کتاب گنتی مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں :-

باب ۱۳ آیت ۲۵ " اور چالیس دن کے بعد وہ ......" الخ

● کتاب استثناء مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں :-

باب ۹ آیت ۲۵ " سو وہ چالیس دن اور چالیس رات جو میں خداوند کے آگے اوندھا پڑا رہا۔" الخ

باب ۳۴ آیت ۸ " اور بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے۔" الخ

موسیٰ علیہ السلام کی ان مذکورہ پانچ کتابوں میں ملاحظہ کیجئے کہ "دن" اور "ہفتے" کا لفظ اپنے اصلی اور حقیقی معنی میں ہی مستعمل ہے اور کہیں بھی تو "سال" کے معنی میں استعمال نہیں ہوا اور عہدِ عتیق کی دیگر کتب میں بھی بجنسہٖ اسی طرح مستعمل ہوا ہے۔

- انجیل مرقس باب کی آیت ۱۳ میں ہے :-

"اور وہ بیابان میں چالیس دن تک شیطان سے آزمایا گیا" الخ

- کتاب اعمال میں ہے :-

باب ۱ آیت ۳ "چنانچہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا اور خدا کی بادشاہی کی باتیں کہتا رہا"

- انجیل متی باب ۱۵ آیت ۳۲، انجیل یوحنا باب آیت ۱۹، ۲۰ میں لفظ "تین دن" اور انجیل یوحنا باب آیت ۱۷ میں لفظ "چار دن" اور انجیل یوحنا باب ۱۲ آیت ۱ میں لفظ "چھ دن" اور باب ۲۰ آیت ۲۶ میں لفظ "آٹھ دن" استعمال ہوا ہے۔ اور اسی طرح بے شمار مقامات پر استعمال ہوا ہے اور اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ لہٰذا بغیر قوی قرینہ کے لفظ "دن" کے مجازی معنی لے کر "سال" مراد لینا محض بلادلیل کا دعویٰ ہے۔

فساد نمبر ۶۴

کتاب سلاطین اول باب ۱۹ آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۳۲ء میں یوں ہے :-

"اور آسا اور بعشا جب تک اسرائیل کے بادشاہ رہے جنگ جاری رہی"[۱]

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۱۵ آیت ۱۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے "اور آسا اور بعشا اسرائیل کے بادشاہ جب تک وے جیتے تھے لڑائی رہا کی" ۱۲۔ فہیم

"اور آسا کی سلطنت کے پینتیسویں سال تک کوئی جنگ نہ ہوئی"

اور کتاب تواریخ ثانی باب ۱۶ آیت ا یوں ہے :-

"آسا کی سلطنت کے چھتیسویں برس اسرائیل کا بادشاہ بعشا، یہوداہ پر چڑھ آیا اور رامہ کو تعمیر کیا تاکہ یہوداہ کے بادشاہ آسا کے ہاں کسی کو آنے جانے نہ دے"

یہاں پر بعد والی عبارت پہلی عبارت کی تکذیب کر رہی ہے۔

فساد نمبر ۶۵

کتاب سموئیل ثانی باب ۲۳ آیت ۸ یوں ہے :-

"اور داؤد کے بہادروں کے نام یہ ہیں :- یعنی تحکمونی یوشیب بشیبت جو سپہ سالاروں کا سردار تھا وہی ایزنی ادینو تھا جس نے آٹھ سو ایک ہی وقت میں مقتول ہوئے"[1]

اور کتاب تواریخ اول باب ۱۱ آیت ۱۱ میں اس طرح ہے :-

"اور داؤد کے سورماؤں کا شمار یہ ہے یسوبعام بن حکمونی جو تیسوں کا سردار تھا۔ اس نے تین سو پر اپنا بھالا چلایا اور ان کو ایک ہی وقت میں قتل کیا"[2]

یہاں پر دو نوعیت کا اختلاف ہے۔ ایک تو نام میں ہی اختلاف ہو گیا۔ دوسرے ایک جگہ پر مقتولین کی تعداد آٹھ سو بتائی گئی ہے اور دوسری جگہ اسی کو تین سو بتایا گیا ہے۔

---

[1] یہ جملہ کہ "وہی ایزنی ادینو تھا الخ" ۱۹۸۲ء کے نسخہ میں الفاظ یہ ہیں کہ "اس نے آٹھ سو پر بھالا چلایا اور انہیں یکبار قتل کیا" ایک ہی آیت کے ایک زبان کے دو ترجموں میں الفاظ کی یہ کمی بیشی اور تغیر و تبدل بھی تحریف کی ایک مثال ہے۔ ۱۲۔ نجیب

[2] یہ آیت اردو ترجمہ ۱۹۸۲ء کی طبع میں اس طرح ہے "اور داؤد کے بہادروں کا شمار یہ ہے یسوبعام بن حکمانی جو سرداروں کا سردار تھا اس نے تین سو پر اپنا بھالا چلایا اور انہیں یکبار قتل کیا" ۱۲ فہیم

غرض کہ اسی طرح کے بے شمار اختلافات اور خرابیاں دوسرے بے شمار مقامات میں بھی موجود ہیں۔ یہاں پر بطور نمونہ مذکورہ بالا خرابیوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

اور اگر عہدِ عتیق کی روایات میں موجود اختلافات کو اس انداز سے جمع کیا جائے جس طرح کہ پروٹسٹنٹ فرقہ والے اور خصوصاً محققین دینِ حق کے بارے میں لکھتے ہیں تو شاید عہدِ عتیق کی کتابوں کی کوئی آیت بھی اختلافات سے سلامت نہ نکل سکے۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر جان کلارک کی کتاب کریٹیکل ریویو مطبوعہ لندن ۱۸۳۹ء اور کتاب اکسیہومو اور دیگر ملحدین کی کتب سے اسی طرح کے کچھ اختلافات ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ پادری حضرات کی یہ کوئی نئی روش نہیں ہے بلکہ یہی ان کے پیش رؤوں کا وطیرہ رہا ہے اور انہی کی اندھی تقلید یہ حضرات بھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اگرچہ بھونڈے طریقے سے ہی سہی اور ہم اس کو ان لوگوں کی صحیح تقلید نہیں قرار دیتے۔ کیونکہ ان کے پیش رؤوں کو تو ان اعتراضات کے صلے میں کوئی دنیوی فائدہ حاصل نہ ہوا بلکہ تمام عیسائی حضرات نے ان لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ لیکن اس کے برعکس موجودہ پادریوں کو دینِ اسلام پر ایسے اعتراضات کرنے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے صلے میں بڑی بڑی تنخواہیں ملتی ہیں اور عیسائیوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اختلاف نمبر ۱

رحم و کرم کی انتہا | زبور ۱۴۵ آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"خداوند رحیم و کریم ہے، وہ قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے۔[۱]"

---

[۱] ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت یوں ہے "خداوند مہربان اور سراسر لطف ہے غصہ کرنے میں دھیما اور شدت سے رحیم ہے۔"

۱۲ - محیم

لیکن کتاب سموئیل اول باب ٦ آیت ١٩ میں ہے :-

"اور اس نے بیت شمس کے لوگوں کو مارا اس لئے کہ انھوں نے خداوند کے صندوق کے اندر جھانکا تھا، سو اس نے ان کے پچاس ہزار اور ستر آدمی مار ڈالے اور وہاں کے لوگوں نے ماتم کیا اس لئے کہ خداوند نے ان لوگوں کو بڑی مری سے مارا۔"[1]

دیکھئے کہ اس شدت سے رحیم وکریم ہے اور قہر کرنے میں دھیما ہے کہ ایک معمولی سی غلطی پر اپنی خاص قوم ہی کے پچاس ہزار ستر آدمیوں کو بیک وقت قتل کر ڈالا۔

اختلاف نمبر ٢

آنکھ کی پتلی کی طرح

کتاب استثناء باب ٣٢ کی آیت ١٠ اس طرح ہے :-

"وہ خداوند کو ویرانے اور سونے ہولناک بیابان میں ملا[2]، خداوند اس کے چوگرد رہا اس نے اس کی خبر لی اور اسے اپنی آنکھ کی پتلی کی طرح رکھا۔"[3]

اور کتاب گنتی باب ٢٥ کی آیت ٤، ٥ میں ہے :-

"اور خداوند نے موسیٰ سے کہا قوم کے سب سرداروں کو پکڑ کر خداوند کے حضور دھوپ میں ٹانگ دے تاکہ خداوند کا شدید قہر اسرائیل پر سے ٹل

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۴۴ء کی طبع میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں "اور خداوند نے بیت شمس کے لوگوں کو مارا اس لئے کہ اونھوں نے خداوند کے صندوق کو کھول کے دیکھا سو اوس نے پچاس ہزار ستر آدمی اونمیں کے مار ڈالے"... الخ - ١٢ - فہیم

[2] بائبل کے بیان کے مطابق یہ حضرت موسیٰ کا کلام ہے جس میں وہ بنی اسرائیل پر خدا کی شفقتوں کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اللہ نے ان کی کیسی خبر گیری فرمائی - ١٢ - تقی

[3] ترجمہ اردو ۱۸۴۴ء کی طبع کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اوس نے اوسے ویران زمین اور ہولناک اور اوجاڑ جنگل میں پایا وہ اوسکے گرد ہوا اور اوسے تربیت کیا اوس نے اوسکی محافظت اپنی آنکھ کی پتلی کی طرح کی" فہیم

جائے سو موسیٰ نے بنی اسرائیل کے حاکموں سے کہا کہ تمہارے جو جو آدمی بعل فغور کی پوجا کرنے لگے ہیں ان کو قتل کر ڈالو[1]"۔

آیت ۹ میں ہے :-

"اور جتنے اس وبا سے مرے انکا شمار چوبیس ہزار تھا[2]"۔

ملاحظہ کیجئے کہ آنکھ کی پتلی کی طرح ایسا رکھا کہ اسی جنگل میں سب سرداروں کو دھوپ میں ٹانگنے کا حکم دیا اور اس کے حکم کی تعمیل میں موسیٰ علیہ السلام نے انکو قتل کر ڈالنے کا فیصلہ کیا نیز چوبیس ہزار افراد کو بیماری میں مبتلا کر کے مار ڈالا۔

اختلاف نمبر ۳

باپ کی تنبیہ؟ کتاب استثناء باب ۸ کی آیت ۵ یوں ہے :-

"اور تو اپنے دل میں خیال رکھنا کہ جس طرح آدمی اپنے بیٹے کو تنبیہ کرتا ہے ویسے ہی خداوند تیرا خدا تجھ کو تنبیہ کرتا ہے[3]"۔

اور کتاب گنتی باب ۱۱ کی آیت ۳۳ میں ہے :-

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیات اس طرح ہیں "اور خداوند نے موسیٰ کو فرمایا قوم کے سارے سرداروں کو پکڑ اور انکو خداوند کے لئے آفتاب کے مقابل سولی پر کھینچ تاکہ خداوند کے غضب کا بھڑکنا اسرائیل پر سے ٹل جاوے موسیٰ نے بنی اسرائیل کے حاکموں کو کہا کہ "تم میں سے ہر ایک اپنے لوگوں کو جو بعل فغور سے مل گئے ہیں قتل کرے"۔ ۱۲ فہیم

[2] اس آیت کے الفاظ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یوں ہیں "وے جو اس وبا میں مرے چوبیس ہزار تھے"۔ فہیم

[3] یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق اس طرح ہے "تو اپنے دل میں سوچ کہ جس طرح سے آدمی اپنے بیٹے کو تربیت کرتا ہے خداوند تیرا خدا تجھے کو تربیت کرتا ہے"۔ فہیم

"اور ان کا گوشت انھوں نے کاٹا ہی تھا اور اُسے چبانے بھی نہیں پائے تھے کہ خداوند کا قہر ان لوگوں پر بھڑک اٹھا اور خداوند نے ان لوگوں کو بڑی سخت وباء سے مارا[1]"

دیکھئے باپ کی طرح ایسی تنبیہ کی کہ ان مصیبت زدہ لوگوں کو کہیں سے گوشت ملا اس کو کھانے کا ارادہ کیا، ابھی اس گوشت کو انھوں نے کاٹا ہی تھا کہ انتہائی بے دردی سے ان کو مار ڈالا۔

اختلاف نمبر ۴

شفقت کی انتہا | کتاب میکاہ باب ۷ کی آیت ۱۸ خدا تعالیٰ کے بارے میں لکھا ہے :-

"...... وہ شفقت کرنا پسند کرتا ہے[2]"

اور کتاب استثناء باب ۷ میں ہے :-

آیت ۲ - "اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو اُن کو مار لے تو تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا[3]"

آیت ۱۶ - "اور تو ان سب قوموں کو جن کو خداوند تیرا خدا تیرے قابو میں کر دیگا نابود کر ڈالنا تو اُن پر ترس نہ کھانا[4]"

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "ہنوز اونکے دانتوں تلے گوشت تھا پہلے اوس سے کہ وے اوسے چابیں خداوند کا غصہ اون لوگوں پر بھڑکا اور خداوند نے اون لوگوں کو سخت مار سے مارا" فہیم

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے "وہ رحم کرنے سے بہت خوش ہے"

[3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "اور جبکہ خداوند تیرا خدا انھیں تیرے ہاتھ میں گرفتار کروائے تو تو اونہیں ہلا ڈالیو اور حرم کیجیو تو اون سے کوئی عہد کریو اور نہ اون پر رحم کریو" فہیم

[4] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے "اور تو اون سب گروہوں کو جو خداوند تیرے خدا کے کرم سے تیرے ہاتھ میں گرفتار ہونگے نگل جائیگا ان پر تجھے کرم کی نظر نہ ہوگی" ۱۲ فہیم

ملاحظہ کیجئے کہ شفقت کرنا ایسا پسند ہے کہ بنی اسرائیل کو ان کے مخالفوں پر رحم نہ کرنے اور اُن پر ترس نہ کھانے کا حکم دے رہا ہے۔

اختلاف نمبر ۵

دردمند اور مہربان یعقوب کے عام خط کے باب ۵ کی آیت ۱۱ سنہ ۱۸۲۳ء کے مطبوعہ اردو ترجمے میں یوں ہے :-

"۔۔۔ خداوند کے مطلب کو جانتے ہو کہ وہ بڑا دردمند اور مہربان ہے"

اور سنہ ۱۸۳۹ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں یہی آیت یوں ہے :-

"۔۔۔ اور اللہ کا مطلب دریافت کیا ہے کہ اللہ بڑا دردمند اور رحیم ہے"[1]

اور ہوسیع باب ۱۳ آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

"سامریہ اپنے جرم کی سزا پائے گا کیونکہ اس نے اپنے خدا سے بغاوت کی ہے۔ وہ تلوار سے گر جائیں گے۔ ان کے بچے پارہ پارہ ہوں گے اور بار دار عورتوں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے"[2]

ملاحظہ کیجئے کس درجہ دردمندی اور رحم کی کثرت ہے کہ بچوں کو پارہ پارہ کرنے اور

---

[1] اور سنہ ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ اردو ترجمے میں اسی آیت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

"۔۔۔۔ اور خداوند کی طرف سے جو اس کا انجام ہوا اسے بھی معلوم کر لیا جس سے خداوند کا بہت ترس اور رحم ظاہر ہوتا ہے"

قطع نظر دوسرے اختلاف کے اس آیت کے ایک ہی زبان کے تین مختلف ترجموں میں تین مختلف تعبیروں کا اختلاف بھی محل نظر ہے۔ ۱۲ تقی

[2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے "سمرون ویران ہو گا کیونکہ وے اپنے خدا سے باغی ہوا وے تلوار سے گر جاوینگے اور انکے لڑکے پٹکے جائیں گے اور انکی پیٹ والی عورتیں چیری جائیں گی" تقیم

حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرنے کا فیصلہ کیا جا رہا ہے[1]۔

اختلاف نمبر ۶

نوحہ یرمیاہ کے باب ۳ کی آیت ۳۳ یوں ہے :-

"کیونکہ وہ بنی آدم پر خوشی سے دکھ مصیبت نہیں بھیجتا[2]۔"

حالانکہ اس کا دکھ مصیبت نہ بھیجنا اس طرح کا ہے کہ اشدودیوں[3] کو بواسیر کے مرض میں مبتلا کر کے مار ڈالا، جیسا کہ کتاب سموئیل اول باب ۵ کی آیت ۶ میں ہے اور ہزاروں کو آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک کر دیا جس کا ذکر کتاب یشوع باب ۱۰ کی آیت ۱۱ میں صراحۃً

---

[1] واضح رہے کہ اسلام نے دشمن کے ساتھ کہیں اس قسم کی بدسلوکی کو روا نہیں رکھا۔ اسلام کے اصولِ جنگ کا پہلا سبق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے :- "عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا بَعَثَ جَيْشًا قَالَ اِنْطَلِقُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَلَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيْرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغُلُّوْا وَضُمُّوْا غَنَائِمَكُمْ وَاَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" (رواہ ابوداؤد۔ جمع الفوائد ص ۲۳)

ترجمہ :- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر روانہ فرماتے تو (ان سے) فرماتے کہ اللہ کے نام پر جاؤ اور نہ کسی بہت عمر رسیدہ بوڑھے کو قتل کرنا نہ کسی چھوٹے بچے کو اور نہ کسی عورت کو اور مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور اپنے مالِ غنیمت کو جمع کرنا اور اصلاح کرنا اور اچھا سلوک کرنا بلاشبہ اللہ نیکوکاروں کو پسند کرتا ہے۔" ۱۲ تقی

[2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے :- "کیونکہ وہ اپنے دل سے بنی آدم کو دستاتا ہے نہ دکھ دیتا ہے" ۱۲-فہیم

[3] اشدودی فلسطین کے شہر اشدود AS HD AD کی طرف منسوب ہیں، ایک زمانے میں صندوقِ شہادت اس شہر میں لایا گیا تھا جس کی بناء پر یہاں کے باشندوں کو وبائے عام میں گرفتار کیا گیا۔ (یشوع ۱۰-۱۱) ۱۲-تقی

موجود ہے اور بہت سے بنی اسرائیل کو سانپ بھیج کر مار ڈالا جس کو کتاب گنتی کے باب ۲۱ کی آیت ۶ میں بیان کیا گیا ہے۔

اختلاف نمبر ۷

شفقت اور رحمت کی انتہا؟ کتاب تواریخ اول کے باب ۱۶ کی آیت ۴۱ میں یوں ہے:۔

"...... خداوند کا شکر کریں کیونکہ اس کی شفقت ابدی ہے[1]"

اور زبور ۱۴۵ کی آیت ۹ میں ہے:۔

"خداوند سب پر مہربان ہے اور اسکی رحمت اسکی ساری مخلوق پر ہے[2]"

حالانکہ یہ شفقت اور رحم ایسا "ابدی" اور "ساری مخلوق پر ہے" کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کشتی پر سوار ہونے والوں کے سوا تمام انسانوں اور جانداروں کو طوفان سے ہلاک کر ڈالا۔ جیسا کہ کتاب پیدائش کے باب ۷ میں اس کا مفصل ذکر موجود ہے۔ اور اسی طرح عمورہ، سدوم اور اس کے گرد و نواح میں رہنے والے تمام جان داروں کو آسمان سے آگ برسا کر نیست و نابود کر ڈالا۔ جس کا تذکرہ کتاب پیدائش باب ۱۹ میں کیا گیا ہے۔

اختلاف نمبر ۸

باپ کا گناہ بیٹے کو سزا؟ کتاب خروج باب ۳۴ کی آیت ۷ میں ہے:۔

"..... باپ دادا کے گناہ کی سزا اُن کے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یوں ہیں "خداوند کا شکر کریں کہ اوسکا فضل ابدی ہے" تقیم

[2] قدیم اردو ترجموں کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے "خداوند سب کے لئے بھلا ہے اور اوسکا لطف لطیف ساری خلقت پر ہے" فہیم

اور چوتھی پشت تک دیتا ہے"[1]

حالانکہ حزقی ایل باب ۱۸ کی آیت ۲۰ میں اس کے برعکس یوں ہے :-

"جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اسی کے لئے ہو گی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے"[2]

اس لحاظ سے تو اولاد کو اپنے باپ دادا کے گناہ کا بوجھ ایک پشت تک بھی نہیں اٹھانا پڑتا چہ جائیکہ تیسری اور چوتھی پشت کو بھی اٹھانا پڑے، پھر چوتھی پشت تک ہی بوجھ اٹھانے کا سلسلہ رہتا تو بھی غنیمت تھا۔ کتب مقدسہ کے بعض مقامات سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چالیسویں اور پچاسویں پشت تک کی غریب اولاد کو بھی اپنے باپ دادا کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ کتاب سموئیل اول کے باب ۱۵ میں حضرت سموئیل علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کے بادشاہ ساول کو خدا تعالے کا حکم اس طرح ہے۔

آیت ۲، ۳ میں ہے :-

"رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ مجھے اس کا خیال ہے عمالیق[3] نے اسرائیل سے

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے "باپوں کے گناہ اون کے فرزندوں سے اور فرزندوں کے فرزندوں سے تیسری اور چوتھی پشت تک مطالبہ کرے گا" فہیم

[2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے" وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مریگی، بیٹا باپ کے گناہ نہ سہیگا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ سہیگا، صادق کی صداقت اوسی پر ہو گی اور شریر کی شرارت اوسی پر پڑے گی " ۱۲۔ فہیم

[3] عمالیق یا عمالقہ AMALEK ایک قوی ہیکل قوم جو جنوبی فلسطین پر قابض ہو گئی تھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو مصر سے نکال کے لا رہے تھے تو اون نے انکا راستہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیا گیا اور جب یہ مصر سے نکل آئے تو وہ راہ میں ان کا مخالف ہو کر آیا سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور جو کچھ اُن کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے اور ان پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت، ننھے بچے اور شیر خوار، گائے بیل اور بھیڑ بکریاں، اونٹ اور گدھے سب کو قتل کر ڈال[1]۔"

ملاحظہ کیجئے کہ جن عمالیق نے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کیا تھا چار سو برس گزرنے کے بعد ان کی اولاد سے انتقام لینے کا حکم ہوتا ہے اور اتنا سخت حکم دیا جاتا ہے کہ شیر خواروں پر بھی رحم مت کر۔ حالانکہ وہ کسی قسم کے بھی دنیاوی گناہ میں ملوث نہ تھے۔ اسی پر بس نہیں، چوپایوں تک کو نیست و نابود کر دینے کا حکم ہوتا ہے۔

اختلاف نمبر ۹

ایفائے عہد؟ کتاب استثناء باب ۲۴ آیت ۱۶ میں یوں ہے کہ :-

"وہ بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے

(بقیہ حاشیہ ص۔۔ سے) روکا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے حضرت یوشع نے انکا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی تھی (خروج ۱۷ : ۸ تا ۱۳) اس وجہ سے ان کے خلاف دائمی اعلان جنگ کر دیا گیا (خروج ۱۷ : ۱۶ و استثناء ۲۵ : ۱۷) پھر طالوت یا شاول نے ان سے جہاد کیا (سموئیل ۱۴ : ۴۸ و ۱۵ : ۷) اور حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے سردار جالوت کو قتل کر دیا (سموئیل ۲۷ : ۹، ۳۰ : ۱۷) اس واقعہ کے بعض اجزاء کی تصدیق قرآن کریم نے بھی سورہ بقرہ میں کی ہے۔ ۱۲ تقی

[1] یہ آیات قدیم اردو ترجموں میں ان الفاظ کے ساتھ ہیں "خداوند یوں کہتا ہے مجھ کو یاد ہے جو کچھ کہ بنی اسرائیل سے عمالیق نے کیا جبکہ وے مصر سے چڑھے کہ وے کیونکر اونکی گھات میں بیٹھے سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور سب کچھ کہ اونکا ہے یک لخت حرم کر اور اون پر رحم مت کر بلکہ مرد سے لیکے عورت اور لڑکے شیر خوار اور بیل بھیڑ اور اونٹ اور گدھے تک سبکو قتل کر۔" نعیم

جائیں، ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے"[1]

مگر کتاب سموئیل دوم کے باب ۲۱ کی آیت ۸، ۹ میں اس کے برعکس یوں ہے :-

"پر بادشاہ نے ایاہ کی بیٹی رصفہ کے دونوں بیٹوں ارموتی اور مفیبوست کو جو ساؤل سے ہوئے تھے اور ساؤل کی بیٹی میکل کے پانچوں بیٹوں کو جو برزلی محولاتی کے بیٹے عدری ایل سے ہوئے تھے لیکر انکو جبعونیوں کے حوالہ کیا اور انھوں نے انکو پہاڑ پر خداوند کے حضور لٹکا دیا۔[2] ... الخ"

یہاں یہ بات یاد رہے کہ ان سات آدمیوں کو ساؤل کی خطاؤں کے بدلے میں پھانسی دی گئی تھی اور داؤد علیہ السلام نے انکو پھانسی دینے والے جبعونیوں کے طلب کرنے پر اپنی رضامندی اور خدا کے حکم سے ان کو ان کے حوالے کر دیا تھا۔ حالانکہ داؤد علیہ السلام نے ساؤل سے قسم کھا کر یہ عہد کیا تھا کہ میں تیرے بعد تیری اولاد کو قتل نہیں کروں گا۔ ملاحظہ کیجئے کہ ایفائے عہد کا کس قدر پاس کیا؟ جیسا کہ اس کا تذکرہ کتاب سموئیل اول کے باب ۲۴[3] کی آیت ۱۶، ۲۰، ۲۱، ۲۲ میں کچھ اس طرح سے ہے :-

---

[1] قدیم ترجمے اس آیت کو ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں "اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جاویں اور نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جاوے ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا" فہیم

[2] یہ آیات قدیم اردو ترجموں میں ان الفاظ کی حامل ہیں "اور بادشاہ نے ساؤل کے دو بیٹے جو آیہ کی بیٹی رصفہ کے بطن سے تھے یعنی ارمونی اور مفی بست اور ساؤل کی بیٹی میکل کے پانچ بیٹے جو برزلی کے بیٹے عدرائیل کے صلب سے تھے پکڑ کے جبعونیوں کے حوالے کئے اور اونہوں نے اونھیں پہاڑ کے برابر خداوند کے حضور پھانسی دی" ۱۲ فہیم

[3] اعجاز عیسوی کے باب ۲۴ کی آیات ۱۶، ۲۱، ۲۲، ۲۳ مذکور ہیں مگر ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ اردو نسخہ میں ان آیات کے عدد ۱۶، ۲۰، ۲۱، ۲۲ میں باب ۲۴ کی کل آیات ۲۲ مذکور ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲ نجیب

آیت ۱۶ :- "... جب داؤد یہ باتیں ساؤل سے کہہ چکا تو ساؤل نے کہا ... " الخ

آیت ۲۰ :- " اور اب دیکھ میں خوب جانتا ہوں کہ تو یقیناً بادشاہ ہو گا " الخ [1]

آیت ۲۱ :- " سو اب مجھ سے خداوند کی قسم کھا کہ تو میرے بعد میری نسل کو ہلاک نہیں کرے گا اور میرے باپ کے گھرانے میں سے میرے نام کو مٹا نہیں ڈالے گا " [2]

آیت ۲۲ :- " سو داؤد نے ساؤل سے قسم کھائی ... " الخ

مذکورہ بالا تو اختلافات میں دیگر اختلافات سے قطع نظر یہ ملاحظہ کیجئے خدا کا رحم کس درجہ ثابت ہو رہا ہے۔

اختلاف نمبر ۱۰

قہر دم بھر کا اور کرم عمر بھر کا ؟ زبور ۳۰ آیت ۵ میں ہے :-

" ... اس کا قہر دم بھر کا ہے، اس کا کرم عمر بھر کا " الخ

اور کتاب گنتی باب ۳۲ کی آیت ۱۳ میں اس کے برعکس یوں ہے :-

" سو خداوند کا قہر اسرائیل پر بھڑکا اور اس نے انکو بیابان میں چالیس برس تک آوارہ پھرایا جب تک کہ اس پشت کے سب لوگ جنہوں نے خداوند

---

[1] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں " خوب اور یقیناً " الفاظ کی زیادتی بھی تحریف کی ایک مثال ہے ۔ ۱۲ نجیب

[2] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں " تو میرے بعد میری نسل کو ہلاک نہیں کرے گا " کے بجائے " میں بعد تیرے تیری نسل کو ہلاک نہیں کروں گا " اور " میرے باپ کے گھرانے الخ " کی جگہ " تیرے باپ کے گھرانے میں سے تیرے نام کو نہ مٹاؤنگا " کا جملہ مذکور ہے جو کہ مفہوم کی ادائیگی میں کلام ربانی میں ایک قسم کی تحریف ہی ہے ۔ ۱۲ نجیب

کے روبرو گناہ کیا تھا نابود نہ ہو گئے۔"

ملاحظہ کیجئے دم بھر کا قہر ایسا تھا کہ تمام بنی اسرائیل کو، جن میں اولوالعزم پیغمبر بھی شامل تھے اور ہزاروں بے گناہ معصوم لڑکے بھی تھے، بیابان میں چالیس برس تک آوارہ پھرایا۔ فیا للعجب۔

اختلاف نمبر ۱۱

خدا کی عجیب قدرت | کتاب پیدائش کے باب ۱۷ کی آیت ۱ میں خدا تعالیٰ اپنے بارے میں یوں فرماتا ہے :-

"...... میں خدائے قادر ہوں ......" الخ

مگر کتاب قضاۃ کے باب ۱ کی آیت ۱۹ میں اس کے برعکس یوں لکھا ہے :-

"اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا، سو اُس نے کوہستانیوں کو نکال دیا پر وادی کے باشندوں[2] کو نہ نکال سکا، کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے"

دیکھئے عجیب قادر ہے کہ وادی کے لوہے کی رتھ والوں باشندے اس خدا کی قدرت سے نہ نکالے جا سکے۔

اختلاف نمبر ۱۲

خدا کی عجیب قدرت | کتاب قضاۃ باب ۵ کی آیت ۲۳ یوں ہے :-

"خداوند کے فرشتہ نے کہا کہ تم میروز پر لعنت کرو، اس کے باشندوں پر سخت

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے "تب یہواہ کا قہر اسرائیل پر پڑا اور اُس نے اُنہیں میدان میں چالیس برس تک آوارہ رکھا جب تک کہ وہ ساری جماعت جو یہواہ کے روبرو گنہگار ہوئی تھی نابود ہوئی" ۱۲ فہیم

[2] "وادی کے باشندوں" کی جگہ قدیم اردو ترجمہ میں "صحرا نشینوں" کے الفاظ مذکور ہیں۔ ۱۲۔ ن

لعنت کرو، کیونکہ وہ خداوند کی کمک کو زور آوروں کے مقابل خداوند کی کمک کو نہ آئے"[1]

دیکھئے کیسا قادر ہے کہ زور آوروں کے مقابلے میں کمک کا محتاج ہے اور جو لوگ کمک کو نہیں آئے ان پر لعنت کرتا ہے۔

اختلاف نمبر ۱۳

عاموس باب ۲ کی آیت ۱۳ فارسی ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے کہ:-

"اینک من در زیر شما چپیدہ شدم چنانچہ ارابہ پر از قد چپیدہ می شود"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸۳۱ء میں یہی آیت اس طرح ہے:-

"ھانذا اذا اعتیٰ من تحتکم کما تعص العجلۃ المحلۃ حشیشاً"[2]

یعنی خبردار میں تمہارے نیچے ایسا دبا جیسے پولوں سے لدی ہوئی گاڑی دبتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ خدا قادر ہونے کے باوجود دب گیا اور عاجز ہو گیا۔

اختلاف نمبر ۱۴

خدا کی عجیب قدرت ملاکی باب ۳ آیت ۹ یوں ہے:-

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے "تم مارز پر لعنت کرو خداوند کا فرشتہ بولا اس کے باشندوں پر لعنت کرو کہ وہ خداوند کی کمک کرنے کو جباروں کے مقابل نہ آئے" فہیم

[2] سنہ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجموں میں اس آیت کا مفہوم یوں بدل دیا گیا ہے "دیکھو میں تمکو ایسا دباؤں گا جیسے پولوں سے لدی ہوئی گاڑی دباتی ہے" ان دونوں ترجموں کے الفاظ اور مفہوم میں واضح اختلاف اور بیّن فرق صاف نظر آرہا ہے۔ ۱۲-ن

"پس تم سخت ملعون ہوئے کیونکہ تم نے بلکہ تمام قوم نے مجھے ٹھگا"۔[1]

دیکھئے یہاں خدائے قادر ٹھگا گیا۔ ٹھگے جانے کے بعد بنی اسرائیل پر لعنت کر رہا ہے۔ مذکورہ بالا چاروں نمونوں میں قدرتِ الٰہی کا عجیب نقشہ سامنے آتا ہے۔

اختلاف نمبر ۱۵

خدا کی قدرت اور محتاجی — کتاب امثال باب ۱۵ کی آیت ۳ اس طرح ہے کہ:-

"خداوند کی آنکھیں ہر جگہ اور نیکوں اور بدوں کی نگران ہیں"۔[2]

حالانکہ جب آدم علیہ السلام کہیں چھپ گئے تھے تو خدا کو ان کو پکارنا پڑا تھا جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۳ کی آیت ۹ میں اس کو یوں بیان کیا ہے:-

"تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟"

اختلاف نمبر ۱۶

خدا کی محتاجی — کتاب تواریخ دوم باب ۱۶ کی آیت ۹ میں یوں ہے:-

"کیونکہ خداوند کی آنکھیں ساری زمین پر پھرتی ہیں"[3] ... الخ

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "سو تم لعنت سے ملعون ہوئے کیونکہ تم نے ہاں اس تمام قوم نے مجھے لوٹا"۔ فہیم

[2] قدیم اردو ترجموں کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "خداوند کی آنکھیں سب مکانوں میں کیا بری کیا بھلی دیکھنے والیاں ہیں"۔ فہیم

[3] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "خداوند کی آنکھیں ساری زمین میں وار پار دوڑتی ہیں"۔ ۱۲ فہیم

"اس لئے میں اب جا کر[1] دیکھوں گا کہ کیا انھوں نے سراسر ویسا ہی کیا ہے جیسا شور میرے کان تک پہنچا ہے اور اگر نہیں کیا تو میں معلوم کر لوں گا"[2]

کتاب پیدائش کی اس آیت کے مطابق خدا کو معلوم کرنے کے لئے چل کر جانا پڑا۔

اختلاف نمبر ۱۷

خدا کی محتاجی | کتاب پیدائش باب ۱۱ آیت ۵ یوں ہے :-

"اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کو اُترا"[3]

یہاں خدا کو دیکھنے کا محتاج بتایا گیا ہے۔

اختلاف نمبر ۱۸

امتحان کا محتاج | کتاب خروج باب ۱۶ کی آیت ۴ یوں ہے :-

"تب خداوند نے موسیٰ سے کہا میں آسمان سے تم لوگوں کے لئے روٹیاں برساؤں گا۔ سو یہ لوگ نکل نکل کر فقط ایک ایک دن کا حصہ ہر روز بٹور لیا کریں کہ اس سے میں اُن کی آزمائش کروں گا کہ وہ میری شریعت

---

[1] قدیم اُردو ترجمہ میں " میں جا کر دیکھوں گا " کے بجائے " میں اُتر کے دیکھونگا " کر دیا گیا ہے جس سے مفہوم میں فرق واضح ہو گیا۔ ۱۲ ت

[2] قدیم اردو ترجمے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں " میں اُتر کے دیکھونگا کہ اونھوں نے اس شور کے مطابق جو مجھ تک بھیجا بالکل کیا ہے یا نہیں میں دریافت کرونگا " فہیم

[3] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یوں ہیں " اور خداوند اوس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بناتے تھے دیکھنے اُترا " ۱۲۔ فہیم

پر چلیں گے یا نہیں[1] "

اس آیت کی رُو سے خدا امتحان کا محتاج ہے۔

اختلاف نمبر ۱۹

خدا کو معلوم نہ ہوا کتاب خروج باب ۳۳ کی آیت ۵ سنہ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

"کیونکہ خداوند نے موسیٰ سے کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل سے کہنا کہ تم گردن کش لوگ ہو۔ اگر میں ایک لمحہ بھی تیرے بیچ میں ہو کر چلوں تو تجھ کو فنا کر دونگا سو تو اپنے زیور اُتار ڈال تا کہ مجھے معلوم ہو کہ تیرے ساتھ کیا کرنا چاہیئے[2] "

اور یہ جملہ "سو تو اپنے زیور اتار ڈال .... الخ دیگر ترجموں میں اس طرح ہے :-

سنہ ۱۸۲۲ء کے اردو ترجمہ میں ہے " اور اب تم زینت اپنی اتارو تا کہ وہ جو تمہارے ساتھ کروں گا جانوں "

سنہ ۱۸۴۵ء کے فارسی ترجمہ میں یہ عبارت یوں ہے :-

"پس حال حلیہ ہایتان را از بر خود بکنید تا بدانم کہ درمیان شما چہ

---

[1] قدیم اردو ترجمے اس آیت کو ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں "خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ دیکھ میں آسمان سے تمہارے لئے روٹیاں برساؤنگا یے لوگ ہر روز نکل کے جتنا ایک ہی دن کے لیئے کفایت کرے ہر ایک دن سمیٹ لیا کریں تاکہ میں اونھیں جانچوں کہ وے میری شرع پر چلیں گے یا نہیں " فہیم

[2] اردو ترجمہ سنہ ۱۸۴۳ء کی طبع میں اس آیت کے الفاظ اس طرح نقل ہوتے ہیں "پھر خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ بنی اسرائیل کو کہہ تم سخت گردن لوگ ہو اگر میں ایک لمحہ تمہارے درمیان چڑھ جاتا تو تمہیں ہلاک کرتا پس اب تم اپنا سنگار اتار دو اور میں دیکھونگا کہ کیا تم سے کروں " ۱۲ فہیم

بایدم کرد[۱]۔"

ملاحظہ کیجئے کہ جب تک ان لوگوں کو ننگا نہ کروا لیا تب تک خدا کو یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔

اختلاف نمبر ۲۰

دل کی بات معلوم کرنے میں محتاج

کتاب استثناء باب ۸ کی آیت ۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور تو اس سارے طریق کو یاد رکھنا جس پر ان چالیس برسوں میں خداوند تیرے خدا نے تجھ کو اس بیابان میں چلایا تا کہ وہ تجھ کو عاجز کرکے آزمائے اور تیرے دل کی بات دریافت کرے کہ تو اس کے حکموں کو مانے گا یا نہیں[۲]۔"

یہاں خدا تعالےٰ آزمانے اور دل کی بات دریافت کرنے کے لئے بنی اسرائیل کو

---

[۱] اردو ترجمہ ۱۸۴۲ء میں مذکورہ عبارت یوں ہے "پس اب تم اپنا سنگار اوتارو اور میں دیکھونگا کہ کیا تم سے کروں" اس کے علاوہ اس ترجمہ میں ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں "گردن کش" کی جگہ "سخت گردن" اور "اگر میں ایک لمحہ بھی تیرے بیچ میں ہو کر چلوں تو تجھ کو فنا کر دوں گا" کے بجائے "اگر میں ایک لمحہ تمہارے درمیان چڑھ جاتا تو تمہیں ہلاک کرتا" کے الفاظ ہیں۔ ان دو ترجموں میں الفاظ و مفہوم کا یہ فرق بھی تحریف کی ایک صورت ہے۔ ۱۲ نجیب

علاوہ ازیں فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے "لہذا حلیۂ خود را از خود بیرون کنید تا بدانم کہ با شما چہ باید کرد"۔

[۲] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت اس طرح ہے "اور اس ساری راہ کو یاد رکھو وہی راہ جہاں یہواہ تیرا خدا بیابان میں ان چالیس برس تجھکو لئے پھرا تاکہ تجھے دکھ دے اور تجھے آزماوے اور تیرے دل کی بات دریافت کرے کہ تو اوسکے احکام مانے گا کہ نہیں"۔ ۱۲ فہیم

چالیس برس تک بیابان میں چلانے کا محتاج ہوا۔

مذکورہ بالا پانچ نمونوں سے خدا کی عالم الغیبی کا کتنا عجیب ثبوت مہیا ہو رہا ہے۔

اختلاف نمبر ۲۱

خدا میں تغیر

ملاکی باب ۳ کی آیت ۶ میں یوں ہے:-

"میں خداوند ہوں مجھ میں تغیر نہیں[1]۔۔۔" الخ

مگر کتاب گنتی باب ۲۲ کی آیت ۲۰، ۲۱ اور ۲۲ میں ہے:-

"اور خدا نے رات کو بلعام[2] کے پاس آ کر اُس سے کہا اگر یہ آدمی تجھے بُلانے کو آئے ہوئے ہیں تو تو اُٹھ کر اُنکے ساتھ جا مگر جو بات میں تجھ سے کہوں اُسی پر عمل کرنا۔ سو بلعام صبح کو اُٹھا اور اپنی گدھی پر زین رکھ کر موآب کے امراء کے ہمراہ چلا اور اس کے جانے کے سبب سے خدا کا غضب بھڑکا اور خداوند کا فرشتہ اُس سے مزاحمت کرنے کے لئے راستہ روک کر کھڑا ہو گیا[3]۔۔۔۔۔" الخ

خدا کا یہ تغیر دیکھئے کہ رات کو تو اُسے جانے کا حکم دیا اور صبح کو اس کا غضب بھڑکا کہ فرشتہ کو اس سے مزاحمت کرنے کیلئے بھیج دیا۔

---

[1] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں "میں خداوند لا تبدیل ہوں" کے الفاظ ہیں، مفہوم ایک ہی ہے ۱۲ تقی

[2] بلعام بن بعور جسے موآبیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف لڑنے کے لئے بلایا تھا۔

[3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں "پھر خدا رات کو بلعام کے پاس آیا اور اوسے کہا اگر لوگ تجھے بلانے آویں تو اوٹھ اور اونکے ساتھ جا پر جو بات میں تجھے کہوں گا وہی کیجیو سو بلعام صبح کو اوٹھا اور اپنی گدھی پر زین رکھا اور موآب کے امیروں کے ہمراہ گیا تب خدا کا قہر بھڑکا اسلئے کہ وہ گیا اور ہیواہ کا فرشتہ جا کے راہ میں کھڑا ہوا تا کہ اوس سے دشمنی کرے" ۱۲ فہیم

اختلاف نمبر ۲۲

حکم میں تبدیلی

کتاب خروج باب ۳۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء کی آیت ۳ یوں ہے :-

"اُس ملک میں دودھ اور شہد بہتا ہے اور چونکہ تو گردن کش قوم ہے اس لئے میں تیرے بیچ میں ہو کر نہ چلوں گا[1]"

اور آیت ۱۴ اس کے برعکس یوں ہے :-

"تب اُس نے کہا میں ساتھ چلونگا اور تجھے آرام دونگا"

دیکھئے پہلے مقام میں فرمایا "میں نہ چلوں گا" مگر تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے اس حکم کو خود ہی بدل ڈالا۔

اختلاف نمبر ۲۳

ہر مخلوق ناپاک ہے ؟

کتاب پیدائش باب ۱ آیت ۳۱ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

"اور خدا نے سب پر جو اس نے بنایا تھا نظر کی اور دیکھا کہ بہت اچھا ہے[2] ....." الخ

مگر کتاب ایوب باب ۱۵ آیت ۱۵ میں یوں ہے :-

"..... آسمان بھی اُس کی نظر میں پاک نہیں"

اور کتاب ایوب باب ۲۵ کی آیت ۵ میں ہے :-

"..... اور تارے اس کی نظر میں پاک نہیں"

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے "طرف ایک زمین کے کہ دودھ اور شہد وہاں بہتا ہو گا پس تم چلے جاؤ کہ میں تمہارے درمیان نہ چلونگا" ۱۲- فہیم

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت یوں ہے "پھر خدا نے اون سب پر جنہیں اس نے بنایا تھا نظر کی اور دیکھا کہ یہ بہت اچھے ہیں" ۱۲ فہیم

اور کتاب قوانین باب ۱۱ میں سینکڑوں جانداروں پرندوں اور درندوں کو حرام قبیح اور ناپاک بتایا ہے۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ کتاب پیدائش باب ۱ آیت ۳۱ میں سب آسمانوں اور تاروں اور جانداروں کو "بہت اچھا" قرار دیا گیا، مگر دیگر مذکورہ آیات میں ناپاک اور قبیح قرار دیدیا گیا۔

اختلاف نمبر ۲۴

تبدیلی؟ یعقوب کا عام خط باب ۱ آیت ۱۷ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں لکھا ہے :-

"جس میں نہ کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ گردش کے سبب سے اس پر سایہ پڑتا ہے[1]۔

حالانکہ سینکڑوں مقامات پر "سبت" (ہفتہ کا دن) کی عزت و تکریم کی محافظت کا سخت تاکیدی حکم دیا گیا ہے اور بیشتر جگہوں پر تو اس کو ابدی تک قرار دیا گیا ہے، مگر پادری حضرات ان تمام تاکیدوں کے برعکس اتوار کے دن کو مقدس قرار دینے پر مصر ہیں۔ اس طرح وہ خدا تعالے کو بدلنے والا اور پھر جانے والا ثابت کر رہے ہیں۔ مذکورہ بالا مثالوں سے خدا کا لاتبدیل اور غیر متغیر ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔

اختلاف نمبر ۲۵

بلا وجہ کی عداوت کتاب حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۵ میں ہے :-
"اے بنی اسرائیل سنو تو کیا میری روش راست نہیں؟ کیا

---

[1] ۱۹۳۲ء کے اردو ترجمہ میں عبارت کو یوں لکھا ہے "جس میں بدلنے اور پھر جانے کا سایہ بھی نہیں" یہ تحریف لفظی کا یہ بھی ایک مثال ہے۔ ۱۲ نجیب

تمہاری روش ناراست نہیں ؟

اور ملاکی باب ۱ آیت ۲ اور ۳ اس طرح ہیں :-

"خداوند فرماتا ہے میں نے تم سے محبت رکھی تو بھی تم کہتے ہیں تو نے کس بات میں ہم سے محبت ظاہر کی ؟ خداوند فرماتا ہے کیا عیسو[1] یعقوب کا بھائی نہ تھا ؟ لیکن میں نے یعقوب سے محبت رکھی اور عیسو سے عداوت رکھی

---

[1] عیسو Esau ، حضرت اسحاق علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے (پیدائش ۲۵ : ۲۵) اور ادومیوں کے جد امجد ہیں (پیدائش ۳۶ : ۴۳) بائبل میں ان کے سلسلے میں ایک عجیب غیر منصفانہ واقعہ بیان کیا گیا ہے بائبل کا بیان ہے کہ تورات اور اس سے پہلے کے قانون میں سب سے بڑی اولاد (پہلوٹھے) کو کچھ مخصوص حقوق حاصل ہوتے تھے (استثنا ۲۱ : ۱۵ و عبرانیوں ۱۲ : ۱۶) جو عیسو کو پہلوٹھا ہونے کی بنا پر حاصل تھے لیکن ایک دن وہ جنگل سے تھکے ہوئے آئے بھوک بہت لگی ہوئی تھی ان کے بھائی یعقوب علیہ السلام نے دال پکائی ہوئی تھی عیسو نے ان سے دال مانگی تو حضرت یعقوب نے اس شرط پر دال کھلانے کا وعدہ کر لیا کہ عیسو پہلوٹھے کے حقوق سے ان کے حق میں دست بردار ہو جائیں۔ عیسو نے سخت بھوک کی وجہ سے یہ منظور کر لیا اور اس طرح ان کا حق حضرت یعقوب کو مل گیا (پیدائش ۲۵ : ۲۹ تا ۳۴) پھر جب حضرت اسحاق ضعیف اور نابینا ہو گئے تو ایک دن انہوں نے عیسو سے کہا کہ تم میرے لئے جنگل سے شکار لاؤ اور میری حسب منشا مجھے پکا کر کھلاؤ میں تمہیں برکت کی بہت دعا دوں گا۔ عیسو اس حکم کی تعمیل کرنے جنگل میں چلے گئے حضرت اسحٰق کی بیوی ربقہ کو حضرت یعقوب سے زیادہ محبت تھی جب عیسو جنگل چلے گئے تو انہوں نے یہ چال چلی کہ دو بکری کے اچھے اچھے بچے لے کر انہیں بہت عمدہ طریقے سے پکایا اور حضرت یعقوب سے کہا کہ تم یہ کھانا لے کر حضرت اسحاق کو کھلاؤ اور ان پر یہ ظاہر کرو کہ تم ہی عیسو ہو اور جنگل سے شکار مار کر لائے ہو۔ حضرت یعقوب نے ایسا ہی کیا اور (معاذ اللہ) جھوٹ بول کر اپنے آپ کو عیسو ظاہر کیا حضرت اسحاق چونکہ نابینا تھے اس لئے انہوں نے حضرت یعقوب کے ہاتھ ٹٹول کر دیکھا کیونکہ عیسو کی علامت یہ تھی کہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور اس کے پہاڑوں[1] کو ویران کیا اور اس کی میراث بیابان کے گیدڑوں کو دی۔"
ملاحظہ فرمایئے راستی کے تقاضے کے سبب عیسو اور اس کی اولاد سے بلا وجہ عداوت رکھنا اور پھر اس کی میراث اور پہاڑوں کو ویران کرنا کتنا اچھا اقدام ہے۔

اختلاف نمبر ۲۶

شریعتِ موسوی۔ بڑے احکام | مشاہدات یوحنا باب ۱۵ آیت ۳ میں اس طرح ہے :-

"اے مقدسوں کے بادشاہ تیری راہیں راست اور درست ہیں۔"

اور ہوسیع باب ۱۴ آیت ۹ میں بھی اس کے موافق یہ الفاظ ہیں :-

"۔۔۔۔۔۔۔ خداوند کی راہیں راست ہیں اور صادق اُن میں

(بقیہ حاشیہ صہ سے آگے) ان کے ہاتھ پر بڑے بڑے بال تھے، مگر ربقہ نے چھوٹے بیٹے یعقوب علیہ السلام کو بکری کی کھال پہنا دی تھی اس لئے وہ دھوکہ کھا گئے اور برکت کی تمام دعائیں بھی انہیں دیں اور انہی کو اپنا جانشین بنایا جب عیسو جنگل سے آئے اور یہ ماجرا دیکھا تو سخت رنجیدہ ہوئے حضرت اسحاق نے بھی اس پر صرف تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ اب میں برکت کی تمام دعائیں یعقوب کو دے چکا ہوں (پیدائش ۲۷: ۱ تا ۴۰) یہ تھا بے چارے عیسو کا قصور جس کی بنا پر کتاب ملاکی میں کہا جا رہا ہے کہ خدا کو اس سے عداوت ہو گئی اور جس کی وجہ سے" پولس مقدس" صاحب اسے بد دین کا خطاب دیتے ہیں (عبرانیوں ۱۲: ۱۶) غور فرمایئے کہ اس قسم کے قصے خدا کے عدل و انصاف اور انبیاء علیہم السلام کے کردار کے بارے میں کیا تصور پیش کرتے ہیں، اس پر بھی یہ اصرار ہے کہ انہیں الہامی مانو اور سماوی یقین کرو، سبحان اللہ۔ ہٰذا بہتان عظیم۔ ۱۲۔ تقی

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیات ان الفاظ کے ساتھ نقل ہوئی ہیں" خداوند فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں پیار کیا، پر تم کہتے ہو کہ تو نے ہمیں کس طرح پیار کیا۔ کیا عیسو یعقوب کا بھائی نہ تھا خداوند فرماتا ہے لیکن میں نے یعقوب کو چاہا کیا اور میں نے عیسو سے دشمنی بھی کی اور اسکے پہاڑ اور اوسکی میراث کو جنگلی گیدڑوں کے لئے ویران کیا۔" ۱۲ فہیم

چلیں گے" ۱ھ لے

مگر حزقی ایل باب ۲۰ آیت ۲۵ میں شریعت موسوی۔ جو کہ خدا کی محبوب قوم بنی اسرائیل کو عطا کی گئی تھی اور خروج عیسیٰ علیہ السلام تک بنی اسرائیل سمیت تمام دیگر اقوام کے لئے اسی کو ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب تھا کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء کے الفاظ ہیں :-

"سو میں نے اُن کو بُرے آئین اور ایسے احکام دیئے جن سے وہ زندہ نہ رہیں"۲ھ

یہی آیت فارسی ترجمہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے :-

"لہٰذا من نیز قوانین نامرغوب و احکامے کہ دراں نخواہند زیست بالیشاں دادم"

اور فارسی ترجمہ ۱۸۴۵ء میں ہے :-

"بنا بریں من نیز قضایائی کہ ناپسند بود و احکامے کہ بانہادہ و نخواستند بمانند بایشاں دادم"

اختلاف نمبر ۲۷

صاحب اکسیہومو کا حضرت عیسیٰؑ و حضرت مریمؑ پر بہتان	بے شمار آیات میں زنا کی حرمت بیان کی گئی ہے۔

در آنحالے پادریوں کے قول کو سچ مان لیں تو خود ایک پادری نے غریب یوسف نجار کی بیوی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا اور وہ اسی سے حاملہ ہو گئی۔

واضح ہو کہ ہم اس طرح کے ناپاک عقیدے کو تسلیم نہیں کرتے مگر مشہور مقولہ نقل کفر کفر

۱ھ قدیم اُردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "خداوند کی راہیں سیدھی ہیں اور نیک لوگ اس میں چلیں گے" ۱۲ فہیم

۲ھ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "اور میں نے بھی انہیں حقوق دیئے جو بھلے نہیں اور قوانین جن سے وے نہ جیتے" - ۱۲ فہیم

نہ باشد" کے پیشِ نظر اس مردود قول کو نقل کرنا پڑا ہے۔ بیشتر ملحدین تو اس مقام پر انتہائی بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بطور نمونہ صاحب الکسی ہومو کا یہ قول ملاحظہ کیجئے اور دیگر اقوال کو اسی پر قیاس کر لیجئے اور حضرت زینبؓ کے نکاح کے بارے میں پادری حضرات جس یاوہ گوئی سے کام لیتے ہیں اس پر ہم صبر سے کام لیتے ہیں کیونکہ ان ملحدین نے تو عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے معاملہ میں مریم اور عیسیٰ علیہما السلام حتیٰ کہ خدائے ذوالجلال کے بارے میں اس سے بھی بہت زیادہ یاوہ گوئی کی ہے۔ کتاب الکسیہومو صفحہ ۴۴ میں درج ہے :-

"ایک انجیل جس کا نام "تےلے دوٹ آف میری" ہے اور آج کل اس کا شمار جھوٹی انجیلوں میں ہوتا ہے، اس میں لکھا ہے کہ مریم رضی اللہ عنہا کا نام بیت المقدس کی خدمت گزاروں میں لکھے جانے کے بعد سولہ برس تک وہاں رہی تھیں۔ فادر جیروم ڈاویرنے اس قول کو صحیح قرار دے کر اختیار کیا ہے۔ لہٰذا اس جگہ پر شبہ قوی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بیت المقدس کے کسی کاہن سے حمل قرار پاگیا ہو اور اس کاہن نے بدنامی سے بچنے کے لئے ان کو یہ پٹی پڑھائی ہو کہ تم یہ مشہور کر دو کہ مجھے روح القدس کے ذریعہ حمل قرار پایا ہے۔"

پھر مصنف مذکور لوقا کی عبارت پر انتہائی استہزاء کے ساتھ ایسی واہی تباہی بکنے کے بعد جسے قلم کو لکھنے کا یارا بھی نہیں کہتا ہے :-

"یہودیوں کے ہاں یہ واقعہ یوں مشہور ہے کہ "ایک سپاہی کالڑا کا مریم پر عاشق ہو گیا تھا اسی کی ناشائستہ حرکت کے نتیجہ میں عیسائیوں کا یہ مسیح پیدا ہوا ہے اس واقعہ سے یوسف نجار اپنی اس بد دیانت بیوی سے ناراض ہو کر بابل کی جانب چلا گیا اور مریم اپنے بیٹے یسوع کے ساتھ مصر چلی گئی۔ یسوع نے وہاں شعبدہ بازی سیکھی۔ شعبدہ بازی میں مہارت حاصل کرنے کے بعد یہودیہ میں

اپنے شعبدے دکھانے چلا آیا۔"

پھر آگے چل کر لکھتا ہے :-

"ایسی ہی بیشمار کہانیاں بت پرستوں میں بھی بہت مشہور ہیں۔ مثلاً ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا منروا[1] نامی معبود جو جوپیٹر[2] کے مغز سے پیدا ہوا ہے اور بےکس جوپیٹر کی ران میں رہا ہے اسی طرح چینیوں کا عقیدہ تھا کہ ان کا خدا فو ایک کنواری لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا ہے جس کا دعویٰ تھا کہ وہ سورج کی ایک کرن سے حاملہ ہوئی ہے۔" انتہی ملخصاً۔

یہاں پادری جان ملنر کی ۱۸۳۸ء میں مطبوعہ ایک کتاب سے ایک اور حکایت نقل کی جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"کچھ عرصہ ہوا کہ انگلستان میں جوانا سوت کوٹ نے اپنے اوپر الہام کا دعویٰ کیا اور یہ مشہور کیا کہ میں وہی عورت ہوں جس کے بارے میں شیطان سے خطاب کے دوران خدا تعالیٰ کا قول کتاب پیدائش باب ۳ کی آیت ۱۵ میں اس طرح درج

---

[1] منروا (MINERVA) عہد قبل مسیح میں اسے اطالوی باشندے اپنی دیوی (GADDESS) مانتے تھے اطالوی زبان میں "منس" کے معنی دماغ کے ہیں اور چونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ منروا جوپیٹر کے دماغ سے پیدا ہوئی اس لئے اس کا نام منروا رکھا ۳۰۰ قم تک روم میں اس کے نام کا ایک بڑا مندر موجود تھا جہاں ۱۹ مارچ کو منروا کا مقدس دن منایا جاتا تھا (برٹانیکا ص۴۳۲ ج۱۵) ۱۲ تقی

[2] جیوپیٹر۔ رومیوں اور اطالویوں کا سب سے بڑا دیوتا جسے وہ آسمانی دیوتا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ قحط کے ایام میں بارش وہی برساتا ہے۔ روم کے بعض علاقوں میں اس کے نام کے بعض قدیم مندر اب بھی موجود ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں سب سے زیادہ مقدس شخص کو اس کا خلیفہ مانتے تھے۔ ۱۳ ستمبر کو اس کی پوجا کا جشن منایا جاتا تھا۔ منروا اور جونو اس دیوتا کے ماتحت سمجھے جاتے تھے (برٹانیکا ص۱۹۸ ۱۹۵ جلد ۱۳) ۱۲ تقی

ہے" وہ تیرے سر کو کچلے گی[1]" اور مشاہدات باب ۱۲ کی آیت ۱ ۲ میں ہے کہ "آسمان پر ایک بڑا نشان نظر آیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک عورت ہے جو اپنے اوپر سورج اوڑھے ہوئے ہے، چاند اس کے پاؤں کے نیچے ہے اور اس کے سر پر بارہ ستاروں کا تاج تھا، وہ عورت حاملہ تھی اور درد کے مارے چلا رہی تھی، وہ بچہ کی ولادت کی خاطر زمین پر لوٹ رہی تھی" انتہی یعنی شیطان کا سر کچلوں گی اور مجھے عیسیٰ علیہ السلام کا حمل ہے۔ بیشمار مسیحی حضرات اس نیک عورت کے معتقد ہو گئے۔ اس کے معتقد اس کے اس حمل پر پھولے نہ سماتے تھے، چنانچہ اس کے لئے سونے چاندی کے برتن بنوائے گئے۔" انتہی

سبحان اللہ! حضرت مریم کو تو حمل روح القدس سے تھا اور اس عصمت قباب کو حضرت عیسیٰ سے حمل قرار پا گیا، مگر افسوس کہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس پاکیزہ حمل سے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی کہ نہیں اور پیدا ہونے کی صورت میں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس عصمت قباب کے معتقدوں کے نزدیک اس مولود مسعود کو اپنے باپ کی مانند الوہیت کا کوئی معمولی سا مرتبہ بھی حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ اور الوہیت کا مرتبہ ملنے کی صورت میں عقیدۂ تثلیث منسوخ ہو کر تربیع کا عقیدہ قائم ہو گیا یا نہیں؟ اور خدا تعالیٰ کا لقب باپ دادا کے ساتھ اس کو بھی ملا تھا یا نہیں؟

اختلاف نمبر ۲۸

خدا کی راست بازی

زبور ۱۱۹ آیت ۶۸ یوں ہے :-

"تو بھلا ہے اور بھلائی کرتا ہے، مجھے اپنے آئین سکھا[2]"

اور کتاب قضاۃ باب ۹ آیت ۲۳ اس طرح ہے :-

---

[1] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں "وہ تیرے سر کو کچلے گا" لکھا گیا ہے۔ ۱۲

[2] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "تو نیک ہے اور نیکی کرتا ہے مجھے اپنے قواعد سکھلا" ۱۲ م

"تب خدا نے ابی ملک اور سِکم کے لوگوں کے درمیان ایک بُری روح بھیجی اور اہل سکم ابی ملک سے دغابازی کرنے لگے"[1]

ملاحظہ کیا آپ نے جلالی کیسی ہے کہ خود ہی بُری رُوح کو بھیج کر دغابازی شروع کرائی۔ ان مذکورہ بالا چاروں نمونوں کو ملاحظہ کیجئے۔ خدا کی راست بازی کے کیسے کیسے مظاہر سامنے آتے ہیں۔

اختلاف نمبر ۲۹

خدا کی عہد شکنی

کتاب گنتی باب ۲۳ آیت ۱۹ یوں ہے :-

"خدا انسان نہیں کہ جھوٹ بولے اور نہ وہ آدم زاد ہے کہ اپنا ارادہ بدلے[2]۔۔۔ الخ"

بعینہٖ اس مفہوم کی کتاب سموئیل اوّل باب ۱۵ کی آیت ۲۹ اس طرح ہے :-

"اور جو اسرائیل کی قوت[3] ہے وہ نہ تو جھوٹ بولتا ہے اور نہ پچھتاتا ہے کیونکہ وہ انسان نہیں ہے کہ پچھتائے"

حالانکہ کتبِ مقدسہ میں خدا کا جھوٹ بولنا، پچھتانا اور پشیمان ہونا، بلکہ پچھتاتے پچھتاتے تھک جانا کثرت سے ثابت ہے۔ مثلاً باب ۱۴ کے مضامین کا ماحصل یہ ہے :-

"بیشک وہ اس ملک کو جس کے دینے کی قسم میں نے ان کے باپ دادا سے کھائی تھی کہ تمہیں اس میں آباد کروں گا دیکھنے بھی نہ پائیں گے۔ اس طرح تم میری

---

[1] قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں نقل کرتے ہیں "تب خدا نے ابی ملک اور سکم کے لوگوں کے درمیان روح فساد کو بھیجا اور اہل سکم نے ابی ملک سے دغابازی شروع کی" ۱۲ فہیم

[2] قدیم اردو ترجمہ میں "ارادہ بدلے" کی جگہ "پشیمان ہووے" ہے حالانکہ جدید ترجمہ میں پشیمان ہونے کی جگہ "پچھتانے" بے شمار مقامات پر آیا ہے۔ ۱۲ ن

[3] قدیم ترجمہ میں یہ جملہ یوں ہے "اور اسرائیل کا تائج جھوٹ نہیں بولتا۔۔۔ الخ" فرق واضح ہے۔ ۱۲ ن ؎

عہد شکنی کو جان لو گے۔"

ملاحظہ کیجئے کہ یہاں نہ صرف وعدہ ہی جھوٹا نکلا بلکہ قسم بھی جھوٹی نکلی اور اس پر مستزاد یہ کہ اپنی عہد شکنی کا خود ہی اقرار بھی کر لیا۔

اختلاف نمبر ۳۰

خدا کا پچھتاوا

کتاب پیدائش باب[1] ۶ آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا۔"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یہی آیت یوں ہے :-

"زیرا کہ از پیدا کردن آنہا پشیمان شدہ ام۔"

اختلاف نمبر ۳۱

خدا کا پچھتاوا

کتاب یرمیاہ باب ۱۸ کی آیت ۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور اگر وہ قوم جس کے حق میں میں نے یہ کہا اپنی برائی سے باز آئے تو میں بھی اس بدی سے جو میں نے اس پر لانے کا ارادہ کیا تھا باز آؤں گا۔"[2]

اختلاف نمبر ۳۲

خدا کا پچھتاوا

کتاب یرمیاہ باب ۲۶ کی آیت ۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"شاید وہ شنوا ہوں اور ہر ایک اپنی بری روش سے باز آئے اور میں بھی اس عذاب

---

[1] سنہ ۱۸۲۳ء اور سنہ ۱۸۴۳ء کے اردو ترجمہ میں آیت کا نمبر ۶ ہے، جدید ترجمہ میں آیت ۱ ہے۔ غالباً درمیان سے ایک آیت جدید ترجمہ میں کم کر دی گئی ہے یا آیات کی ترتیب بدل دی گئی ہے۔ ۱۲ مجیب

[2] سنہ ۱۸۴۳ء کے اردو ترجمہ میں "باز آؤں گا" کی جگہ "پچھتاؤنگا" مذکور ہے۔ ۱۲ ن

کو جوان کی بد اعمال کے باعث ان پر لانا چاہتا ہوں باز رکھوں[1] "

اختلاف نمبر ۳۳

خدا کا پچھتاوا | کتاب یرمیاہ باب ۴۲ کی آیت ۱۰ میں ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

"...... کیونکہ میں اس بدی سے جو میں نے تم سے کی ہے باز آیا[2] "

اور فارسی ترجمہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے :-

"...... زیرا کہ از زیانی کہ بشما رسانیدم پشیمان شدہ ام "

اختلاف نمبر ۳۴

خدا کا پچھتاوا | زبور نمبر ۱۰۶ آیت ۴۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور اپنی شفقت کی کثرت کے مطابق ترس کھایا[3] "

اختلاف نمبر ۳۵

خدا کا پچھتاوا | عاموس باب ۷ آیت ۶ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

"خداوند اس سے باز آیا[4] ...."

اختلاف نمبر ۳۶

خدا کا پچھتاوا | کتاب یوایل باب ۲ آیت ۱۶ اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء میں ہے :-

---

[1] ۱۸۴۳ء کے اردو ترجمہ میں "باز رکھوں" کے بجائے "پچھتاؤں" کا لفظ ہے دونوں لفظوں کے مفہوم کا فرق واضح ہے۔ ۱۲ ت [2] "باز آیا" کی جگہ قدیم ترجمہ میں "پچھتایا" مذکور ہے۔ ۱۲ ت

[3] یہ فقرہ ۱۸۴۳ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے "اور اپنی رحمتوں کی فراوانی کے مطابق پچھتایا "

[4] "باز آیا" کے بجائے قدیم ترجمہ میں "پچھتایا" ہے۔

دور کیا جائے وہ پھرے اور پچھتاوے[1]...." الخ

اختلاف نمبر ۳۷

خدا کا پچھتاوا

کتاب یرمیاہ باب ۱۵ کی آیت انگریزی ترجمہ کے مطابق یوں ہے:-

"....میں پچھتانے سے تھک گیا ہوں"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہی الفاظ یوں ہیں:-

"از بازگشت ارادہ خود درماندہ شدم"

ملاحظہ کیجئے ان نمونوں میں کس قدر "صدق" اور "نہ پچھتانا" ثابت ہو رہا ہے۔

اختلاف نمبر ۳۸

جھوٹ بولنے کا حکم

کتاب امثال باب ۱۲ آیت ۲۲ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے:-

"جھوٹے لبوں سے خدا کو نفرت ہے...." الخ

اور کتاب خروج باب ۳ کی آیت ۱۷، ۱۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے:-

"اور میں نے کہا ہے کہ میں تم کو مصر کے دکھ سے نکال کر کنعانیوں اور حتیوں اور اموریوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کے ملک میں لے چلوں گا جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے اور وہ تیری بات مانیں گے اور تو اسرائیلی بزرگوں کو ساتھ لے کر مصر کے بادشاہ کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ خداوند عبرانیوں کے خدا کی ہم سے ملاقات ہوئی۔ اب تو ہم کو تین دن منزل کی راہ بیابان میں جانے دے تاکہ ہم خداوند اپنے

---

[1] ۱۹۵۹ء کے ترجمہ میں یہ الفاظ ہیں:- "کون جانتا ہے کہ وہ باز رہے اور برکت باقی چھوڑ دے...." الخ ۱۲ن

خدا کے لئے قربانی کریں[1]۔"

اختلاف نمبر ۳۹

ہمسائے کی حق تلفی کا حکم

کتاب خروج باب ۵ آیت ۳ میں مذکورہ بالا حکم کے موافق موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قول یوں ہے :-

"تب انہوں نے کہا کہ عبرانیوں کا خدا ہم سے ملا ہے سو ہم کو اجازت دے کہ ہم تین دن کی منزل بیابان میں جا کر خداوند اپنے خدا کے لئے قربانی کریں[2]۔۔۔۔ "الخ

اور خروج باب ۱۱ کی آیت ۱ میں اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

"اور خداوند نے موسیٰ سے کہا ۔۔۔۔ "الخ

اور خروج باب ۱۱ کی آیت ۲ میں ہے :-

"سو اب تو لوگوں کے کان میں یہ بات ڈال دے کہ اُن میں سے ہر شخص اپنے پڑوسی اور ہر عورت اپنی پڑوسن سے سونے چاندی کے زیور لے[3]۔"

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے " اور میں نے کہا ہے کہ میں تمہیں مصریوں کے تکلیفوں سے کنعانیوں اور حتیوں اور اموریوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کی زمین میں جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے نکال لاؤں گا اور وے تیری آواز سنیں گے اور تو اور اسرائیلیوں کے بزرگ مصر کے بادشاہ پاس آئیو اور اوسے کہیو کہ " یہواہ عبرانیوں کے خدا نے ہم سے ملاقات کی اور اب ہم تیری منت کرتے ہیں ہم کو تین دن کی راہ بیابان میں جانے دے تاکہ ہم یہوآہ اپنے خدا کے لئے ذبح کریں " ۱۲ فہیم

[2] قدیم اردو ترجموں کی عبارت یوں ہے " عبرانیوں کے خدا نے ہم سے ملاقات کی ہے ہم کو اجازت دیجیے کہ ہم تین دن کی راہ جنگل میں جائیں "۔۔۔ الخ ۱۲ - فہیم

[3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے " سو اب تم لوگوں سے چپ چاپ کہو کہ ہر ایک اپنے مرد پڑوسی سے اور ہر ایک عورت اپنی پڑوسن سے روپے کے برتن اور سونے کے برتن عاریت لے " ۱۲ فہیم

اختلاف نمبر ۴۰

ہمسائے کی حق تلفی کا حکم | کتاب خروج باب ۱۲ آیت ۳۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۸ء میں یوں ہے :-

"اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے موافق یہ بھی کیا کہ مصریوں سے سونے چاندی کے زیور اور کپڑے مانگ لئے[1]"

ملاحظہ کیجئے ان آیات کی رُو سے خدا کا ارادہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر ملک شام لے جانے کا تھا۔ اس کے باوجود جھوٹ بولنے کی اجازت دے کر ان سے جھوٹ بلوایا۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے فرعون کے سامنے اور بنی اسرائیل کے سب مردوں اور عورتوں نے اپنے پڑوسیوں سے جھوٹ بولا اور ساتھ ہی ہمسائیگی کے اس حق کو یوں پامال کیا کہ جس کی ادائیگی کی تاکید تورات میں اس کی بعد بڑی شدت سے بیان کی گئی ہے کہ ان کا مال عاریۃً لینے کا بہانہ کر کے سب کا سب ہضم کر گئے۔

اختلاف نمبر ۴۱

جھوٹ بولنے کی اجازت | کتاب سموئیل اول باب ۱۶ کی آیت ۱ و ۲ یوں ہے کہ :-

"اور خداوند نے سموئیل سے کہا تو کب تک ساؤل کے لئے غم کھاتا رہے گا، جس حال کہ میں نے اُسے بنی اسرائیل کا بادشاہ ہونے سے رد کر دیا ہے؟ تو اپنے سینگ میں تیل بھر اور جا، میں تجھے بیت لحمی یسی[2] کے پاس بھیجتا ہوں کیونکہ میں نے

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۳۲ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے موافق کیا اور انہوں نے مصریوں سے روپے کے برتن اور سونے کے برتن اور کپڑے عاریت لئے" ۱۲ فہیم

[2] یسی، حضرت داؤد علیہ السلام کے والد کا نام ہے اور ان کے جس بیٹے کو بادشاہ بنانے کا تذکرہ یہاں کیا گیا ہے ان سے مراد بھی حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ ۱۲ تقی

اس کے بیٹوں میں سے ایک کو اپنی طرف سے بادشاہ چنا ہے "۔

سموئیل نے کہا میں کیونکر جاؤں ؟ اگر ساؤل سن لے گا تو مجھے مار ہی ڈالیگا۔

خداوند نے کہا ایک بچھیا اپنے ساتھ لے جا اور کہنا کہ میں خداوند کے لئے

قربانی کرنے آیا ہوں "۔

ملاحظہ ہو یہاں بھی خدا نے سموئیل علیہ السلام کو جھوٹ بولنے کی اجازت دی، اس لئے کہ وہ درحقیقت داؤد علیہ السلام کو بادشاہ بنانے کے لئے جارہے تھے، قربانی کرنے نہیں جارہے تھے۔

اختلاف نمبر ۴۲

نبیوں سے جھوٹ بلوایا

کتاب سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳ یوں ہے :-

"تب اس نے کہا اچھا تو خداوند کے سخن کو سن لے میں نے دیکھا کہ خداوند اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور سارا آسمانی لشکر اس کے داہنے اور بائیں کھڑا ہے اور خداوند نے فرمایا کون اخی اب کو بہکائیگا تاکہ وہ چڑھائی کرے اور راامات جلعاد میں کھیت آئے تب کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ لیکن ایک روح نکل کر خداوند کے سامنے کھڑی ہوئی اور کہا میں اسے بہکاؤں گی۔ خداوند نے اس سے پوچھا کس طرح ؟ اس نے کہا میں جا کر اس کے سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح بن جاؤں گی اس نے کہا، تو اسے بہکا دے گی ؟ اور غالب بھی ہو گی۔ روانہ ہو جا اور ایسا ہی کر۔ سو دیکھ خداوند نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح ڈالی ہے اور خداوند نے تیرے حق میں بدی کا حکم دیا ہے[1] "۔

---

[1] قدیم ترجمہ میں آیت اس طرح شروع ہوتی ہے "میکایا نے کہا۔۔" الخ جدید ترجمہ سے میکایاہ پیغمبر کا نام نکال کر "اسنے" ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ ۱۲ ن

دیکھئے ان آیات کے مطابق خدا تعالیٰ نے خود کرسی پر بیٹھ کر آسمانی لشکر کے ساتھ اپنی مخلوق کو بہکانے کا مشورہ کرتا ہے اور روحوں کو انہیں بہکانے کے لئے بھیجا کرتا ہے۔ میکایاہ پیغمبر کی شہادت کے مطابق خدا کی بھیجی ہوئی اسی روح نے ان سب نبیوں کے منہ میں پڑ کر ان سے جھوٹ بلوایا تھا۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ ان چاروں نمونوں میں یہ کیسے ثابت ہو رہا ہے :-

" جھوٹے لبوں سے خدا کو نفرت ہے ..." الخ [1]

اختلاف نمبر ۴۳

عورتوں کے اعضائے مخصوص تک ننگے کر دیئے	کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۲۶ [2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء

میں یوں ہے :-

" اور تو میری قربان گاہ کی سیڑھیوں پر مت چڑھنا تاکہ نہ ہو کہ تیری برہنگی اُس پر ظاہر ہو۔" [3]

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مردوں کی برہنگی ظاہر ہونے کو بھی بُرا سمجھتا ہے، مگر کتاب یسعیاہ باب ۳ آیت ۱۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"۱۷ اس لئے خداوند صیون کی بیٹیوں کے سر گنجے اور یہوواہ ان کے بدن

---

[1] اختلاف ۳۹ کتاب امثال باب ۱۲ آیت ۲۲ ملاحظہ کیجئے۔ ۱۲ ت

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں اس کو آیت ۲۳ لکھا ہے البتہ ۱۸۴۲ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ اور ۱۸۳۹ء کے فارسی ترجمہ میں آیت کا نمبر ۲۶ ہی ہے۔ ۱۲ تقی

[3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت یوں ہے" اور تو میری قربان گاہ پر سیڑھی سے ہرگز مت چڑھیو تاکہ تیری برہنگی اس پر ظاہر نہ ہووے" ۱۲ فہیم

بے پردہ کر دے گا[ف]۔"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں آخری جملہ یوں ہے :-

"وخداوند اندام نہانی ایشان را بے ستر خواہد کرد۔"

اور ۱۸۴۵ء کے فارسی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں :-

"و پروردگار جائے عورت ایشان را برہنہ خواہد کرد۔"

ملاحظہ کیجئے کہ یہاں پر خداوند صیہون کی لڑکیوں کے اندام نہانی کو کس طرح بے ستر کر رہے ہیں۔

ف جملہ اخیرہ ۱۸۴۳ء کے اردو ترجمہ میں اس طرح ہے "اور خداوند ان کی اندام نہانی کو اُدگھاڑ دیگا" اور تقریباً یہی الفاظ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں ہیں۔ ۱۸۴۵ء کے فارسی ترجمہ میں الفاظ کچھ مہذب استعمال کئے ہیں اور ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں تو قدیم تراجم میں مذکور تصریح کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے "ان کے بدن بے پردہ کر دیگا" کے مہذب ترین جملہ کو لایا گیا ہے۔ اس تبدیلی کا آخر کیا مطلب ہے؟ (۱۲ تجیب)

علاوہ ازیں قابل غور بات یہ ہے کہ بائبل کے مختلف زبانوں کے ترجموں میں اس آیت کی عبارت ہر ایک دوسری سے مختلف ہے۔ مثلاً عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۵ء میں ہے "یصلع السید هامة بنات صهیون ویعری الرب عورتهن (یعنی آقا صیون کی بیٹیوں کے سر گنجے کریگا اور خدا ان کے بدن بے پردہ کریگا") اس کے بالمقابل انگریزی ترجمہ (کنگ جیمس ورژن) کی جو عبارت ہے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ "خداوند کھرنڈ کی ایک سخت مرض کے ذریعے صیون کی بیٹیوں کے سر سے تاج اتار لیگا اور خداوند ان کے پوشیدہ مقامات کو برہنہ کر دیگا۔ دوسری جانب کیتھولک بائبل (ناکس ورژن) میں آیت ۱۶ ہے اور اس کی عبارت کا اردو ترجمہ یوں ہے "سنو! کہ مگر خداوند نے ان صیون کی بیٹیوں کے لئے برا انجام تیار کر لیا ہے۔ صیون کی بیٹیاں اپنی حرکتوں کو گنجے سر اور ننگی کنپٹیوں کے ساتھ جائیں گی۔"

دیکھئے ہر ترجمے کی عبارت دوسرے سے کس قدر مختلف ہے۔ ۱۲ تقی ❊

اختلاف نمبر ۴۴

عورت کو ننگا کر دیا

کتاب یسعیاہ باب ۴۷ آیت ۲ اور ۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"چکی لے اور آٹا پیس اپنا نقاب اتار اور دامن سمیٹ لے ٹانگیں ننگی کر کے ندیوں کو عبور کر۔ تیرا بدن بے پردہ کیا جائے گا بلکہ تیرا ستر بھی دیکھا جائے گا میں بدلہ لوں گا ... الخ"[1]

ملاحظہ کیجئے یہاں ٹانگیں ننگی کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اختلاف نمبر ۴۵

عورتوں کے رحم کھول دیئے

کتاب پیدائش باب ۲۹ کی آیت ۳۱ یوں ہے :-

"اور جب خداوند نے دیکھا کہ لیاہ سے نفرت کی گئی تو اس نے اس کا رحم کھولا مگر راخل بانجھ رہی"

اور کتاب پیدائش باب ۳۰ کی آیت ۲۲ یوں ہے :-

"اور خدا نے راخل کو یاد کیا اور اس کی سن کر اس کے رحم کو کھولا"

اختلاف نمبر ۴۶

عورتوں کے رحم بند کر دیئے

کتاب پیدائش باب ۲۰ کی آیت ۱۸، اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"کیونکہ خداوند نے ابرہام کی بیوی سارہ کے سبب سے ابی ملک کے خاندان

---

[1] یہ خدا کا دختر بابل کو خطاب ہے۔ ۱۲ تقی [2] ۱۸۴۴ء کے ترجمہ اردو کے الفاظ جدید ترجمہ سے کسی حد تک مختلف اور عریاں ہیں ملاحظہ ہو "چکی لے اور آٹا پیس اپنے بال کھول دے ٹانگ عریاں اور ران ننگی کر اور ندیوں میں سے پیدل جا۔ تیری برہنگی کھلے گی بلکہ تیری حیا بھی دیکھی جائے گی میں انتقام لوں گا" جدید ترجمہ سے کچھ الفاظ اڑا دیئے گئے ہیں۔ ۱۲ مجیب

کے سب رحم بند کر دئیے تھے[1]"

ان آیات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ کبھی رحموں کو بند کر دیتا ہے اور کبھی کھول دیتا ہے[2]۔ ملاحظہ کیجئے کہ مردوں کی برہنگی کھلنے سے تو نفرت کا یہ عالم مگر عورتوں کی اندام نہانی اکھاڑنے، ران ننگی کروانے، رحم کھولنے اور بند کرنے میں اس قدر شغف ہے۔ یہ تو عجیب اور نرالی حیا ہے۔

اختلاف نمبر ۷۴

کتاب یرمیاہ باب ۳۱ کی آیت ۳۴ میں ہے :-

"خداوند فرماتا ہے اس لئے کہ میں ان کی بدکرداری کو بخش دونگا اور ان کے گناہ کو یاد نہ کروں گا[3]"

اور کتاب خروج باب ۳۴ کی آیت ۷ میں ہے :-

"...... میں شریروں کو سزا بھی دونگا[4]"

اس آیت کی رو سے شریر سزا سے کبھی نہیں بچ سکتا۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے شریر تو شریر خدا تعالے تو چالیس پچاس پشت تک اس کی اولاد سے بھی اس کے گناہوں کا مواخذہ کیا کرتا ہے۔

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیت اسطرح ہے کیونکہ یہوواہ نے ابی ملک کے گھر کے سب رحموں کو ابراہیم کی جورو سارہ کیلئے بند کر دیا تھا۔"

[2] رحم کو کھولنے اور بند کرنے سے مراد اگرچہ بچہ پیدا کرنا اور بانجھ بنانا ہے اس لئے یہ اعتراض ہماری ناقص رائے میں درست نہیں۔ ۱۲ تقی

[3] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "خداوند کہتا ہے کہ میں ان کی برائی بخشوں گا اور ان کی خطا یاد نہ کروں گا"۔ ۱۲ فہیم

[4] یہ الفاظ قدیم ترجمے کے ہیں جدید ترجمہ میں اس جملہ کا یہ مفہوم ہی بدل دیا گیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں "کیونکہ میں شریر کو راست نہیں ٹھہراؤنگا" ۱۲ مجیب

اختلاف نمبر ۴۸

خدا کا عدل و انصاف کتاب یرمیاہ باب ۹ کی آیت ۲۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"میں ہی خداوند ہوں جو دنیا میں شفقت و عدل اور راستبازی کو عمل میں لاتا ہوں کیونکہ میری خوشنودی ان ہی باتوں میں ہے خداوند فرماتا ہے[۱]"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہی آیت یوں ہے :-

"منم خداوند کہ برحمت و بر عدل و بہ نیک عہدی بر روی زمین عمل می نمایم کہ از انہا خوشنودم خداوند میفرماید"

شفقت و راستبازی کی تصدیق تو مندرجہ بالا امور سے اچھی طرح واضح ہو چکی۔ اب ذرا عدل کا بیان بھی سن لیجئے۔ کتاب حزقی ایل باب ۲۱ کی آیت ۳ اور ۴ میں یوں حکم ہوتا ہے :-

"اور اس سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں اور اپنی تلوار میان میں سے نکال لوں گا اور تیرے صادقوں اور تیرے شریروں کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا۔ پس چونکہ میں تیرے درمیان سے صادقوں اور شریروں کو کاٹ ڈالوں گا اس لئے میری تلوار اپنے میان سے نکل کر جنوب سے شمال تک تمام بشر پر چلے گی[۲]"

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۲۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "میں خداوند ہوں جو رحمت اور انصاف اور صداقت زمین پر کرتا ہوں کہ یہ مجھے خوش آتی خداوند کہتا ہے" ۱۲ فہیم

[۲] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیات ان الفاظ میں نقل ہوئی ہیں "اور زمین اسرائیل سے کہہ کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تجھ پر آؤنگا اور اپنی تلوار کو میان سے نکالونگا اور صالح اور طالح کو تجھ میں سے منقطع کرونگا اس سبب سے کہ میں تیرے بیچ سے صالح اور طالح کو منقطع کرونگا اسی لئے میری تلوار اپنے میان سے جنوب سے شمال تک سارے بشر پر نکلیگی" ۱۲ فہیم

ذرا سوچنے کی بات ہے کہ شہر بھر اپنی شرارتوں کے سبب کاٹ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر صادقوں کو بھی مار ڈالنا اور تلوار کا تمام بشر پر چلنا کہاں کا عدل و انصاف ہے۔

اختلاف نمبر ۴۹

خدا کا عدل و انصاف کتاب یرمیاہ باب ۱۳ کی آیت ۱۳، ۱۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

”تب تو اُن سے کہنا خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں اس ملک کے سب باشندوں[1] کو ہاں اُن بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت پر بیٹھتے ہیں اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلیم کے سب باشندوں کو مستی سے بھر دونگا اور میں اُن کو ایک دوسرے پر یہاں تک کہ باپ کو بیٹوں پر دے ماروں گا۔ خداوند فرماتا ہے میں نہ شفقت کروں گا نہ رعایت اور نہ رحم کروں گا کہ اُن کو ہلاک نہ کروں۔“

سرزمینِ یہودیہ کے تمام باشندوں کو مستی سے بھرنا اور پھر بے رحمی سے ہلاک کر ڈالنا کہاں کا انصاف ہے؟ حالانکہ ان میں سینکڑوں نیک لوگ اور ہزاروں معصوم لڑکے بھی تھے۔

اختلاف نمبر ۵۰

خدا کا انصاف کتاب خروج باب ۱۲ کی آیت ۲۹ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

---

[1] یہ آیات اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں ان الفاظ کے ساتھ روایت ہوئی ہیں ”خداوند یوں کہتا ہے کہ اس سرزمین کے سارے باشندوں کو اور اون بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت پر بیٹھے اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلم کے سارے باشندوں کو میں متوالپن سے بھر دونگا اور میں ایک کو دوسرے پر اور بیٹے کو باپوں پر اکٹھے پٹکونگا خداوند کہتا ہے میں مہربانی نہ کرونگا اور نہ چھوڑونگا اور رحم نہ دکھاؤنگا بلکہ انہیں ہلاک کرونگا“ ۱۲ فہیم

"اور آدھی رات کو خداوند نے ملک مصر کے سب پہلوٹھوں کو جو فرعون اپنے تخت پر بیٹھا تھا اس کے پہلوٹھے سے لے کر وہ قیدی جو قید خانہ میں تھا اس کے پہلوٹھے تک بلکہ چوپایوں کے پہلوٹھوں کو بھی ہلاک کر دیا۔"[1]

سب پہلوٹھوں کو جن میں لاکھوں بے گناہ بچے اور قیدیوں کے پہلوٹھے بھی تھے ہلاک کر ڈالنا کہاں کا انصاف ہے اور بیچارے چوپایوں کے پہلوٹھوں کا کیا گناہ تھا۔

اختلاف نمبر ۱۵

کتاب حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۳ یوں ہے :-

"خداوند فرماتا ہے کیا شریر کی موت میں میری خوشی ہے اور اس میں نہیں کہ وہ اپنی روش سے باز آئے اور زندہ رہے"[2]

اور حزقی ایل باب ۳۳ آیت ۱۱ اس طرح ہے :-

"تو ان سے کہہ خداوند فرماتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم شریر کے مرنے میں مجھے کچھ خوشی نہیں بلکہ اس میں ہے کہ شریر اپنی راہ سے باز آئے اور زندہ رہے"[3] الخ

ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا یہی چاہتا ہے کہ گنہگار اور شریر لوگ اپنے گناہ اور شرارت سے باز آجائیں اور توبہ کریں۔ مگر کتاب یشوع باب ۱۱ کی آیت ۲۰ کا بیان یوں ہے :-

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء اس آیت کو یوں نقل کرتا ہے "اور یوں ہوا کہ خداوند نے آدھی رات کو مصر کی زمین میں سارے پہلوٹھے فرعون کے پہلوٹھے سے لیکے جو اپنے تخت پر بیٹھا تھا اس قیدی کے پہلوٹھے تک جو قید خانہ میں تھا چار پایوں کے پہلوٹھوں سمیت ہلاک کیا" ۱۲ فہیم [2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے "خداوند خدا کہتا ہے کہ کیا میں گنہگار کی موت چاہتا ہوں اور یہ نہیں کہ وہ اپنی راہ سے پھرے اور جیوے" ۱۲ فہیم

[3] قدیم اردو ترجموں کے مطابق یہ آیت یوں ہے "خداوند خدا فرماتا ہے کہ میری حیات کی قسم ہے کہ میں شریر کی موت نہیں چاہتا بلکہ یہ کہ شریر اپنی راہ سے پھرے اور جیئے" ۱۲ فہیم

"کیونکہ یہ خداوند ہی کی طرف سے تھا کہ وہ ان کے دلوں کو ایسا سخت کر دے کہ وہ جنگ میں اسرائیل کا مقابلہ کریں تاکہ وہ ان کو بالکل ہلاک کر ڈالے[1] ... الخ"

دیکھئے یہاں خدا تعالیٰ نے خود ہی مخالفین کے دلوں کو سخت کر کے مروا ڈالا۔

اختلاف نمبر ۲۵

نجات کی راہ

تیمتھیس کے نام پہلا خط باب ۲ آیت ۴ یوں ہے :-

"وہ چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور سچائی کی پہچان تک پہنچیں"

اور تھسلنیکیوں کے نام دوسرا خط باب ۲ کی آیت ۱۱، ۱۲ یوں ہے :-

"اسی سبب سے خدا اُن کے پاس گمراہ کرنے والی تاثیر بھیجے گا تاکہ وہ جھوٹ کو سچ جانیں اور جتنے لوگ حق کا یقین نہیں کرتے بلکہ ناراستی کو پسند کرتے ہیں وہ سب سزا پائیں[2]"

پہلی آیت بتاتی ہے کہ خدا کی مرضی یہ ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور دوسری سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ خود ہی گمراہ کرنے والی تاثیر بھیج کر جھوٹ کو سچ قرار دلوا کر سزا دیتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ خوب نجات کی راہ ہے۔

اختلاف نمبر ۲۶

مسیحؑ ۔ گناہوں کا کفارہ

امثال سلیمان باب ۲۱ کی آیت ۱۸ یوں ہے کہ :-

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "کیونکہ یہ خداوند کی طرف سے تھا کہ اون کے دل سخت ہو گئے تھے تاکہ وے اسرائیل سے قتال کریں اور وے ان کو حرم کریں" فہیم [2] قدیم اردو ترجمے ان آیات کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں "اور اس لئے خدا اون کے پاس تاثیر کرنے والی دغا بھیجے گا یہاں تک کہ وے جھوٹ کو سچ جانیں گے تاکہ وے سب جو سچائی پر ایمان نہ لائے بلکہ ناراستی سے راضی رہیں سزا پاویں" فہیم

"شریر صادق کا فدیہ ہوگا اور دغاباز راستبازوں کے بدلہ میں دیا جائیگا"[1]

اور یوحنا کا پہلا عام خط باب ۲ کی آیت ۲ اس طرح ہے :-

"اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی"[2]

اور اسی خط کے باب ۴ کی آیت ۱۰ میں یوں ہے :-

"...... اور ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا"[3]

پہلی آیت سے شریروں اور دغابازوں کا صادقوں اور راستبازوں کے بدلے میں فدیہ ہونا معلوم ہوتا ہے، مگر دوسری آیات سے حضرت مسیح علیہ السلام کا سب ناراستوں اور دغابازوں کے لئے کفارہ ہونا سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ راست باز تھے۔

فائدہ کتاب امثال کی مذکورہ عبارت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ پادری حضرات کا یہ دعویٰ کہ مسلمانوں کے مذہب کے مطابق ان کا کوئی فدیہ نہیں، قطعی غلط ہے۔ اس لئے کہ اس زمانہ میں بھی تقریباً چالیس کروڑ بت پرست اور اکیس کروڑ یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے بدلے میں فدیہ کے طور پر موجود ہیں جو مرمٹ گئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ لہٰذا اس اعتبار سے تو ایک ایک مسلمان کے بدلے میں کئی ایک فدیے موجود ہیں۔ علاوہ ازیں یوحنا کے پہلے خط کے باب ۲ کی آیت ۲ کی رو سے حضرت مسیح تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ بنے اور مسلمان جو خدا کی توحید اور مسیح کی رسالت پر صحیح معنی میں ایمان رکھتے ہیں۔ مسیح ان کے لئے یقیناً کفارہ ہوئے۔

---

[1] قدیم اردو ترجموں کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "شریر لوگ صادقوں کے بدلے اور دغاباز نیکوکاروں کے عوض فدیہ دیئے جاویں گے"۔ فہیم [2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت یوں ہے "اور وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے فقط ہمارے گناہوں کا نہیں بلکہ تمام دنیا کے"۔ فہیم [3] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "اور اپنے بیٹے کو بھیجا کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہووے"۔ ۱۲ فہیم

اختلاف نمبر ۵۴

کتاب احبار باب ۲۱ کی آیت ۷ یوں ہے :-	فاحشہ بدکار عورت سے تعلق رکھنے کا حکم

"وہ کسی فاحشہ یا ناپاک عورت سے بیاہ نہ کریں اور نہ اس عورت سے بیاہ کریں جسے اس کے شوہر نے طلاق دی ہو ......" الخ[1]

اور کتاب ہوسیع باب ۱ کی آیت ۲ مطبوعہ ۱۹۵۹ء اس طرح ہے :-

"جب خداوند نے شروع میں ہوسیع کی معرفت کلام کیا تو اس کو فرمایا کہ جا ایک بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد اپنے لئے لے کیونکہ ملک نے خداوند کو چھوڑ کر بڑی بدکاری کی ہے"[2]

اور کتاب ہوسیع باب ۳ کی آیت ۱ یوں ہے :-

"خداوند نے مجھے فرمایا جا اس عورت سے جو اپنے یار کی پیاری اور بدکار ہے محبت رکھ ..." الخ[3]

ملاحظہ ہو یہاں خدا نے خود ہوسیع علیہ السلام کو فرمایا کہ فاحشہ عورت کو اس کی ناجائز اولاد سمیت اپنے لئے لے اور کسی دوسرے کی پیاری اور بدکار عورت سے محبت رکھ۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ پادری حضرات ایسی روایتوں کو ذرا برابر بھی خدا

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کو یوں روایت کیا گیا ہے "وے اوس رنڈی کو جو فاحشہ یا بے حرمت ہے جورو نہ کریں اور نہ اوس رنڈی کو جسے اس کے شوہر نے طلاق دی ہو" فہیم

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے "خداوند نے ہوسیع کو فرمایا کہ جا اور ایک زنا کار عورت اور زنا کے لڑکے اپنے لئے لے کیونکہ یہ زمین خداوند سے پھر کے بڑے زنا کرتی ہے" فہیم

[3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے "خداوند نے مجھے فرمایا کہ پھر جا اور ایک عورت سے جو زوج کی پیاری زوجہ ہے اور زنا کرتی ہے محبت کر" ۱۲ فہیم

کی قدوسیت کے منافی نہیں سمجھتے۔ مگر اسلام کی معمولی معمولی باتوں کو اپنے زعم میں خدا کی قدوسیت کے منافی قرار دیتے ہیں۔

اختلاف نمبر ۵۵

زبردستی زنا کرنے والوں کا غلبہ	کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۱۴ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"تو زنا نہ کرنا[1]۔۔۔"

یہاں پر زنا کو حرام فرمایا ہے اور زکریاہ باب ۱۴ کی آیت ۲ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"کیونکہ میں سب قوموں کو فراہم کروں گا کہ یروشلیم سے جنگ کریں اور شہر لے لیا جائیگا اور گھر لوٹے جائیں گے اور عورتیں بے حرمت کی جائیں گی[2]۔۔۔" الخ

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں آخری جملہ یوں ہے :-

"و با زنان بزور خواہند خپسید"

یعنی ایسے لوگوں کو غالب کرنے کی خود خبر دے رہے ہیں جو بنی اسرائیل کی عورتوں کے ساتھ زبردستی زنا کریں۔

---

[1] اعجاز عیسوی کے اصل نسخہ کے مطابق ۱۸۲۳ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں آیت ۱۳ کے الفاظ یہ ہیں "تو خون مت کر تو زنا مت کر" الخ مگر ۱۹۵۹ء کے ترجمہ میں اس جملہ کو دو آیتوں میں الگ الگ کردیا گیا ہے۔ آیت ۱۳ کے الفاظ ہیں "تو خون نہ کرنا" اور "تو زنا نہ کرنا" آیت ۱۴ ہے۔ ۱۲ نجیب۔

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے "اور میں ساری قوموں کو یروشلم پر لڑائی کے لئے ٹوڑوں گا اور شہر چھینا جاتے گا اور گھر لوٹے جائیں گے" ۱۲ نعیم

اختلاف نمبر ۵۶

کتاب حبقوق باب ۱ آیت ۱۳ میں حق تعالےٰ کو خطاب اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"تیری آنکھیں ایسی پاک ہیں کہ تو بدی کو دیکھ نہیں سکتا اور کج رفتاری پر نگاہ نہیں کر سکتا [۱] ... الخ

پاک ہونے اور بدی اور کجروی کو دیکھ نہ سکنے ہی کا اقتضاء ہے کہ یسعیا علیہ السلام کی معرفت باب ۴۵ کی آیت ۶، ۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں فرماتا ہے :-

"...... میں ہی خداوند ہوں میرے سوا کوئی دوسرا نہیں، میں ہی روشنی کا موجد اور تاریکی کا خالق ہوں۔ میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا ہوں [۲] "

اور کتاب میکاہ باب ۱ آیت ۱۲ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں میکاہ علیہ السلام یوں فرماتے ہیں :-

"اما ہر بدی بدروازہ اورشلیم از خداوند نازل شد "

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت اس طرح ہے "آنکھیں تیری پاک ہیں کہ تو بدی کو دیکھ نہیں سکتا اور تو خراب پر نظر کر نہیں سکتا ہے " ۱۲ فہیم

[۲] سنہ ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں اس عبارت کا ابتدائی حصہ آیت ۶ اور دوسرا آیت ۷ کا ہے مگر اعجاز عیسوی کے اصل نسخہ کے مطابق یہ آیت ۷ کی مکمل عبارت ہے۔ جدید ایڈیشن میں تغیر ہوگیا ہے یا قدیم نسخہ میں درست نہ تھا واللہ اعلم۔ نیز قدیم نسخہ میں آخری جملہ یوں ہے " اور شر پیدا کرتا ہوں "

علاوہ ازیں اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸۲۳ء میں یہ پوری عبارت ان الفاظ میں ہے :-

" میں یہوواہ ہوں میرے سوا کوئی نہیں میں روشنی بناتا ہوں اور تاریکی پیدا کرتا ہوں اور سلامتی بناتا ہوں اور شر پیدا کرتا ہوں "

اور یہی آیت ۱۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں یوں ہے :-

"فان الشر نزل من قبل الرب الی باب اورشلیم"

یعنی کیونکہ خداوند کی طرف سے بلا نازل ہوئی جو یروشلیم کے پھاٹک تک پہنچی"

اور اس سب کے باوجود زبور ۳۳ کی آیت ۵ یوں ہے :-

"وہ صداقت اور انصاف کو پسند کرتا ہے، زمین خداوند کی شفقت سے معمور ہے[1] :"

یسعیاہ اور میکاہ علیہما السلام کی کتابوں کی مذکورہ بالا عبارت سے بعض پادریوں کا یہ کہنا کہ مسیحی مذہب کی رو سے خدا شر کا خالق نہیں ہے[2] اور اسی کو اپنا عقیدہ بتلاتے ہیں بالکل غلط قرار پاتا ہے۔

اختلاف نمبر ۵

زبور ۳۴ آیت ۱۵ یوں ہے :-

"خداوند کی نگاہ صادقوں پر ہے اور اسکے کان ان کی فریاد پر لگے رہتے ہیں"

اور زبور ۳۴ کی آیت ۱۷، ۱۸ یوں ہے :-

"صادق چلائے اور خداوند نے سنا اور ان کو ان کے سب دکھوں سے چھڑایا[3] خداوند شکستہ دلوں کے نزدیک ہے ....." الخ

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "وہ صداقت اور عدالت کو دوست رکھتا ہے، زمین اوسکی رحمت سے معمور ہے" ۱۲ نعیم [2] "خدا صرف خیر کا خالق ہے شر کا خالق نہیں ہے"۔ اہل اسلام میں سے معتزلہ وغیرہ باطل فرقوں نے بھی اس عقیدہ کو اپنایا ہے جس کا تذکرہ عقائد و کلام کی کتب میں تفصیل سے مذکور ہے۔ ۱۲ نجیب [3] قدیم ترجمہ میں لفظ "چلائے" "سنا" اور "چھڑایا" کی بجائے "چلاتے ہیں" "سنتا ہے" اور "چھڑاتا ہے" استعمال ہوا ہے۔ ۱۲ نجیب

اور زبور ۱۰ کی آیت ایوں ہے :-

"اے خداوند! تو کیوں دور کھڑا رہتا ہے؟ مصیبت کے وقت تو کیوں چھپ جاتا ہے[1]"

اور زبور ۲۲ آیت ۱، ۲ یوں ہے :-

"اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ تو میری مدد اور میرے نالہ و فریاد سے کیوں دور رہتا ہے؟ اے میرے خدا! میں دن کو پکارتا ہوں پر تو جواب نہیں دیتا اور رات کو بھی اور خاموش نہیں ہوتا[2]"

العیاذ باللہ شاید داؤد علیہ السلام صادقوں میں سے نہیں تھے۔

اختلاف نمبر ۵

ایوب کا کمال

کتاب یرمیاہ باب ۲۹ کی آیت ۱۳ میں خدا کا فرمان یوں ہے :-

"اور تم مجھے ڈھونڈو گے اور پاؤ گے جب پورے دل سے میرے طالب ہو گے[3]"

اور کتاب ایوب باب اول آیت ۸ اور باب ۲ کی آیت ۳ میں ایوب علیہ السلام کی شان یوں بیان کی ہے :-

"زمین پر اس کی طرح کامل اور راستباز آدمی جو خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "اے خداوند! تو کیوں ہم سے دور کھڑا رہتا ہے دکھوں کے وقت تو کیوں آپ کو ہم سے چھپاتا ہے" ۱۲ فہیم

[2] قدیم اردو ترجمے ان آیات کو یوں نقل کرتے ہیں "الٰہی الٰہی تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تو میری نجات سے اور میری کراہنے کی باتوں سے کیوں دور ہوا اے میرے خدا میں دن کو دعا مانگتا ہوں پر تو نہیں سنتا اور رات کو مجھ کو کچھ قرار نہیں" فہیم [3] قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں نقل کرتے ہیں "جب اپنے سارے دل سے مجھے ڈھونڈو گے تو پاؤ گے" فہیم

رہتا ہو کوئی نہیں[1] "

یہی ایوب علیہ السلام کتاب ایوب باب ۲۳ کی آیت ۳ میں یوں فرماتے ہیں :-

"کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ مجھے کہاں مل سکتا ہے تاکہ میں عین اس کی مسند تک پہنچ جاتا[2] "

اس آیت کے مطابق ایسا راستباز اور بے نظیر کامل ہے کہ اس کو اتنا علم بھی نصیب نہ ہو سکا کہ خدا کس طرح پائے، جبکہ عملاً پا لینا تو بہت دور کی بات ہے۔

اختلاف نمبر ۵۹

بُت بنانے کا حکم | کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۴ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا، نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے[3] "

مگر اس کے برعکس خروج باب ۲۵ آیت ۱۸ میں یوں فرماتا ہے :-

"اور سونے کے دو کروبی سرپوش کے دونوں سروں پر گھڑ کر بنانا[4] "

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کی روایت اس طرح ہے "زمین پر اوس سا کوئی شخص نہیں ہے کہ وہ کامل اور صادق ہے اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہے ۔ فہیم

[2] قدیم اردو ترجمے اس آیت کی عبارت یوں لائے ہیں " کاش کہ میں جانتا ہیں اوسے کہاں پاؤں تو اوس کے مسند تک جاتا " ۱۲ فہیم

[3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء اس آیت کو یوں لایا ہے " اور اپنے لئے تراش کی مورتیں اور کسی چیز کی صورتیں جو آسمان کے اوپر یا پانی میں زمین کے تلے ہے مت بنائیو " فہیم

[4] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں بھی یہ آیت اس طرح ہے " اور تو سونے کی گھڑ کر دو کروبی اوس کفارہ کے دونوں طرفوں میں بنائیو " فہیم (اس آیت میں دراصل صندوق شہادت بنانے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اختلاف نمبر ۶۰

شیطان قید بھی ہے آزاد بھی | یہوداہ کا عام خط آیت ۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"اور جن فرشتوں نے اپنی حکومت کو قائم نہ رکھا بلکہ اپنے خاص مقام کو چھوڑ دیا اُن کو اس نے دائمی قید میں تاریکی کے اندر روزِ عظیم کی عدالت تک[1] رکھا ۔"

اس آیت کی رُو سے معلوم ہوا کہ خدا نے شیطانوں کو قید کر رکھا ہے اور وہ قیامت کے دن تک قید ہی رہیں گے ۔ مگر کتاب ایوب باب اول کی آیت ۶ میں یوں ہے :-

"اور ایک دن خدا کے بیٹے آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں اور اُن کے درمیان شیطان بھی آیا[2] ۔"

یہی مضمون کتاب ایوب باب ۲ کی آیات ۱ ، ۲ ، ۷ میں بھی ہے ۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان آزاد ہے اور خدا کے حضور حاضری بھی دیتا ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سے آگے) کا طریقہ بتلایا جا رہا ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ صندوق کے دونوں سِروں پر دو فرشتوں کی صورتیں بنا نا ۔ پہلی آیت میں صورت بنانے کو قطعی ناجائز کہا گیا تھا اس میں باقاعدہ حکم دیا جا رہا ہے ۔ ۱۲ تقی

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے "اور اون فرشتوں کو جنہوں نے اپنی پہلی حالت کو نگاہ نہ رکھا بلکہ اپنے خاص مقام کو چھوڑ دیا اوس نے سدا کی زنجیروں میں تاریکی کے اندر روزِ عظیم کی عدالت تک نگاہ میں رکھا ۔" فہیم

[2] قدیم اردو ترجمے میں اس آیت کو یوں روایت کرتے ہیں :-

"اور ایک دن ایسا ہوا کہ نبی اللہ خداوند کے آگے حاضر ہونے کو آئے اور شیطان بھی اون کے بیچ آیا ۔" ۱۲ فہیم

اختلاف نمبر ۶۱

خدا کی نظر میں ایک دن ہزار برس کا

زبور ۹۰ کی آیت ۴ یوں ہے :-

"کیونکہ تیری نظر میں ہزار برس ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گزر گیا اور جیسے رات کا ایک پہر[1]"

اور پطرس کا دوسرا عام خط باب ۳ آیت ۸ اس طرح سے ہے :-

"اے عزیزو! یہ خاص بات تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر اور ہزار برس ایک دن کے برابر"

اس حقیقت کے باوجود خدا تعالیٰ نے قوس قزح کو اس لئے بنایا تاکہ اسے دیکھ کر وہ اپنے عہد کو یاد کرے۔ جس کا ذکر کتاب پیدائش باب ۹ کی آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں اس طرح سے ہے :-

"اور کمان بادل میں ہوگی اور میں اس پر نگاہ کروں گا تاکہ اس ابدی[2] عہد کو یاد کروں جو خدا کے اور زمین کے سب طرح کے جاندار کے درمیان ہے[3]"

اختلاف نمبر ۶۲

خدا کو دیکھا

کتاب خروج باب ۳۳ کی آیت ۲۰ میں خدا تعالیٰ کا یوں قول ہے :-

"..... انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے[4] گا"

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ کے ساتھ ہے "ہزار برس تیرے آگے ایسے ہیں جیسا کل کا دن جو گذر گیا اور جیسے ایک پہر رات" ۱۲ فہیم [2] کتاب پیدائش میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد سے یہ عہد کیا تھا کہ جیسا طوفان تمہارے زمانے میں آگیا ویسا آئندہ کبھی نہ آئے گا، اس عہد کی نشانی یہ مقرر کی کہ آسمان پہ بادل کے اندر قوس قزح (دھنک) ظاہر ہوگی اور یہ اس عہد کے تازہ رہنے کی علامت ہوگی۔ ۱۲ تقی [3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے "سو کمان بدلی میں ہوگی اور میں اسے دیکھ کے اس وثیقے کو جو خدا اور زمین کے ہر جاندار کے درمیان ہے یاد کرونگا" [4] قدیم ترجموں میں یہ الفاظ اس طرح ہیں "ایسا کوئی نہیں کہ جو مجھے دیکھے اور جیتا رہے" ۱۲ فہیم ؎

اور کتاب پیدائش باب ۳۲ کی آیت ۳۰ یعقوب علیہ السلام کا قول ۱۹۵۹ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

"...... میں نے خدا کو رو برو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی"۔[1]

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء اور ۱۸۴۵ء کے الفاظ ہیں :-

"خدا را رو برو دیدم" الخ

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے :-

"رأیت الله وجها بوجه وتخلصت نفسی" ـــ یعنی میں نے اللہ کو آمنے سامنے دیکھا اور میری جان بچی رہی۔

اختلاف نمبر ۶۲

خدا کو دیکھا

یوحنا کا پہلا عام خط باب ۴ کی آیت ۱۲ میں یوں ہے :-

"خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا ..." الخ

اور تمیتھیس کے نام پہلا خط باب ۶ کی آیت ۱۶ میں یوں ہے :-

"اسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے"۔

حالانکہ موسیٰ، ہارون، ابیہو اور ستر اسرائیلی بزرگوں نے نہ صرف خدا کو دیکھا بلکہ اس کے ساتھ کھایا پیا بھی ہے۔ جیسا کہ کتاب خروج باب ۲۴ آیت ۹، ۱۰، ۱۱ میں اس کی یوں تصریح موجود ہے :-

"تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ابیہو اور بنی اسرائیل کے ستر بزرگ اوپر گئے اور انہوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا اور اس کے پاؤں کے نیچے نیلم کے پتھر کا چبوترا سا تھا جو آسمان کی مانند شفاف تھا اور اس نے بنی اسرائیل کے شرفا پر اپنا ہاتھ نہ بڑھایا، سو انہوں نے خدا کو دیکھا

---

[1] ۱۸۲۳ء اور ۱۸۴۳ء کے اردو تراجم میں بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں۔ ۱۲

اور کھایا اور پیا[1]"

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء آیت ۱۰، ۱۱ یوں ہے :-

"و خدائے اسرائیل را مشاہدہ کردند و در زیر پاہائش مثل کار سنگ بست از یاقوت کبود کہ از صفا چون خود آسمان بابودہ و بر عظمائے بنی اسرائیل دست نگذاشت و خدا را مشاہدہ کردند و خوردند و ہم نوشیدند"

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کی آیت ۱۰، ۱۱ کے الفاظ یوں ہیں :-

"و نظروا إلى إلٰه اسرائيل وتحت رجليه مثل عمل الحجر السماء نجوقي وكمثل لون السماء ونور ظاهر فلم يبسط يده على شيوخ بني اسرائيل وابصروا الله واكلوا وشربوا"

آیت ۱۱ کے آخری جملہ سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ انہوں نے خدا کو کھایا اور پیا۔ مگر یہ ممکن ہے کہ اس کا وہی مطلب مراد ہو جو ملحدین[2] نے سمجھا ہے کہ خدا کے ساتھ کھایا اور پیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں بنی اسرائیل کے خدا کی صورت بعینہٖ آسمانی رنگ کی کہنا اس کو اوتار کی صورت ثابت کرنا ہے۔ اس کے برعکس حزقی ایل باب اول کی آیت ۲۷ میں

---

[1] اردو ترجمے مطبوعہ ۱۸۲۳ء و ۱۸۴۲ء ان آیات کو یوں نقل کرتے ہیں "تب موسیٰ اور ہارون اور ناداب اور ابیہو اور ستر اکابر اسرائیل اوپر گئے اور انہوں نے اسرائیلیوں کے خدا کو دیکھا اور اس کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی گچ کاری اور اس کی شفافی برم آسمان کی مانند تھی اور بنی اسرائیل کے امیروں پر اس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا انہوں نے خدا کو بھی دیکھا اور کھایا اور پیا" ۱۲ ۔ تقیم

[2] موجودہ عیسائی مذہب اور بائبل کی تحریفات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے والے حقیقی عیسائیوں کو موجودہ مسیحی مذہب کے پادریوں نے "ملحدین" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مذکورہ بالا "اختلافات" انہی ملحدین کی طرف سے موجودہ بائبل کے الہامی کتاب ہونے کو چیلنج کرتے ہوئے اٹھائے گئے ہیں جن کو ہم نے یہاں نقل کر دیا۔ ۱۲ ۔ ت

حضرت حزقی ایل کہ ربانی بلکہ آتشیں لکھتے ہیں۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں ان کا فرمان اس طرح ہے :-

"اور میں نے اس کی کمر سے لے کر اوپر تک صیقل کئے ہوئے پیتل کا سا رنگ اور شعلہ[1] سا جلوہ اس کے درمیان اور گرداگرد دیکھا اور اس کی کمر سے لیکر نیچے تک میں نے شعلہ کی سی تجلی دیکھی اور اس کی چاروں طرف جگمگاہٹ[2] تھی۔"

اور حضرت یوحنا مشاہدات باب ۴ آیت ۳ میں خدا کا رنگ "ابلق" بیان کرتے ہیں ان کا فرمان ہے :-

"وہ دیکھنے میں سنگ یشم اور عقیق سا[3] تھا الخ"

اختلاف نمبر ۶۳

خدا کی آواز

انجیل یوحنا باب ۵ آیت ۳۷ میں جناب مسیح علیہ السلام کا یہودیوں کو خطاب یوں نقل کیا گیا ہے :-

"تم نے کبھی اُن کی آواز نہیں سُنی اور اُن کی صورت نہیں دیکھی۔"

اس کی صورت دیکھنے کا حال تو گذشتہ سطور میں لکھا جا چکا ہے اب آواز سننے کا بھی حال سُن لیجئے۔ چنانچہ کتاب استثناء باب ۵ کی آیت ۲۴[4] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

---

[1] قدیم ترجمہ میں "شعلہ سا جلوہ" کو "آگ" کے لفظ سے لکھا ہے۔ ۱۲ ن

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے "اور جو قالب دیکھنے میں آیا سو کہربا کیسا بلکہ آگ کا سا بستیر وار اور گرداگرد تھا اور اوس قالب کی کمر سے اوپر تک اور اوس قالب کی کمر سے نیچے تک سارا اندام آگ کا سا میرے دیکھنے میں آیا اور جلال جو گرد چمکتا تھا۔" ۱۲ فہیم

[3] بحوالہ اعجاز عیسوی" ص ۲۰۔ جدید بائبل میں مشاہدات" کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ ۱۲ ن

[4] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں قدیم اردو ترجموں کے برخلاف قدیم فارسی اور عربی ترجموں کی مطابقت میں آیت ۲۴ ہی شمار کیا گیا ہے۔ ۱۲ ن

"اور تم کہنے لگے کہ خداوند ہمارے خدا نے اپنی شوکت اور عظمت کو دکھائی اور ہم نے اُس کی آواز آگ میں سے آتی سُنی۔ آج ہم نے دیکھ لیا کہ خداوند انسان سے باتیں کرتا ہے تو بھی انسان زندہ رہتا ہے"[1]

اور یہ جملہ کہ "اور ہم نے اس کی آواز آگ میں سے" الخ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء اور ۱۸۴۵ء میں اس طرح ہے "و آوزش را از میان آتش شنیدہ ایم" اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یہ الفاظ ہیں "وسمعنا صوتہ من وسط النار" الخ اس قول کے مطابق بنی اسرائیل نے خدا کی آواز سنی تھی۔

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے، قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کا عدد ۲۱ لکھا گیا ہے جبکہ فارسی اور عربی ترجموں میں یہ ۲۴ آیت شمار کی گئی ہے۔

اختلاف نمبر ۶۵

خدا کے اعضاء

انجیل یوحنا باب ۴ آیت ۲۴ میں ہے :-

"خدا روح ہے"

اور کرنتھیوں کے نام دوسرا خط باب ۳ کی آیت ۱۷ میں ہے :-

"اور وہ خداوند روح ہے"

انجیل لوقا باب ۲۴ کی آیت ۳۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں مسیح علیہ السلام کا قول یوں آیا ہے :-

"...... روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی"[2]

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۲۳ء کی طبع میں اس آیت کا نمبر شمار ۲۱ ہے اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں "اور تم نے کہا کہ دیکھ خداوند ہمارے خدا نے اپنی شوکت اور اپنی عظمت ہم کو دکھائی اور ہم نے آگ میں سے اوسکی آواز سنی ہم نے آج کے دن دیکھا کہ خداوند انسان سے باتیں کرے اور آدمی جیتا بچے"۔ فہیم

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے "روح کو جسم اور ہڈی نہیں" ۱۲ فہیم

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے الفاظ میں "روح جسم و استخوان ندارد" اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء کے لفظ ہیں "ان الروح لیس له لحم و عظم"

انجیل یوحنا اور لوقا کی عبارت کو یکجا کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا روح بے جسم، گوشت اور ہڈی سے مجرد ہے۔

مگر عہد عتیق کی کتابوں میں خدا کے لئے سر، بال، کان، آنکھ، ناک، منہ، لب، زبان، چہرہ، ہاتھ، بازو، ہتھیلی، انگلیاں، دل، انتڑیاں، پشت، شرمگاہ، خون اور جان سب چیزوں کو ثابت کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے زبور، کتاب یسعیاہ، یرمیاہ اور زکریا کو غور سے ملاحظہ کریں جہاں ہمارے اس دعوے کی تصدیق کے لئے بکثرت شواہد مل جائیں گے۔

یہاں ہم بطور نمونہ چند مثالیں پیش کرتے ہیں :-

سر | کتاب یسعیاہ باب ۵۹ کی آیت ۱۷ میں ہے :-

"ہاں اس نے راستبازی کا بکتر پہنا اور نجات کا خود اپنے سر پر رکھا ...[1]" الخ

اس آیت میں خدا کے لئے سر کی تصریح موجود ہے۔

بال | کتاب دانی ایل باب ۷ کی آیت ۹ یوں ہے :-

"میرے دیکھتے ہوئے تخت لگائے گئے اور قدیم الایام بیٹھ گیا اس کا لباس برف سا سفید تھا اور اس کے سر کے بال خالص اون کی مانند[2] تھے" الخ

اس آیت میں سر اور بالوں کی تصریح موجود ہے :-

آنکھ اور کان | زبور ۳۴ آیت ۱۵ قدیم نسخہ میں یوں ہے :-

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے "اور اوس نے صداقت کو جوشن کی مانند پہنا اور نجات کا خود اپنے سر پر رکھا" ۱۲ فہیم [2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "میں یہاں تک دیکھتا رہا کہ کرسیاں رکھی گئیں اور قدیم الایام بیٹھ گیا اوس کا پیراہن برف سا سفید تھا اور اوسکے سر کا بال چوکھے اون کی مانند" ۱۲ فہیم

"خداوند کی آنکھیں[1] صادقوں پر ہیں اور اوسکے کان اونکی فریاد پر ہیں"

اس میں خدا کی آنکھ اور کان کی تصریح ہے۔ اسی طرح کتاب یرمیاہ باب ۱۴ کی آیت ۱۷ اور باب ۳۲ کی آیت ۱۹، کتاب ایوب باب ۳۴ کی آیت ۲۱ اور کتاب امثال باب ۵ کی آیت ۲۱ اور باب ۱۵ کی آیت ۳ میں بھی خدا کے لئے آنکھ کے ہونے کی صراحت موجود ہے۔

ناک | کتاب یسعیاہ باب ۶۵ کی آیت ۵ میں یوں ہے :-

"...... یہ میری ناک میں دھوئیں کی مانند اور دن بھر جلنے والی آگ کی طرح ہیں[2]"

اس میں ناک موجود ہونے کی صراحت ہے۔

منہ | کتاب یسعیاہ باب ۵۵ کی آیت ۱۱ میں ہے :-

"اسی طرح میرا کلام جو میرے منہ سے نکلتا ہے ہوگا"

اس میں منہ کی تصریح موجود ہے اور ایسے ہی کتاب تواریخ اول باب ۱۶ آیت ۱۲ میں بھی ہے :-

لب اور زبان | کتاب یسعیاہ باب ۳۰ آیت ۲۷ میں ہے :-

"...... اسکے لب قہر آلودہ اور اسکی زبان بھسم کرنیوالی آگ کی مانند ہے[3]"

اس آیت میں لب اور زبان کی تصریح موجود ہے۔

چہرہ، ہاتھ اور بازو | زبور ۴۴ آیت ۳ میں خدا تعالیٰ کو خطاب کرتے ہوئے یوں کہا گیا ہے :-

"...... تیرے داہنے ہاتھ اور تیرے بازو اور تیرے چہرے کے نور نے انکو فتح بخشی"

اس میں خدا کے ہاتھ، چہرے اور بازو کی تصریح موجود ہے۔ اسی طرح کتاب خروج باب ۱۵ کی

---

[1] جدید اردو ترجمہ میں "خداوند کی آنکھیں الخ" کے بجائے "خداوند کی نگاہ الخ" کے الفاظ ہیں۔ مفہوم میں دونوں جملے برابر ہیں مگر تصریح میں قدیم ترجمہ صحیح ہے دوسرا نہیں۔ ۱۲ مجیب [2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح نقل ہوئی ہے "یہ ایسے ہیں جیسے دھواں میری ناک کے لئے" فہیم [3] قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں نقل کرتے ہیں "اور اوسکے لب قہر آلودہ اور اوسکی زبان آتش سوزاں ہے" ۱۲ فہیم

آیت ۶، ۱۲، اور ۱۶، کتاب خروج باب ۳ کی آیت ۶، کتاب استثناء باب ۱۱ آیت ۲ اور کتاب استثناء باب ۲۶ کی آیت ۸ میں بھی خدا کے ہاتھ اور بازو کی تصریح کی گئی ہے۔

ہتھیلی، پیچھا اور چہرہ کتاب خروج باب ۳۳ کی آیت ۲۲، ۲۳ میں یوں ہے:-

"اور جب تک میرا جلال گزرتا رہے گا میں تجھے اس چٹان کے سوراخ اور جب تک میں نکل نہ جاؤں تجھے اپنے ہاتھ سے ڈھانکے رہوں گا، اس کے بعد میں اپنا ہاتھ اٹھالوں گا اور تو میرا پیچھا دیکھے گا لیکن میرا چہرہ دکھائی نہ دے گا[1]"

اس میں ہتھیلی، پیچھا اور چہرہ کی تصریح موجود ہے۔

انگلی کتاب خروج باب ۳۱ آیت ۱۸ میں ہے:-

"وہ سنگین لوحیں خدا کی انگلی سے لکھی ہوئی تھیں[2]"

اس میں انگلی کی تصریح ہے۔

انتڑیاں اور دل کتاب یرمیاہ باب ۴ کی آیت ۱۹ میں ہے۔

"میری انتڑیاں[3] میری انتڑیاں، میرے دل کے پردے دردمند ہیں، میرا دل جوش میں ہے" الخ۔

اس میں انتڑیوں اور دل کے موجود ہونے کی تصریح ہے اسی طرح کتاب یسعیاہ باب ۱۶ کی آیت ۵ اور باب ۶۳ کی آیت ۱۱ میں دل کے وجود کی تصریح موجود ہے۔

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیات اس طرح نقل ہوئی ہیں اور یوں ہوگا کہ جب میرا جلال گزر ہوگا تو میں تجھے اس چٹان کے سوراخ میں رکھونگا اور جب تک نہ گزروں تجھے اپنی ہتھیلی سے ڈھانپونگا اور پھر اپنی ہتھیلی اٹھالونگا اور تو میرا پیچھا دیکھیگا لیکن میرا چہرہ ہرگز دکھائی نہ دیگا"۔۱۲ تقیم [2] یہ الفاظ قدیم اردو ترجمے کے بحوالہ "اعجاز عیسوی" اصل نسخے سے نقل کئے گئے ہیں جدید اردو ترجمے کے الفاظ یہ ہیں "وہ لوحیں پتھر کی اور خدا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں"۔۱۲ ت [3] جدید اردو ترجمہ میں انتڑیوں کی تصریح موجود نہیں ہے، "اعجاز عیسوی" میں یونہی نقل کیا ہے، جدید نسخے کے الفاظ یوں ہیں (باب ۴ آیت ۱۹) "ہائے میرا دل! میرے پردۂ دل میں درد ہے، میرا دل بیتاب ہے الخ"۔۱۲ ت

کمر | کتاب یسعیاہ باب ۲۱ کی آیت ۳ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان یوں ہے :-

"تو میری کمر میں سخت درد ہے[1] الخ"

اسی طرح کتاب حزقی ایل باب آیت ۲۷ میں خدا کی کمر کی تصریح کی گئی ہے۔

شرمگاہ | زبور ۲ آیت ۷ میں داؤد علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ کا فرمان یوں منقول ہے :-

"آج تو مجھ سے پیدا ہوا[2]"

اس جملہ کو تسلیم کرنے سے خدا کے لئے شرمگاہ کا ہونا لازمی طور پر سمجھ میں آتا ہے۔

پاؤں | حزقی ایل باب ۴۳ آیت ۷ میں خدا تعالیٰ کا فرمان یوں ہے :-

"... یہ میری تخت گاہ اور میرے پاؤں کی کرسی ہے" الخ

اس میں پاؤں کی تصریح موجود ہے۔

جی | کتاب یسعیاہ باب کی آیت ۱۴ میں خدا کا فرمان ہے :-

"میرا جی تمہارے نئے چاندوں سے اور تمہاری عیدوں سے بیزار ہے" الخ

خون | اعمال باب ۲۰ کی آیت ۲۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"خدا کی کلیسا کی گلہ بانی کرو جسے اس نے خاص اپنے خون سے مول لیا[3]"

خدا کا جسم اور اعضاء ہونا تو ایک طرف رہا، کتب مقدسہ سے تو کہیں اس کا باغبان، معمار اور کمہار اور خیاط ہونا ثابت ہوتا ہے اور کہیں سنگتراش، جراح، حجام، دایا اور قصائی ہونا اور کہیں کسان، سوداگر، معلم، ماہی گیر اور جلاد ہونا۔ بطور نمونہ اس کی کچھ مثالیں پیش ہیں :-

باغبانی | کتاب پیدائش باب ۲ کی آیت ۸ میں ہے :-

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں "سخت درد" کے الفاظ کے بجائے "جیٖں" کا لفظ ہے۔ ۱۲ فہیم [2] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "میں نے تجھے آج جنا"۔ ۱۲ فہیم [3] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "خدا کی مجلس کو جسے اوس نے اپنے ہی لہو سے مول لیا چراؤ"۔ فہیم

"اور خداوند نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا" الخ[1]

اسی طرح کتاب یسعیاہ باب ۴۱ کی آیت ۱۹ سے خدا کے لئے باغبانی ثابت ہوتی ہے۔

معمار | کتاب سموئیل اول باب ۲ کی آیت ۳۵ میں یوں ہے :-

"... اور میں اس کے لئے ایک پائیدار[2] گھر بناؤں گا الخ"

اسی طرح کتاب سموئیل دوم باب ۷ کی آیت ۱۱، ۲۷، کتاب سلاطین اول باب ۱۱ کی آیت ۳۸ اور زبور ۱۲۷ کی پہلی آیت سے بھی خدا کے لئے معماری ثابت ہو رہی ہے۔

کمہار | کتاب یسعیاہ باب ۶۴ کی آیت ۸ یوں ہے :-

"تو بھی اے خداوند! تو ہمارا باپ ہے، ہم مٹی ہیں اور تو ہمارا کمہار ہے الخ"

سنگتراش | کتاب خروج باب ۳۲ کی آیت ۱۶ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۹۵ء[3] میں یوں ہے :-

"آن لوحہا مصنوع خدا الخ" اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء کے الفاظ یوں ہیں :

"... آن لوحہا عمل خدا بود" الخ

اس مقام سے خدا کا سنگتراش ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

خیاط | کتاب پیدائش باب ۳ کی آیت ۲۱ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور خداوند خدا نے آدم اور اس کی بیوی کے واسطے چمڑے کے کرتے بنا کر ان کو پہنائے"۔[4]

اس آیت سے خدا کے لئے درزی پن کا ثبوت ہوتا ہے۔

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے "اور خداوند خدا نے عدن میں پورب طرف ایک باغ لگایا"۔ فہیم [2] قدیم اردو ترجموں میں "پائیدار" کے بجائے "بے خوف" کے الفاظ ہیں۔ ۱۲۔ فہیم

[3] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں اسی آیت کا آخری جملہ ہے "... اور جو لکھا ہوا تھا وہ بھی خدا ہی کا لکھا اور اس پر کندہ کیا ہوا تھا"۔ یہاں "کندہ کیا ہوا تھا" کے الفاظ بھی خدا کی سنگتراشی کو ظاہر کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ ۱۲ مجیب

[4] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "اور یہوواہ خدا نے آدم اور اوس کی جورو کیلئے چمڑے کے کرتے بنائے اور انہیں پہرائے"۔ ۱۲۔ فہیم

جرّاح | کتاب یرمیاہ باب ۳۰ کی آیت ۱۷ میں ہے :-

"...... اور تیرے زخموں سے شفا بخشوں[1] گا "

اس سے جرّاحی کا ثبوت ہوتا ہے۔

حجام | کتاب یسعیاہ باب ۷ کی آیت ۲۰ یوں ہے :-

"اسی روز خداوند اس استرے سے جو دریائے فرات کے پار سے کرایہ پر لیا یعنی اسُور کے بادشاہ سے سر اور پاؤں کے بال مونڈیگا اور اس سے داڑھی بھی کھرچی جائیگی[2] "

اس مقام سے خدا کا حجام ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

دایا | کتاب پیدائش باب ۲۹ کی آیت ۳۱[3] اور باب ۳۰ کی آیت ۲۲[4] سے خدا کے لئے دائی پن کا ثبوت ملتا ہے۔

قصاب | کتاب یسعیاہ باب ۳۴ کی آیت ۶ میں ہے :-

"خداوند کی تلوار خون آلودہ ہے، وہ چربی اور بَرّوں اور بکروں کے لہو سے اور مینڈھوں کے گردوں کی چربی سے چکنا گئی" الخ

اس سے خدا کے لئے قصاب پن ثابت ہو رہا ہے[5]۔

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کو یوں لایا گیا ہے "تیرے گھاؤں سے تجھے چنگا کروں گا"۔ ۱۲ فہیم

[2] قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں نقل کرتے ہیں "اسی روز خداوند اس استرے سے جو نہر کے پار کرایہ لیا جائے گا یعنی اسور کے بادشاہ سے سر اور پاؤں کے بال مونڈیگا اور داڑھی بھی اُڑ جائیگی"۔ ۱۲ فہیم

[3] آیت کے الفاظ ہیں :- "اور جب خداوند نے دیکھا کہ لیاہ سے نفرت کی گئی تو اس نے اسکا رحم کھولا مگر راخل بانجھ رہی"۔ ۲۹/۳۱

[4] آیت کے الفاظ ہیں: "اور خدا نے راخل کو یاد کیا اور خدا نے اس کی سن کر اس کے رحم کو کھولا"۔ ۳۰/۲۲

[5] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ اس طرح ہیں "خداوند کی تلوار لہو سے بھری ہے وہ چربی اور بَرّوں اور بکروں کے لہو اور مینڈھوں کی گردوں کی چربی سے چکنا گئی"۔ ۱۲ فہیم ☆

کسان | کتاب یسعیاہ باب ۴۱ کی آیت ۱۵ فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یوں ہے :-

"من ترا چوب خرمن کوب حدید و تیز و دندانہ دار مے سازم کہ کوہ ہا را کوفتہ ریزہ ریزہ نمائی و تہہا را مثل کاہ بن خواہی گردانید"

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۰۶ء میں یوں ہے :-

"دیکھ میں تجھے گہائی کا نیا اور تیز دندانہ دار آلہ بناؤنگا تو پہاڑوں کو کوٹے گا اور اُن کو ریزہ ریزہ کریگا اور ٹیلوں کو بھوسے کی مانند بنائیگا"

اس سے خدا تعالیٰ کے لئے کسان پن کا ثبوت ہوتا ہے۔

سوداگر | کتاب یوایل باب ۳ کی آیت ۸ میں خدا تعالیٰ کا فرمان یوں ہے :-

"اور تمہارے بیٹے بیٹیوں کو بنی یہوداہ کے ہاتھ بیچوں گا اور وہ اُنکو اہل سبا کے ہاتھ جو دُور کے ملک میں رہتے ہیں بیچیں گے کیونکہ یہ خداوند کا فرمان ہے"

یہاں پر خدا تعالیٰ سوداگر بن رہے ہیں۔

معلّم | کتاب یسعیاہ باب ۵۴ آیت ۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اور تیرے سب فرزند خداوند سے تعلیم پائیں گے" الخ

اور فارسی ترجمہ ۱۸۳۱ء میں ہے "وہمگی اولاد تو از خداوند تعلیم خواہند یافت" الخ

اور ۱۸۴۵ء کے فارسی ترجمہ میں ہے "وہمگی فرزندانت از خداوند متعلم شدہ" الخ

یہاں پر خدا کو ماسٹر اور معلّم بتایا گیا ہے۔

پہلوان | کتاب پیدائش باب ۳۲ کی آیت ۲۴ یوں ہے

"اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اُس سے

لہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے "دیکھ میں تجھے داونی کی ایک تیز اور نئی گاڑی کہ جسکے بہت دانت ہیں بناؤنگا تو پہاڑوں کو داویگا اور چورچار کریگا اور ٹیلوں کو بھس کی مانند بناونگا" ۱۲ فہیم

کشتی لڑتا رہا۔"[1]

اور کتاب پیدائش کے باب ۳۲ کی آیت ۲۸، ۳۰ کے مطابق یہ شخص خدا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کی کشتی لڑنے والا پہلوان ہے۔

جلاد | کتاب یرمیاہ باب ۱۳ کی آیت ۱۳، ۱۴ سے خدا کا جلاد ہونا ثابت ہوتا ہے۔

بائبل کی بہت سی دوسری آیات سے مذکورہ بالا صفات کے علاوہ خدا کے لئے اور بہت سی صفات کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

اختلاف نمبر ۶۶

خدا کی سانس گرم اور سرد | کتاب سموئیل دوم باب ۲۲ کی آیت ۹ یوں ہے :-

"اس کے نتھنوں سے دھواں اٹھا اور اس کے منہ سے آگ نکل کر بھسم کرنے لگی، کوئلے اس سے دہک اٹھے۔"[2]

اور کتاب ایوب باب ۳۷ کی آیت ۱۰ اس طرح ہے کہ :-

"خدا کے دم سے برف جم جاتی ہے اور پانی کا پھیلاؤ تنگ ہو جاتا ہے الخ"[3]

پہلی آیت سے خدا کی سانس دھواں اور دوسری آیت سے بہت زیادہ سرد قرار پاتا ہے۔

اختلاف نمبر ۶۷

خدا۔ کیڑا، گھن یا شیر، چیتا | کتاب ہوسیع باب ۵ کی آیت ۱۲ یوں ہے :-

"پس میں افرائیم کے لئے کیڑا ہونگا اور یہوداہ کے گھرانے کے لئے گھن۔"[4]

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے "اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور وہاں پو پھٹنے تک ایک شخص اس سے کشتی لڑا کیا" ۱۲ فہیم [2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اور اس کے نتھنوں سے ایک دھواں اٹھا اور اس کے منہ سے آگ نکل کے کھا گئی کہ جس سے کوئلے دھک گئے" ۱۲ فہیم [3] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کے الفاظ یوں ہیں "خدا کے دم سے یخ ہوتا ہے اور پھیلا پانی جم جاتا ہے" فہیم [4] قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں نقل کرتے ہیں "اس لئے میں افرائیم کے لئے دیمک اور یہوداہ کے گھرانے کے لئے کیڑے کی مانند ہونگا" فہیم

اور ہوسیع باب ۱۳ کی آیت ۷ میں ہے۔

"اس لئے میں ان کے لئے شیر ببر کی مانند ہوا، چیتے کی مانند راہ میں انکی گھات میں بیٹھونگا"[1]

دیکھئے خدا کبھی تو کیڑا اور گھن ہے اور کبھی شیر ببر اور چیتا ہے۔

اختلاف نمبر ۶۸

خدا، ریچھ، شیر ببر یا گڈریا؟ نوحہ یرمیاہ باب ۳ کی آیت یوں ہے:-

"وہ میرے لئے گھات میں بیٹھا ہوا ریچھ اور کمینگاہ کا شیر ببر ہے"[2]

اور کتاب یسعیاہ باب ۴۰ آیت ۱۱ میں ہے:-

"وہ چوپان کی مانند اپنا گلہ چرائیگا، وہ بروں کو اپنے بازوؤں میں جمع کریگا" الخ

ملاحظہ کیجئے کہ خدا کبھی ریچھ اور ببر شیر کی طرح گھات میں رہتا ہے اور کبھی گڈریئے کی طرح گلہ چرانے والا ہو جاتا ہے۔

اختلاف نمبر ۶۹

کتاب خروج باب ۱۵ آیت ۳ میں ہے:-

"خداوند صاحب جنگ ہے"

اور عبرانیوں کے نام خط باب ۱۳ آیت ۲۰ میں ہے "سلامتی کا خدا"

ملاحظہ ہو کہ کبھی جنگی کہلاتا ہے اور کبھی صلح جو۔

اختلاف[3] ۷۰

یوحنا کا پہلا عام خط باب ۴ آیت ۸ میں ہے "خدا محبت ہے" اور کتاب یرمیاہ باب ۲۱

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت نقل ہوتی ہے "اس لئے میں اونکے لئے شیر ببر کی مانند ہونگا، چیتے کی طرح گھات میں لگا رہوں گا"۔ فہیم [2] قدیم اردو ترجموں میں اس آیت کو ان الفاظ میں لایا گیا ہے "وہ میرے لئے ایسا ہوا جیسا ریچھ کمین میں اور شیر ببر چھپ کے گھات میں بیٹھتا ہے"۔ ۱۲ فہیم [3] ان ستر اختلافات کے سلسلے میں یہ تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ ان میں بیان کردہ اعتراضات میں سے بعض ہمارے نزدیک غلط بلکہ لغو (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آیت ۵ یوں ہے :۔

"اور میں اپنے بڑھائے ہوئے ہاتھ سے اور قوتِ بازو سے تمہارے خلاف لڑونگا، ہاں قہر و غضب سے بلکہ قہرِ شدید سے"[1]

دیکھئے کبھی تو خدا سراپا محبت ہے اور کبھی مجسمۂ قہر و غضب بن جاتا ہے۔ مثلاً

- کتاب استثناء باب ۲۱ کی آیت ۱۵ میں یوں ہے کہ "اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور ایک محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ ہو" الخ[2]
- کتاب یشوع باب ۹ کی آیت ۲۷ یوں ہے "اور یشوع اُسی دن انکو جماعت کیلئے اور اس مقام پر جسے خداوند خود چُنے اس کے مذبح کیلئے لکڑہارے اور پانی بھرنے والے مقرر کیا جیسا کہ آج تک ہے"[3]
- کتاب یسعیاہ باب ۵۶ آیت ۴ میں ہے "کیونکہ خدا یوں فرماتا ہے کہ وہ خوجے جو میرے سبتوں کو مانتے ہیں اور ان کاموں کو جو مجھے پسند ہیں اختیار کرتے ہیں" الخ[4]
- کتاب یسعیاہ آیت ۵ یوں ہے "میں ان کو اپنے گھر میں اور اپنی چاردیواری کے اندر ایسا نام و نشان بخشوں گا جو بیٹوں اور بیٹیوں سے بھی بڑھ کر ہوگا، میں ہر ایک کو ایک

(بقیہ حاشیہ ۳۳۶ سے آگے) بیہودہ اور مہمل ہیں جبکہ بہت سے درست بھی ہیں، لیکن انکو نقل کرنے کا منشا صرف یہ ہے کہ جس قسم کے اعتراضات نصاریٰ احادیث نبویؐ پر کرتے ہیں اسی قسم کے اعتراضات انہی کے ملحدین اور آزاد خیال لوگوں نے بائبل پر کئے ہیں۔ پادری حضرات ان اعتراضات کو غلط قرار دیتے ہیں مگر پھر اسی قسم کے اعتراضات احادیث پر کرتے ہیں۔ ۱۲ تقی

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے "اور میں آپ تمہارے ساتھ بالادستی اور قوتِ بازو سے لڑونگا ہاں غصے سے اور غضب سے اور بڑے قہر سے" ۱۲ فہیم

[2] اس آیت کے الفاظ قدیم اردو ترجموں میں اس طرح ہیں "اور اگر کسی کی دو جورواں ہوں کہ ایک محبوبہ اور دوسری مبغوض ہو" فہیم

[3] قدیم اردو ترجمے اس آیت کو یوں لاتے ہیں "اور یشوع نے اوسی دن مقرر کیا کہ وے جماعت کے لئے اور خداوند کے مذبح کیلئے اوس جگہ جسے وہ پسند فرمائیگا ہیزم کشی اور آب کشی کیا کریں" فہیم

[4] قدیم اردو ترجمے اس آیت کو اس طرح نقل کرتے ہیں "کیونکہ خداوند یوں کہتا ہے کہ وے خواجہ سرا جو میرے سبتوں کو مانتے ہیں اور اون کاموں کو جو میرے پسند ہیں اختیار کرتے ہیں" فہیم

ابدی نام دونگا جو مٹایا نہ جائیگا[1]۔"

- کرنتھیوں کے نام پہلا خط، باب اول کی آیت ۲۵، اردو ترجمہ ۱۸۴۴ء میں ہے کہ "خدا کا احمقانہ کلام آدمیوں سے عاقل تر۔"

اور اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء میں ہے "خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت پر غالب ہے۔"

- کتاب حزقی ایل باب ۱۴ آیت ۹ اردو ترجمہ ۱۸۵۹ء میں ہے "اور اگر نبی فریب کھا کر کچھ کہے میں خداوند نے اُس نبی کو فریب دیا[2]۔"

اور فارسی ترجمہ ۱۸۳۸ء میں ہے "و ہرگاہ پیغمبر در گفتن چیزے فریفتہ شدہ باشد منکہ خداوندم پیغمبر را فریفتہ ام۔"

اور عربی ترجمہ ۱۸۳۱ء میں ہے "والنبی اذا ضل وتکلم بکلام فانا الرب اضللت ذلک النبی۔"

مذکورہ بالا آیات کی رُو سے خدا دو بیویاں کرنے کی اجازت دینے والا اور آزاد لوگوں کو غلام بنا لینے والا، اور خواجہ سراؤں کو پسند کرنے والا معلوم ہوتا ہے بلکہ العیاذ باللہ من ذلک احمق، بے وقوف اور اپنے نبیوں کو فریب دینے والا ثابت ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا بعض اقوال نقل کرکے جان کلارک لکھتا ہے کہ :-

"بنی اسرائیل کا یہ خدا نہ صرف قاتل، ظالم، جھوٹا، احمق، فریبی اور جابر ہے بلکہ جلا ڈالنے والی آگ ہے، چنانچہ عبرانیوں کے نام خط کے باب ۱۲ کی آیت ۲۹ میں پولس (۱۹۲۲ء کے اردو ترجمہ کے مطابق) لکھتا ہے کہ "ہمارا خدا بھسم کرنے والی آگ ہے۔" چنانچہ ایسے خدا سے تعلق رکھنا بڑا خطرناک معاملہ ہے، جس کا اعتراف

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اس طرح ہے "میں اونھیں کو اپنے گھر میں اور اپنی چار دیواری کے اندر ایک یادگار اور ایک نام جو بیٹوں اور بیٹیوں سے بہتر ہے بخشونگا۔ میں اونھیں ابدی نام دونگا جو مٹایا نہ جائیگا۔" فہیم

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیت یوں ہے "اور وہ نبی جو فریفتہ ہووے اور بات بولے تو میں خداوند نے اوس نبی کو فریفتہ کیا۔" فہیم

محمود پولس نے (سنہ 1959ء کے اردو ترجمہ کے مطابق) عبرانیوں کے نام خط باب ۱۰ کی آیت ۳۱ میں یوں کیا ہے "زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑنا ہولناک بات ہے"۔ لہٰذا ایسے خدا سے جس قدر جلدی چھٹکارا حاصل ہو سکے کیا جائے، کیونکہ جب وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی نہ بچا سکا تو اس سے کوئی دوسرا رحم و کرم کی کیا امید کر سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ خدا جس کو یہ کتابیں خدا بتاتی ہیں بھروسہ کے قابل نہیں ہے، بلکہ ایک مہمل اور مجموعہ اضداد اور توہماتی چیز ہے جس نے اپنے پیغمبروں تک کو بھی دھوکہ دیا"۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ ان کتابوں کو دیکھ کر بہت سے مسیحی علماء کا کیا حال ہوا کہ مذہب سے بیزار ہو کر کٹر ملحدین کی صف میں شامل ہو گئے جس کے نتیجہ میں خدا کی شان میں ان کی گستاخی حد سے بڑھ گئی۔ لہٰذا اب جو یہ پادری حضرات قرآن پاک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، ہم ان کی کیا شکایت کریں۔ کیونکہ ان کے پیشرو ملحدین نے عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں سے بزعم خود ایسے ہی دلائل سے استناد پکڑ کر خدا کی ذات پر سنگین نوعیت کے اعتراض وارد کئے ہیں۔

تنبیہات

پہلی تنبیہ

مقدمہ اور دونوں مقصدوں کا بغور جائزہ لینے سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں۔ مثلاً :-

● پہلی بات یہ کہ اہلِ کتاب کے پاس اس امر کی کوئی قطعی سند نہیں ہے کہ عہدِ عتیق کی کتابیں جن لوگوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں یہ انہی کی تصنیف ہیں، بلکہ بہت سی کتابوں میں بعض بعض جملے اور عبارتیں اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ ان کے مصنف یہ مذکورہ اشخاص نہیں ہیں، اور ان جملوں اور عبارتوں کے بارے میں قدیم و جدید مسیحی علماء کے پاس اس کے سوا کوئی اعتذار نہیں کہ "کسی نے بعد میں ان کا الحاق کر دیا ہے" اور بعض جملوں کے بارے میں ان کا اندازہ ہے کہ "کسی نبی نے ان کا الحاق کیا ہے" حالانکہ ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور یہ اٹکل پچو محض اس لئے بناتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں اس کا لکھا پڑھنا آتا ہے ورنہ کسی نبی نے یہ بات اپنی کتاب میں نہیں لکھی کہ فلاں عبارت کا فلاں کتاب میں میں نے یا فلاں نبی نے الحاق کیا ہے اور نہ کسی تفسیر میں حتمی اور یقینی طور پر یہ لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ ہارن صاحب وغیرہ مفسرین بعض جملوں کے بارے میں ظن و تخمین سے یوں کہہ دیتے ہیں کہ غالباً فلاں شخص نے ملا دیئے ہوں گے اور غضب یہ کہ پادری حضرات عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے اسی ظن و تخمین کو سند قرار دیتے ہیں اور یہ لکھ دیتے ہیں کہ "کتب اسناد میں قطعی دلائل سے ثابت ہوا ہے"! لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اٹکل کو قطعی دلیل اور محکم سند قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے چہ جائیکہ اس اٹکل کو قیاس یا محض سند ہی کہنے پر اکتفاء کرتے۔

ان کتب میں جب اُن کے اعتراف کے بموجب ابواب اور سطروں اور جملوں کا الحاق ثابت شدہ

بات ہے اور اس بارے میں سوائے ظن غالب کچھ بات نہ بتا سکے، تو ان سب کتابوں کو ان لوگوں کی تصنیفات کیسے تسلیم کر لیا جائے جن کی طرف ان کی نسبت کی گئی ہے بلکہ اس صورت میں ایسا بیہودہ دعویٰ کرنا بھی انصاف کے خلاف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم یہ تسلیم کر بھی لیں کہ یہ کتابیں انہی حضرات کی تصنیف ہیں جن کی طرف ان کی نسبت کی گئی ہے، تب یہ ماننا پڑے گا کہ اہل کتاب کی غفلت اور شرارت کی وجہ سے ان میں بہت سارا ایسا الحاق ہو گیا ہے کہ بعض مقامات پر اتنا صریح ہے کہ یہ لوگ بھی اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے اور ظن وتخمین سے پھر تاویلیں کرنے لگے کہ یہ الحاق کسی کاتب یا نبی نے کیا ہو گا۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی شخص کی طرف کسی کتاب کی محض نسبت کر دینے سے وہ اسی کی تصنیف تو نہیں قرار پا جاتی. مثلاً کتاب مشاہدات، کتاب پیدائش صغیر، کتاب معراج، کتاب الاسرار، کتاب شہادت اور کتاب الاقرار ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کی گئی تھی، پولس، یہوداہ اور دیگر مسیحی علماء نے ان میں سے بعض کتابوں سے حوالے بھی لئے ہیں۔ اس کے باوجود آج کل عیسائی ان سب کو جعلی کتابیں قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح عزرا کی چوتھی کتاب، کتاب معراج یسعیاہ، کتاب مشاہدات یسعیاہ اور حبقوق کے کچھ ملفوظات اور سلیمان کی زبور ایسی کتابیں جن کو عیسائی جعلی اور جھوٹا بتاتے ہیں۔ موسیٰ، عزرا، یسعیاہ اور سلیمان علیہم السلام کی طرف ان کتابوں کی نسبت کو غلط کہتے ہیں اور عزرا کی تیسری کتاب (جس کو یونانی کلیسا اب بھی مقدس اور الہامی مانتا ہے) کو رومن کیتھولک کے پادری حضرات اور پروٹسٹنٹ فرقہ والے اسی دلیل سے الہامی تسلیم نہیں کرتے کہ اس میں الحاق ہو گیا ہے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے بعد اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ ان حضرات کے اقرار کے مطابق ان کی ان کتابوں میں بھی الحاق اور غلطیاں موجود ہیں جن کو یہ واجب التسلیم مانتے

ہیں، پھر بھی ان کو تو مانتے ہیں، مگر مذکورہ بالا کتابوں کو رد کر دیتے ہیں۔ انصاف کا یہ ایک نیا انداز ہے۔

یہاں یہی کہا جا سکتا ہے کہ شاید یہ ان کا مقصد پورا نہیں کر سکتی تھیں اور وہ مقاصد پورے کر سکتی تھیں۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ ان کو تسلیم کرنا اور اسے رد کر دینا بالکل حکمت پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

- دوسری بات یہ کہ ان کتابوں میں تحریف کی وجوہات اور خرابیاں جو مقدمہ کی تیسری فصل میں بیان ہو چکی ہیں۔ ان کے سبب بہت آسان اور ممکن تھی۔
- تیسری بات یہ کہ تورات کے تینوں نسخوں کا اختلاف اور اسی طرح عبرانی، یونانی اور عہد عتیق کے پرانے ترجموں کے نسخوں کا باہمی اختلاف اس حد تک پہنچ گیا کہ بعض مقامات پر تو علمائے اہل کتاب کے لئے بھی کسی قوی یا ضعیف تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی جس کو کھلی تحریف قرار دئیے بغیر چارہ کار نہیں رہتا۔
- چوتھی بات یہ کہ ان کتب کے مفسرین اور محقق علماء اہل کتاب کو ان کتابوں کے بیشتر مقامات میں تحریف کا اقرار کئے بغیر چارۂ کار نہیں رہتا۔ یہ تحریف ان کتابوں میں حک و اضافہ اور عبارتوں کے تغیر و تبدل، تینوں طریقوں سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اہل کتاب کی غفلت اور یہود کی شرارت کے سبب یہ چیز جتنی بھی کثرت سے ہوتی، کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کیونکہ جب بہت سی الہامی کتابیں مکمل ہی ان کی غفلت اور شرارت کے سبب ناپید ہو جائیں، وہاں بعض جملوں اور الفاظ کا کیا شمار ہو سکتا ہے۔

الہامی کتابوں کے بارے میں ان اختلاف کی بنا پر اہل کتاب خصوصاً عیسائی اس قدر پریشان ہو گئے کہ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

قدیم عیسائیوں نے یونانی ترجمہ کو صحیح قرار دیا، حواریین کے زمانہ سے پندرہ سو سال تک اسی کو معتبر سمجھا جاتا تھا، وہی قابل تقلید اور واجب العمل تھا، یونانی اور لاطینی کلیسا کی

کو واجب التسلیم قرار دیتے تھے، دونوں کلیساؤں میں یہی ترجمہ پڑھا جاتا اور یونانی کلیسا اسی کو مقدس کتاب مانتا تھا - چنانچہ یونانی اور تمام مشرقی گرجوں میں آج تک یہی یونانی نسخہ پڑھا جاتا ہے - عظیم محقق و مفسر اور عیسائی عالم آگسٹائن کا کہنا ہے کہ :-

"یہودیوں نے عہدِ عتیق کی کتابوں کے عبرانی نسخہ میں مندرج واقعات اور ان کی تاریخوں میں عیسائی مذہب سے دشمنی کی بنا پر جو تحریف کی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس کا ایک مقصد یونانی ترجمہ کو غیر معتبر بنانا تھا"

قدیم مسیحی علماء کا خیال ہے کہ یہ تحریف ۱۳۰ء کے لگ بھگ واقع ہوئی ہے - چنانچہ ہوری جیس اپنی تاریخ کی کتاب کے باب ۴ میں رقمطراز ہے :-

"جسٹن نے طریفون یہودی سے مناظرہ میں مسیح کے متعلق بہت سی پیشین گوئیوں کو نقل کر کے دعویٰ کیا ہے کہ یہودیوں نے ان کو کتب مقدسہ سے نکال دیا ہے"

قابلِ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر جسٹن شہید کا دعویٰ سچا ہے تو اس کے مطابق یہودیوں نے یقیناً ان پیشین گوئیوں کو عبرانی نسخہ سے نکال دیا ہے، لہٰذا اس طرح تحریف واقع ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں رہتا اور اگر اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ عیسائیوں کا یہ روحانی پیشوا جس کو اسلاف میں نہایت معتبر شمار کیا جاتا ہے بہت بڑا محرف تھا جس نے اپنے جھوٹے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے اپنی طرف سے پیشین گوئیاں گھڑیں اور پھر ان کو اللہ کا کلام اور الہامی کتابوں کی عبارت قرار دیتا ہے، جب اسلاف میں سے ان بزرگوں کا یہ حال ہو جن کو معتبر ترین قرار دیا جاتا ہے تو آن کے ان موجودہ متبعین کو کس مقام میں رکھا جائے -

ہورن صاحب اپنی تفسیر کی جلد ۴ ص ۶۲ میں لکھتے ہیں :-

"جسٹن شہید نے (یہودیوں کے مقابلے میں) یہ ثابت کر دیا تھا کہ عزرا نے لوگوں سے یہ جملہ کہا تھا کہ "عید فصح کا جشن ہمارے نجات دہندہ خداوند کا جشن ہے، اگر تم خداوند کو اس جشن سے افضل سمجھو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے تو یہ زمین ہمیشہ

آباد رہے گی اور اگر تم اس پر ایمان نہ لاؤ گے اور اس کا وعظ نہ سنو گے تو تم غیر قوموں کے مذاق کا نشانہ بنو گے" یہودیوں نے اس جملے کو عبرانی نسخہ سے نکال دیا ہے، وائی ٹیکر، جسٹن شہید کے اس قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ غالباً یہ آیت کتاب عزرا کے باب ۶ کی آیت ۲۰ اور ۲۱ کے درمیان تھی، ڈاکٹر اے کلارک نے بھی جسٹن شہید کے اس قول کی تصدیق کی ہے"

وارڈ کیتھولک اپنی کتاب (مطبوعہ ۱۸۴۱ء) اغلاط نامہ کے مقدمہ کے صفحہ ۱۷، ۱۸ میں کہتا ہے :-

"ڈاکٹر ہمفری نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۸ پر کہا ہے کہ "یہودیوں کے اوہام نے عہد عتیق کی کتابوں کے بعض مقامات پر ایسی تحریف کی ہے کہ پڑھنے والوں کو باسانی پتہ چل جاتا ہے" پھر کہتا ہے کہ "یہودیوں نے مسیح کی بشارتوں کو بالکل ہی اڑا دیا، پھر ایک پروٹسٹنٹ عالم نے بیان کیا کہ قدیم مترجم اس کو ایک نہج سے پڑھتا ہے اور موجودہ یہودی اس کو دوسرے طریقہ سے پڑھتا ہے، میری رائے یہ ہے کہ یہودی کاتبوں اور ان کے ایمان کی جانب غلطی منسوب کرنا بہ نسبت قدیم مترجم کی جہالت یا تساہل کی طرف منسوب کرنے کے زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ زبور کی حفاظت مسیح سے قبل بھی یہودیوں کے بیان ان کے کاتبوں کی بہ نسبت کم تھی"

واٹسن اپنی کتاب کی جلد ۳ ص ۲۸۳ مطبوعہ ۱۷۹۱ء میں یوں کہتا ہے :-

"ایک مدت دراز تک آریجن[1] ان اختلافات کی شکایت کرتا رہا اور مختلف اسباب کی

---

[1] اکسیہومو کا مصنف اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۱۳ء کے صفحہ ۱۰ پر لکھتا ہے کہ "آریجن تیسری صدی میں تحریف شدہ نسخوں کے خلاف پر زور شکایت کرتے ہوئے کہتا ہے ہم کاتبوں کی غفلت یا شرارت اور لاپرواہی کا کیا بیان کریں کہ انھوں نے کس طرح متن کو صحیح بنایا ہے، اسی طرح ان کی اس بے احتیاطی کا رونا کیا روئیں جو انھوں نے کتب مقدسہ میں کمی زیادتی کے ذریعہ روا رکھی ہے"۔ ۱۲ مصنف

جانب ان کو منسوب کرتا رہا، مثلاً کاتبوں کی غفلت یا شرارت اور لاپروائی اسی طرح جیروم کہتا ہے کہ جب میں نے عہد جدید کے ترجمہ کا ارادہ کیا تو میں نے اس کا مقابلہ اس نسخہ سے کیا جو میرے پاس موجود تھا تو ان میں عظیم الشان اختلاف پایا۔"

مذکورہ بالا اقوال کی طرح دوسرے عیسائی علماء نے بھی بہت کچھ کہا ہے، جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ لوگ عبرانی نسخہ کے محرّف ہونے کے قائل ہیں اور اس تحریف کا الزام یہودیوں پر الزام لگاتے ہیں۔ اب تک رومن کیتھولک کا بھی یہی خیال ہے کہ عبرانی اور سامری نسخے تحریف شدہ اور غیر معتبر تھے۔

ڈاکٹر کنی کاٹ سامری نسخہ صحیح قرار دیتے ہیں اور تحریف کا الزام یہودیوں پر رکھتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک عبرانی اور یونانی نسخوں سے جہاں جہاں شدید اختلاف ہے وہاں ان میں تحریف ہوئی ہے۔

اب پروٹسٹنٹ فرقہ والے جو عبرانی نسخہ کو صحیح قرار دے کر اس میں تحریف کے واقع ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ عبرانی نسخہ اور یونانی و سامری میں جہاں شدید ترین اختلاف ہیں وہاں یونانی اور سامری نسخوں کو تحریف شدہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے باوجود عبرانی نسخہ کے بعض مقامات پر مجبور ہو کر ان کو بھی تحریف کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گزشتہ سطور میں گزر چکی ہے۔

اب ذرا "میزان الحق"[1] کے مصنف کی دیانت کا حال دیکھیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کے باب اول کی تیسری فصل میں عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کس قدر لاطائل باتیں لکھی ہیں حالانکہ یہ سب کی سب الٹ کر کسی علماء پر چسپاں ہوتی ہیں اور ان شاء اللہ تیسرے مقصد کے آخر میں اس کا مفصل تذکرہ آئے گا۔

---

[1] اکبر آباد کے مشہور مناظرہ کے عیسائی پادری فنڈر صاحب کی تصنیف ہے، مزید تفصیل کے لئے بائبل سے قرآن تک جلد اول ص۲۱۳، ص۲۴۳ ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ ن

عیسائیوں کا اعتراف کتب مقدسہ میں تحریف کے وقوع کا دعویٰ صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے اس دعویٰ پر اہل کتاب کے لئے کسی طرح کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نکلتی ہے، کسی مضبوط شبہ کا تو سوال ہی کیا ہے اور یہود کی بددیانتی سے عمداً تحریف کوئی تعجب کی بات نہیں، بلکہ اس طرح کی تحریف تو ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا، یہ الگ بات ہے کہ بعض مقامات میں چل گئی اور بعض مقامات پر نہ چل سکی۔

کیلیس کوادوتوس پادری نے ایک کتاب احمد شریف بن زین العابدین اصفہانی کی کتاب کے رد میں "خیالات" کے نام سے لکھی تھی، جو ۱۶۴۹ء میں طبع ہوئی ہے وہ اس کی فصل ۲ میں کہتا ہے کہ :-

"نسخہ قدیمہ[1] بالخصوص کتاب سلیمانؑ میں بے شمار تحریف پائی جاتی ہے، رب اقیلا نے جو کلیتی کے نام سے مشہور ہے پوری توریت نقل کی، اسی طرح رب یوناہن عزیال نے کتاب یوشع بن نون اور کتاب القضاۃ وکتاب سلاطین، کتاب اشعیاء اور دوسرے پیغمبروں کی کتابیں نقل کیں اور رب یوسف نامینا نے زبور وکتاب ایوب، و روت واستر وسلیمانؑ کو نقل کیا، ان تمام ناقلین نے تحریف کی اور ہم عیسائیوں نے ان کتابوں کی محافظت اس لئے کی تاکہ یہودیوں پر تحریف کا الزام قائم کرسکیں حالانکہ ان کی جھوٹی باتوں کو تسلیم نہیں کرتے"

دیکھئے اس پادری کے اعتراف کے مطابق ان یہودی علماء نے اپنی طرف سے تو کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی مگر اس مرتبہ ان کی بے ایمانی نہ چل سکی۔

سپٹواجنٹ کا ترجمہ اب ہم اس بحث کو اس یونانی ترجمہ کے بیان پر ختم کرتے ہیں جس کو پندرہ سو برس تک عیسائی دنیا واجب التسلیم مانتی رہی، نیز ان

---

[1] عربی نسخوں میں ایسا ہی ہے انگریزی مترجم نے یہاں "کسری نسخہ" کا ذکر کیا ہے۔ ۱۲ تقی

دو پرانے نسخوں کے حوالے پر اختتام کرتے ہیں جن کو قدکس واٹیکانوس اور قدکس الکسندرینوس کہا جاتا ہے اور پادری لوگ عوام کو بہکانے کے لئے ان دونوں کا تذکرہ اپنی کتابوں میں کیا کرتے ہیں۔ یہ بیان ہم عیسائیوں کے دونوں فرقوں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی کتابوں سے نقل کر رہے ہیں۔

ترجمہ سپٹواجنٹ کا بیان

پروٹسٹنٹ فرقہ کا مشہور محقق اور انتہائی معتبر عالم ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں کہتا ہے :-

"یونانی ترجمہ سپٹواجنٹ یا الکسندرین کے نام سے موسوم ہے۔ یہ ترجمہ بہت پرانا ہے جو یہودیوں اور متقدمین عیسائیوں کے یہاں بیحد مقبول اور معتبر تھا اور دونوں فرقے کے گرجاؤں میں پڑھا جاتا تھا اور عیسائیوں کے مشائخ نے خواہ لاطینی ہوں یا یونانی، صرف اسی ترجمہ سے نقل کیا ہے اور ہر وہ ترجمہ جسے عیسائی گرجا تسلیم کرتا ہے سوائے سریانی کے ترجمہ کے وہ اسی یونانی ترجمہ سے دوسری زبانوں میں منتقل کیا گیا ہے مثلاً ترجمہ عربی آرمینیہ اور ترجمہ ایتھوپک اور کاپٹک اور آسٹادک کا قدیم ترجمہ اور لاطینی ترجمہ جو جیروم سے پہلے مستعمل تھا اور صرف یہی ترجمہ آج تک یونانی اور مشرقی گرجاؤں میں پڑھا جاتا ہے"۔

اس ترجمہ کی تاریخ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر باتیں مشہور ہیں، مثلاً بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مختلف آدمیوں نے مختلف زمانوں میں مکمل کیا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک معجزہ تھا جو رونما ہو گیا۔ غرضیکہ اس بارے میں کئی روایتیں ہیں۔

پہلی روایت

بادشاہ مصر بطلیموس ثانی نے اپنے دو سرداروں کو یروشلیم بھیجا اور ان کے ذریعہ وہاں سے عبرانی اور یونانی زبان کے ماہر بہتر علماء کو اپنے پاس بلوایا اور جزیرہ فاروس میں ان کی رہائش کا بندوبست کیا اور ان کے ذمہ اس ترجمہ کا کام سونپا۔ یہ علماء پہلے اپنی اپنی جگہ الگ الگ ترجمہ کرتے پھر ان ترجموں کا باہمی موازنہ کر کے خوب بحث و تمحیص کے بعد ایک بات کو متفقہ طور پر صحیح قرار دیدیتے تھے۔ اس کے بعد ڈی ٹریوس

(بطلیموس کے کتب خانہ کے نگران) کو لکھوا دیتے۔ تحقیق اور پوری چھان پھٹک کے اس طریقہ کو اختیار کرنے کے باوجود یہ لوگ بہتّر دنوں میں مکمل ترجمہ کر کے فارغ ہو گئے۔

یہ روایت ارس ٹیس کے خط کے بالکل مطابق ہے، مگر اس خط کے سچا ہونے میں ہی زبردست کلام کیا گیا ہے، اس کو اگر جعلی قرار دیں تو بھی انتہائی قدیم جعلی ہے کیونکہ مشہور مؤرخ یوسی بیس نے بھی اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ سترھویں، اٹھارویں صدی سے پیشتر اس خط کے سچا ہونے میں کسی کو کوئی کلام نہیں تھا، مگر سترھویں اٹھارویں صدی کے بعد اس کے سچا ہونے میں زبردست کلام کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس دور کے جمہور عیسائی علماء اس کے جعلی ہونے پر متفق ہیں۔

دوسری روایت

یہ عجیب وغریب روایت فلو یہودی کی ہے، اس کا کہنا ہے کہ جب یہ علماء جزیرۂ فاروس میں قیام پذیر تھے تو پہلے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ ان سب کتابوں کا مکمل ترجمہ کیا۔ مکمل ہونے کے بعد سب ترجموں کا باہم موازنہ کیا گیا تو یہ سب ترجمے لفظی ومعنوی اعتبار سے ایک دوسرے کے اس طرح مطابق نکلے کہ ان میں ایک لفظ حتیٰ کہ حرف کا بھی فرق نہ پایا گیا۔ کیونکہ ان سب لوگوں نے روح القدس کی اعانت سے بالکل الہامی طور پر لکھا تھا۔

اس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ اسی لئے اس زمانے سے میرے اس زمانہ تک اس ترجمہ کی تکمیل کی وجہ سے اسکندریہ کے یہودیوں میں شکرانہ کے طور پر ایک ایسا دن مقرر ہے جس میں وہ ہر سال جزیرہ فاروس میں جمع ہو کر عید مناتے ہیں۔

تیسری روایت

یہ فلو کی روایت کے عین مطابق جسٹن شہید کی ہے۔ البتہ اس میں یہ بات اس طرح ہے کہ یہود کے ان بہتّر علماء کو بہتّر مکانوں میں علیحدہ علیحدہ بند کیا گیا تھا، انہوں نے علیحدہ علیحدہ ترجمہ کیا۔ ترجمہ مکمل ہونے کے بعد تمام ترجموں کا باہم موازنہ کیا گیا تو سب کے سب لفظاً وحرفاً ایک دوسرے کے بالکل مطابق نکلے۔ پھر آگے چل کے

کہتا ہے کہ ان ستر مکانوں کے نشانات میرے عہد تک موجود ہیں۔

جسٹن کا یہ بیان آرسٹیوس کی روایت کے بالکل مخالف ہے، کیونکہ اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورا پورا ترجمہ پہلے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ کیا پھر باہم موازنہ کرنے کے بعد سب ترجموں کو ایک دوسرے کے موافق پایا، مگر اس تھیس کے کہنے کے مطابق ہر شخص روزانہ علیحدہ ترجمہ کرتا پھر سب ترجموں کا موازنہ کرکے اور بحث وتمحیص کے بعد ایک متفقہ بات ڈی ٹریوس کے پاس تحریر کروادی جاتی۔

اپی فینس نے تطبیق کے لئے ایک درمیانی بات نکالی کہ ان بہتر علماء کو چھتیس مکانوں میں دو دو کرکے بند کیا گیا تھا اور ہر مکان میں ان کے ساتھ ایک نقل نویس بھی متعین تھا۔ چنانچہ ہر ایک مکان میں دونوں علیحدہ علیحدہ ترجمہ کرتے، پھر آپس میں ان کا مقابلہ کرتے اور بحث وتمحیص کے بعد نقل نویس کو لکھوادیتے۔ اس طرح چھتیس علیحدہ علیحدہ تراجم تیار ہوگئے، تیاری کے بعد ان چھتیس ترجموں کا باہم مقابلہ کیا گیا تو سب کے سب لفظاً وحرفاً باہم بالکل موافق نکلے۔ اس تطبیق کے لحاظ سے چھتیس ترجمے الہامی قرار پاتے ہیں۔

ہورن صاحب کے قول کے مطابق "اس جھوٹے انبار میں ایک سچ چھپا ہوا ہے مگر ہم بآسانی اس کو واضح نہیں کرسکتے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ان میں سے کسی بھی روایت کو قابل اعتماد نہ سمجھیں۔ ہمارے نزدیک سچی بات یہ ہے کہ یہ مشہور ترجمہ مسیح کی پیدائش سے ۲۸۵ سال یا ۲۸۶ سال قبل کیا گیا ہے۔

اس کے کمال شہرت کے لئے صرف یہی ایک دلیل کافی ہے کہ عہد جدید کے مصنفین نے صرف اسی ترجمہ سے بہت سے فقرے نقل کئے ہیں۔ آریجن اور جیروم کے علاوہ اور تمام متقدمین عیسائی مشائخ عبرانی زبان سے ناواقف تھے اور دوسرے نقل کرنے میں یہ لوگ ان اشخاص کی اقتداء کرتے تھے جنہوں نے الہام سے کتابوں کو لکھا ہے اور یہ حضرات اگرچہ دین کے دائرہ میں مجتہدانہ منصب رکھتے تھے، مگر اس کے باوجود اس عبرانی زبان سے جو تمام کتابوں کی بنیاد ہے محض

ناواقف تھے اور اسی ترجمہ پر قناعت کرتے تھے اور اپنے تمام مقاصد و مطالب میں اسی ترجمہ کو خوب سمجھتے تھے۔ یونانی گرجا تو اس کو کتاب مقدس سمجھتا اور اس کی تعظیم کرتا تھا۔ کریزاسٹم اور تھیوڈورٹ نے اسی کی تفسیر لکھی ہے۔ اتھانی شیس نازیَن زن اور بیزل نے اسی سے اپنے مدعا کے لئے حوالے لئے ہیں اور لاطینی کلیسا نے اسی چشمۂ فیض سے دو طریقہ استفادہ کیا۔ اوّل یہ کہ اطالوی زبان میں ترجمہ عبرانی کے بجائے اسی سے کیا۔ دوئم یہ کہ اطالوی کلیسا نے یونانی مشائخ کے کلام کا مطالعہ کیا۔ نیز سائی برَن، ابروَس، آگسٹائن اور گریگوری کے دور کے بعد متکلمین علماء کے ہاتھوں میں یہی ترجمہ تھا جس کی روشنی سے وہ اپنا کام جاری رکھتے تھے۔

اور یہ ترجمہ یونانی اور لاطینی گرجوں میں ۱۵۰۰ء تک پڑھا جاتا رہا اور اس سے سند لی جاتی تھی۔ نیز پہلی صدی میں یہودیوں کی عبادت گاہوں میں یہی ترجمہ معتبر مانا جاتا تھا مگر پھر جب عیسائیوں نے اس ترجمہ سے یہودیوں کے خلاف استدلال کیا شروع کیا تو یہودیوں نے اس ترجمہ کے خلاف زبان درازی شروع کردی کہ یہ عبرانی متن کے موافق نہیں ہے اور دوسری صدی کے ابتداء میں اس کے بہت سے فقرے اور جملے خارج کردیئے اور اس کو چھوڑ کر اکویلا کے ترجمہ کو پسند کیا اور چونکہ یہ ترجمہ یہودیوں کے یہاں پہلی صدی عیسوی تک مستعمل تھا اور عیسائیوں کے یہاں بھی ایک مدت تک مروج رہا۔ اس لئے اس کی بہت سی نقلیں ہوچکی تھیں اور یہودیوں کی تحریف اور کاتبوں کی غلطی نیز شرح اور حاشیہ کی عبارت کو متن میں داخل کرنے کی وجہ سے بے شمار غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

آریجن نے ۲۳۱ء میں اس ترجمہ کو عبرانی سے تطبیق دینے اور نظرثانی کرنے کے لئے سخت محنت شروع کی۔ مگر اس کی تکمیل کس سال ہوئی یہ معلوم نہیں ہوسکا۔ تحریف شدہ مقامات کی نشاندہی کے لئے بین السطور پر اس نے مختلف علامتی نشان قائم کئے ہیں مثلاً:-

- اس ترجمہ میں کوئی فقرہ موجود تھا، مگر عبرانی نسخہ میں وہ فقرہ موجود نہیں تھا، وہاں یہ نشان (÷) بنادیا۔

- جو فقرہ دوسرے ترجموں میں تھا مگر اس میں نہیں تھا اور وہ ان سے لے کر اس میں بڑھایا تھا وہاں یہ نشان (:✻) بنا دیا۔
- کسی فقرہ میں مترجموں نے توضیح مطالب کے لئے کسی لفظ کا اضافہ کیا تھا وہاں یہی (:÷) نشان لگایا۔

سینٹ جیروم کہتا ہے کہ اس نے ان فقروں کو غالباً تھیوڈوشن کے ترجمے اور اکثر مقامات میں اکیوئیلا سے اور بعض مقامات پر سمیکس سے لیا ہے۔ کبھی دو ترجموں اور کبھی تینوں ہی سے لیتا تھا۔ اور شناخت کے لئے ہر فقرہ کے شروع میں اس ترجمے کے مترجم کے نام کا پہلا حرف لکھ دیتا جس سے وہ فقرہ لیا گیا ہے۔

اس ترجمہ کی کتاب دانیال کو غلط قرار دے کر اس کی جگہ تھیوڈوشن کے ترجمے کی کتاب دانی ایل[1] کو اپنے ترجمہ میں شامل کیا۔ تھیوڈوشن کے ترجمہ کی اس کتاب میں جہاں کہیں توضیح طلب جگہ تھی، وہاں پہلا نشان (:÷) لگا دیتا۔ اور دوسرے ترجمے سے تصحیح کر کے اس پر دوسرا نشان (:✻) کر دیتا۔

آریجن کی یہ کتاب شہر قیصر کے ایک گوشے میں پچاس برس تک محض اس لئے پڑی رہی کہ وہ تقریباً چالیس پچاس جلدوں پر مشتمل تھی۔ ہر شخص اس کو نقل کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ یوسی بیس اور پمفلس اگر اس کو اس کتب خانہ سے لا کر سیزریہ میں اس جگہ نہ پہنچاتے جہاں چوتھی صدی میں اسے جیروم نے دیکھا ہے تو شاید بیابانی دنوں وہاں پڑی پڑی ضائع ہو جاتی۔ اس کے بعد یہ کب گم ہو گئی معلوم نہیں ہو سکا۔ ایک گمان یہ ہے کہ شاید ۶۵۳ء میں جب مسلمانوں نے اس شہر کو فتح کیا تھا اس وقت ضائع ہو گئی ہو گی۔

۳۰۰ء کے لگ بھگ کاتبوں کی غلطیوں کی وجہ سے اس کتاب پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کی گئی، چنانچہ یوسی بیس اور پمفلس نے آریجن کی اس کتاب ہگسپیلا پر نظر ثانی کی

---

[1] دانی ایل DANIEL

ان کا یہ تصحیح شدہ نسخہ نہ صرف فلسطین کے کتب خانہ میں بلکہ تقریباً تمام کتب خانوں میں رکھا گیا مسلسل نقول کی تیاری سے دو چار برس میں ہی آرجن کی قائم کردہ علامات بالکل بدل کر رہ گئیں۔ اور ان کا مطلوبہ فائدہ باقی نہ رہنے کی وجہ سے آخر کار ان کو ترک ہی کر دیا گیا۔ ان علامات کو متروک کر دینے سے بہت بڑا نقصان ہوا۔ کیونکہ جیروم کے زمانہ میں ہی یہ پہچاننا انتہائی مشکل تھا کہ اصل ترجمہ کون سا ہے اور آرجن نے اس میں کون سی اصلاح کی ہے مگر اب تو اس کو پہچان لینے کی کوئی امید ہی نہیں رہی۔" (انتہی ملخصاً)[1]

۱۸۵۰ء میں چارلس ڈالین پریس لندن کی مطبوعہ ایک کیتھولک مصنف کی انگریزی تاریخ میں لکھا ہے کہ :-

"اسکندریہ کے ۷۲ یہودی علماء نے بادشاہ بطلیموس کے حکم سے عبرانی سے یہ یونانی زبان میں ترجمہ کیا تھا، اس میں شامل موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں کا ترجمہ تو مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے ۲۸۵ سال قبل ہو گیا تھا اور باقی کتابوں کا ترجمہ اس کے بعد مختلف اوقات میں کیا گیا، فلسطینی یہودیوں نے پہلے پہل تو اس کو معتبر مانا تھا، مگر پھر جب عیسائیوں نے اس ترجمہ سے یہودیوں کے خلاف استدلال کرنا شروع کیا تو انھوں نے دوسری صدی کے آغاز سے ہی اس ترجمہ کے خلاف زبان درازی شروع کر دی کہ یہ ترجمہ عبرانی متن کے موافق نہیں ہے۔ اس ترجمہ میں کاتبوں کی کوتاہی کے سبب بے شمار غلطیاں پیدا ہو گئی ہیں، ڈاکٹر کنی کاٹ کی رائے ہے کہ بے شمار غلطیاں کاتبوں کی شرارت سے قصداً بھی کی گئی ہیں، آرجن کا خیال ہے کہ یہ غلطیاں عبرانی نسخوں میں

---

[1] ہورن صاحب کی تفسیر جلد ۲ کی عبارت کا خلاصہ ہے جس میں یونانی ترجمہ کے بارے میں تین طرح کی روایات بیان کر کے ان کا محاکمہ کیا گیا ہے، "کتب مقدسہ" کی حقیقت واضح کرنے میں خود اہل کتاب محققین کی آراء یقیناً شہادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ ۱۲ تقی

اختلاف کے سبب پیدا ہوا؟ (۱) اس کی وجہ یہ ہوئی کہ چونکہ عبرانی زبان تمام یہودیوں میں تقریباً معدوم ہو چکی تھی اس لئے ان کو اپنی کتابیں سمجھنے کے لئے ترجموں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ انھوں نے عبرانی کے ترجمے کئے، ان میں وہی اختلاف واقع ہوا جو اصل عبرانی نسخوں میں پایا جاتا تھا اور ولیم کار پنٹر کا بھی یہی خیال ہے۔ یونانی ترجمہ کو تمام عیسائی معبد خانوں سے نکال کر اس کی جگہ دوسرے تین ترجمے رائج کئے گئے:۔

۱۔ اکویلا کا ترجمہ جو ۱۲۹ء میں کیا گیا۔ یہ شخص عیسائی بننے کے بعد دوبارہ یہودی ہو گیا تھا اور از راہ حقارت اپنا کیا ہوا ترجمہ عیسائیوں کو دیدیا تھا۔

۲۔ تھیوڈوشن کا ترجمہ جو ۱۸۰ء میں کیا گیا۔ یہ شخص افی سس کا باشندہ تھا اس کا ترجمہ پہلے ترجمے سے سخت اور منحوس تھا۔ پہلے تو یہ قی شن ملحد کا پیروکار تھا پھر مارشین ملحد کا پیروکار ہو گیا اور آخر کار یہودی بن گیا تھا۔

۳۔ سمیکس کا ترجمہ جو ۲۰۰ء میں ہوا۔ یہ شخص پہلے سامری تھا پھر یہودی ہو گیا، چنانچہ یہ اپنے ترجمہ میں یہودیوں اور عیسائیوں دونوں پر تنقید کرتا ہے۔ البتہ اس کا ترجمہ دیگر ترجموں کی نسبت بامحاورہ ہے۔

ان ترجموں کے مترجموں نے کتاب یسعیاہ باب ۷ کی آیت ۱۴ میں "کنواری لڑکی" کے ترجمہ کرنے کی بجائے "جوان عورت" سے کیا ہے۔ اسپٹواجنٹ کے ترجمہ میں بہت سے مقامات میں ان ترجموں سے عبارتیں شامل ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے اس ترجمہ کی روایات باہم اس قدر مختلف ہو گئیں کہ ایک دوسری سے کوئی مطابقت نہ رہی۔ ان حالات میں آریجن نے ۲۳۱ء میں کتاب ہکسیپلا ترتیب دی، اس میں چھ خانے بنائے۔ پہلے خانے میں عبرانی متن کو عبرانی رسم الخط میں، دوسرے خانے میں عبرانی کو یونانی رسم الخط میں، تیسرے خانہ میں ترجمہ اکویلا،

چوتھے خانہ میں ترجمہ سمیکس، پانچویں خانہ میں سپٹواجنٹ اور چھٹے خانہ میں تھیوڈوشن کا ترجمہ لکھا گیا تھا[1]۔ یونانی ترجمہ میں جہاں کہیں توضیح مطالب کے لئے دوسرے ترجموں سے کوئی لفظ بڑھایا گیا وہاں یہ نشان (✻) لگا دیا۔ جو لفظ عبرانی متن میں موجود نہیں تھا اس پر یہ نشان (+) کرنے کے علاوہ اس نے یہ دو نشان (⸗ و ÷) بھی کئی مقامات پر لگائے ہیں، مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان سے اس کی غرض کیا تھی؟

۳۰۰ء کے قریب تین حضرات نے قدیم یونانی نسخوں پر نظر ثانی کر کے تین جدید نسخے تیار کئے:۔

۱۔ لوشن کا نسخہ، جو قسطنطنیہ سے انطاکیہ تک کے کلیساؤں میں مروج تھا۔

۲۔ ہیسیکس کا نسخہ۔ اسکندریہ اور مصر کے نواحی علاقوں کے کلیساؤں میں پڑھا جاتا تھا۔

۳۔ پیمفلس کا نسخہ فلسطینی کلیساؤں میں مروج تھا۔

ان تینوں نسخوں میں لوشن کا نسخہ یونانی ترجمے کے قریب تر اور بہتر تھا۔

کوڈکس واطیکا نوس ترجمہ سپٹواجنٹ ہی کی دوسری شکل کوڈکس واطیکانوس[2] ہے جس کو ۱۵۸۶ء میں پوپ سکسٹس پنجم کے حکم پر کارڈینل کرافا صاحب نے متعدد نسخوں سے اس کی تصحیح کر کے طبع کرایا تھا۔ اس مطبوعہ ترجمہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ :۔

---

[1] یہ نقشہ یوں بن جاتا ہے :۔

عبرانی متن عبرانی رسم الخط میں	عبرانی متن یونانی رسم الخط	ترجمہ اکیوئیلا	ترجمہ سمیکس	ترجمہ سپٹواجنٹ	ترجمہ تھیوڈوشن

[2] Codex Vaticanus پیدا اس کا یہ ہے کہ روم میں ایک جگہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"یہ کوڈکس واطیکانوس ۳۹۰ء[۱] میں لکھا گیا تھا"

سنیا اور ٹریشیلا کے نام سینٹ جیروم کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ یونانی اور لاطینی کے نسخوں سے تقریبا ملتا جلتا ہے۔

ولیم کالرپنٹر کہتا ہے کہ پہلے اس نسخہ میں عہد عتیق اور عہد جدید پورے کا پورا شامل تھا، مگر اب دونوں ہی عہد ناقص شکل میں ہیں۔

کوڈکس اسکندریانوس بعض حضرات کا خیال ہے کہ کوڈکس اسکندریانوس[۲] ۳۹۱ء میں لکھا گیا، مگر کچھ لوگوں کے نزدیک ۳۹۲ء میں تحریر ہوا تھا، پھر گریب صاحب نے اس کو انتہائی ناقص طور پر طبع کرایا تھا، اس نے بعض مقامات میں دوسرے نسخوں سے عبارتیں لے کر اس کے متن میں داخل کر دیں اور اس کی عبارتوں کو متن سے نکال کر حاشیہ پر لکھ دیا، اس نسخہ میں اگرچہ آرٹیجن کے لگائے ہوئے نشانات موجود نہیں ہیں، مگر پھر بھی ہگسپیلا سے بڑی حد تک ملتا جلتا ہے۔ بعض مقامات میں تھیوڈوشن اور سٹیکس کے موافق ہے، الفرہیش کے نسخہ کے بالکل مشابہ ہے اسی نسخہ کو شاہی کتب خانہ کے انچارج پیٹرک ینگ نے ۱۲۳۳ء میں طبع کرایا تھا، اس نے اس نسخہ کے بہت سارے الفاظ میں رد و بدل کر ڈالا یا انکو نکال دیا اور یہ بات آج تک سب کو معلوم ہے۔ ان دونوں نسخوں میں غلطیاں بے حساب ہیں۔ ۳۰۰ء کے زمانے میں بہت سارے یونانی ترجمے موجود تھے، جو آپس میں بہت مختلف تھے عبرانی نسخہ یا تو بہت ہی خراب حالت میں تھا یا یوں کہیں کہ ناپید ہو چکا تھا، اس وقت سینٹ جیروم نے اس اختلاف سے پُر اور منتشر طریقے سے ایک صاف شفاف نور نکالا" انتہی[۳]

(حاشیہ صفحہ ۳۵۴ سے آگے) واٹیکن (واطیکانوس) کے نام سے موسوم تھی اور کوڈکس Codex رکھے ہوئی کتاب آئین کے ہیں لہٰذا کوڈکس یا نڈکس واطیکانوس کے معنی ہوئے "واٹیکن کی کتاب آئین" ۱۲ تقی شہ اظہار الحق کے اردو ترجمہ بائبل سے قرآن تک ص ۹۰ ج دوم میں ہورن کے حوالے سے ۸۸۰ء سے قبل درج کیا گیا ہے ۱۲ تقی - Alexandria

یا کوڈکس الکسندرینوس کا ترجمہ ہوا "اسکندریہ کی کتاب آئین" اسکندریہ مصر کی ایک جگہ کا نام ہے ۱۲ منہ سے ۱۸۵۰ء میں طبع ہونے والی انگریزی تاریخ کا اقتباس ختم ہوا - ۱۲ نجیب

Codex

ہورن صاحب نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں کوڈکس اسکندریانوس (جس کو بائبل کے تصحیح کرنے والوں نے سب نسخوں میں اولیت دی ہے) کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے (اس کا خلاصہ یہ ہے) کہ:

"یہ نسخہ چار جلدوں میں ہے، پہلی تین جلدوں میں عہد عتیق کی صحیح اور جھوٹی دونوں کتابیں موجود ہیں، چوتھی جلد میں عہد جدید اور کلیمنٹ کا پہلا خط کرنتھیوں کے نام اور جھوٹی زبور جو سلیمان علیہ السلام کی جانب منسوب ہے۔ مگر عہد جدید میں انجیل متی باب اوّل سے باب ۲۵ کی آیت ۶ تک، انجیل یوحنا باب ۶ آیت ۵۰ سے باب ۸ کی آیت ۵۲ تک، کرنتھیوں کے نام دوسرا خط باب ۴ کی آیت ۱۳ سے باب ۱۲ کی آیت ۷ تک غائب ہے اور زبور سے قبل اتھانا شیس کا ایک خط ہے اور اس کے بعد شب و روز کے پہر پہر گھنٹے کی نمازوں میں جو چیز پڑھی جاتی ہے اس کی فہرست ہے اور چودہ زبوریں ایمانی ہیں، جن میں سے گیارھویں زبور میں مریم علیہا السلام کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، بعض تو ان میں بالکل جھوٹی ہیں اور بعض انجیل سے ماخوذ ہیں۔

یوسی بیس کے دلائل زبوروں پر اور اس کے قوانین انجیلوں پر لکھے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے اس نسخہ کی تعریف میں مبالغہ کیا ہے۔ اسی طرح بعض نے اس کی برائی میں حد نہیں چھوڑی۔ اس کا سب سے بڑا دشمن ونسٹین ہے اس کی قدامت میں بھی چہ میگوئیاں کی گئی ہیں، گریب اور شلز کی رائے تو یہ ہے کہ یہ نسخہ شاید چوتھی صدی کے آخر کا لکھا ہوا ہے میکائلس کا نظریہ یہ ہے کہ یہ سب سے زیادہ پرانا نسخہ ہے اور کوئی نسخہ اس سے بڑھ کر قدیم نہیں ہوسکتا کیونکہ اتھاناسیش کا نسخہ اس میں موجود ہے، اس کی رائے ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی سے قبل کا لکھا ہوا ہے۔ اوڈن کہتا ہے کہ یہ دسویں صدی میں لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر سملر سمجھتا ہے کہ یہ ساتویں صدی میں لکھا گیا ہے۔ مونٹ فالن کی رائے یہ ہے کہ کسی نسخہ کی نسبت بھی خواہ وہ کوڈیکس اسکندریانوس ہو یا کوئی دوسرا یونانی نسخہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا

کہ یہ چھٹی صدی سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

وائیڈ کا خیال ہے کہ یہ چوتھی صدی کے درمیان یا آخر کا لکھا ہوا ہے۔ اوڈن کا کہنا ہے کہ اتھانی شیش کا خط چھوٹا ہے اور اس کا گھڑنا اس کی زندگی میں ممکن نہیں ہے، پھر چونکہ دسویں صدی میں جھوٹ کی بھرمار تھی، لہٰذا اس جعل کا دسویں صدی میں واقع ہونا قوی ہے۔"

پھر ہورن صاحب اس جلد میں کوڈکس وا طیکانوس (جس کو بائبل کی تصحیح کرنے والوں نے دوسرے نمبر پر قرار دیا ہے) کے بیان میں یوں کہتا ہے:-

"یونانی ترجمہ کے مقدمہ میں جو ۱۵۹۰ء کا طبع شدہ ہے یہ لکھا ہے کہ یہ نسخہ ۳۰۷ء[1] سے قبل لکھا گیا ہے، یعنی چوتھی صدی کے آخر میں، مونٹ فاکس اور بلین جیبنی کہتے ہیں کہ پانچویں یا چھٹی صدی میں لکھا گیا، ڈیوپن کا قول ہے کہ ساتویں صدی کا لکھا ہوا ہے، ہگ کی رائے ہے کہ چوتھی صدی کی ابتداء میں لکھا گیا ہے۔ مارش کا خیال ہے کہ پانچویں صدی کے آخر کا معلوم ہوتا ہے اور عہد عتیق اور عہد جدید کے کسی دو نسخوں میں اتنا فرق موجود نہیں ہے جتنا فرق اسکندریانوس کے کوڈکس اور اس نسخہ میں پایا جاتا ہے، اس نسخہ کے عہد عتیق میں کتاب پیدائش کے باب اول سے باب ۴۶ تک چھیالیس ابواب اور زبور ۱۰۵ سے ۱۳۷ تک تینتیس زبوریں اور عہد جدید میں عبرانیوں کے نام خط کے باب ۹ کی آیت ۱۴ سے آخر تک پورا خط، تیمتھیس کے نام پہلا اور دوسرا خط، طیطس کے نام خط، فلیمون کے نام خط اور یوحنا کی کتاب مشاہدات یوحنا سرے سے غائب ہیں۔ پندرھویں صدی میں کتاب مشاہدات یوحنا اور عبرانیوں کے نام خط کا آخری حصہ نیا لکھ کر اس میں شامل کر دیا گیا۔ نیز بہت سے مقامات پر جو حروف مدھم پڑ گئے یا خراب ہو گئے تھے ان کو کسی الہامی ہاتھ نے دوبارہ درست کر دیا۔ اس شخص نے اس نسخہ کی عبارت کا دوسرے نسخوں

---

[1] الفاروق کے اردو ترجمہ میں ۳۸۷ء مذکور ہے۔ ۱۲ مجیب

سے موازنہ کیا، جہاں عبارتوں میں اختلاف دیکھا وہاں اُن نسخوں سے اس نسخہ میں
عبارت کو شامل کر دیا، پھر بھی اصل عبارت کو جوں کا توں رہنے دیا البتہ بعض
مقامات پر انتہائی جرأت کے ساتھ اس کے لفظوں کو چاقو سے کھرچ ڈالا چنانچہ
اس نسخہ اور اسکندریانوس کے نسخہ میں آرجن کے لگائے ہوئے نشانات میں
سے کسی بھی نشان کا وجود نہ ہونے کی وجہ سے کئی کاتب نے یہ استدلال کیا ہے کہ
یہ دونوں نسخے نہ تو آرجن کے نسخے سے منقول ہیں اور نہ اُس کی اُن نقلوں سے
جو اس کے قریبی زمانہ میں کی گئیں، بلکہ یہ دونوں ان نسخوں سے منقول ہیں جن پر یہ
کی علامات نہیں ہیں، یعنی اس دور میں بعض نقلوں میں اس کی علامات ترک
کر دی گئی تھیں۔

کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقے کے ان دو علماء کی تحریروں میں اگرچہ آرجن کے نشانات
اور دیگر کئی معاملات میں اختلاف موجود ہے تاہم ان دونوں کی تحریر کا بغور جائزہ لیا جائے
تو مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:-

اول: مسیحی مذہب میں اس کی کوئی متصل سند نہیں ہے کہ یہ روین میں سے کن لوگوں نے
یہ یونانی ترجمہ کیا تھا، البتہ کئی ایک جھوٹے افسانے اس بارے میں مشہور ہو گئے جنہیں خود
مسیحی علماء نے جھوٹا قرار دے دیا ہے، جمہور کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی
قابل التفات نہیں اور پھر وہ بھی خود ان روایات کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہوئے ایک
نئی رائے کا اظہار کرتا ہے۔

دوم: حواریوں کے زمانہ سے لے کر پندرہ سو سال تک یہی ترجمہ عبرانی نسخہ کے مقابلہ
میں تمام علماء کے نزدیک معتبر تسلیم کیا جاتا تھا اس طرح پروٹسٹنٹ اور کیتھولک فرقوں کے
بعض حضرات کا یہ کہنا کہ اس میں مشرق کے ملحدوں نے تحریف کی ہے اپنی جہالت کو اپنے سر سے
اپنے اسلاف کے سر منڈھنا چاہتے ہیں، کیونکہ وہ لوگ تو اسی مروّجہ نسخہ کو تسلیم کرتے تھے اور

یونانی کلیسا اور مشرق کے تمام کلیساؤں میں اب بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔

ششم۔ یہودی اس ترجمہ کو دوسری صدی سے ہی غلط بتاتے آئے ہیں۔ ان کا یہ کہنا دو حال سے خالی نہیں کہ وہ اپنے اس قول میں سچے تھے یا جھوٹے تھے اگر یہودی اپنے اس دعوے میں سچے تھے تو یہودیوں اور عیسائیوں دونوں پر انتہائی افسوس ہے۔ یہودیوں پر تو اس لئے کہ انہوں نے ۳۰۰ تک تقریباً چار سو سال اس غلط ترجمہ کو اپنی عبادت گاہوں میں رائج کئے رکھا اور اس کو انتہائی معتبر قرار دیتے رہے اور عیسائیوں پر اس لئے کہ وہ کتنے بڑے جاہل تھے کہ پندرہ سو برس تک اس کو واجب التسلیم قرار دیتے رہے اور اس کو کلام الٰہی کا حقیقی ترجمہ سمجھتے رہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے ان دونوں گروہوں کے نزدیک آسمانی کتاب کی حیثیت انگریزی سرکار کے قانون کی سی ہے کہ مصلحت کے موافق جیسا قانون کچھ مدت کے لئے واجب العمل رہتا ہے پھر مصلحت ختم ہو جانے پر اس کو رد کرنے یا منسوخ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے بعینہٖ اسی طرح یہ ہے کہ جب تک مصلحت کا تقاضا ہوا ایک کتاب کو کتاب اللہ یا الہامی قرار دے لیا جائے اور پھر وقت گزرنے پر اس کو غلط اور تحریف شدہ قرار دے دیا جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ لوگ جھوٹے تھے اور وہ ترجمہ بالکل صحیح تھا تو محض دینی ہی دشمنی اور شدید حسد کے سبب ان کا یہ اقدام کہ دیانت و امانت کے تقاضوں کے خلاف صحیح کو غلط ٹھہرانے لگے۔ اب اگر اہل کتاب ویسی ہی دشمنی اور حسد کی بنا پر ایسی صحیح کتاب جس کی صحت ان کے نزدیک بھی یقینی ہے اس کو غلط بتائیں تو ان سے کونسی بعید بات ہے۔

چہارم۔ ان کے اقرار کے مطابق یہودیوں نے دوسری ہی صدی میں اس میں جان بوجھ کر تحریف کر دی تھی۔ ملاحظہ کیجئے کہ جب یہودی اس ترجمہ میں جس کو عیسائی کلیساؤں نے تقریباً سو برس تک اور یہودیوں نے اپنی عبادت گاہوں میں چار سو برس تک رائج کئے

دکھا، تحریف کرنے سے باز نہیں رہے تو عبرانی نسخہ (جس کی طرف مسیحی حضرات نے پندرہ سو برس تک کوئی توجہ تک نہیں کی ہیں کس طرح تحریف کرنے سے باز رہے ہوں گے۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین مسیحی حضرات نے عبرانی نسخہ میں تحریف کرنے والے شریروں کی شرارت کو یقیناً معلوم کر لیا ہوگا، تو جب مسیحی مذہب سے حسد کی بنا پر یہودیوں سے ایسا گھناؤنا فعل سرزد ہو چکا تو اب اگر یہودی اور عیسائی اسلام سے حسد کی وجہ سے بعض مقامات میں پھر اسی گھناؤنے فعل کے مرتکب ہوں تو ان سے شکایت کرنا بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

پنجم۔ ولیم کارپنٹر کے اقرار کے مطابق یہودیوں میں عبرانی زبان ناپید ہو چکی تھی اور وہ اپنی کتابوں کو ترجموں کی مدد کے بغیر سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے تو اب ان کا جو حال ہو گا وہ انتہائی قابل افسوس ہو گا۔

آج کل جو پروٹسٹنٹ علماء اپنے اردو اور فارسی ترجموں کے شروع میں یہ لکھتے ہیں کہ "یہ اصل عبرانی نسخہ سے ترجمہ کیا ہے۔" یہ کہتے ہیں یا تو سراسر جھوٹے ہیں اور یا پھر انتہائی جہالت کا شکار ہیں۔

ششم۔ جب آرہجن کی کتاب کی نقول کی کثرت کے سبب دو، چار برس کے اندر اندر اس قدر خرابی آگئی کہ اصل اور اس پر اصلاحی نوٹس میں تمیز کرنا ناممکن ہو گیا تو توراۃ کی حالت تو بہت ہی افسوسناک ہو گئی ہو گی اور کئی ہزار برس میں یہودیوں کی طرف سے اس کی بے شمار نقول کرنے کے سبب اس کا حلیہ کیسا بگڑ گیا ہو گا؟

سبحان اللہ! اہل کتاب کے ہاں دینی کتب کو لکھنے اور ان کی حفاظت کا کتنا عجیب طریقہ تھا کہ دو، چار برس میں ہی ان کے اندر ایسا زبردست انقلاب رونما ہو جاتا تھا۔

ہفتم۔ کیتھولک مورخ کے قول کے مطابق جب چوتھی صدی میں سب ترجمے آپس میں بہت زیادہ مختلف تھے اور عبرانی نسخہ کو یہودیوں نے یا تو بالکل ناپید کر دیا تھا یا پھر اس کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس صورت میں حضرت جیروم نے ظلمت کے اس

انبار سے کیا خاک نور نکالا ہو گا۔ سوائے اس کے کہ اپنی عقل کے موافق تصحیح کی ہو گی اور قرائن سے بعض کو صحیح اور بعض کو غلط قرار دے دیا ہو گا۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ شخص کوئی نبی نہیں تھا۔ اس صورت میں صرف ایک شخص کی رائے کو قطعی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ ہر جگہ یہ احتمال رہے گا کہ نہ معلوم غلط ہے یا صحیح ؟

ہشتم۔ تمام یونانی ترجمہ کو کلام اللہ کا مضمون سمجھنا کھلی غلطی ہے، کیونکہ اس میں آریجن کی بڑھائی ہوئی عبارتیں اس طرح خلط ملط ہو گئی ہیں کہ بقول ہورن صاحب ان میں باہم امتیاز کی ہر امید ختم ہو چکی ہے۔ عبارتوں کے اس اختلاط نے شدید خرابی پیدا کر دی اور آریجن نہ نبی تھا نہ حواری بلکہ متقدمین میں سے ایک شخص تھا، وہم و خیال کا اس پر شدید اثر تھا، اسی وجہ سے وہ اکثر غلطیاں کر جاتا تھا۔ چنانچہ اس نے توراۃ کی اکثر باتیں غلط بیان کی ہیں، جس جگہ ٹھوکر کھاتا تو ایسی کھاتا کہ کبھی کسی نے نہ کھائی ہو گی۔ پھر عبرانی زبان میں بھی اسے دسترس نہ تھی جس کی وجہ اس کی بڑھائی ہوئی عبارتوں میں یقیناً اکثر بالکل غلط ہی ہوں گی۔

ولیم میور اپنی تاریخ کلیسا کے دوسرے حصہ کے باب دوم میں آریجن کے تین کام یعنی کتب مقدسہ کا باہمی مقابلہ اور ان کا ترجمہ اور تفسیر کرنے کا تذکرہ کر کے ان کے الفاظ کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :-

”تیسرے کام میں کچھ غلطیاں کی ہیں، کیونکہ اس نے توریت کی اکثر باتوں کو خیالی انداز میں بطور تمثیل بیان کیا ہے۔“

لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۴۸۵ میں آریجن کے تعارف میں جیروم کا قول نقل کرنے کے بعد جیروم ہی کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ :-

”آریجن کے علمی مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی تصنیف کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح ٹرٹیلین، نوے ٹس اور لونیس اور ای پولی نیرلیس اور یونانی و لاطینی

طیبا کے دوسرے مؤرخین کی کتابوں کو پڑھا جاتا ہے کہ اچھی چیز کو لے لیا جائے اور خراب کو چھوڑ دیا جائے۔ جیسا کہ حواری کا قول ہے کہ "تمام چیزوں کا ثبوت فراہم کرو اور اچھی چیز کو مضبوطی سے تھام لو۔" اور سلپی سیس سویرس کہتا ہے کہ مجھے اوریجن پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی مخالفت خود ہی کرتا ہے، چنانچہ جہاں صحیح بات تک پہنچ جاتا ہے وہاں وہ حواریوں کے مقام تک پہنچ جاتا ہے اور جہاں لغزش کھاتا ہے تو وہاں ایسی فحش لغزش کا مرتکب ہوتا ہے کہ اس جیسی فحش لغزش کا ارتکاب کسی نے بھی نہیں کیا۔"

اسی جلد کے صفحہ ۶۰۴ پر یوں رقمطراز ہے :-

"اپنے زمانہ اور ملک کے دستور کے خلاف اوریجن نے کتب مقدسہ کو سمجھنے اور ان کی اشاعت کی خاطر عبرانی زبان کو سیکھا، چنانچہ اسی خصوصیت کی بنا پر یونان میں اسے نظر استحسان سے دیکھا جاتا ہے، مگر متاخرین کی تحقیق کے مطابق اوریجن کو عبرانی میں مکمل دسترس حاصل نہیں تھی۔

نہم: کوڈکس اسکندریانوس اور کوڈکس واٹیکانوس کے زمانہ تحریر کے بارے میں کوئی یقینی دلیل موجود نہیں ہے۔ ان کے کاغذ کی بوسیدگی کو دیکھتے ہوئے محض ظن و تخمین سے یہ اندازے لگائے جاتے ہیں کہ کوڈکس اسکندریانوس چوتھی، آٹھویں یا دسویں صدی کا اور کوڈکس واٹیکانوس چوتھی، پانچویں، چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی کا لکھا ہوا ہے مگر حقیقت یوں معلوم ہوتی ہے کہ پوپ یا اس کے کسی شاگرد نے عوام کو دھوکہ دینے کی خاطر گیارہویں یا بارہویں صدی کے لکھے ہوئے کسی نسخہ کو پیش کر کے یہ مشہور کر دیا ہوگا کہ یہ ظہور اسلام سے پہلے کا لکھا ہوا ہے اور ان حضرات سے ایسا کچھ بعید از قیاس نہیں، اس لئے کہ جب ان کے اسلاف نے عوام کو فریب دینے کے لئے سینکڑوں انجیلیں، حواریوں کے خطوط اور مشاہدات جعلی بنا لئے ہوں تو بھلا ایک دو جعلی نسخوں کا مزید وضع کر لینا کونسی تعجب کی بات ہے۔

ماؤنٹ ماکن کے اقرار کے مطابق ان دونوں میں سے کوئی نسخہ چھٹی صدی سے قبل کا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس اعتبار سے چوتھی اور پانچویں صدی کہنا خود بخود لغو ہو گیا۔ اوڈن اعتراف کرتا ہے کہ دسویں صدی میں عیسائیوں میں جعل اور جھوٹ کا دریا موجزن تھا اور اتھاناسیس کا خط بھی جعلی بنایا گیا ہے اور یہ خط اسکندریانوس کے نسخے کا ایک جزو ہے تو یقیناً یہ نسخہ اس جعلی خط کے وضع کرنے اور مشہور ہونے کے بعد ہی لکھا گیا ہو گا۔ لہٰذا ہمارا دعویٰ قرینِ قیاس ہے۔

دہم۔ ان نسخوں کی تین خصوصیات قابلِ ذکر ہیں :-

اوّل: یہ کہ یہ دونوں نسخے ایک دوسرے سے اس طرح مختلف ہیں کہ کسی دوسری کتاب کے دو نسخے اتنے مختلف نہیں ہوتے۔

دوئم: یہ کہ کوڈکس اسکندریانوس میں بہت سی جھوٹی کتابیں بھی شامل ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا مصنف اس زمانہ کے بعد کا کوئی شخص ہے جس زمانہ میں جھوٹ سچ پر اس قدر غالب آ گیا تھا کہ دونوں میں امتیاز کرنا مسیحی حضرات کے لئے ممکن نہیں رہا تھا اور یہ دسویں صدی کے بعد کا دور ہی ہو سکتا ہے۔

سوئم: یہ کہ کسی چالاک مسیحی نے دوسرے نسخے یعنی کوڈکس واٹیکانوس میں زبردست ردّ و بدل کر دیا ہے، مٹے ہوئے سب لفظوں کو اپنی صوابدید کے مطابق بنایا، متن میں عبارتیں کی عبارتیں اپنی طرف سے داخل کر دیں اور بعض مقامات سے دیدہ دلیری کے ساتھ لفظ ہی مٹا ڈالے۔

ان تینوں وجوہ کی بنا پر یہ نسخے انتہائی ساقط الاعتبار قرار پاتے ہیں، یہ بحث اپنی جگہ مگر اس کا کچھ فائدہ نہیں، اس لئے کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے متاخرین حضرات کے نزدیک یونانی ترجمہ ساقط الاعتبار ہے۔ وارڈ کیتھولک اپنی کتاب اغلاط نامہ، مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۱۸ میں لکھتے ہیں :-

"مشرق کے ملحدوں نے اس میں تحریف کر ڈالی ہے، پروٹسٹنٹ فرقہ اگرچہ بظاہر اس کا احترام کرتا ہے، مگر ان حضرات کے لئے بھی بعض مقامات میں لاطینی ترجمہ کو اختیار کئے بغیر چارہ کار نہیں رہتا"

ایسے ہی عیسائی حضرات بظاہر تورات کا احترام کرتے ہیں، مگر ان کے اسلاف کے اقوال سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں نہ تو تورات ان کے نزدیک قابلِ احترام ہے اور نہ ہی تورات کا مصنف۔ چنانچہ مقدس پولس جن کو یہی حضرات حواری شمار کرتے ہیں کرنتھیوں کے نام دوسرا خط مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء کے باب ۳ آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵ میں یوں لکھتے ہیں :-

"اور موسیٰ کی طرح نہیں ہیں جس نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالی تاکہ بنی اسرائیل اس مٹنے والی چیز کے انجام کو نہ دیکھ سکیں[1]۔ لیکن ان کے خیالات کثیف ہو گئے کیونکہ آج تک پرانے عہد نامہ کو پڑھتے وقت اُن کے دلوں پر وہی پردہ پڑا رہتا ہے اور وہ مسیح میں اٹھ جاتا ہے۔ مگر آج تک جب کبھی موسیٰ کی کتاب پڑھی جاتی ہے تو ان کے دل پر پردہ پڑا رہتا ہے"

سبحان اللہ! مقدس پولس کی شخصیت حضرت موسیٰؑ سے زیادہ مکمل تھی، اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام تو مٹنے والی چیز کو بھی چھپاتے تھے اور اُن کے نقاب ڈالنے سے ان کی کتاب پر بھی ایسا پردہ پڑا رہتا ہے کہ حق نظر نہیں آتا اور یہودی جب کبھی موسیٰ کی کتاب کو پڑھتے ہیں تو وہی پردہ یہاں پڑا رہتا ہے۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ وہ تو ایسی کتاب ہے جس سے حق کو جاننا انتہائی مشکل

---

[1] سنہ ۱۸۲۳ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں آیت ۱۳ کا آخری جملہ کے الفاظ یوں ہے "تاکہ بنی اسرائیل اس جاتا رہنے والے کی نہایت تک بخوبی نہ دیکھیں" اور سنہ ۱۸۴۱ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ کے الفاظ تقریباً ۱۸۲۳ء کے اردو ترجمہ کے مطابق ہیں، عبارت یوں ہے "تاکہ بنی اسرائیل اس باطل ہونیوالی بات کے غایت کو نہ دیکھیں"

کام ہے اور عبرانیوں کے نام خط باب آیت ۱۸ اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ء کے الفاظ یوں ہیں:

"پس اگلا حکم (یعنی توریت) اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ ہے بطلان پذیر ہے"

اور اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸۲۳ء کے الفاظ یوں ہیں :-

"پس اگلا حکم اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اٹھ گیا"[1]

دیکھئے یہاں پر توریت کے احکام واضح طور پر کمزور اور بے فائدہ قرار دے رہے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالے سینکڑوں سال تک بنی اسرائیل کو کمزور اور بے فائدہ احکام دیتے رہے اور سینکڑوں انبیاء انہی لچر احکام کی اشاعت کے لئے مامور کئے گئے تھے؟

اسی مذکورہ خط کے باب ۸ آیت ۷ اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :-

"کیونکہ اگر پہلا عہد بے نقص ہوتا تو دوسرے کے لئے موقع نہ ڈھونڈا جاتا"[2]

یہی مضمون باب ۸ کی آیت ۱۱ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس حواری نے تو اتنی ہی بات پر اکتفا کیا ہے، مگر ان کے متبعین توریت اور صاحب توریت کے بارے میں اس سے بھی زیادہ تنقیص والے کلمات کہتے ہیں، چنانچہ وارڈ صاحب نے اپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۲۰۳ پر دین عیسوی کے مصلح اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی جناب لوتھر صاحب کی کتابوں سے ان کے اقوال اس طرح نقل کئے ہیں :- لوتھر صاحب اپنی کتاب کی تیسری جلد کے صفحہ ۴۰، ۴۱ پر لکھتے ہیں :-

"ہم نہ موسیٰ کو سنیں گے اور نہ دیکھیں گے کیونکہ وہ صرف یہودیوں کے لئے تھا اس کو ہم سے کسی چیز میں بھی نسبت نہیں ہے" اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء کے یہ الفاظ ہیں "کیونکہ اگر پہلا عہد بے نقص ہوتا تو دوسرے کے لئے موقع نہ ڈھونڈا جاتا" ت

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ء کے الفاظ یہ ہیں "اگر وہ پہلا وثیقہ بے عیب ہوتا تو دوسرے کی جگہ تلاش کی نہ ہوتی" ۱۲ فہیم

"ہم موسیٰ کو تسلیم کریں گے اور نہ اس کی تورات کو کیونکہ وہ عیسیٰ کا دشمن ہے"
پھر لکھتے ہیں کہ "موسیٰ تو جلادوں کا استاد ہے" آگے لکھتے ہیں کہ "دس احکام کو عیسائیوں سے کوئی واسطہ نہیں" اس سے آگے رقمطراز ہیں کہ "ان دس احکام کو خارج کر دینا چاہیئے تاکہ بدعت فوراً ختم ہو جائے، اس لئے یہ احکام سب بدعتوں کا سرچشمہ ہیں"

سبحان اللہ! دین کا مصلح کس قدر حد سے تجاوز کر گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن اور جلادوں کا استاد قرار دینے لگا۔

ہمارے لئے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دس احکام کو عیسائیوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور وہ سب بدعات کا سرچشمہ ہیں اور ان کو تورات سے خارج کر دینا انتہائی ضروری ہے تو پھر ان کے نزدیک، مذہب عیسوی میں بدعات کے ان سرچشموں کے مخالف عقیدہ وعمل ہونا چاہیئے۔ یعنی شرک اور بت پرستی، ماں باپ کی تعظیم نہ کرنا، پڑوسی کو تکلیف پہنچانا، قتل، زنا اور جھوٹی گواہی دینا وغیرہ امور دین ہی کے رکن قرار پائیں گے۔ کیونکہ جن احکام کو بدعات کے سرچشمے کہا گیا ہے انہیں تو توحید، ماں باپ کی تعظیم، یوم السبت کا احترام، بت پرستی، قتل، زنا، چوری اور پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔

العیاذ باللہ! اگر دین عیسوی واقعۃً یہی ہے جو لوتھر صاحب کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے تو ایسے دین کو ہمارے دونوں ہاتھوں سے دور ہی سے اسلام، کیونکہ اگر یہی دین ہے تو اس سے تو بے دینی بہت افضل ہے[1]

مجھ سے ایک عیسائی نے برملا کہا کہ ہمارے مذہب کے مطابق موسیٰ (نعوذ باللہ من)

---

[1] اس لئے کہ توحید اور یوم السبت کے احترام کے علاوہ تمام امور ایسے ہیں جن کو انتہائی لادینی معاشرہ بھی ممنوع قرار دیتا ہے۔ تعلیمات خداوندی تو بہت ارفع واعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ ۱۲ نجیب

ایک چور اور ڈاکو تھا۔ میں نے اس سے دلیل پوچھی تو اس نے انجیل یوحنا باب ۱۰ کی آیت ۸ میرے سامنے کر دی۔ غالباً جناب لوتھر صاحب نے بھی اسی آیت سے استدلال کر کے موسیٰ ؑ کی شان میں مذکورہ بالا گستاخانہ باتیں کہیں ہوں گی۔ مذکورہ آیت ۱۶۷۱ء اور ۱۸۳۱ء کے مطبوعہ عربی ترجموں میں اس طرح سے ہے :-

"وجمیع الذین اتوا کانوا سراقا ولصوصا لکن الخراف لم تسمع لھم۔"

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں یوں ہے :-

"وے سب جتنے مجھ سے آگے آئے چور اور راہزن ہیں اور بھیڑوں نے اونکی نہ سنی۔"

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے الفاظ ہیں :-

"وے سب جتنے مجھ سے آگے آئے چور اور بٹ مار ہیں اور بھیڑوں نے انکی نہ سنی[1]۔"

لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد سوم کے چھٹے حصہ میں فرقہ مانی کیز کے عقیدہ کے بیان میں لکھتا ہے کہ "جیروم نے ہمیں بتایا ہے کہ مانی کیز فرقہ کا بانی بشپ مانی کی تصریح ہے کہ یوحنا باب ۱۰ کی آیت ۸ میں جناب مسیح کا یہ قول خاص طور پر موسیٰ کے بارے میں ہے۔ اور فاسٹس بر ملا کہتا ہے کہ ہمارے خدا نے اپنے اس قول میں موسیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

غالباً جناب لوتھر نے بھی انہی دونوں حضرات کی اتباع کی ہے اور لوتھر کے شاگرد لوئی بیس اپنے استاد کی پوری طرح متابعت کرتے ہوئے ہی وہ بات کہتے ہیں جسکو انگلا ناٹم کے صفحہ ۳ پر یوں لکھا گیا ہے کہ "یہ دس احکام کلیسا میں نہ سکھائے جائیں۔"

یہی لوئی بیس   فرقہ کا بانی ہے، ان کا عقیدہ تھا کہ "تورات اس قابل نہیں ہے کہ اس کو خدا کا کلام سمجھا جائے۔" چنانچہ ان کا کہنا تھا کہ "اگرچہ زانی حرام کار اور

---

[1] یہی آیت ۱۹۵۶ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں یوں ہے "جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں مگر بھیڑوں نے ان کی نہ سنی۔"

کسی بھی طرح کا گن ہگار ہو وہ دادِ نجات پر ہے۔ گناہوں میں ڈوبا ہوا شخص خواہ گناہوں کے سبب انتہائی قعر مذلت پڑا ہوا ہو اگر اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیتا ہے تو یقیناً نجات پائے گا اور جو لوگ دس احکام کی پیروی کرتے ہیں وہ شیطان کے ساتھی ہیں، وہ موسیٰ کے ساتھ سولی پائیں گے۔

سبحان اللہ! یہ دس حکم ایسے ہیں کہ جو ان کا اتباع کرتا ہے شیطان کا ساتھی قرار پاتا ہے۔ اس کے اور موسیٰ کے حق میں دعا بھی کتنی اچھی کی گئی ہے۔

اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اس فرقہ کے پیرو کار صرف مسیح کا اعتقاد رکھیں اور بڑے مزے سے زنا، چوری، قتل، بت پرستی اور دنیا جہان کی برائیاں کرتے پھریں، کیونکہ ایسی ہر صورت میں وہ راہِ نجات اور خوشی میں ہی شمار ہوں گے۔

مقصد سوم

عہدِ جدید کی کتابیں

فصل اوّل

انجیلیں، اعمال، مسیح کے خطوط، حواریوں کے خطوط اور مشاہدات وغیرہ کتابیں مسیحی اسلاف کے ہاں مشہور و معروف تھیں، مگر موجودہ عیسائی ان کو ناقابلِ اعتبار اور جھوٹی قرار دیتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد حواریوں کی زندگی میں ہی عیسائیوں میں غیر معتبر اور جھوٹی کتابوں اور جھوٹے خطوط وضع کرنے اور جھوٹے وعظ کہنے کا عام رواج ہو گیا تھا، چنانچہ حواری، انجیل کے کاتب اور مقدس پولس اپنے متبعین کو مسلسل اس سے مطلع کرتے رہے اور حواریوں کے زمانے کے بعد جو کتابیں انجیلیں، اعمال اور خطوط اور مشاہدات کے نام سے مشہور ہوئیں ان کا شمار بہت مشکل ہے۔ جعل سازی کا یہ سلسلہ اسی انداز سے نویں صدی عیسوی کے اختتام تک جاری رہا۔ دسویں صدی میں تو یہ گھناؤنا کاروبار انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔ آج کل ان انجیلوں اور دوسری کتابوں میں سے کچھ تو ناپید ہو چکیں اور کچھ ابھی تک موجود ہیں۔

لوقا اپنی انجیل کے باب اول کی آیت ۱، ۲، ۳ میں اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتا ہے کہ :-

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں، جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا، اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے

اُن کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں۔[1]"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ان آیات کی تشریح یوں کی گئی ہے:-

"انجیل کے کاتبوں کے علاوہ بہت سے لوگوں نے وہ حالات و واقعات جو عیسائیوں کے ہاں پیش آئے ضبطِ تحریر میں لانے شروع کئے تھے، مگر انہوں نے اپنی تاریخوں میں روایات کی صحت و تحقیق کا کوئی اہتمام نہیں کیا تھا۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے لوقا نے روح القدس کے تعاون سے مذکورہ صفات کی حامل مکمل کتاب لکھنے کو ضروری خیال کیا"

اس بیان میں اس کا صریح اعتراف کیا گیا ہے کہ لوقا کی تاریخ کی طرح لوقا سے پہلے بھی بہت سی تاریخیں لکھی جا چکی تھیں مگر ان میں سقم پایا جاتا تھا۔

تفسیر ڈایلی اور رچرڈ منٹ میں آیت اوّل کی شرح میں ذیل میں مرقوم ہے:-

"ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوقا کی تصنیف سے پہلے دوسرے لوگوں نے بھی حالاتِ عیسوی کا مشاہدہ کرنے والوں اور کلام کی خدمت کرنے والوں سے سن کر تصانیف لکھی تھیں"

مقدس پولس گلتیوں کے نام خط باب اوّل کی آیت ۶، ۷ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں:-

"میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح کے فضل سے بلایا اُس سے تم اس قدر جلد پھر کر کسی اور طرح کی خوشخبری کی طرف مائل ہونے لگے، مگر وہ دوسری نہیں البتہ

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ آیات یوں ہیں "اے بزرگ تھوفلس اس لئے کہ بہتوں نے اختیار کیا کہ اُن احوال کو جو حقیقت میں درمیان میں گزرا بیان کریں جیسا انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے ہمکو سونپا۔ میں نے بھی مناسب جانا کہ سب کو سرے سے اچھی طرح دریافت کر کے تیرے لئے درستی سے لکھوں" ۱۲ فہیم

بعض ایسے ہیں جو تمہیں گھبرا دیتے اور مسیح کی خوشخبری کو بگاڑنا چاہتے ہیں"[2]

مقدس پولس کے اس اعتراف سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت ایک دوسری انجیل بھی موجود تھی اور بعض لوگ اس انجیل کو بگاڑنے کے درپے تھے۔

موشیم مورخ اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۸۳۲ء جلد اول میں ناصری اور ابیونی فرقوں کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"ان دونوں فرقوں کے پاس ایک انجیل تھی جو ہماری انجیل سے مختلف ہے ہمارے علماء کے درمیان اس انجیل کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے"

اور میکلین اس کے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ انجیل ناصری یا عبرانی یقیناً وہی انجیل ہے جو ابیونی فرقہ کے پاس موجود تھی اور بارہ حواریوں کی انجیل کے نام سے مشہور تھی اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ وہی انجیل ہے جس کی طرف پولس نے گلتیوں کے نام خط باب اول کی آیت ۶ میں اشارہ کیا ہے۔ پھر تھسلنیکیوں کے نام اپنے دوسرے خط کی باب ۲ کی آیت میں لکھتے ہیں کہ :-

"کسی روح یا کلام یا خط سے جو گویا ہماری طرف سے ہو یہ سمجھ کر کہ خداوند کا دن آپہنچا ہے، تمہاری عقل دفعۃً پریشان نہ ہو جائے اور نہ تم گھبراؤ"[3]

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کا کہنا ہے :-

---

[1] عہد جدید کی کتابوں میں اکثر انجیل کو "خوشخبری" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ انجیل عبرانی زبان میں خوشخبری ہی کو کہتے ہیں۔ ۱۲ تقی [2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۷ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں "میں تعجب کرتا ہوں کہ تم اتنا جلدی اُس سے جس نے تمہیں مسیح کے فضل میں بلایا پھر کے دوسری انجیل کے ہو گئے سو وہ دوسری تو نہیں مگر بعض ہیں جو تم کو گھبراتی اور مسیح کی انجیل الٹ دینا چاہتی ہیں" ۱۲ فہیم

[3] آیت کے الفاظ یہ ہیں "میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح کے فضل سے بلایا اُس سے تم اس قدر جلد پھر کر کسی اور طرح کی خوشخبری کی طرف مائل ہونے لگے" [4] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیت اسطرح ہے "تم

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تھسلنیکیوں کو پولس کی طرف منسوب اور بھی جعلی خط دکھائے گئے تھے"۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور یہ بات جعلسازی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر بطور پیش بندی کے لکھی ہوگی۔ چنانچہ کرنتھیوں کے نام اپنے دوسرے خط کے باب ۱۱ کی آیت ۱۲، ۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں :-

"لیکن جو کرتا ہوں وہی کرتا رہوں گا تاکہ موقع ڈھونڈنے والوں کو موقع نہ دوں بلکہ جس بات پر وہ فخر کرتے ہیں اس میں ہم ہی جیسے نکلیں۔ کیونکہ ایسے لوگ جھوٹے رسول اور دغابازی سے کام کرنے والے ہیں اور اپنے آپ کو مسیح کے رسولوں کے ہمشکل بنا لیتے ہیں"۔[1]

ملاحظہ کیجئے کہ مقدس پولس بھی واویلا کر رہے ہیں کہ ان کے وقت میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو اپنے آپ کو حواریوں کے ہمشکل بنا کر عیسیٰؑ کے رسول ہونے کا دعوے کرتے تھے اور موقع ڈھونڈتے رہتے تھے۔ تفسیر ڈائلی اور رچرڈمنٹ میں آیت ۱۲ کے ذیل میں مرقوم ہے :-

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرنتھیوں میں جھوٹے رسول موجود تھے جو حواریوں جیسی وضع قطع اختیار کر کے یہ دعوے کرتے تھے کہ وہ اپنے وعظ و نصیحت پر کوئی نذرانہ وغیرہ نہیں لیتے اور انہیں اپنی استغنائی پر فخر کرتے تھے، مگر اس کے برعکس اپنے مریدوں سے پوشیدہ طور پر نہ صرف تحفے وصول کرتے بلکہ زبردستی وصول کرتے

(بقیہ حاشیہ صـ سے آگے) اور اس خیال سے کہ مسیح کا دن آ پہنچا ہے جلد اپنے دل کی ڈھارس مت کھو بیٹھو اور نہ گھبراؤ نہ کسی روح نہ کسی کلام نہ کسی خط سے یہ سوچ کر کہ وہ ہماری طرف سے ہے" ۱۲ فہیم [1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں ان آیات کی عبارت یوں ہے "پر میں جو کرتا ہوں سو ہی کرتا رہوں گا کہ میں ان کو جو قابو ڈھونڈتے ہیں قابو پانے نہ دونگا تاکہ جس بات میں وے فخر کرتے ہیں ایسے جیسے ہم ہیں پائے جاویں کیونکہ ایسے جھوٹے رسول دغا کار ہیں جو اپنی صورتوں کو مسیح کے رسولوں سے بدل ڈالتے ہیں" ۱۲ فہیم

حواری نے ان کے اسی طرزِ عمل کی وجہ سے کہ وہ شرمندہ ہو کر مسیح کے رسولوں کا
طریقہ اختیار کریں یہ لکھا کہ میں نے کرنتھیوں سے کبھی کوئی چیز نہ لی ہے اور نہ لوں گا
نہ خفیہ طریقے سے نہ ظاہراً۔"

دیکھئے اس میں اُس دور میں جھوٹے حواریوں کے وجود کا صاف صاف اقرار کیا گیا ہے،
اسی طرح یوحنا حواری اپنے پہلے خط کے باب ۴ کی آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں :-

"اے عزیزو! ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف
سے ہیں یا نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں"[1]

اس آیت میں پولُس کی طرح یوحنا حواری بھی چلّا رہے ہیں اور پطرس حواری اپنے
دوسرے خط کے باب ۲ کی آیت ۱ اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں :-

"اور جس طرح اس امّت میں جھوٹے نبی تھے اُسی طرح تم میں بھی جھوٹے استاد ہوں گے
جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے اور اس مالک کا انکار کریں گے
جس نے انہیں مول لیا تھا اور اپنے آپ کو جلد ہلاکت میں ڈالیں گے"[2]

ملاحظہ کیجئے کہ اس آیت میں پطرس حواری اس بات پر متنبہ کر رہے ہیں کہ عیسائیوں میں
بھی جھوٹے استاد ہوں گے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے اور یہودا
حواری نے اُن جھوٹے استادوں کی بڑی تعداد میں اپنے زمانے میں دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ وہ اپنے پورے خط میں اسی کی شکایت کرتا ہے۔ چنانچہ ٹامس اور رچرڈ مَنٹ کی تفسیر
میں پطرس حواری کے مذکورہ بالا قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸[illegible]ء میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اے حبیبو! تم ہر ایک روح کی تصدیق نہ کرو
بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وے خدا کی طرف سے ہیں کہ نہیں کیونکہ بہت جھوٹے پیغمبروں نے دنیا میں خروج کیا ہے" ۱۲ تقی

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸[illegible]ء اس آیت کو اس طرح نقل کرتا ہے "جیسے جھوٹے نبی اوس قوم میں تھے ویسے جھوٹے معلم تم میں بھی
ہونگے جو ہلاک کرنیوالی بدعتیں پوشیدہ میں نکالیں گے اور اوس خداوند کا جس نے اونہیں مول لیا انکار کرینگے اور آپ کو
جلد ہلاک کریں گے" ۱۲ تقی

"میورہ لکھتا ہے کہ جس وقت اس نے اپنا خط لکھا تھا اسی زمانہ میں یہ جھوٹے اشتہار معروف عمل ہو چکے تھے اور لکھتا ہے کہ ان لوگوں نے خدائی توفیق کو شہوت رانی سے بدل ڈالا تھا"۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد اول کے تتمہ پنجم کے باب ۲ میں لکھتے ہیں :-

"پاک نوشتوں نے خبر دی ہے کہ ایسے لوگ انھی کے زمانے میں پیدا ہو گئے تھے اور اس کی بھی خبر دی ہے کہ ایسے خراب لوگ آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے، جیسا کہ لوقا نے باب اول اور پولس نے گلیتیوں کے نام اپنے پہلے خط کی آیت ۷ تا ۹ میں اور تھسلنیکیوں کے نام دوسرے خط کے باب ۲ کی آیت ۲ میں اس کی تصریح کر دی ہے۔ چنانچہ حواریوں کے زمانہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں اور ان کے شاگردوں کی طرف منسوب جھوٹی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ ان کتابوں کو ابتدائی چار صدیوں کے اہل کتاب نے انجیلوں، خطوط، اعمال اور مشاہدات وغیرہ کے عنوان سے ذکر کیا ہے، مگر انہیں سے بیشتر نابود ہو گئیں، البتہ چند ایک اب تک موجود ہیں"۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ان جھوٹی کتابوں میں سے جو اب تک موجود ہیں ان کے نام یہ ہیں :-

(۱) ابگرس کے نام عیسیٰ علیہ السلام کا خط، ابرش کے پادری لیوپاس کے نام عیسیٰ علیہ السلام کا وہ خط جو یروشلم میں آسمان سے گرا تھا، آمین حواریوں کا، حواریوں کے عقائد، برنباس، کلیمنٹ، اگناشس اور پولیکارپ کے خطوط، انجیل طفولیت، انجیل ولادت مریم، انجیل یعقوب، انجیل نیقودیمس، اعمال پولس، بارہ حواریوں کی تاریخ، ایدیاس کی تصنیف، پولس کا خط کالاودیکیہ کی طرف[۱]۔ اور پولس کے چھ خطوط سنیکا کے نام۔ اور ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں۔

---

[۱] لاودیکیہ کی طرف پولس کے خط کا ثبوت کلسیوں کے نام خط کے باب ۴ کی آیت ۱۶ سے ملتا ہے۔ ۱۲ مجیب

مؤلف الکسیموتو اپنی کتاب کے تتمہ کے باب پنجم میں لکھتا ہے :-

"یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جو مسیح، ان کے حواریوں یا مسیح کے دوسرے مریدوں کی طرف منسوب ہیں اور متقدمین مسیحی مشائخ نے ان کو ذکر کیا ہے"

● عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کتابیں :-

شاہ اوڈیسا ابجرس کے نام خط۔ پطرس اور پولس کے نام خط، امثال اور مواعظ کی کتاب، حواریوں اور مریدوں کے لیے مذہبی گیت جو ان کو خفیہ طور پر سکھائے تھے۔ شعبدہ بازی وسحر کی کتاب، کتاب مسیح، مریم اور دایہ مریم کی پیدائش کی چھٹی صدی میں آسمان سے گرنے والا خط۔

● مریم علیہ السلام کی طرف منسوب کتابیں :-

اگن شش کے نام خط۔ سی سیلیان کے نام خط۔ مریم کی پیدائش کی کتاب۔ مریم اور اس کی دایہ کی کتاب، تاریخ اور حدیث مریم۔ کتاب یسوع معجزات و سلیمانی انگوٹھی۔ مریم کے چھوٹے بڑے سوالوں کی کتاب۔ مریم کی اولاد کی کتاب۔

● پطرس کی طرف منسوب کتابیں :-

انجیل پطرس۔ اعمال پطرس۔ مشاہدات پطرس اول۔ مشاہدات پطرس دوم۔ کلیمنس کے نام خط۔ مباحثہ پطرس وای پین۔ تعلیم پطرس۔ وعظ پطرس آداب نماز پطرس۔ کتاب خانہ بدوشی پطرس۔ کتاب قیاس پطرس۔

● یوحنا کی طرف منسوب کتابیں :-

اعمال یوحنا۔ انجیل دوم یوحنا۔ کتاب خانہ بدوشی یوحنا۔ حدیث یوحنا۔ ہیڈرو کیٹ کے نام خط۔ وفات نامہ مریم۔ مسیح اور ان کے صلیب سے اترنے کا تذکرہ۔ مشاہدات یوحنا دوم۔ آداب نماز یوحنا۔

- اندریاہ[1] حواری کی طرف منسوب کتابیں :-

انجیل اندریاہ ۔ اعمال اندریاہ

- متی حواری کی طرف منسوب کتابیں :-

انجیل طفولیت ۔ آداب نماز متی

- فلپ حواری کی طرف منسوب کتابیں :-

انجیل فلپ ۔ اعمال فلپ ۔

- برتولما[2] حواری کی طرف منسوب انجیل برتولما ۔
- توما[3] حواری کی طرف منسوب کتابیں :-

انجیل توما ۔ اعمال توما ۔ انجیل طفولیت مسیح ۔ مشاہدات توما ۔ کتاب خانہ بدوشی توما ۔

- یعقوب حواری کی طرف منسوب کتابیں :-

انجیل یعقوب ۔ آداب نماز یعقوب ۔ وفات ناصرہ مریم

- متیاہ[4] حواری کی طرف منسوب کتابیں (یہ شخص مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد حواریوں میں شامل ہوا تھا) ۔

انجیل متیاہ ۔ حدیث متیاہ ۔ اعمال متیاہ

- مرقس کی طرف منسوب کتابیں :-

---

[1] اندریاہ یا اندریاس Andreas بارہ حواریوں میں سے ایک مشہور حواری پطرس کے بھائی ہیں ان کا ذکر متی ۴: ۱۸ اور اعمال ۱: ۱۳ میں دیکھا جا سکتا ہے عیسائی روایات کے مطابق آپ کو دو لکڑیوں پر شکل (X) جیسی کے دیا گیا اسی لئے یہ صلیب اندراوس کہلاتی ہے۔ تعلیق [2] برتولما یا برتلمائی یا برتلما Bartholomew بارہ حواریوں میں سے ایک کہتے ہیں کہ ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت انہوں نے ہی کی ہے ان کا ذکر متی ۱۰: ۳ اور اعمال ۱: ۱۳ میں دیکھے تعلیق [3] توما یہ بھی حواریین سے ہیں ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ میں ان کا بڑا کردار ہے تعلیق [4] متیاہ یا متی یہ وہی ہیں جن کے نام میں انجیلوں کا اختلاف ہے اور جو محصول پر بیٹھے تھے تو حضرت مسیح نے انہیں دعوت دی تھی (متی ۹: ۹-۱۳) ۔ تعلیق ٭

معریوں کی انجیل ۔ آداب نماز مرقس ۔ کتاب پیش برنباس

- برتلمائیس کی طرف منسوب کتابیں ۔

انجیل برنباس ۔ برنباس کا خط

- متی ڈیوس کی طرف منسوب انجیل متی ڈیوس ۔
- پولس کی طرف منسوب کتابیں :-

اعمال پولس ۔ اعمال تھکلا ۔ لادوکیوں کے نام خط ۔ تھسلنیکیوں کے نام تیسرا خط کرنتھیوں کے نام تیسرا خط ۔ کرنتھیوں کی طرف سے پولس کے نام خط اور پولس کی طرف سے اس کا جواب ۔ سینیکا کے نام خط اور ایک خط سنیکا کا پولس کے نام ۔ مشاہدات پولس اول ۔ مشاہدات پولس دوم ۔ وژن پولس ۔ اناٹی کشن پولس ۔ انجیل پولس ۔ وعظ پولس ۔ سانپ کے منتر کی کتاب ۔ بر محاسبت پطرس و پولس ۔

انسائیکلوپیڈیا کا مؤلف جھوٹی کتابوں کی یہ فہرست لکھنے کے بعد رقمطراز ہے :-

"جب دینِ عیسوی کے ابتدائی دور میں ہی ان انجیلوں، خطوط اور مشاہدات کی صورت میں غلط بھرمار ہو گئی تھی اور ان میں سے بیشتر ابھی بلکہ اکثر عیسائیوں کے نزدیک مسلّم ہیں تو اب ہم کس اصول کی رو سے پہچان سکتے ہیں کہ جن کتابوں کو پروٹسٹنٹ حضرات تسلیم کرتے ہیں واقعتہً الہامی کتابیں ہیں، جب اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہیں کہ چھاپے خانے کی ایجاد سے پہلے ہی ان حضرات کی مسلّمہ کتابیں الحاق و تحریف کا نشانہ بنتی رہی ہیں تو ان کو الہامی تسلیم کرنے میں سخت مشکلات سامنے آجاتی ہیں۔"

---

[1] برنباس یا برنباہ BARNABAS ایک تابعی ہیں جو لاوی خاندان کے تھے اور ان کا نام یوسف تھا انھوں نے کھیت بیچ کر اس کی قیمت تبلیغی مقاصد میں صرف کرنے کے لئے حواریوں کو دیدی تھی اس لئے انھوں نے ان کا نام برنباس رکھا جس کے معنی "نصیحت کا بیٹا" ہیں (دیکھئے اعمال ۴: ۳۶) تقی

میں کہتا ہوں کہ اس شخص کی مذکورہ بالا تصریحات بالکل سچی ہیں، جیسا کہ ہم اس کتاب کے مقدمہ کی تیسری فصل میں بیان کر چکے۔ قارئین پر اس سے حقیقت حال بخوبی واضح ہو چکی ہے۔ پھر جب مسیحی اسلاف میں تحریف اور جعل سازی کی یہ عادت پختہ ہو چکی تھی، بھلا طبیعت ثانیہ بن جانے کے بعد اس سے کون منع کر سکتا ہے۔ موشیم اپنی تاریخ کی جلد اول کے صفحہ ۶۵ پر دوسری صدی عیسوی کے علماء کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"افلاطون[۱] اور فیثا غورث[۲] کے پیروؤں کا یہ مقولہ مشہور تھا کہ سچائی اور خدا پرستی کو پروان چڑھانے کی خاطر جھوٹ اور فریب سے کام لینا نہ صرف جائز بلکہ انتہائی قابل تحسین کام ہے اور جیسا کہ قدیم ملفوظات سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ مسیح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے مصر کے یہودیوں نے اُن سے یہ مقولہ سیکھا تھا اور ان دونوں طبقوں سے یہ بدترین بیماری عیسائیوں کو بھی لگ گئی، اس بات کی واضح طور پر تائید اُن جھوٹی کتابوں کے وجود سے ہوتی ہے جو بڑے بڑے بزرگوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں"

ولیم میور اپنی کتاب "تاریخ کلیسا" (جو کہ اردو زبان میں ملتا ہے) مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے باب سوم کے حصہ دوم میں دفعہ تعلیم کے تحت رقمطراز ہے:۔

"دوسری صدی عیسوی میں مسیحی علماء میں یہ بحث چل نکلی کہ جب بت پرست فلاسفہ اور حکماء کے سامنے دین کے مباحثے کئے جائیں تو ان کے مقابل انہی کے طریقۂ بحث اور طرز استدلال کو اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آخر کار اُرجن وغیرہ کی رائے کے مطابق مذکورہ

۱۔ افلاطون Plato مشہور یونانی فلسفی جو سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا اس کی کتابیں جمہوریت اور سیاست پر مشہور ہیں (پ ۴۲۷ ق م م ۳۴۷ ق م) ۱۲ تقی۔ ۲۔ فیثا غورث Pyhagore مشہور یونانی فلسفی جس کی طرف علم حساب کی تدوین منسوب ہے آواگون کا قائل تھا ۵۰۰ ق م میں اس نے وفات پائی۔ ۱۲ تقی ٭

طریقہ وطرز تسلیم کر لیا گیا۔ اس کے بعد مسیحی مناظروں کی تیز عقلی اور نکتہ سنجی سے بحث و مناظرہ کی مجلسوں میں رونق افزوں تر ہو گئی۔ لیکن اس طرزِ عمل کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ سچائی اور صاف گوئی میں خلل واقع ہو گیا۔ پھر جیسا کہ بعض لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسی طرزِ عمل کا نتیجہ یہ بھی نکلا کہ وہ جعلی تصنیفات وجود میں آئیں جو اس زمانے کے بعد کثرت سے لکھی گئیں۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ فلسفی حضرات جب کوئی نظریہ اختراع کرتے تھے تو بسا اوقات اس کے حق میں کتاب لکھ کر کسی مشہور فلسفی کے نام سے اس کو شائع کر دیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ اس حیلے سے لوگ اس نظریے کی طرف متوجہ ہو کر اس کی باتیں زیادہ ماننے لگے۔ اگرچہ حقیقت یہ ہوتی تھی کہ وہ باتیں اسی مصنف کی ہوتی تھیں چنانچہ فلاسفہ کی طرز پر بحث ومناظرہ کرنے والے مسیحی حضرات بھی انہی کی طرح کتاب لکھ کر کسی حواری، حواری کے خادم یا کسی مشہور اسقف[1] کی طرف منسوب کر کے شائع کر دیتے تھے۔ یہ طریقہ تیسری صدی میں شروع ہوا اور رومن کلیسا میں برس ہا برس تک جاری رہا۔ یہ طرزِ عمل یقیناً حق کے بالکل خلاف اور انتہائی قابلِ مذمت تھا!!

اس کے بعد مؤرخ موصوف نے کتبِ مقدسہ میں تحریف کے واقع نہ ہونے پر چند عذر پیش کئے ہیں، ان کی حقیقت ان شاء اللہ اس مقصد کے آخر میں "میزان الحق" کے مصنف کے استدلال کے رد میں کھل جائے گی۔

مذکورہ بالا بحث کے نتائج | مندرجہ بالا سطور میں ہم نے دو مؤرخوں کی کتابوں سے دو طویل اقتباسات نقل کئے ہیں ان سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:-

اول[1]۔ یہ کہ مسیحی علماء نے بددیانتی کا وطیرہ دوسری صدی ہی سے شروع کر دیا تھا

---

[1] اسقف:

اور راست بازی اور خدا پرستی کو پروان چڑھانے کی خاطر جھوٹ اور فریب سے کام لینا ایک دینی فریضہ قرار پاگیا۔ اُن علماء نے جن کواب بھی مسیحی حضرات اپنے پیشوا اور سچے مسیحی شمار کرتے ہیں، محض اتنی بات کا لحاظ کرتے ہیں کہ مذہب عیسوی کے مناظرین کی شہرت ہو جائے، ایسے امر کا فتوےٰ دیا جو جعلسازی کا سبب بن گیا تو اُن علماء کی دیانت سے یہ کوئی بعید نہیں کہ انھوں نے اس بات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہ مسیحی مذہب میں ترقی ہو اور اس پر عوام کا یقین پختہ ہو جائے، اُس متعارف انجیل میں بہت کچھ کمی بیشی کرنے کا بھی فتویٰ دے دیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ موجودہ تمام انجیلیں اُسی صدی میں بنائی گئی ہوں اور اصلی انجیلوں کو چھپا دیا گیا ہو۔ دوسری فصل میں ہم اُن کے محققین علماء کا یہ اقرار نقل کریں گے کہ دیندار مسیحی حضرات بھی قصداً تحریف کیا کرتے تھے چنانچہ اس اقرار سے (کتب مقدسہ میں تحریف کے) اس احتمال کو مزید تقویت ملتی ہے۔

دومؔ۔ یہ کہ جب ان جعلسازوں کو ملتِ مسیحی کے ستون، علماء کا اس معاملہ میں ایسا فتویٰ مل گیا جو جعلسازی کا سبب بن گیا اور پھر ایسی جعلسازی اور دروغ گوئی دینی فریضہ قرار پاگئی تو بھلا کون سی چیز ان کو اس سے روکنے والی رہی۔ ایسے میں سوچئے کہ سینکڑوں سال تک مسیحی جعلساز حضرات نے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے اور حتی المقدور کب موقع ہاتھ سے جانے دیا ہوگا۔ چنانچہ کورنتھیو کے اسقف ڈیونیسیس نے ان لوگوں کے بارے میں کیا خوب تبصرہ کیا ہے:-

"جب یہ لوگ میرے خطوط میں تحریف سے باز نہیں آئے تو کتب مقدسہ میں تحریف سے کیا خاک باز آئے ہوں گے"

یوسی بیس اپنی تاریخ کی کتاب چہارم باب ۲۳ میں لکھتا ہے:-

"کورنتھیہ کا اسقف ڈیونیسیس کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے بھائیوں کی درخواست پر ان کو خط لکھے تھے اور ان شیطان کے جانشینوں نے ان کو گندگی سے بھر دیا، یعنی بعض

باتوں کو بدل دیا ہے اور کچھ اپنی طرف سے ان میں شامل کر دیں جس کا مجموعہ ڈھیرا عم ہے اس لئے یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے کہ بعض لوگوں نے خداوند کی پاک کتابوں میں بھی ملاوٹ کرنے کا ارادہ کیا ہے، اس لئے کہ ان لوگوں نے ان کتابوں میں جن کی کتب مقدسہ کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے وہی وطیرہ اختیار کیا ہے "

پولس کے گمشدہ خطوط

انجیل کے بعض مقامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ (موجودہ اور مذکورہ خطوط کے علاوہ) پولس کے اور بھی خطوط تھے جن کو عیسائیوں نے گم کر دیا ہے، چنانچہ کلسیوں کے نام خط کے باب کی آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

"اور جب یہ خط تم میں پڑھ لیا جائے تو ایسا کرنا کہ لودیکیہ کی کلیسا میں بھی پڑھا جائے اور اُس خط کو جو لودیکیہ سے آئے تم بھی پڑھنا[1]"

یہ آیت اس پر صاف دلالت کر رہی ہے کہ پولس نے ایک خط لودیکیہ کی طرف بھی لکھا تھا اور اب تک اس طرح کا ایک خط موجود بھی ہے۔ مگر جمہور مسیحی اس کو تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہورن کی تصریحات میں گزر چکا ہے۔

اسی طرح کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۵ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

آیت ۹ : میں نے اپنے خط میں تم کو یہ لکھا تھا کہ حرامکاروں سے صحبت نہ رکھنا۔

آیت ۱۰، ۱۱ : یہ تو نہیں کہ بالکل دُنیا کے حرامکاروں یا لالچیوں یا ظالموں یا بت پرستوں سے ملنا ہی نہیں، کیونکہ اس صورت میں تو تم کو دنیا ہی سے نکل

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے "اور جب یہ خط تم میں پڑھا جاوے تو ایسا کرو کہ لادوقیوں کی مجلسوں میں پڑھا جاوے اور لادوقیوں کا خط تم بھی پڑھو" ۱۲ تقیم

جانا پڑتا۔ لیکن میں نے تم کو در حقیقت یہ لکھا تھا[1] کہ اگر کوئی بھائی کہلا کر حرامکار یا لالچی یا بت پرست یا گالی دینے والا یا شرابی یا ظالم ہو تو اُس سے صحبت نہ رکھو بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا۔"

جس خط کا حوالہ آیت نمبر ۹ میں دیا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اب گم ہو چکا ہے۔

کرنتھیوں کے نام دوسرے خط کے باب ۱۰ کی آیت ۹ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یوں ہے کہ :-

"میں یہ کہتا ہوں تھووے کہ میں ایسا ظاہر ہوں کہ خطوں کو لکھ کے تمہیں ڈراتا ہوں"[2]

اور یہ جملہ تھووے کہ میں ظاہر ... الخ دوسرے ترجموں میں یوں ہے :-

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء : مبادا چنین ظاہر شود کہ شما را بنامہائے می ترسانم۔

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء ۔ وئلا اُظن مثل اَنی اُخوفکم برسائلی ۔

ملاحظہ کیجئے کہ تمام ترجموں میں لفظ خطوں، نامہا اور رسائل کا صیغہ بالاتفاق جمع کے ساتھ آیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پولس نے کرنتھیوں کو بہت سارے خطوط لکھے تھے اور پہلے طبقوں میں اس طرح کے دو خط موجود تھے جن کی طرف اکیسو موکی (گزشتہ سطور میں مذکور) عبارت میں اشارہ موجود ہے۔ مگر اب ان کو جعلی شمار کیا جاتا ہے۔

---

[1] ۱۸۲۳ء کے اردو ترجمہ میں آیت ۱۱ یوں ہے :- "پر میں نے اب تمہیں یہ لکھا ہے کہ ... الخ" تمہیں کو ۱۹۵۹ء کے ترجمہ میں "لیکن میں نے تم کو در حقیقت یہ لکھا تھا الخ" کر دیا گیا ہے، نیز آیت ۹ اور آیت ۱۱ کے مضمون کو دیکھا جائے تو ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں تحریف صاف دکھائی دیتی ہے اس لئے کہ اگر آیت ۱۱ کا جملہ اس سے قبل لکھا گیا ہوتا تو یقیناً اس وضاحت کی کبھی ضرورت نہ پڑتی جس کے لئے آیت ۹ اشارہ کر رہی ہے غور کا مقام ہے ۱۲ نجیب

[2] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ ہیں "میں اس لئے کہتا ہوں کہ خطوں کے ذریعہ سے تم کو ڈرانے والا نہ ٹھہروں۔ (۹:۱۰) ۱۲

خلاصۂ بحث گذشتہ صفحات میں مذکورہ تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مسیحی ملّت کے ابتدائی طبقات میں جعلسازی اپنے عروج پر تھی اور الہامی کتب کی حفاظت کا انتظام انتہائی ناقص تھا اور اغلب یہی ہے کہ اس کے اسباب وہی ہوں جن کا ذکر اس کتاب کے مقدمہ کی تیسری فصل میں ہم نے کیا ہے، مگر دوسری صدی کے علماء نے جو جعلسازی کی اجازت کا فتوےٰ دیا تھا اُس نے اُن تمام اسباب مذکورہ سے اہم کام انجام دیا۔

تحریف کا ایک اور سبب (کتب مقدسہ میں تحریف اور جعلی الہامی کتابیں بنانے کا) ایک سبب اور سمجھ میں آتا ہے، وہ یہ کہ پہلی اور دوسری صدی میں مسیحی حضرات کی اکثریت ان قوموں پر مشتمل تھی جو ناخواندہ اور پنچ شمار ہوتی تھیں اور پھر یہ لوگ ان حوادث کا شکار ہوتے جن کا تذکرہ مقدمہ کی تیسری فصل میں گزر چکا ہے۔ اور یہ ایک بدیہی امر ہے کہ اَن پڑھ اور نیچ قوم کے لوگوں کو فکر مآل کم ہوتی ہے اور یہ کم اندیشی اُس وقت اور بھی خصوصیت اختیار کر لیتی ہے جب وہ کسی بڑے سنگین حادثہ کا شکار ہو جائے۔

اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہوتے یہ کہنا بجا ہوگا کہ اُس ابتدائی دور میں تحریف کرنے والوں کے لئے اپنے مقاصد پورے کرنے کے بہت مواقع تھے اور اُن غریبوں کے کتبِ مقدسہ کی حفاظت کا کوئی بہتر انتظام نہ تھا اور نہ ہی اسناد کا کوئی بہتر طریقہ رائج تھا، بلکہ وہ تو اپنی زندگی کے دن خوف وہراس کی فضا میں گزارتے تھے اور محض سُنی سنائی روایتوں پر اکتفاء کر کے ان کی پرکھ اور تنقید وتحقیق کے جھمیلوں میں نہ پڑتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ متاخرین کو ان کی تنقید وتحقیق کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔

ولیم میور اپنی اردو زبان میں تاریخ کلیسا کے باب ۲ کے حصہ اول کی دفعہ ۶ میں لکھتے ہیں:-

"پہلے مسیحی حضرات کو آئندہ زمانہ کی فکر بہت کم تھی اور وہ لوگ اپنے کلیسا کے حالات کی

تحریری یادداشت رکھتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ ظلم و ستم کا شکار رہے اور اپنی زندگی انتہائی کسمپرسی کی حالت میں بڑی مشکل سے گزارتے تھے۔"

پھر ابتدائی دو صدیوں کے حالات بیان کرتے ہوئے باب کے حصہ اول میں لکھتے ہیں:-

"اس زمانہ میں بیشتر محدثین غریب اور متوسط قوموں سے تعلق رکھتے تھے، اعلیٰ طبقوں سے بہت کم لوگ محدث تھے، ان کی کثرت کی یہ بھی ایک وجہ تھی اور اسی سبب سے انہوں نے زیادہ شہرت نہیں پائی اور تاریخوں میں ان کا کم تذکرہ ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیچ قوم دوسری قوموں سے تعداد میں زیادہ ہوتی ہے اور لوگ ان کی طرف توجہ بھی کم ہی دیتے ہیں، کیونکہ مورخین کی کتابوں میں نامور حشمت والی اور اہل اقتدار شخصیتوں کے ہی حالات درج ہوتے ہیں۔"[۱]

اور مقدمہ کی دوسری فصل میں ہورٹن کا بیان گزر چکا ہے جس میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ پہلی صدی کے متقدمین روایات کی تنقید و تحقیق نہیں کرتے تھے۔

فصل دُوم

اس میں اس امر کا بیان ہے کہ عیسائی علماء کے اقرار و اعتراف کے مطابق عہدِ عتیق کی طرح عہدِ جدید میں بھی الحاق اور تحریف یقینی طور پر ہُوا ہے۔

عہد جدید میں الحاق اور تحریف کے شواہد

پہلا شاہد انجیل متی میں انجیل متی باب ۲۷ کی آیت ۳۵ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء[1] کے نسخوں میں یوں ہے :-

"اور اس نے صلیب پر کھینچ کر اُس کے کپڑوں پر چھٹی ڈال کے بانٹ لئے تاکہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا پورا ہو کہ انہوں نے میرے کپڑے آپس میں بانٹ لئے اور میرے کُرتے پر چھٹی ڈالی" انتہی

اس آیت میں "تاکہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا الخ" پورا جملہ یقیناً الحاقی ہے[2] چنانچہ ہورن اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۳۳۰، ۳۳۱ پر لکھتا ہے :-

"یہ جملہ ایک سو اکسٹھ یونانی نسخوں، سریانی ترجمہ کے تمام قلمی و مطبوعہ نسخوں، عربی ترجمہ

---

[1] ۱۹۵۸ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت ان الفاظ میں بس اتنی ہے کہ "اور انہوں نے اسے صلیب پر چڑھایا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے" (۳۵ : ۲۷) [2] چنانچہ موجودہ اردو اور جدید انگریزی ترجمے میں یہ جملہ حذف کر دیا گیا ہے۔ ۱۲ تقی ؎

کے تمام قلمی نسخوں اور اس مطبوعہ نسخہ میں جسے بشپ والٹن کی پالی گلاٹ میں طبع کرایا ہے اور پالی گلاٹ میں شامل فارسی ترجمہ میں متروک ہے' اسی طرح کاپٹک سہی ڈگ، اتھیوپک اور قدیم روسی تراجم کے تمام قلمی اور بیشتر مطبوعہ نسخوں نیز بیشتر لاطینی، قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے علاوہ اکثر قدیم اطالوی نسخوں میں بھی متروک ہے۔ کریزاستم، ملیطوس تبستری، یوتھی میس، تھیوفلیکٹ، آرجن اور لاطینی کے قدیم مترجم ادی میس، آگسٹائن اور جوون کوس وغیرہ نے جہاں کہیں اس آیت کا حوالہ دیا ہے ان سب کے حوالوں میں بھی یہ جملہ متروک ہے۔ یہ جملہ کسی نے انجیل یوحنا باب ۱۹ کی آیت ۲۴ سے لے کر اس آیت میں اس کا الحاق کر دیا ہے۔ گریس بیک نے جو اس جملہ کو قطعی جھوٹا سمجھ کر چھوڑ دیا یہ بہت ہی اچھا کیا۔"

ملاحظہ کیجئے کہ یہ جملہ واضح طور پر الحاقی ہے، ان کے مفسر محقق بھی الحاقی کہتے ہیں۔ گریس بیک نے اس کو جھوٹا اور الحاق قرار دے کر نکال دیا تھا۔ ہورن نے اس کے اس اقدام کی خوب تعریف کی۔

دوسرا شاہد۔ یوحنا کے پہلے خط میں | یوحنا کا پہلا خط باب کی آیت ۷، ۸ اردو ترجمہ ۱۸۳۲ء میں یوں ہے:۔

"تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں، باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور تین ہیں جو زمین پر گواہی دیتے ہیں، روح اور پانی اور لہو اور ان تینوں کا ایک مضمون ہے[1]۔"

---

[1] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں مذکورہ آیت ۷، ۸ کی عبارت یوں ہے:۔

"۶۔ اور جو گواہی دیتا ہے وہ روح ہے کیونکہ روح سچائی ہے ۷۔ اور گواہی دینے والے تین ہیں، روح اور پانی اور خون اور تینوں ایک ہی بات پر متفق ہیں۔"

الحاق و تحریف کی یہ بھی ایک بیّن مثال ہے۔ ۱۲

کسی عیسائی نے بد دیانتی سے مسئلہ تثلیث ثابت کرنے کی غرض سے ان دونوں آیتوں میں کہ "جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور تین ہیں جو زمین پر" کا جملہ بڑھا دیا ہے حالانکہ آیت کی اصل عبارت یوں تھی "تین ہیں جو گواہی دیتے ہیں روح اور پانی اور لہو[1] الخ"

ملاحظہ ہو کہ اپنے عقیدہ کے ثبوت کی خاطر اپنی طرف سے ایک عبارت وضع کر کے اس کو کلام اللہ کہنا مسیحی حضرات کی کتنی بڑی جسارت ہے۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد چہارم کے صفحہ پر لکھتا ہے۔

"اس جملہ کے بارے میں چار سو سال سے علماء کے درمیان نزاع چلا آرہا ہے اور ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ البتہ اب بائبل کے جمہور محققین نے اس کو جعلی قرار دے کر ترک کر دیا ہے۔"

اس کے بعد تقریباً چوبیس صفحات میں اُن متنازعین کے دلائل تفصیل کے ساتھ بیان کر کے اُن پر جرح و تنقید کی ہے اس کے بعد پوری بحث کا خلاصہ لکھا ہے۔ ہورن کے اس خلاصۂ بحث کا ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں مزید خلاصہ نقل کیا گیا ہے اسی تفسیر کی عبارت کا ترجمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ ترجمہ یہ ہے :-

ہورن طرفین کے دلائل نقل کرنے کے بعد دوبارہ لکھتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جملہ کو جھوٹا کہنے والوں کا کہنا ہے :-

نمبر ۱ یہ جملہ سولھویں صدی سے قبل کے کسی تحریر شدہ یونانی نسخہ میں موجود نہیں ہے۔

نمبر ۲ سابقہ بہتر سے بہتر تحقیق کے ساتھ مطبوعہ نسخوں میں موجود نہیں ہے۔

نمبر ۳ لاطینی نسخہ کے سوا کسی قدیم نسخہ میں موجود نہیں ہے۔

---

[1] چنانچہ موجودہ اردو اور جدید انگریزی ترجموں میں اب عبارت اسی قدر ہے۔ ۱۲ تقی

۳۔ اکثر قدیم لاطینی قلمی نسخوں میں بھی موجود نہیں ہے۔
۴۔ متقدمین مشائخ اور کلیسا کے مورخین سے اس کی کوئی سند نہیں ملتی۔
۵۔ لاطینی مشائخ نے بھی اس کا حوالہ نہیں لیا۔
۶۔ پروٹسٹنٹ مصلحین نے یا تو اس کو بالکل متروک کر دیا یا پھر مشکوک ہونے کی علامت لگا دی ہے۔

اور اس جملہ کو سچا کہنے والے کہتے ہیں:۔

۱۔ قدیم لاطینی ترجمہ اور لاطینی ولگیٹ کے بیشتر نسخوں میں موجود ہے۔
۲۔ کتاب عقائد یونانی، آداب نماز کلیسا یونانی اور لاطینی کلیسا کی شرح والی نماز کی کتاب میں موجود ہے اور بعض متقدمین لاطینی مشائخ نے اس کا حوالہ دیا ہے۔

مگر یہ دونوں دلیلیں ناقابلِ التفات ہیں۔ البتہ اس کے سچا ہونے کی شہادت اسی جملہ میں اس طرح موجود ہے:۔

۱۔ جملہ کا ربط ۲۔ قاعدہ نحوی ۳۔ حرف تعریف کا ۴۔ یوحنا کے اسلوب سے اس کی مشابہت۔

اور دوسرے نسخوں میں اس جملہ کے متروک ہو جانے کا سبب یوں بیان کیا جا سکتا ہے:۔

۰ اصل کے دو نسخے ہوں یا یہ کہ ابتدائی دور میں بائبل کے نسخوں کے کم ہونے کے سبب کاتب کے فریب یا اتفاق کسی بنا پر یہ معاملہ ہو گیا ہو، یا فرقہ ایرین نے اسے نکال دیا ہو یا دیندادوں نے تثلیث کا ایک سربستہ راز سمجھ کر نکال دیا ہو۔ جیسا دوسرے مقامات پر کاتب کی غفلت ایسے ہی عیوب کا سبب بنی ہے، اس جملہ میں بھی کاتب کی غفلت کام آئی ہو۔ اطالوی مرشدوں نے تو ان فقروں کو بھی ترک کر دیا ہے جو اس بحث میں موجود تھے اور ہو دن سابقہ

دلائل پر انصاف اور بے لاگ طریقہ سے نظر ثانی کر کے کہتا ہے کہ "یہ جملہ جعلی سمجھ کر ترک کر دیا جائے اور اس کے سوا ایسے دوسرے نسخوں میں جن کی سچائی سند کے اعتبار سے شک وشبہ سے بالا ہے ان میں اتنے بڑے فقرے کو داخل نہیں کر سکتے اور نارڈش کے خیال کے مطابق کہتا ہے کہ اندرونی شہادت خواہ کتنی ہی ٹھوس ہو لیکن اس موقف (یعنی اس فقرے کے جھوٹا ہونے) پر خارجی شہادتوں کے انبار پر غالب نہیں آسکتی"

ملاحظہ کیجئے کہ ہنری واسکاٹ کی تصریح کے مطابق ہورن نے طرفین کے دلائل کا انصاف اور بے لاگ طریقے سے جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ فقرہ جعلی ہے، مخالفین کے دلائل میں زیادہ سے زیادہ جو بات کچھ بھی وزن رکھتی تھی وہ اندرونی شہادت تھی مگر ہورن نے اس کو بھی ناقابلِ التفات قرار دے کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ خارجی شہادتوں کے انبار پر غالب نہیں آسکتی اور بحمد اللہ اس جھوٹی عبارت کو سچا کہنے والوں نے اپنے عذرِ لنگ میں اس بات کا اقرار کیا کہ شروع زمانہ میں کتبِ مقدسہ کے نسخے اس قدر کم تھے کہ کاتبوں اور باطل فرقوں کی تحریف چل جاتی تھی۔ غور کیجئے کاتبوں اور باطل فرقوں نے خدا جانے اور کس کس طرح کتبِ مقدسہ کا حلیہ بگاڑا ہوگا۔ اور یہ دلیل کہ دینداروں نے اس کو تثلیث کا ایک راز سمجھ کر نکال دیا ہوگا۔ اس کی بیّن دلیل ہے کہ دیندار حضرات بھی تحریف کے درپے رہے ہیں اور مفید مطلب مقامات سے جملے کے جملے ہضم کر جاتے تھے، اور ان دینداروں کی تحریف کے قصداً ہونے میں تو ذرہ برابر شک نہیں، انشاء اللہ اس فصل کے آخر میں اس کو بیان کیا جائے گا۔ بھلا غور کیجئے کہ صدہا سال میں ان حضرات کے ہاتھ سے کیا کیا تحریف نہ ہوتی ہوگی۔

اب ہم کچھ ایسی باتیں پیش کرتے ہیں جن سے اس جملے کے جھوٹا ہونے کو تقویت ملتی ہے ہمارا دعویٰ کہ یہ جملہ جھوٹا ہے اس کی وجوہات یہ ہیں :-

سریانی کا وہ ترجمہ جو دوسری صدی میں ہوا۔ سریانی کا دوسرا ترجمہ جو پانچویں صدی میں ہوا۔ کاتھلک ترجمہ جو دوسری یا تیسری صدی میں ہوا، سہی ڈک کا ترجمہ جو دوسری صدی میں ہوا۔ لے تھیوپک ترجمہ جو چوتھی صدی میں ہوا ہے۔ ارمنی ترجمہ جو چوتھی صدی کے آخیر یا پانچویں صدی کے شروع میں کیا گیا ہے، عربی ترجمہ قلمی اور نویں صدی میں ہونے والے روسی ترجمہ، ان میں سے کسی نسخے میں یہ فقرہ موجود نہیں ہے۔

ڈاکٹر بی گین لکھتا ہے کہ "اس نے انتہائی قدیم سریانی ترجمہ جو ایک ہزار سال سے زائد عرصے سے ہندوستانی کلیسا میں تھا، میں اور نہ کسی دوسرے سریانی نسخہ میں پایا اور نہ ہی لاطینی ترجمے کے چالیس نسخوں میں یہ جملہ پایا گیا ہے۔"

ہورن نظر ثانی کرتے ہوئے کہتا ہے "ان نسخوں میں پچیس نسخے بہت ہی پرانے ہیں ان کی شہادت پچیس سو نسخوں سے بہتر ہے۔"

آگسٹائن مسیحی مذہب کا بڑا عالم شمار کیا جاتا ہے، اس نے چوتھی صدی میں اس خط کی تحقیق میں دس رسالے لکھے ہیں، ان میں سے کسی ایک میں اس جملہ کا وجود نہیں ملتا آگسٹائن فرقہ ایرین کے مدمقابل تھا، اگر یہ جملہ موجود ہوتا تو ان کے سامنے تثلیث کے ثبوت میں اس کو نقل کر دیتا اور خواہ مخواہ تکلیف میں پڑ کر آیت نمبر ۸ کے حاشیہ میں یوں نہ لکھتا کہ "پانی سے مراد باپ، خون سے بیٹا اور روح سے روح القدس ہے۔" اسی حاشیہ کو رفتہ رفتہ تثلیثی یار لوگوں نے تغیر و تبدل کر کے آیت نمبر ۷ قرار دے کر متن میں داخل کر دیا۔

مارش کہتا ہے کہ ارنی نیس اور اسکندریہ کے کلیمنٹ کے پاس موجود ان نسخوں میں جو یقیناً دوسری صدی کے بعد کے لکھے ہوئے نہیں ہو سکتے، اسی طرح ارجن کے پاس موجود نسخے جو یقیناً تیسری صدی کے بعد کے لکھے ہوئے نہیں ہو سکتے، یونانی مرشدوں کے نسخے جو نائس کے کونسل میں تھے اور وہ یقیناً چوتھی صدی کے بعد کے نہیں ہو سکتے اور اسی طرح

لے نیقادی کونسل ۱۳۰

صدی تک کے نسخے جو اسی صدی میں لکھے گئے تھے، یہ سب قدیم نسخے جو ہم تک پہنچے ہیں ان سب میں یہ فقرہ موجود نہیں تھا۔

دینِ مسیحی کے مصلح جناب لوتھر کے جرمنی ترجمہ میں بھی یہ فقرہ نہیں تھا۔ یہی نہیں بلکہ ان کی زندگی میں جتنے ایڈیشن اس ترجمہ کے طبع ہوئے کسی میں بھی اس کا وجود نہیں تھا۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں ۱۵۴۶ء میں اس ترجمہ کو پھر طبع کرنا شروع کیا۔ طباعت مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ان کی وفات ہو گئی۔ اُن کی وفات کے بعد یہ طباعت مکمل ہوئی۔ اس طباعت کے مقدمہ میں انھوں نے صاف طور پر لکھا تھا کہ "کوئی شخص میرے ترجمے میں تبدیلی نہ کرے" مگر افسوس اس کے باوجود تحریف کرنے والے تحریف سے باز نہ آئے اور اُن کی وفات کو ابھی تیس برس بھی نہ گزرے تھے کہ ان کی وصیت کے برعکس یہ جھوٹا جملہ اُن کے ترجمے میں شامل کر دیا گیا۔ سب سے پہلے یہ بددیانتی اُس ترجمہ میں ہوئی جو ۱۵۷۴ء میں فرینکفرٹ سے طبع ہوا تھا، مگر فرینکفرٹ سے ۱۵۸۳ء میں طبع ہونے والے اسی ترجمہ سے اس کو نکال دیا گیا تھا، لیکن ۱۵۹۶ء و ۱۵۹۹ء کی اڈنبرگ اور ۱۵۹۶ء کی ہمبرگ کی طباعتوں میں تثلیثی محرفین نے یہ جملہ پھر شامل کر دیا۔ ۱۶۲۰ء کی اڈنبرگ کی طباعت سے اسے پھر نکال دیا گیا۔ اس کے بعد اُس ترجمہ میں اس فقرہ کا الحاق عام ہو گیا اور کالوِن نے اگرچہ اپنے ترجمہ میں اس کو رہنے دیا ہے مگر اس پر اپنے شبہ کا اظہار بھی کر دیا ہے۔ لیو جوڈا کی طرف منسوب لاطینی ترجمے ۱۵۴۳ء میں اسٹی وِنز نے طبع کرایا، اس میں اس جملہ کو متن سے نکال کر حاشیہ میں لکھا گیا ہے اور کاسٹیلیو کے ترجمہ میں جو پہلے ۱۵۵۱ء میں اور پھر ۱۵۷۳ء میں طبع ہوا اس جملہ پر علیحدگی کا نشان بنایا گیا۔ اسی طرح ٹنڈل کا انگریزی ترجمہ مطبوعہ ۱۵۲۶ء اور ۱۵۳۶ء، کوورڈیل کی بائبل مطبوعہ ۱۵۳۵ء، میتھیو کی بائبل مطبوعہ ۱۵۳۷ء و ۱۵۴۹ء و ۱۵۵۱ء کرینمر کی بائبل مطبوعہ ۱۵۳۹ء و ۱۵۴۱ء، ٹریورنر کی بائبل مطبوعہ ۱۵۴۰ء و ۱۵۴۱ء و ۱۵۴۹ء بشپ ٹان شل اور حید کی تصحیح شدہ بائبل مطبوعہ ۱۵۴۹ء، سرجان چیک کے لئے گوڈول ٹیر

کالاطینی اور انگریزی زبانوں میں ۱۵۵۱ء کا مطبوعہ عہد جدید، ۱۵۵۲ء میں ہل کا طبع کردہ عہد جدید، ۱۵۵۳ء میں گرافٹن کی طبع کردہ بائبل، ۱۵۵۷ء میں روشن میں طبع ہونے والی انگریزی بائبل اور وہ بائبل جسے ۱۵۶۲ء میں ہیری سن نے انگریزی میں لندن سے طبع کرایا۔ ان تمام کے تمام نسخوں میں اس جملہ پر شک کا نشان بنا ہوا تھا۔

مشہور فلسفی اسحاق نیوٹن نے جو انگریزوں کے زعم میں افلاطون سے بھی بڑا ہے، اس جملے اور ایک دوسرے جملے کے جھوٹا اور الحاقی ہونے پر پچاس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے "جولاتی پریری یونیورسل تاریخ" نامی تاریخ کی کتاب جو علماء کمیٹی کی تالیف ہے اور تالیف کے حکم سے ۱۸۳۳ء میں لندن سے چھپی ہے، اس میں مرقوم ہے :-

"اسحاق نیوٹن نے پچاس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یوحنا اور پولس کے دو خطوں کے دو جملوں کے تحت تثلیث کے مسئلہ پر تحقیقی بحث کی ہے، نیوٹن کا خیال ہے کہ کاتبوں نے ان میں تحریف کی ہے۔"

اسحاق نیوٹن یہ کہتا ہے کہ تثلیث کے قائل کسی کاتب کی کارستانی ہے جس نے اپنے عقیدہ کی تائید کے لئے اس مذموم حرکت کا ارتکاب کیا ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ پادری فنڈر، جو کہ تثلیث کے معتقد ہیں اور اس کو ثابت کرنے کے لئے اپنی کتابوں میں رطب و یابس بھر دینے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ اس جملہ کو جعلی اور جھوٹا سمجھتے ہوئے اسی واسطے اختیار نہیں کیا ہوگا کہ "کہیں میرے لکھنے کی وجہ سے ناظرین تفسیروں میں اس فقرہ کو دیکھ کر اس کی قباحت پر مطلع نہ ہو جائیں اور جو میں نے اثبات تثلیث اور کتب مقدسہ میں تحریف واقع نہ ہونے کا پُر زور دعویٰ کیا ہوا ہے کہیں خاک میں نہ مل جائے" مگر افسوس کہ مذکورہ بالا خرابیوں کے ظہور نے اُن کے تمام ملمعوں کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ البتہ دافع البہتان کے مصنف پر تعجب ہوتا ہے کہ کس ڈھٹائی سے اس جعلی فقرے کو اثباتِ تثلیث میں بطور دلیل پیش کرتا ہے۔

تیسرا[۳] شاہد

کرنتھیوں کے نام دوسرے خط میں | کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱۰ آیت ۲۸ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یوں ہے :-

"پر اگر کوئی کہے کہ یہ بتوں کی قربانی ہے تو اوسکی خاطر جس نے جتایا اور دینداری کے واسطے نہ کھاؤ کہ زمین اور اوسکی معموری خداوند کی ہے"[۱]

آخری جملہ دوسرے ترجموں میں یوں ہے :-

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں ہے "کہ زمین و پرشی ازاں خداوند است۔"

اور یہ جملہ "کہ زمین اور اوسکی معموری خداوند کی ہے" الحاقی ہے۔ ہورن اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۳۳۰ پر لکھتا ہے :-

"یہ جملہ کوڈکس اسکندریانوس، کوڈکس واٹیکانوس، کوڈکس گنفا دی عن اسٹ اور باسلین سیس، کوڈکس بروبلی، کوڈکس بادلیانوس اور کوڈکس سٹڈیلی اور اس طرح گنفی گریس بیک کے ساتوں نسخوں میں موجود نہیں ہے، ایسے ہی سریانی ترجمہ اور اس عربی ترجمہ میں جس کو اریی نیس نے طبع کیا ہے اور کاپٹک، سہی ڈک، انفیوبک ارمنی لاطینی ولگیٹ کے ترجموں اور نہ ہی قدیم اطالوی ترجمہ میں بھی موجود نہیں تھا یوحنا فی ڈاسٹیوسن، ام بروسیاس ٹر، آگسٹائن، اسی ڈور اور بیڈ جو اس آیت کا حوالہ لیتے ہوئے اس جملہ کو نقل نہیں کرتے اور گریس بیک نے یقیناً قابل الاخراج سمجھ کر متن سے نکال دیا اور حقیقت میں اس جملہ کی کوئی سند نہیں اور یہ فضول جملہ تھا"

---

[۱] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے کہ "لیکن اگر کوئی تم سے کہے کہ یہ قربانی کا گوشت ہے تو اسکے سبب جس نے تمہیں جتایا اور دینی امتیاز کے سبب نہ کھاؤ" (۱۰ : ۲۸) قدیم اردو ترجمے میں "بتوں کی قربانی" کو جدید ترجمہ میں صرف "قربانی کا گوشت" بنا دینا بھی تحریف کی ایک مثال ہے۔ ۱۲ تجیب ✧

آیت ۲۱ سے لے کر ملایا گیا ہے۔"

ملاحظہ کیجئے کہ یہ جملہ مذکورہ بالا یونانی نسخوں اور ان کے ترجموں اور اسی طرح مسیحی مشائخ کی نقلوں میں موجود نہ تھا، گریسبیک نے اس کا الحاقی ہونا یقینی سمجھ کر نکال دیا اور ہورن اس کو الحاقی، بلاسند اور فضول قرار دیتا ہے اور ۱۶۷۱ء و ۱۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں بھی موجود نہیں ہے۔ بلکہ عربی ترجمہ میں مذکورہ آیت صرف اتنی ہے:-

"فان قال انسان هذه ذبيحة الاوثان فلا تأكلوا من اجل الفاعل لكم ومن اجل النية[1]"

چوتھا[2] شاہد

انجیل متی میں

انجیل متی باب ۱۲ آیت ۸ اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء میں یوں ہے:-

"کیونکہ ابن آدم سبت کا بھی خداوند ہے[3]۔"

اس عبارت میں لفظ "بھی" الحاقی ہے۔ ہورن اپنی تفسیر کی جلد دوم ص ۳۳۰ پر لکھتا ہے کہ:-

"یہ لفظ ستاسی قلمی اور بیشتر مطبوعہ نسخوں، سریانی، عربی اور پالی گلاٹ لیٹن والش کے فارسی ترجمہ، کاپٹک ترجمہ اور قدیم روسی و اطالوی ترجموں، سبھی میں موجود نہیں ہے، اسی طرح ترٹیلین، سائی پرین، آریجن، کریزاسٹم اور تھیئیس اور تھیوفلکٹ نے جہاں اس آیت کا حوالہ نقل کیا ہے وہاں اس لفظ کو نہیں لیا۔ درحقیقت یہ لفظ انجیل مرقس باب ۲ کی آیت ۲۸ یا انجیل لوقا باب ۲ آیت ۵ سے الحاق کیا گیا ہے[4]۔ گریسبیک نے بہت اچھا کیا جو اس الحاقی لفظ کو نکال دیا۔"

---

[1] ومن اجل النية [2] اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یہ آیت اس طرح ہے "کیونکہ ابن آدم سبت کا مالک ہے۔" (۱۲ : ۸) [3] لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں مرقس سے بھی لفظ "بھی" ساقط کر دیا گیا ہے۔" ۱۲ تقی

دیکھئے ہورن یہاں بھی اس لفظ کو الحاقی قرار دے کر گریس بیک کی یوں تعریف کی کہ "اس نے بہت اچھا کیا"۔

پانچواں شاہد

ایضاً انجیل متی باب ۱۲ آیت ۳۵ اردو ترجمہ ۱۸۲۳ء میں یوں ہے :-

"اچھا آدمی دل کے اچھے خزانے سے اچھی چیزیں نکالتا ہے الخ"[1]

اس عبارت میں "دل کے" لفظ الحاقی ہے۔ ہورن اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۳۳۱ پر لکھتا ہے :-

"یہ لفظ ایک سو سات قلمی اور بیشتر مطبوعہ نسخوں کے علاوہ عربی، فارسی، قدیم روسی، اینگلو سکسنی، قدیم اطالوی ترجموں اور لاطینی ولگیٹ میں موجود نہیں تھا، اوریجن، ماریسیولی فرقے سے مباحثہ کے مصنف گریگوری نازین زین، گریگوری نیسا، کرزاسٹم، تھیوفلکٹ، سائی پرن، ہلیری، لوسی فر اور ام بروسیاسٹر نے اپنے حوالوں میں جہاں اس آیت کو نقل کیا ہے اس میں اس لفظ کو نہیں لیا۔ اصل میں یہ لفظ انجیل لوقا باب ۶ آیت ۴۵[2] سے یہاں الحاق ہو گیا ہے۔"

دیکھئے یہاں بھی ہورن نے اس لفظ کے الحاق کا اقرار کیا ہے جو رومن کیتھولک کے انگریزی ترجموں کی طرح ہنری مارٹن کے فارسی اور ۱۸۳۱ء کے عربی ترجموں میں آج تک موجود نہیں ہے۔ ۱۸۴۳ء کے فارسی ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے :

"مرد شائستہ از خزانہ شائستہ خود اشیاء شائستہ را بیروں مے آرد الخ"

اور ۱۸۳۱ء کے الفاظ ہیں :-

---

[1] ۱۹۵۹ء کا اردو ترجمہ یوں ہے: "اچھا آدمی اچھے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے۔ الخ"

[2] انجیل لوقا کی آیت مذکورہ یوں ہے ترجمہ ۱۹۵۹ء: "اچھا آدمی اپنے دل کے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے الخ" (۶: ۴۵)

[3] مذکورہ ترجمہ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ سے لیا ہے۔ (۸: ۵۹)

الانسان الصالح من كنوزه الصالحة يخرج الصالح الخ"

چھٹا شاہد

انجیل یوحنا میں | انجیل یوحنا باب آیت ۵۹ سنہ ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :۔

"تب اونھوں نے پتھر اوٹھائے کہ اوسے ماریں پر یسوع نے اپنے تئیں پوشیدہ کیا اور اون کے بیچ میں ہو کے ہیکل سے نکلا اور یوں چلا گیا"

اس آیت میں "اور ان کے بیچ میں ہو کے" اور "یوں چلا گیا" کے الفاظ الحاقی ہیں۔ رومن کیتھولک کے تمام انگریزی ترجموں میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں، وہ حضرات ان کو الحاقی قرار دیتے ہیں اور سنہ ۱۶۷۱ء اور سنہ ۱۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں بھی متروک ہیں۔ عربی ترجمہ کی عبارت یوں ہے :۔

"فاخذوا احجارا لیرجموه فاما یسوع فتواری وخرج من الهیکل"

یعنی پس انھوں نے اسے مارنے کو پتھر اٹھائے، مگر یسوع چھپ کر ہیکل سے نکل گیا۔

ساتواں شاہد

انجیل متی میں | انجیل متی باب ۶ کی آیت ۱۳ سنہ ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :۔

"اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہ بدی سے بچا کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال تیرا ہمیشہ ہے۔ آمین"

اس آیت میں "کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال تیرا ہمیشہ ہے" الحاقی ہے، رومن کیتھولک والے اس کو الحاقی قرار دیتے ہیں۔ لاطینی ترجمہ اور رومن کیتھولک کے تمام انگریزی ترجموں میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی سنہ ۱۶۷۱ء و سنہ ۱۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں ہے، اس کی عبارت یوں ہے :۔ "ولا تدخلنا فی التجارب ونجنا من الشر امین" اور ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۴ء کے مطبع بپٹسٹ مشن کلکتہ کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں اس جملہ پر علیحدگی کا

نشان لگایا گیا ہے[1]۔

وارڈ اپنی کتاب اغلاط نامہ کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں :-

"یوحنا باب ۸ آیت ۵۹ کے یہ الفاظ "اُن کے بیچ میں ہوکے" اور "یوں چلا گیا" الحاقی ہیں۔ بیضا لکھتا ہے کہ "یہ الفاظ انتہائی قدیم نسخوں میں موجود ہیں، مگر ارازمس کی رائے کے مطابق میرا خیال بھی یہی ہے کہ یہ الفاظ "ان کے بیچ میں ہوکے" لوقا باب ۴ کی آیت ۳۰ سے لئے گئے ہیں اور کاتب نے حاشیہ پر لکھے ہوئے دیکھ کر انکو غلطی سے متن میں داخل کردیا ہے اور "یوں چلا گیا"[2] کے الفاظ کسی نے صرف اس باب کا اگلے باب سے ربط پیدا کرنے کے لئے بڑھائے ہیں[3] اور میں نے اپنے اس خیال کو اس لئے لائق اعتنا نہیں سمجھا کہ نہ صرف کریزاسٹم اور آگسٹائن نے اس جملہ کو ذکر نہیں کیا بلکہ یہ جملہ ویسے بھی بے ربط اور لغو ہے اس لئے کہ جب وہ چھپ گیا تو پھر اُن کے بیچ میں سے ہوکے کیسے نکل گیا؟" بیضا کے اسی استدلال کے سبب اس کے معتقدین نے سنہ ۱۵۶۱ء، سنہ ۱۵۶۳ء، سنہ ۱۵۶۶ء اور سنہ ۱۵۶۹ء کے مطبوعہ انگریزی ترجمہ سے یہ جملہ نکال دیا تھا مگر اُس کے بعد سنہ ۱۵۸۰ء اور سنہ ۱۵۸۳ء میں ان الفاظ کو پھر داخل کرلیا گیا۔

اور متی باب ۶ آیت ۱۳ میں یہ جملہ "کیونکہ بادشاہی اور قدرت الخ" الحاقی ہے ارازمس نے اسے ناپسند کیا ہے اور بلنجر کا کہنا ہے کہ یہ ٹکڑا بعد میں ملایا گیا ہے۔

---

[1] اور ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا (کیونکہ بادشاہی اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں آمین) یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۵۹ء کی ہے اس میں بھی اس جملہ پر علیحدگی کا نشان موجود ہے۔ ۱۲ ت

[2] باب ۹ اس طرح شروع ہوتا ہے "پھر اس نے جاتے وقت ایک شخص کو دیکھا الخ" تو گویا ربط اس طرح ہوا"۔۔۔ یوں چلا گیا، پھر اس نے جاتے وقت الخ" اغلاط نامہ کے مؤلف کی غالباً یہی مراد ہے۔ ۱۲ ت

اور اس کو ملانے والے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔

لارنر ششش والے لاطینی ترجموں میں اس جملہ کے متروک ہونے کے سبب اعتراض کیا تھا، اسکے جواب میں ملنجر اس کو ملامت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ لارنر ششش کا یہ کہنا بلا دلیل ہے کہ کلام خداوندی سے یہ جملہ کٹ گیا ہے، اس کو تو یہ چاہیئے تھا اُن لوگوں پر لعنت کرتا جنہوں نے بے احتیاطی سے اپنی بات کو خداوندی کلام کا جزو بنا دیا ہے۔"

آٹھواں شاہد

یوحنا میں انجیل یوحنا باب آیت ۵۳ سے باب آیت ۱۱ کی کی تمام آیات الحاقی ہیں[1] اراز مس، کالون، بیزا، گروٹیس، لیکلرک، وٹسٹین، سملر، شلز، موریس، ہیمن لین، پالس اور شلز کے علاوہ دلبتی نس اور کوچر نے کئی دوسرے علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ان آیات کو تسلیم نہیں کیا تھا اور بہت سے مختلف زبانوں کے قدیم تراجم میں آیات موجود نہیں۔ کرتیز استم، تھیو فلکٹ اور نونس نے جو انجیل یوحنا کی تفسیریں لکھی ہیں اُن میں ان آیات کی شرح نہیں کی اور نہ دوسرے مقام پر اُن کا حوالہ دیا ہے۔ ترتیلین اور سائی پرن نے زنا اور عفت کے موضوع پر اپنے رسالوں میں ان آیات سے کہیں استدلال نہیں کیا۔

---

[1] ان آیتوں میں ایک عورت کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ یہودیوں نے اس پر تہمت زنا لگا کر حضرت مسیح سے اسے سنگسار کرنے کا مطالبہ کیا مگر حضرت مسیح نے کہا کہ تم میں سے جو پاکدامن ہو وہ اسکا فیصلہ کرے اس پر سب لوگ چلے گئے اور کسی نے فیصلہ نہیں کیا پھر حضرت مسیح نے اسے آئندہ گناہ نہ کرنے کی تاکید کر کے رخصت کر دیا۔ جدید انگریزی ترجمہ سے یہ عبارت اس موقع پر حذف کر دی گئی ہے پھر انجیل یوحنا کے ختم کے بعد اس عبارت کو نقل کر کے حاشیہ پر مترجمین لکھتے ہیں کہ یہ عبارت جو عہد جدید کے عام پھیلے ہوئے نسخوں میں یوحنا ۷: ۵۳ تا ۸: ۱۱ پر پائی جاتی ہے اسکی ہمارے قدیم صحیفوں میں کوئی متعین جگہ نہیں ہے بعض نسخوں میں یہ عبارت سرے سے موجود ہی نہیں ہے بعض نسخوں میں یہ لوقا ۲۱: ۳۸ کے بعد موجود ہے اور بعض میں اسے یوحنا ۷: ۳۶ یا ۷: ۵۲ یا ۲۱: ۲۴ کے بعد دکھا گیا ہے (نیو انگلش بائبل صفحہ ۱۸۳) ۱۲ تقی ❖

اُن کے پاس موجود نسخوں میں یہ آیات ہوتیں تو یقیناً ان سے استدلال کرتے۔ واڈاپی کتاب کے صہ ۳۸ میں لکھتا ہے :-

"بعض متقدمین نے یوحنا کے آٹھویں باب کے ابتدائی حصہ پر شبہ کیا ہے"

ڈاکٹر مل کی موافقت میں ان آیات کی سچائی کی حمایت کرتے ہوئے ہورن اپنی تفسیر جلد چہارم کے صہ ۳۱۰ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں :-

"شہادت ان آیات کی سچائی کے حق میں ہے، اگرچہ انتہائی قدیم ترجموں میں یہ موجود نہیں ہیں اور نہ کریزاسٹم، تھیوفلکٹ اور نونس کے حوالوں میں اور نہ ہی ان کی تفسیروں میں ان کی شرح موجود ہے۔ اسی طرح ٹرٹیلین اور ساقی پرن کے عفت اور زنا کے موضوع پر رسالوں میں اُن آیات سے استدلال کیا ہے، باوجودیکہ ان آیات میں ان کے لئے مخصوص دلائل موجود تھے ان کے پاس موجود نسخوں میں اگرچہ یہ آیات نہیں تھیں مگر کرٹیس بیک نے انہی کے قریب ایسے گنوائے ہیں جن میں یہ آیات موجود تھیں، البتہ ان کی عبارتوں میں شدید اختلاف تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ آیات سچی نہ ہوتیں تو ان نسخوں میں کیسے داخل ہوگئیں۔ اس کے علاوہ ان میں ایسی کوئی بات بھی تو نہیں جو مسیح علیہ السلام کے طرز عمل کے خلاف ہو، بلکہ ان کے حلم، سخاوت اور انکسار کے بالکل مناسب ہیں۔ آگسٹائن نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے نسخوں سے چھوٹ جانے کی یہ وجہ بتائی ہے کہ "خداوند نے جو ایک بدکار عورت کو چھوڑ دیا، اس پر کوئی الزام نہ دے، اس سبب کاتبوں نے ان کو لکھا ہی نہیں" مگر یہ توجیہ اس لئے کوئی وزن نہیں رکھتی کہ خداوند کے ظہور کا مقصد دنیا کو سزا دینا نہیں تھا اور اس جرم کا تدارک بس اسی حد تک ہی ممکن تھا نیز وہ حکومت اُسی اصول ہی کی مخالف تھی جو خداوند حکام کی اطاعت کے سلسلے میں لایا تھا۔"

میں کہتا ہوں کہ اس مفسر نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ یہ آیات انتہائی قدیم ترجموں اور کریزاسٹم، تھیوفلکٹ اور نونس کی تفسیروں اور ان کے حوالوں میں نیز ٹرٹیلین اور سائی پرین کے رسالوں میں موجود نہیں ہیں اور آگسٹائن کے نسخوں میں بھی متروک تھیں، تبھی تو اس نے وہ توجیہ پیش کی جسے ہورن نے ناقابلِ قبول قرار دیا۔ البتہ اس کے اعتراف کے مطابق اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ چوتھی صدی میں یہ آیات متروک تھیں اور اس صدی اور اس سے پہلی صدی کے کاتبوں کی ذہنی کیفیت یہ تھی کہ تقریباً بارہ بارہ آیات کو غارت کر دیتی تھی، غور کیجئے کہ جب ان کتب مقدسہ کا تواتر لفظی ثابت نہیں تو ایسے توہمات سے کس حد تک نوبت پہنچی ہوگی؟

ہورن کے نزدیک ان آیات کی سچائی کی دو دلیلیں ہیں۔ اول یہ کہ تقریباً اسی نسخوں میں موجود ہیں، دوم یہ کہ کوئی بات مسیح علیہ السلام کے طرزِ عمل کے خلاف نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں یہ دونوں لچر دلیلیں ہیں۔ اس لئے کہ پہلی دلیل کے بارے میں تو وہ خود اقرار کرتے ہیں۔ اُن نسخوں کی عبارتوں میں بھی اختلاف تھا اور یہ شدید اختلاف ان آیات کے اصلی نہ ہونے کی دلیل ہے۔ غالباً عیسائیوں میں یہ طریقہ رائج ہو گا کہ بعض اہلِ علم حضرات نے اپنے نسخوں پر حاشیہ میں یہ عبارت اپنی طرف سے بطور حاشیہ لکھی ہو گی جنہیں بعد میں ان نسخوں سے نقل کرنے والے کاتبوں نے متن میں شامل کر لیا اور یہاں یہ کوئی نئی بات نہیں ہوئی، کیونکہ ان کے علماء کے اقرار کے مطابق عہدِ عتیق و جدید میں ان کاتبوں کے حُسنِ دیانت کے نتیجے میں اس طرح کا بہت کچھ ظہور میں آ چکا ہے۔

نواں شاہد

لوقا میں انجیل لوقا باب کی آیت ۳۱ کا ۱۸۳۱ء کا عربی ترجمہ یوں ہے :-

"فقال الرب بمن اشبه اناس هذا الجيل الخ"

۱۸۴۲ء کے فارسی ترجمہ میں یوں ہے :-

"حضرت فرمود کہ من اشخاص این طبقہ را بچہ تشبیہ کنم الخ"

اور ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

"اور خداوند نے یہ بھی کہا میں اس زمانہ کے لوگوں کو کس سے تشبیہ دوں[1] الخ"

اور تمام تصدیق شدہ انگریزی ترجمے اسی کے مطابق ہیں" اور خداوند نے کہا" کے الفاظ الحاقی ہیں اور ۱۸۴۲ء کے اردو ترجمہ کرنے والے نے اس الحاق میں بھی اپنی طرف سے لفظ" یہ بھی " بڑھا دیا ہے۔

رومن کیتھولک کے نئے ترجمہ مطبوعہ لندن ۱۸۳۶ء میں حاشیہ پر یوں تحریر ہے :-

"مطبوعہ نسخوں میں یہ آیت یوں شروع ہوتی ہے" اور خداوند نے کہا الخ" اور بیشتر نسخوں میں یہ لفظ موجود نہیں ، چوٹی کے محققین نے اس کو رد کیا ہے۔

۱۸۴۲ء کے اردو مترجم نے بہت اچھا کیا جو ان الفاظ کو نکال باہر کیا اور آیت یوں شروع کی ہے" پس اس زمانے کے لوگوں کو کس سے نسبت دوں"

دسواں شاہد

ایضاً انجیل لوقا باب ۲۱ کی آیت ۳۲، ۳۴ کے درمیان سے ایک پورا جملہ غائب ہوگیا ہے ہورن جلد چہارم صفحہ ۴۲۶ پر لکھتا ہے :-

"لوقا باب ۲۱ کی آیت ۳۳، ۳۴ کے درمیان سے ایک پورا جملہ غائب ہوگیا ہے جسے متی باب ۲۴ کی آیت ۳۶ اور مرقس باب ۱۳ کی آیت ۳۲ سے لے کر یہاں بڑھا دینا چاہیئے تاکہ لوقا بھی دیگر انجیل نویسوں کے موافق ہو جاتے"

پھر حاشیہ پر لکھتا ہے :-

"لوقا کے متن میں اس عظیم نقصان سے تمام محققین و مفسرین نے چشم پوشی سے کام

---

[1] اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یہ آیت یوں شروع ہوتی ہے" پس اس زمانہ کے آدمیوں کو الخ" اور خداوند نے یہ بھی کہا" کے الفاظ شامل نہیں۔ ۱۲ ت [2] ۱۹۵۹ء کے اردو مترجم نے یوں شروع کیا ہے" پس اس زمانہ کے آدمیوں کو میں کس سے تشبیہ دوں الخ" ۱۲

لیا تھا، آخر کار ڈاکٹر ہلز نے سب سے پہلے اس طرف توجہ دی"

ملاحظہ کیجئے یہاں یہ مفسر ایک پورے جملے کے غائب ہو جانے کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اسے متیؔ اور مرقسؔ سے لے کر بڑھا دیا جائے۔

عہد جدید کی کتابوں میں اسی طرح کی کمی زیادتی بے شمار مقامات پر وسیع پیمانے پر ہوئی ہے اس کو آدمی کہاں تک لکھے۔ ہورنؔ کے چند اقوال نقل کر کے ہم اس فصل کو ختم کرتے ہیں۔ ہورنؔ دوسری جلد کے ص ۳۳۱ پر لکھتے ہیں :-

"اس طرح کے الحاق خود ساختہ اصلاح کے سبب حواریوں کے اعمال اور ان مقامات میں جہاں کوئی واقعہ مکرر مذکور ہوا ہے واقع ہوئے ہیں۔ کاتبوں اور اُن سے زیادہ مترجموں نے نامکمل واقعات میں دوسرے مقامات سے لے کر ان جملوں کو ملا دیا ہے۔ اس قسم کی زیادہ مثالیں بیان کرنا بے فائدہ ہے بطور مثال حضرت پولسؔ کے ایمان لانے کا واقعہ، جسے لوقاؔ نے باب ۹ میں ذکر کیا ہے، اس کا مواد کتاب اعمال کے باب ۲۶،۲۲ سے اور قرنیلیوس کے ایمان لانے کا حال جو کتاب اعمال باب ۱۰، ۱۱ میں مذکور ہے، کافی ہیں"

دیکھئے مترجموں نے تو صرف ترجموں میں اصلاح کی، مگر کاتبوں نے نسخوں کے متن میں بھی تصرف کر دیا۔ کاتبوں کی کیا شکایت؟ یہاں تو یہی اسلاف میں ایسے حضرات جو بڑے دیندار کہلاتے تھے، ہر فرقہ پر دوسرے فرقہ کے اعتراضات کے دفعیہ کی غرض سے یا اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے کمال دیانت اور دینداری کے تقاضے کے تحت انجیل مقدس کی آیات میں تحریف کیا کرتے ہیں۔ ان دیندار حضرات کی تحریف، ملحدوں اور کاتبوں کی تحریف کے علاوہ تھی۔ چنانچہ ہورنؔ اپنی کتاب کے مذکورہ بالا صفحہ پر ہی لکھتا ہے کہ :-

---

لے اور یہ آیت انجیل متیؔ میں یوں ہے "لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ" انجیل مرقسؔ ۱۳ : ۳۲ میں بھی الفاظ کی معمولی تبدیلی سے یہی مفہوم ہے۔ ۱۲ فہیم

وہ بلاشبہ بعض خرابیاں قصداً ان لوگوں نے بھی کی ہیں جو دیندار کہلاتے تھے، ان کے بعد انہی خرابیوں کو محض اس لئے اختیار کر لیا گیا تاکہ اپنے دعوے کو تقویت دی جا سکے یا اپنے اوپر کئے جانے والے کسی اعتراض کو رفع کیا جا سکے عبارتوں کے اختلاف کی اس بنیاد کو بہت کم لوگوں نے معلوم کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قافﷺ کی کتاب جس میں عبارتوں کے اختلافات مذکور ہیں، ہم دو تین نمونے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً :-

● مرقس باب ۱۳ آیت ۳۲ سے کچھ الفاظ غائب ہو گئے ہیں، امبروس کہتا ہے کہ "میرے زمانے میں بہت سے مروجہ نسخوں میں سے یہ الفاظ نکال دیئے گئے ہیں کیونکہ وہ الفاظ "مثلاً ایرین"ﷺ کی تائید کرتے تھے"۔

● اور لوقا باب آیت ۳۵ﷺ میں، یونی کیشس جو مسیح علیہ السلام کے دو اقنوم ہونے کا منکر تھا اس کے شبہ کو رد کرنے کے لئے بعض الفاظ بڑھائے گئے تھے اور ان کو سریانی، عربی، فارسی ترجموں کے علاوہ دوسرے ترجموں اور مرشدوں کے حوالوں میں بھی بڑھایا گیا ہے۔

● لوقا باب ۲۲ کی آیت ۴۳ سے نسخہ اسکندریانوس کے علاوہ دوسرے نسخوں سے بھی صرف اس لئے نکال دیا گیا کہ بعض دیندار عیسائیوں کے خیال میں خداوند کی فرشتے

ﷺ اعجاز عیسوی میں ایسا ہی ہے، مگر انگریزی مترجم نے یہاں KAFF لکھا ہے۔ تقی

ﷺ اس آیت میں ہے "اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ" واضح رہے کہ فرقہ ایرین تثلیث کا منکر ہے۔ اس آیت سے اس کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ یہاں بیٹے اور باپ میں کھلی تفریق کی گئی ہے۔ ۱۲۔ تقی

ﷺ اس آیت میں ہے کہ فرشتے نے حضرت مریم سے کہا "روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وہ مولود مقدس خدا کا بیٹا کہلائے گا"۔ اس سے بھی چونکہ عقیدۂ تثلیث کی تردید ہوتی ہے اسلئے اس میں تحریف کی گئی ہوگی۔ تقی

کے مدد کرنے سے خداوند کے مقام الوہیت میں نقص[1] واقع ہوتا ہے۔

۵۔ کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱۵ کی آیت[2] ۵ میں لفظ بارہ[3] کو گیارہ سے بدل ڈالا تاکہ اس پر جھوٹ کا الزام عائد نہ ہو سکے، جو ہر شخص جانتا ہے کہ یہاں جز بجائے کل کے دکھایا گیا ہے۔

۶۔ متی باب[4] آیت ۱۸ سے "اس سے پہلے کہ وہ ہمبستری کریں" اور آیت ۲۵[5] سے لفظ پہلا اڑا دیا گیا "تاکہ کوئی مریم علیہا السلام کی دوشیزگی پر ہمیشہ کے لئے شبہ نہ کر سکے"۔

---

[1] اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی مبینہ پھانسی سے ایک رات قبل پریشانی کے عالم میں جبل زیتون پر جانے کا واقعہ مذکور ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ ایک فرشتہ آپ کو تقویت دیتا تھا، آیت کے الفاظ یہ ہیں "اور آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا وہ اسے تقویت دیتا تھا پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دل سوزی سے دعا کرنے لگا اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ (لوقا ۲۲: ۴۳، ۴۴) ایکسی ہومو نے اسے الحاقی قرار دیا ہے۔ ۱۲ تقی [2] اس میں حضرت عیسیٰ کے دوبارہ زندہ ہونے کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ وہ سب سے پہلے کیفا کو اور پھر بارہ حواریوں کو نظر آئے۔" آیت یہ ہے "اور کیفا کو اور اس کے بعد ان بارہ کو دکھائی دیا" ۱۲ تقی [3] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں لفظ "بارہ" ہی استعمال کیا گیا ہے۔ ۱۲ ت [4] آیت یہ ہے "جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو اس سے پہلے کہ وہ ہم بستری کریں وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی" ۱۲ تقی [5] آیت یہ ہے "اور اس کو نہ جانا جب تک اس کے پہلا بیٹا نہ ہوا" ۱۲ تقی

فصل سوم

اس میں اس امر کا بیان ہے کہ انجیل کی تحریر و انجیل نویسوں کے سہو اور کوتاہیوں سے خالی نہیں اور اکثر مقامات میں ان کی روایتوں میں اتنا شدید اختلاف ہے کہ دور از کار تاویلات سے بھی بمشکل کچھ توافق پیدا ہوتا ہے، بطور نمونہ چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں ۔

پہلا شاہد

انجیل متّیٰ میں اختلاف اور غلطیاں

انجیل متّیٰ باب اوّل جو کہ انجیل کی بسم اللہ کا مقام رکھتا ہے اس میں کئی مقامات پر صریح غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ مسیحی حضرات ان کی دور از کار تاویلیں پیش کرتے ہیں ۔

پہلی غلطی ابراہیمؑ سے عیسیٰ تک پشتیں

انجیل متّیٰ باب ۱ آیت ۱۷ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"دو پس سب پشتیں ابرہام سے داؤد تک چودہ پشتیں ہوئیں اور داؤد سے لیکر گرفتار ہو کر بابل جانے تک چودہ پشتیں اور گرفتار ہو کر بابل جانے سے لیکر مسیح تک چودہ پشتیں ہوئیں"[1]

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ [illegible] کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے "پس سب پشتیں ابرہام سے داؤد تک چودہ پشتیں ہیں اور داؤد سے اوس وقت تک کہ بابل کو اوٹھ گئے چودہ پشت ہیں اور بابل کو اوٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشت ہیں" فہیم

اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا تفصیل میں تین قسمیں شامل ہیں اور ہر ایک قسم اس طرح چودہ پشتوں پر مشتمل ہے کہ ابراہیم سے داؤد تک چودہ، داؤد سے بابل جانے تک چودہ اور بابل جانے سے مسیح تک چودہ پشتیں۔ اور اگر ہم اس تفصیل کا جو جناب متی نے لکھی ہے، جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ پہلی قسم میں چودہ پشتیں اس صورت میں ہوں گی کہ داؤد بھی اس میں داخل ہوں، اور اگر ان کو پہلی قسم میں شامل نہ کیا جائے تو یہ تیرہ رہ جائیں گی۔ اور ظاہر ہے کہ داؤد جب پہلی قسم میں شامل ہو کر ایک پشت شمار ہوئے تو قسم دوم میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ یہ قسم سلیمان علیہ السلام سے شروع ہو کر یکونیاہ پر ختم ہوگی۔ اگر اس قسم کی چودہ پشتیں پوری کرنے کے لئے یکونیاہ کو اس میں شمار کریں تو پھر قسم سوم سے خارج کرنا پڑے گا۔ اور قسم سوم سیالتی ایل[1] سے شروع ہوگی، مگر اس صورت میں چودہ پشتیں ہرگز نہیں ہوتیں بلکہ مسیح کو اس میں شامل کریں تو تیرہ ورنہ بارہ پشتیں بنتی ہیں۔

دوسری غلطی، عُزّیاہ، یورام کا بیٹا یا پڑپوتے کا بیٹا

آیت ۸ اردو ترجمہ ۱۸۴۴ء میں یوں ہے:-

"اور آسا سے یہوشافط اور یہوشافط سے یورام اور یورام سے عُوزیاہ پیدا ہوا"[2]

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء اور ۱۸۴۲ء میں یوں ہے:

"و آسا پدر یہوشافاط و یہوشافاط پدر یورام و یورام پدر عوزیا"

---

[1] اگر یکونیاہ کو شمار نہ کیا جائے تو سلسلۂ نسب یہ ہے۔ سیالتی ایل[1]، زربابل[2]، ابی ہود[3]، الیاقیم[4]، عازور[5]، صدوق[6]، اخیم[7]، الیہود[8]، الیعزر[9]، متان[10]، یعقوب[11]، یوسف[12]، مسیح علیہ السلام[13]، اور اگر یکونیاہ کو اس قسم میں شمار کریں تو اس سے پہلی قسم میں کل تیرہ پشتیں رہ جاتی ہیں۔ ۱۲ تقی

[2] ۱۹۵۸ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں: "اور آسا سے یہوسفط پیدا ہوا اور یہوسفط سے یورام پیدا ہوا اور یورام سے عُزّیاہ پیدا ہوا" (۱:۸)

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء اور ۱۸۳۱ء کے الفاظ ہیں :-

"ولیسا ولد یوشا فاط و یوشافاط ولد یورام و یورام ولد عوزیا"

فرقہ پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک کے تصدیق شدہ انگریزی ترجمے بھی اسی کے مطابق ہیں۔

اس آیت میں دو غلطیاں ہیں :-

۱۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیاہ یورام کا بیٹا تھا۔ حالانکہ وہ بیٹا نہیں یورام کے پڑپوتے کا بیٹا تھا۔ درمیان کی تین پشتیں جناب متی کے سہو کے سبب چھوٹ گئی ہیں اور وہ اخزیاہ، یوآس اور امصیاہ ہیں۔ چنانچہ کتاب تواریخ اول باب ۳ اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء کی آیت ۱۱، ۱۲ میں یوں ہے :-

"اس کا بیٹا یورام، اس کا بیٹا اخزیاہ، اس کا بیٹا یوآس، اس کا بیٹا امصیاہ، اس کا بیٹا عزریاہ، اس کا بیٹا یوتام۔"

۱۸۴۵ء کے مطبوعہ فارسی ترجمہ میں آیت ۱۱، ۱۲ یوں ہے :-

"و یورام پسرش اخزیاہ پسرش و یوآش پسرش، امصیاہ پسرش عزریاہ پسرش و یوتام پسرش۔"

۱۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں آیت ۱۱، ۱۲ اس طرح ہے :-

"وابن یوشافاط یورام وابن یورام اخزیاھو وابن اخزیاہو یوآش وابن یوآش امصیاہ وابن امصیا عزریاہ وابن عزریاہ یوثام۔"

اور تمام انگریزی ترجمے بھی مذکورہ بالا اسی کے مطابق ہیں۔ یہ تینوں بادشاہ ہوئے ہیں، ہر ایک کو سلطنت ورثہ میں ملی تھی۔ اخزیاہ نے بھی ایک سال تک حکومت کی۔ اس کے حالات کتاب سلاطین اول باب ۸ اور کتاب تواریخ دوم باب ۲۲ میں مذکور ہیں۔ یوآس نے چالیس برس حکومت کی، اس کے حالات کتاب سلاطین دوم باب ۱۲ اور تواریخ دوم باب ۲۴ میں مرقوم ہیں۔

امصیاہ نے ۲۹ برس حکومت کی، اُس کے حالات سلاطین دوم باب ۱۴ اور تواریخ دوم باب ۲۵ میں درج ہیں۔ ان تینوں کو درمیان سے نکال دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔

۲- غلطی سے عزریاہ کی بجائے عوزیاہ لکھا گیا۔ حالانکہ اس کا نام عوزیاہ نہیں عزریاہ تھا جیسا کہ کتاب تواریخ اوّل باب ۳ کی آیت ۱۲ میں اوپر گزرا اور ایسے ہی کتاب سلاطین دوم باب ۱۴ کی آیت ۲۱ میں بھی تصریح موجود ہے۔

تیسری غلطی: یکونیاہ یوسیاہ کا بیٹا نہیں

آیت ۱۱ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے کہ :-

"اور گرفتار ہو کر بابل جانے کے زمانے میں یوسیاہ سے یکونیاہ اور اس کے بھائی پیدا ہوئے۔"

۱۸۴۴ء کے فارسی ترجمہ میں الفاظ یوں ہیں :-

"یوشیا پدر یوکانیا و برادرانش در زمان انتقال ببابل است۔"

اس میں بھی دو غلطیاں ہیں :-

۱- یکونیاہ، یوسیاہ کا پوتا ہے، بیٹا نہیں، بلکہ وہ یہویقیم بن یوسیاہ کا بیٹا ہے۔ یہویقیم نے بھی گیارہ برس تک حکومت کی ہے جس کی تصریح کتاب سلاطین دوم باب ۲۳ میں موجود ہے۔ چنانچہ درمیان میں اس کا نام سہواً رہ گیا ہے۔

۲- یکونیاہ کا کوئی بھائی نہ تھا۔ البتہ اس کے باپ کے تین بھائی تھے۔

چوتھی غلطی: زرُبابل سیالتی ایل کا بیٹا نہیں

آیت ۱۲ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

"اور گرفتار ہو کر بابل جانے کے بعد یکونیاہ سے سیالتی ایل پیدا ہوا اور سیالتی ایل

لے اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیت یوں ہے" اور یوشیا سے یوکنیا اور اس کے بھائی جس وقت بابل کو لوٹ گئے پیدا ہوئے۔" ۱۲ فہیم

سے زرُبّابل پیدا ہُوا"[1]

اس میں بھی صاف غلطی ہے، اس لئے کہ زرُبّابل سیالتی ایل کا بیٹا نہیں بھتیجا تھا، وہ فدایاہ بن یکونیاہ کا بیٹا تھا[2]

پانچویں غلطی، ابیہود زرُبّابل کا بیٹا نہیں

آیت ۱۳ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے کہ :-

"اور زرُبّابل سے ابیہود پیدا ہوا اور ابیہود سے الیاقیم پیدا ہوا اور الیاقیم سے عازور پیدا ہوا"

اس میں بھی واضح غلطی ہے، اس لئے کہ عہدِ عتیق کی کتابوں سے زرُبّابل کے کسی بیٹے کا نام ابیہود ثابت نہیں ہوتا۔ اب نمبر ۳، ۴، ۵ کی سند سنئے :-

کتاب تواریخ اول باب ۳ کی آیات ۱۵ سے ۲۴ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

"اور یوسیاہ کے بیٹے یہ تھے، پہلوٹھا یوحنان، دوسرا یہویقیم، تیسرا صدقیاہ، چوتھا سلوم اور بنی یہویقیم، اس کا بیٹا یکونیاہ، اس کا بیٹا صدقیاہ اور یکونیاہ جو اسیر تھا اس کے بیٹے یہ ہیں :- سیالتی ایل اور ملکرام اور فدایاہ اور شنضر یقمیاہ، ہوسمع اور ندبیاہ اور فدایاہ کے بیٹے یہ ہیں، زرُبّابل اور سمعی اور زرُبّابل کے بیٹے یہ ہیں مسلام اور حننیاہ اور سلومیت ان کی بہن تھی اور حسوبہ اور اوہل اور برکیاہ اور حسدیاہ، یوسب حسد یہ پانچ اور حننیاہ کے بیٹے یہ ہیں فلطیاہ اور یسعیاہ، بنی رفایاہ، بنی ارنان، بنی عبدیاہ، بنی سکنیاہ"[3]

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۴۴ء کی طبع میں یہ آیت اس طرح ہے "اور بابل کو اٹھ جانے کے بعد یکنیاہ سے شلتئیل اور شلتئیل سے زوربابل پیدا ہُوا" فہیم [2] اس بات کی تصریح تواریخ اول کے باب ۳ آیات ۱۷ تا ۱۹ میں موجود ہے جن میں سیالتی ایل اور فدایاہ کو یکونیاہ کا بیٹا کہا گیا ہے اور پھر فدایاہ کے بیٹوں میں زربابل کو شمار کیا ہے۔ ۱۲ تقی

[3] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیات تقریباً انہی الفاظ میں ہیں۔ ۱۲ فہیم

چھٹی غلطی، راحب کا نکاح سلمون سے

آیت ۵، ۶ اردو ترجمہ یوں ہے کہ :-

"اور سلمون سے بوعز راحب سے پیدا ہوا اور بوعز سے عوبید روت سے پیدا ہوا اور عوبید سے یسی پیدا ہوا اور یسی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا"۔[1]

متی میں مذکور پشتوں کی تعداد کتاب تواریخ اول باب دوم کے مطابق ہے۔ مگر دونوں مقامات میں مذکور یہ تعداد مشکوک معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دونوں کی رُو سے سلمون نحسون کا بیٹا ہے اور یہ وہی نحسون ہے جو موسیٰ علیہ السّلام کے عہد میں فرقہ یہوداہ کا سردار تھا۔ اس کی تصریح کتاب گنتی باب ۱ آیت ۷ اور کتاب تواریخ اول باب ۲ آیت ۱۱ موجود ہے۔[2]

اور راحب وہ طوائف ہے جس نے یشوع علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل کے دو جاسوسوں کو چھپایا تھا۔ کتاب یشوع باب ۲، ۶ میں اس کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ اور اپنے اسی نیک عمل کی وجہ سے ہی شاید سلمون بن نحسون کے نکاح میں آکر مسیح علیہ السلام کی نانیوں میں شمار ہوئی ہو۔

ولادت مسیح سے راحب کا زمانہ تقریباً چودہ سو پچاس برس قبل کا اور داؤد علیہ السّلام کا زمانہ تقریباً ایک ہزار پچاس برس قبل کا ہے۔ اس طرح راحب سے داؤد تک چار سو برس کے عرصہ میں کل چار پشتوں کا گزرنا لازم آتا ہے اور یہ واضح طور پر ناممکن ہے اور یہوداہ سے سلمون کے عہد تک تقریباً تین سو سال میں چھ پشتیں گزری تھیں، نیز عہد عتیق میں کسی مقام پر بھی راحب کے ساتھ سلمون کے نکاح کی کوئی تصریح موجود نہیں۔

---

[1] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ ہیں "یہوداہ کے قبیلے سے نحسون بن عمیناداب" (گنتی ۱: ۷)

[2] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ ہیں "اور نحسون سے سلما پیدا ہوا اور سلما سے بوعز پیدا ہوا" (تواریخ ۲: ۱۱)

دوسرا[۲] شاہد

لوقا اور متی کے نسب نامہ میں اختلافات

لوقا نے اپنی انجیل کے باب ۳ میں جو نسب نامہ درج کیا ہے اس کے بعض مقامات میں تو صریح غلطی ہے اور بعض مقامات اُس نسب نامہ کے مخالف ہیں جسے متی[۱] نے ذکر کیا ہے۔

پہلی بات یعنی صریح غلطی

لوقا ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ میں آیت ۳۶ یوں[۱] ہے :-

"صالا قینان کا ارفخشد کا ارفخشد سام کا سام نوح کا نوح لامخ کا"

اس آیت کی رُو سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح ارفکسد کا پوتا تھا۔ حالانکہ وہ پوتا نہیں بیٹا تھا۔ لوقا نے غالباً سیپٹواجنٹ کے یونانی ترجمہ سے یہ دھوکہ کھایا ہوگا۔ کتاب پیدائش باب ۱۱ میں اس مذکورہ قینان کا ذکر تک موجود نہیں ہے۔ تواریخ اول باب ۱ کی آیت ۲۴ ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ میں "سِم ارفکسد سلح[۲]" اور فارسی ترجمہ ۱۸۲۵ء میں "سام و ارفکشد و شالح" اور عربی ترجمہ ۱۸۳۱ء میں "سام ارفخشاد شالح" کے الفاظ ہیں اور تمام انگریزی ترجمے بھی ان کے مطابق ہیں۔

دوسری بات یعنی نسب ناموں میں اختلاف

دونوں نسب ناموں میں کئی وجوہ سے باہم مخالفت ہے :-

۱۔ ۱۹۵۱ء کے اردو ترجمہ میں آیت ۳۵ اختتام اور ۳۶ اس طرح ہے :-

"...... اور وہ سلح کا اور وہ قینان کا اور وہ ارفکسد کا اور وہ سم کا اور وہ نوح کا اور وہ لمک کا" آیت کی ترتیب اور تلفظِ اسماء قابلِ غور ہے ۱۲ ن

۲۔ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ ۱۲ ن

۱۔ متی یوسف[1] کو یعقوب کا بیٹا[2] اور لوقا عیلی کا بیٹا[3] کہتا ہے۔

۲۔ متی کے نزدیک مسیح علیہ السلام سلیمان بن داؤد سے تھے[4] اور لوقا ناتن بن داؤد کی اولاد میں سے قرار دیتے ہیں[5]۔

۳۔ متی داؤد علیہ السلام سے بابل کی اسیری تک سب پشتوں کو مشہور بادشاہ اور لوقا داؤد اور ناتن کے بعد کی سب پشتوں کو گمنام اور ذلیل کردہ ذکر کرتا ہے۔

۴۔ متی سیالتی ایل کو یکونیاہ کا بیٹا[6] اور لوقا اس کو نیری کا۔ اور متی زربابل کے بیٹے کا نام ابیہود[7] اور لوقا اس کا نام ریسا لکھتا ہے[8]۔

اس کے علاوہ تواریخ اول باب ۳ آیت ۱۹، ۱۷ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متی کی روایت کے مطابق ابیہود اور لوقا کے قول کے مطابق ریسا نام کا کوئی شخص زربابل کا بیٹا نہیں تھا اور نہ ہی یکونیاہ اور نیری کا، سیالتی ایل نام کا کوئی بیٹا تھا[9]۔

لہٰذا جب تک کسی معتبر تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ سیالتی ایل اور زربابل ان کے علاوہ دوسرے اشخاص ہیں جن کو متی نے ذکر کیا ہے، اس کو لوقا کا سہو شمار کیا جائے گا۔

۵۔ داؤد سے مسیح کے زمانہ تک متی کے مطابق ۲۶ اور لوقا کے مطابق ۴۱ پشتیں ہیں۔ ولادت مسیح علیہ السلام سے پہلے داؤد کا زمانہ ایک ہزار پچاس برس تھا۔ اول (یعنی متی) کے مطابق چالیس، چالیس سال اور دوسرے (یعنی لوقا) کے مطابق پچیس پچیس سال میں ایک ایک پشت ہوتی ہے۔

---

[1] یوسف سے مراد یہاں وہ شخص ہیں جنہیں انجیل میں حضرت مریم کا شوہر کہا گیا ہے۔ ۱۲ تقی

[2] انجیل متی ۱: ۱۶ [3] لوقا ۳: ۲۳ [4] متی ۱: ۷ [5] لوقا ۳: ۳۱ [6] انجیل متی (۱۲)

[7] لوقا ۳: ۲۷ [8] متی ۱: ۱۳ [9] لوقا ۳: ۲۷ [10] آیت ۱۹ کے الفاظ (۱۹۵۹ء) کے اردو ترجمہ میں یوں ہیں: "اور فدایاہ کے بیٹے یہ ہیں، زربابل اور سمعی اور زربابل کے بیٹے یہ ہیں مسلام اور حننیاہ اور سلومیت ان کی بہن تھی۔ (۱۔ تواریخ ۳: ۱۹) ۱۲

ان دونوں نسب ناموں میں قارئین کو بلا تامل جو اختلاف معلوم ہوتا ہے، اسلاف اور بعد کے مسیحی علماء نے انتہائی کمزور کمزور عذر بیان کئے ہیں۔ مگر متاخرین نے اُن تمام عذروں کو کمزور سمجھ کر صرف اس عذر کو اختیار کر لیا ہے جسے حل الاشکال کے مصنف نے صلا۱۲۹ پر نقل کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے :۔

"متی باب اوّل میں یوسف کا اور لوقا باب سوم میں مریم کا نسب نامہ بیان کرتا ہے اور لوقا نے اس سبب سے مریم کا نسب نامہ یوسف کے نام سے لکھا ہے کہ یہودیوں کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی آدمی ایسی لڑکی سے شادی کرتا جس کا بھائی نہ ہوتا اور باپ کی وارث صرف لڑکی ہوتی تو اس کا شوہر نسب نامہ میں اس لڑکی کے باپ کے بیٹے کے طور پر لکھا جاتا۔ اسی وجہ سے لوقا یوسف کو عیلی کا بیٹا یعنی اپنے سسر کا بیٹا کہتا ہے اور متی یوسف کو یعقوب کا بیٹا لکھتا ہے اور یعقوب اس کا حقیقی باپ تھا۔ لہٰذا دونوں نسب ناموں میں کوئی واقعی اختلاف موجود نہیں ہے۔ اور یہودیوں کی مذکورہ بالا عادت توراۃ کی آیتوں سے بھی سمجھی جا سکتی ہے، چنانچہ گنتی باب ۳۶ کی آیت ۸، ۹، ۱۰ اور نحمیاہ باب ۷ آیت ۶۳ کو بھی ملاحظہ کر لیا جائے[۱]۔"

میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ کئی وجوہ سے انتہائی ضعیف ہے۔

۱۔ عہد جدید میں کسی مقام پر صراحتہً یا اشارۃً یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مریمؑ ناتن بن داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ بلکہ اس کے برعکس لوقا باب ۱ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :۔

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں اس آیت کی عبارت اس طرح ہے "یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے دنوں میں ابیاہ کے باریداروں میں سے ذکریا نامی ایک کاہن تھا، اس کی جورو ہارون کی بیٹیوں میں سے تھی اور اوس کا نام الیسبات تھا" فہیم

آیت ۵ : "یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ میں ابیاہ کے فریق میں سے
زکریاہ نام ایک کاہن تھا اور اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے
تھی اور اس کا نام الیشبع تھا"
آیت ۳۶ "اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشبع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونے والا ہے الخ"[1]
ان دونوں آیتوں کو باہم ربط دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ زکریا علیہ السلام کی بیوی الیشبع ہارون کی اولاد اور مریم علیہا السلام کے رشتہ داروں میں سے تھی۔ لہٰذا اس رُو سے غالباً مریم علیہا السلام بھی داؤد علیہ السلام کے بجائے ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ اس کے علاوہ آگسٹائن لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں بعض کتابیں ایسی تھیں جن میں مرقوم تھا کہ مریم علیہا السلام لیوی قبیلہ سے ہیں۔

۲۔ مریم علیہا السلام کا ناتن کی اولاد سے ہونا ثابت ہوتا تو متقدمین اس توجیہ کو چھوڑ کر ان نامعقول توجیہات کو کیوں اختیار کرتے جن کو نامعقول سمجھ کر متاخرین نے ترک کر دیا ہے۔

۳۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کا رہنما کالوین جو درحقیقت حل الاشکال کے مصنف کا بھی پیشوا ہے اپنی تفسیر میں اس توجیہ کو نقل کر کے اس کی تردید کرتا ہے اور مریم علیہا السلام کا ناتن کی اولاد سے ہونا تسلیم نہیں کرتا۔

۴۔ یہود کی مذکورہ عبارت کو صحیح تسلیم کر لیں تب بھی توجیہ کرنے والوں کا مطلب تب ثابت ہوگا کہ پہلے کسی دلیل سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ مریم علیہا السلام درحقیقت عیلی کی اکلوتی بیٹی تھیں اور ان کا کوئی بھائی نہ تھا اور اس کا ثبوت تو ناممکن ہے اس لئے کہ اب تک کسی قطعی دلیل سے یہ بھی نہیں ثابت ہو سکا ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام کی اولاد سے تھیں، چہ جائیکہ عیلی کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ متاخرین عیسائیوں نے محض اٹکل پچو سے یہ

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۸ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے: "اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشبات کو بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونے والا ہے" ۱۲ تقیم

توجیہ گوڑھی ہے۔ یہی سبب ہے کہ محققین نے مجبور ہو کر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ دونوں نسب نامے باہم حقیقۃً مختلف ہیں۔ چنانچہ اسٹراس اپنی کتاب کی جلد اوّل میں لکھتا ہے کہ

"اکہارن، کیسر، ہیس، ڈیوٹ، ونی نر، اور فرش وغیرہ محققین کی جماعت نے اعتراف کیا ہے کہ دونوں نسب نامے آپس میں مختلف ہیں"

تیسرا شاہد

مسیح کی ولادت کا زمانہ

لوقا باب ۲ آیت ۱ تا ۷ اردو ترجمہ سنہ ۱۹۵۹ء میں اس طرح ہے کہ:-

"ان دنوں میں ایسا ہوا کہ قیصر اوگوستس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں۔ یہ پہلی اسم نویسی سوریہ کے حاکم کورنیس کے عہد میں ہوئی اور سب لوگ نام لکھوانے کے لئے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرہ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا جو یہودیہ میں ہے اس لئے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا، تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے۔ جب وہ وہاں تھے تو ایسا ہوا کہ اس کے وضع حمل کا وقت آپہنچا اور اس کا پہلوٹھا بیٹا پیدا ہوا[1] الخ۔"

سنہ ۱۸۴۲ء کے فارسی ترجمہ میں ہے:-

"دران اوان چنین اتفاق افتاد کہ از جانب قیصر اوگوستس حکم شد کہ در ہمہ عالم

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں نقل ہوئی ہیں "اور اون دنوں میں یوں ہوا کہ قیصر اوگوستس کا حکم نکلا کہ ہر بستی کے لوگوں کے نام لکھے جاویں اور یہ پہلی اسم نویسی تھی جو سوریا کے حاکم قورینیوس کے وقت میں ہوئی تب ہر ایک اپنے اپنے شہر کا نام لکھانے چلا اور یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرہ سے یہودیہ میں داؤد کے شہر کو جو بیت لحم کہلاتا ہے گیا اس لئے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا کہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو پیٹ سے تھی نام لکھاوے اور ایسا ہوا کہ جب وے وہاں تھے اوسکے جننے کے دن پورے ہوئے اور پہلوٹھا بیٹا جنی" ۱۲ فہیم

نویسی نماید۔ وایں تخمین اسم نویسی بود کہ در اوانی کرخوس حاکم شام بود شد۔ الخ"

۱۸۲۱ء کا عربی ترجمہ بھی اسی کے موافق ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیصر اوگوستس نے جو ہر شہر میں اسم نویسی کا حکم دیا تھا وہ اسم نویسی یہودیہ کے حاکم کورنیس کے عہد میں ہوئی تھی اور یوسف مریم علیہا السلام کے ساتھ ان دنوں بیت اللحم نام لکھوانے گیا تھا جن دنوں وہ حاملہ تھیں اور وہاں مسیح علیہ السلام کی ولادت ہو گئی۔

اور یہ بات تین وجوہ سے غلط ہے:-

اسی باب آیت ا میں ہے کہ "مسیح علیہ السلام ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے" اس اعتبار سے ان دنوں ملک یہودیہ کا بادشاہ ہیرودیس تھا اور اس کی زندگی میں یہ ملک رومن حکومت کے قبضے میں نہیں آیا تھا۔ اسم نویسی کو جو کہ خراج لگانے کے لئے ہو رہی تھی، اس ملک میں، اس کے زمانے میں، اوگوستس قیصر روم کے حکم سے اس کا ہونا کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ کورنیس مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے پندرہ سال بعد سوریا یعنی ملک یہودیہ کا حاکم بنا تھا۔ لہٰذا اس کے زمانہ میں مریمؑ کا حاملہ ہونا اور مسیح علیہ السلام کی پیدائش کیسے متصور ہوسکتی ہے۔

۳۔ قدیم یونانی و رومی مورخین میں سے کسی نے بھی اپنی تاریخ میں یہ نہیں لکھا کہ اوگوستس کے زمانہ میں پورے ملک یا پوری سلطنت روما میں اسم نویسی ہوئی تھی یا اس کے لئے کوئی حکم جاری ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بھی ظہور پذیر ہوتی تو کوئی نہ کوئی مورخ تو ضرور لکھتا۔ اس صورت میں جب لوقا کے کلام میں غلطی کا واقعہ ہونا تعجب خیز نہیں ہے تو پھر ظاہر حال کو کس بنا پر ترک کر دیا جائے۔

چوتھا شاہد

ہیرودیاس کا شوہر | لوقا باب ۳ آیت ۱۹ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے:

"لیکن چوتھائی ملک کے حاکم ہیرودیس نے اپنے بھائی فلپس کی بیوی ہیرودیاس کے سبب[1] الخ "

اس جگہ لفظ فلپس غلط استعمال ہوا ہے اس لئے کہ ہیرودیاس، ہیرودیس مذکور کے اس بھائی کی بیوی تھی جس کا نام بھی ہیرودیس ہی تھا۔ کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فلپس کی بیوی ہیرودیاس تھی۔ چنانچہ ہورن جلد اول کے صفحہ ۶۳۲ پر اس اعتراض کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے :-

"غالباً فلپس کا نام کاتب کی غلطی سے متن میں داخل ہو گیا ہو گا، اُس کو متن سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ گریس بیک نے اس لفظ کو متن سے نکال دیا ہے "

ہنری و اسکاٹ کی تفسیر میں ہے :-

"فلپس کا لفظ غالباً کاتب کی غفلت سے متن میں داخل ہو گیا ہو گا۔ بہت سے قلمی نسخوں اور ابتدائی دور کے مطبوعہ بیشتر نسخوں میں اسے چھوڑ دیا گیا ہے "

دیکھئے ہورن، گریس بیک۔ اور تفسیر ہنری و اسکاٹ کے مؤلفین نے اس لفظ کے غلط ہونے کو تسلیم کر لیا ہے اور اسی بنا پر بہت سارے قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں اسے ترک کر دیا ہے۔ یوسی بیس نے بھی اپنی تاریخ کی کتاب میں باب ۱۸ آیت ۵ میں ہیرودیاس کے شوہر کا نام ہیرودیس ہی لکھا ہے۔

پانچواں شاہد

لوقا باب ۳ آیت ۱ اردو ترجمہ ۱۸۴۳ء میں ہے :-	لسانیاس کون تھا ؟

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ عبارت ان الفاظ میں ہے "پھر ہیرودیس چوتھائی کے حاکم نے اپنے بھائی فیلپ کی جورو ہیرودیا کے سبب الخ " - ۱۲ - فہیم ☆

"اور لسانیاس ابلینے کے چوتھائی کا حاکم تھا"[1]

فارسی ترجمہ ۱۸۴۲ء میں ہے :-

"ولیسانیاس رئیس ربع ابلینی"

عربی ترجمہ ۱۹۳۱ء میں ہے :-

"ولیاتیوس رئیس علی ربع الابلیتہ"

کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہیرودیس اور فلپس کے عہد میں لسانیاس نام کا کوئی شخص ابلینے کا حاکم تھا۔ البتہ یوسی فیس نے ابلینے کے ایک قریبی ضلع چال سیتیس کے حاکم لسانیاس کے بارے میں لکھا ہے۔ لوقا نے بھی شاید سنی سنائی روایت کے مطابق لکھ دیا ہوگا۔ مگر یہ شخص تو مسیح علیہ السلام کی ولادت سے چونتیس سال پہلے قتل ہو چکا تھا اور یوحنّا کے وقت مسیح علیہ السلام کی عمر تقریباً تیس برس کی ہو چکی تھی۔ اس لحاظ سے اس وقت سے پہلے لسانیاس کی حکومت کا زمانہ ساٹھ برس پیشتر تھا۔ کالون جلد اول میں لکھتا ہے :-

"یہ لسانیاس وہ ہے جو بطلیموس بادشاہ چالیسس کا بیٹا تھا جس کو مسیح علیہ السلام کی ولادت سے تیس سال پہلے قلوپطرہ نے قتل کرا دیا تھا۔ یہ کہنا انتہائی مشکل ہے کہ یہ شخص بطلیموس کا پوتا ہو جس کا نام بھی لسانیاس تھا، شاید اس نام کا کوئی اس کا پڑپوتا ہوگا" انتہی ملخصاً۔

میں کہتا ہوں اس مفسر کو بھی اس کے بطلیموس کا بیٹا یا پوتا ہونے سے انکار ہے البتہ جب کوئی ایسی سند نہیں ملی جو اس کا ثبوت پیش کرتی تو محض اٹکل سے بطلیموس کا پڑپوتا قرار دیتا ہے۔

---

[1] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے "تبریس قیصر کی حکومت کے پندرھویں برس .... اور لسانیاس ابلینے کا حاکم تھا" دونوں ترجموں کے مفہوم میں فرق ظاہر ہے۔ ۱۲ ت

چھٹا شاہد

بچوں کا قتل

متی باب ۲ آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۸ء میں یوں ہے :-

"جب ہیرودیس نے دیکھا کہ مجوسیوں نے میرے ساتھ ہنسی کی تو نہایت غصے ہوا اور آدمی بھیج کر بیت لحم اور اس کی سب سرحدوں کے اندر کے اُن سب لڑکوں کو قتل کروا دیا جو دو دو برس کے یا اس سے چھوٹے تھے، اُس وقت کے حساب سے جو اُس نے مجوسیوں سے تحقیق کی تھی"[1]

یہ قتل کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا یوسیفس نے جو کہ ہیرودیس کے حالات سب سے زیادہ لکھنے والا ہے اس قتل کا حال نہیں لکھا، علماء یہود جو کہ ہیرودیس کو بدنام کرنے کے لئے اس کی برائیوں کو بڑھ چڑھ کر بیان کرتے تھے اور ظاہر ہے یہ معاملہ تو انتہائی بڑا ظلم اور ہیرودیس کی بدترین برائی تھی اور اس کے اظہار میں ان کے مذہب پر کوئی حرف بھی نہ آسکتا تھا کہ اس وجہ سے اس کا تذکرہ نہ کرتے، اس کے باوجود ان میں سے کسی بھی عالم نے نہیں لکھا۔ اگر واقع ہوا ہوتا تو یقیناً اس واقعہ کو لکھتے۔

ساتواں شاہد

مسیح، یروشلیم یا مصر میں؟

متی باب ۲ میں بیت اللحم میں مسیح علیہ السلام کی ولادت، وہاں مجوسیوں کی آمد اور روانگی، مسیح علیہ السلام کے والدین کا اس جگہ سے مصر چلے جانا، ہیرودیس کا بیت اللحم اور اس کے حدود میں تمام لڑکوں کو قتل کروا دینا، مسیح کے والدین کا ہیرودیس کی وفات تک مصر میں قیام اور ہیرودیس کی وفات کے بعد ناصرۃ میں واپس آنے کے بارے میں لکھا ہے۔ اور لوقا باب ۲ میں لکھتا ہے کہ

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہ آیت ان الفاظ میں ہے "جب ہیرودس نے دیکھا کہ اوسنے مجوسیوں سے فریب کھایا تو نہایت غصہ ہوا اور لوگوں کو بھیج کر بیت لحم اور اوس کی ساری سرحدوں کے سب لڑکوں کو جو دو برس کے اور اوس سے چھوٹے تھے اس وقت کے موافق کہ اوس نے مجوسیوں سے تحقیق کیا تھا قتل کروایا" ۱۲ فہیم

مسیح علیہ السلام کی ولادت بیت اللحم میں ہوئی۔ آٹھویں روز ختنہ کر کے نام رکھا (چالیس دن پورے ہونے کے بعد) پاک ہو کر موسیٰ کی شریعت کے مطابق مسیح علیہ السلام کے والدین آپ کو ساتھ لے کر یروشلیم میں آئے اور شمعون اور حنّاہ نے روح القدس کے الہام کے مطابق اس کی تعریف کی۔ بلکہ حنّاہ نے تو اُن سب لوگوں کو جو یروشلیم کے چھٹکارے کے منتظر تھے، مسیح علیہ السلام کے حال سے مطلع کیا۔ پھر مسیح علیہ السلام کے والدین شریعت کے مطابق سب رسوم ادا کر چکنے کے بعد واپس اپنے شہر ناصرۃ چلے گئے اور وہاں سے ہر برس عید فسح پر یروشلیم کو جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب مسیح علیہ السلام بارہ برس کے ہوئے اور وہ اُس سال یروشلیم کو گئے، تو واپسی کے وقت مسیح علیہ السلام اپنے والدین کو اطلاع دیے بغیر وہیں ٹھہر گئے۔

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں کہانیوں میں سے ایک صاف طور پر خلاف واقعہ ہے اس لئے کہ متیٰ میں مذکور تمام امور یا تو یروشلیم جانے سے پہلے ہوئے، کیونکہ ولادت کے بعد چالیس دن کے اندر وہاں جانا ہوا تھا اور یا بعد میں وقوع پذیر ہوئے۔ پہلی صورت تو اس لئے غلط ہے کہ صرف چالیس دن میں ان تمام امور کا پیش آنا ناممکن ہے اور دوسری بھی کئی وجوہ سے باطل ہے، مثلاً :-

۱۔ لوقا کی تحریر کے مطابق شرعی رسوم سے فراغت کے بعد مسیح علیہ السلام کے والدین بیت اللحم کے بجائے ناصرۃ گئے تھے۔ لہٰذا اگر مجوسی آتے تو راستہ میں ملتے یا ناصرۃ میں نہ کہ بیت اللحم میں۔

۲۔ اگر ہیرودیس اتنا شدید دشمن تھا تو پھر روح القدس شمعون کی زبان سے ہیرودیس کے پایۂ تخت یروشلیم میں کی بشارت ماجرا کس طرح کراتا اور حنّاہ یروشلیم کے چھٹکارے کے منتظر تمام لوگوں کے سامنے اس کا اعلان کیونکر کرتی۔

۱۔ حنّاہ: [illegible] اور ... ایک نبیہ تھی الخ (لوقا ۲: ۳۶)

۷۔ لوقا کی تحریر کے مطابق مسیح علیہ السلام کے والدین ہر سال عید فسح پر ناصرۃ سے یروشلیم جایا کرتے تھے۔ اس صورت میں مصر کو جانا اور وہاں رہنا کس زمانہ میں ہوا۔

آٹھواں شاہد

مسیح کا وعظ

مرقس باب ۴ میں شام کے وقت جماعتوں کو رخصت کرنا، دریا میں طوفان آنا اور حضرت مسیح کا اسے روک دینا[1]، تمثیلوں[2] میں وعظ کرنے کے بعد بیان کرتا ہے۔

اور متی اسی ماجرے کو پہاڑی کے وعظ کے بعد باب ۸ میں اور تمثیلوں کے وعظ کو اس کے بعد باب ۱۳ میں نقل کرتا ہے۔

ان دونوں وعظوں میں ایک طویل زمانے کا فرق ہے، لہٰذا ان دونوں میں سے ایک خلاف واقع ہے۔

نواں شاہد

مسیح سے یہودیوں کے سوالات

یروشلیم پہنچنے کے بعد مسیح علیہ السلام سے یہودیوں کے سوالات مرقس نے باب ۱۱ میں تیسرے دن اور متی نے باب ۲۱ میں دوسرے دن لکھا ہے۔ ان دونوں میں سے بھی ایک یقیناً خلاف واقع ہے۔

آٹھویں اور نویں شاہد میں مذکور دونوں اختلافات کے بارے میں ہورن چوتھی جلد کے صفحہ ۲۷۵، ۲۷۶ پر لکھتا ہے کہ ان واقعات میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں۔

دسواں شاہد

ایک اندھا یا دو اندھے

مرقس باب ۱۰ میں مسیح علیہ السلام سے یریحو سے نکلتے وقت ایک

---

[1] مرقس ۴: ۳۵ تا ۴۱
[2] "وعظ تمثیلات" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وعظ کا نام ہے جو بقول انجیل آپ نے ایک جھیل کے کنارے دیا تھا اور اس میں حقائق کو تمثیلات کے پیرائے میں بیان فرمایا تھا اور "پہاڑی وعظ" سے مراد وہ وعظ ہے جو آپ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر دیا تھا۔ ۱۲ تقی

اندھے کا ملنا اور جناب مسیح کا اس کو شفا بخشنا لکھتا ہے۔[1] اور متی باب ۲۰ میں دو اندھوں کا ملنا اور شفا پانا لکھتا ہے۔[2]

گیارہواں شاہد

مردہ لڑکی کے زندہ ہونے کا واقعہ

متی باب ۹ میں لکھتا ہے کہ ایک سردار نے آکر جناب مسیح کو آکر کہا کہ میری بیٹی ابھی مری ہے لیکن تو چل کر اپنا ہاتھ اس پر رکھ تو وہ زندہ ہو جائے گی۔[3]

اور مرقس باب ۵ میں اور لوقا باب ۸ میں لکھتے ہیں کہ اس نے آکے کہا کہ میری بیٹی مرنے کو ہے۔ اس پر چل کر ہاتھ رکھئے تاکہ وہ اچھی ہو جائے۔ پس جناب مسیح اس کے ساتھ چلے، راستے میں ایک آدمی نے اس سردار کو اطلاع دی کہ تیری بیٹی مر گئی ہے۔ لہٰذا مرشد کو اب تکلیف نہ دے۔ جناب مسیح نے یہ سن کر فرمایا ڈر نہیں، اور اس کے گھر تشریف لے گئے۔[4]

ان کے بیانات میں دوسرا فرق اور بھی ہے، وہ یہ کہ مرقس اور لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا نام یائیر تھا اور وہ عبادت خانہ کا سردار تھا، اس لڑکی کی عمر بارہ برس کی تھی[5] اور اس لڑکی کو زندہ کرنے کے لئے جناب مسیح یعقوب، یوحنا اور پطرس کو اپنے ساتھ لے گئے تھے[6]، اور لوقا کے بیان کے مطابق اس کی اکلوتی بیٹی تھی۔[7]

اس کے برعکس متی نے ان امور کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ متاخرین محققین نے ان تحریروں میں اختلاف کو تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے مرقس کے بیان اور بعض نے

---

1. مرقس ۱۰: ۴۶ تا ۵۲ 2. متی ۲۰: ۲۹ تا ۳۴ 3. متی ۹: ۱۸ 4. مرقس ۵: ۲۲ و ۲۳ و ۳۹ و ۴۰ – لوقا ۸: ۴۱ و ۴۲ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۱ 5. مرقس ۵: ۲۲، لوقا ۸: ۴۲ 6. مرقس ۵: ۳۷، لوقا ۸: ۵۱
7. لوقا ۸: ۴۲ – اس کے برخلاف مرقس لکھتا ہے کہ "... میری چھوٹی بیٹی مرنے کو ہے الخ" (۵: ۲۳) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی یہ اکلوتی بیٹی نہ تھی بلکہ اس کی اور بھی بیٹیاں تھیں، مگر یہ سب سے چھوٹی بیٹی تھی، لہٰذا ان دونوں کے بیان میں بھی فرق واقع ہو گیا۔ (۱۲)

متی کے بیان کو ترجیح دی ہے اور بعض نے اس تحریر کی بنیاد پر یہ استدلال کیا ہے کہ پہلی انجیل لکھنے والا متی حواری ہی نہیں تھا۔ اگر وہ حواری ہوتا تو ایسا مجمل بیان نہ لکھتا۔

پولس، شلی میشر اور اولتساش کہتے ہیں کہ وہ لڑکی مری نہیں تھی بلکہ اس پر نیند کی مانند غشی طاری ہو گئی تھی۔ ان کی دلیل مسیح علیہ السلام کا یہ قول ہے کہ "وہ مری نہیں بلکہ سوتی ہے[1]" اس طرح ان لوگوں کے نزدیک یہاں پر کوئی مسیحی معجزہ بھی ظہور میں نہیں آیا۔ شینڈر تو یقینی طور پر اس لڑکی کی موت کا اعتقاد نہیں رکھتا، بلکہ اس کا گمان غالب یہ ہے کہ وہ صرف مردہ دکھائی دیتی تھی حقیقت میں نہ تھی۔

بارھواں[12] شاہد

شمعون، اندریاس، یعقوب اور یوحنا کی مسیح سے ملاقات

متی باب ۴ اور مرقس باب ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے شمعون[2] اور اندریاس کو گلیل کے کنارے جال ڈالتے دیکھا۔ ان سے کہا میرے پیچھے چلے آؤ میں تم کو آدم گیر بناؤں گا۔ وہ فی الفور جال چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو لئے اور وہاں سے آگے بڑھ کر یعقوب اور یوحنا کو کشتی پر دیکھا اور ان کو بلایا، وہ بھی اس کے پیچھے ہو لئے[3]۔

اور یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے روز اندریاس اور اس کا دوست جسے مفسرین یوحنا قرار دیتے ہیں اس سے دریائے یردن کے قریب ملے۔ پھر دوسرے روز اندریاس کے کہنے پر اس کا بھائی شمعون پطرس آکر ملا۔ اس کے دوسرے روز مسیح نے گلیل کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور راستے میں فلپس اور نتن ایل ملے[4]۔

ان بیانات میں کئی وجوہ سے فرق ہے۔ مثلاً :۔

---

[1] متی ۹: ۲۴ [2] شمعون تاریخ مسیحیت میں پطرس کے نام سے مشہور ہے (متی ۴: ۱۸) [3] متی ۴: ۱۸ تا ۲۲، مرقس ۱: ۱۶ تا ۲۰ [4] یوحنا ۱: ۳۵ تا ۵۱

۱- پہلی دونوں انجیلوں کے مطابق شمعون، اندریاس، یعقوب اور یوحنا جھیل گلیل کے کنارے ملے تھے اور یوحنا کے بیان کے مطابق دریائے یردن کے کنارے پر۔

۲- اول دونوں کے بیان کے مطابق اندریاس اور شمعون کو جال ڈالتے دیکھ کر جھیل گلیل کے کنارے سے ساتھ لیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد اُسی کنارے سے یوحنا اور یعقوب کو ساتھ ملایا۔ اور یوحنا کے بیان کے مطابق پہلے اندریاس اور یوحنا یردن کے کنارے ملے۔ پھر دوسرے روز اندریاس کے کہنے پر پطرس ملا۔ اس واقعہ کے بعد دوسرے روز جب گلیل کی طرف چلے تو راستہ میں فلپس اور نتن ایل ملے۔ اس میں یعقوب کا ذکر ہی موجود نہیں۔

۳- اول دونوں کے بیان کے مطابق یہ لوگ مچھلیاں پکڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اور یوحنا کے مطابق مچھلیاں پکڑنے کے جال کا کوئی تذکرہ ہی نہیں بلکہ یہ ہے کہ اندریاس اور یوحنا حضرت یحییٰ علیہ السلام اور پطرس اندریاس سے مسیح علیہ السلام کی تعریف سن کر آئے تھے۔

اور لوقا باب ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ شمعون یوحنا اور یعقوب ایک ہی جگہ پر ملے تھے، اور اندریاس کے نام کی اس میں تصریح موجود نہیں ہے[۱]۔

تیرہواں شاہد

بارہواں حواری | متی باب ۱۰، مرقس باب ۳ اور لوقا باب ۶ میں بارہ حواریوں کے نام لکھے ہیں، درج ذیل گیارہ نام متفقہ ہیں:۔

شمعون پطرس، اندریاس، یعقوب، یوحنا، فلپس، برتلمائی، توما، متی حلفئی کا بیٹا یعقوب، شمعون قنانی، یہوداہ اسکریوتی[۲]۔

مگر بارہویں حواری میں لوقا نے اختلاف کیا ہے۔ متی لکھتا ہے کہ وہ لبی تھا جس کا لقب تدی ہے اور مرقس تدی لکھتا ہے، مگر لوقا کہتا ہے کہ وہ یعقوب

۱؎ لوقا ۵: ۲ تا ۱۱ ۲؎ متی ۱۰: ۲، ۳، ۴ - مرقس ۳: ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ لوقا ۶: ۱۴، ۱۵، ۱۶

کا بیٹا یہوداہ ہے[1] ۔

چودھواں شاہد[14]

مسیح کا سفر متی باب ۲۰، ۲۱ اور مرقس باب ۱۰، ۱۱ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح یریحو سے چل کر یروشلیم آئے اور یوحنا باب ۱۱، ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ افرائیم سے چل کر بیت عنیاہ میں آئے اور رات وہاں گزار کر دوسرے روز یروشلیم کو گئے[2] ۔

پندرھواں شاہد[15]

مسیح کے سر پر عطر ملنے کا واقعہ مرقس باب ۱۴ کی آیات ۱۔۷ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہیں :-

"دو دن کے بعد فسح[3] اور عید فطیر ہونے والی تھی اور سردار کاہن اور فقیہ موقع ڈھونڈ رہے تھے کہ اسے کیونکر فریب سے پکڑ کر قتل کریں، کیونکہ کہتے تھے کہ

---

[1] ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں (لوقا ۶ : ۱۶) اسی طرح ہے۔ اعجاز عیسوی قدیم نسخہ میں "یہودا بھائی یعقوب کا" لکھا ہے۔ ممکن ہے قدیم اردو ترجمہ بائبل میں "یہودا بھائی یعقوب کا" ہی ہو، جسے تحریف روایتی انداز کے مطابق "یعقوب کا بیٹا یہوداہ" کر دیا گیا ہو۔ واللہ اعلم ۔ ۱۲ (ت)

[2] متی ۲۰ : ۲۹، ۲۱ : ۱، ۱۰ ۔ مرقس ۱۰ : ۴۷ ۔ ۵۲ و ۱۱ : ۱ یوحنا ۱۱ : ۵۴، ۱۲ : ۱، ۱۲ ۔

[3] عید فسح (PASSOVER) یہودیوں کا ایک مذہبی تہوار ہے جو ماہ نیسان (اپریل) کی چودھویں تاریخ کو منایا جاتا تھا اور درحقیقت یہ بنی اسرائیل کے مصریوں سے نجات پانے کی یادگار تھی۔ کیونکہ اسی تاریخ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تھے۔ "فسح" ذبح کو کہتے ہیں اور چونکہ اس دن میں ایک دنبہ ذبح کیا جاتا تھا اس لئے اسے عید فسح کہتے ہیں۔ اس عید کو منانے کے تفصیلی احکام خروج ۱۲ : ۲۳، احبار ۲۳ : ۵، ۸ اور گنتی ۲۸ : ۱۶، ۲۵ میں دیکھے جا سکتے ہیں ۔ ۱۲ تقی

عید میں نہیں، ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بلوا ہو جائے[۱]۔ جب وہ بیت عنیاہ میں
شمعون کوڑھی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا تھا تو ایک عورت جٹا ماسی کا[۲] بیش قیمت
خالص عطر سنگ مرمر کے عطر دان میں لائی اور عطر دان توڑ کر عطر کو اس کے سر
پر ڈالا، مگر بعض اپنے دل میں خفا ہو کر کہنے لگے یہ عطر کس لئے ضائع کیا گیا ہے؟
کیونکہ یہ عطر تین سو دینار سے زیادہ[۳] کو بک کر غریبوں کو دیا جا سکتا تھا اور وہ اسے
ملامت کرنے لگے۔ یسوع نے کہا اسے چھوڑ دو، اسے کیوں دق کرتے ہو؟ اس
نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے، کیونکہ غریب غربا تو ہمیشہ تمہارے پاس ہیں جب
چاہو ان کے ساتھ نیکی کر سکتے ہو، لیکن میں تمہارے پاس ہمیشہ نہ رہوں گا[۴]۔"
متی باب ۲۶ میں یہ واقعہ مرقس کے بیان کے مطابق ہی مذکور ہے البتہ "مگر بعض الخ"
متی باب ۲۶ آیت ۸، ۹ میں یوں ہے:۔
"وہ شاگرد یہ دیکھ کر خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ کس لئے ضائع کیا گیا؟ یہ تو بڑے داموں
کو بک کر غریبوں کو دیا جا سکتا تھا[۵]۔"

۱؎ قوسین کی عبارت کو انجیل عیسوی میں "الخ" کر کے لکھا ہے ہم نے پوری عبارت لکھ دی ہیں ۱۲ ۲؎ جٹا ماسی کا [illegible] کے لفظ قدیم اردو ترجمہ میں موجود نہیں ہیں ۱۲ ف ۳؎ قدیم اردو ترجمہ میں "تین سو دینار کو بک سکتا ہے" جدید ترجمہ میں لفظ "زیادہ" بڑھا دیا گیا ۱۲ ف ۴؎ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یہ آیات ۳ تا ۷ ان الفاظ میں ہیں "اور جب وہ بیت عنیا میں کوڑھی شمعون کے گھر کھانے بیٹھا ایک عورت بیش قیمت اچھا عطر مرمر کی شیشی میں وہاں لائی اور اس شیشی کو توڑ کر اس کے سر پر ڈالا۔ تب بعضے بعضے اپنے دل میں آزردہ ہو کر کہنے لگے عطر کی یہ خرابی کس لئے ہوئی کیونکہ یہ عطر تین سو دینار کو بک سکتا اور غریبوں کو دیا جاتا اور وے اسے ملامت کرنے لگے۔ تب یسوع نے کہا اسے چھوڑ دو کیوں اسے ستاتے ہو اس نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے، کیونکہ غریب لوگ ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں اور جب تم چاہو ان سے نیکی کر سکتے ہو پر میں ہمیشہ تمہارے ساتھ نہ ہوں گا۔" ۱۲ منہ ۵؎ قدیم اردو ترجمہ میں یہ آیات اس طرح ہیں۔ "اس کے شاگرد یہ دیکھ کر خفا ہو کے کہنے لگے اس کی بربادی کیوں ہوئی کیونکہ یہ عطر بڑے داموں کو بکتا اور وہ محتاجوں کو دیا جاتا۔" ۱۲ منہ

لوقا باب کی آیات ۳۶ تا ۳۹ اردو ترجمہ سنہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہیں :-

(۳۶) پھر کسی فریسی نے اُس سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کھانا کھا۔ پس وہ اُس فریسی کے گھر جا کر کھانا کھانے بیٹھا۔ (۳۷) تو دیکھو ایک بدچلن عورت جو اُس شہر کی تھی یہ جان کر کہ وہ اُس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے سنگِ مرمر کے عطردان میں عطر لائی (۳۸) اور اُس کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہو کر اس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے ان کو پونچھا اور اس کے پاؤں بہت چومے اور ان پر عطر ڈالا۔ (۳۹) اس کی دعوت کرنے والا فریسی یہ دیکھ کر اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اُسے چھوتی ہے وہ کون اور کیسی عورت ہے کیونکہ بدچلن ہے۔ (لوقا)[1]

اور یوحنا باب ۱۲ آیات ۱ تا ۳ یوں ہیں :-

(۱) پھر یسوع فسح سے چھ روز پہلے بیت عنیاہ میں آیا جہاں لعزر تھا جسے یسوع نے مردوں میں سے جلایا تھا۔ (۲) وہاں اُنہوں نے اُس کے واسطے شام کا کھانا تیار کیا اور مرتھا خدمت کرتی تھی، مگر لعزر اُن میں سے تھا جو اس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ (۳) پھر مریم نے جٹاماسی کا آدھ سیر خالص اور بیش قیمت عطر لے کر یسوع کے پاؤں پر ڈالا اور اپنے بالوں سے اس کے پاؤں پونچھے اور گھر عطر کی خوشبو سے مہک گیا۔

---

[1] قدیم اردو ترجمان آیات کو یوں نقل کرتے ہیں "پھر ایک فروسی نے اوس سے عرض کیا کہ میرے ساتھ کھا اور وہ فروسی کے گھر جا کے کھانے بیٹھا اور دیکھو اوس شہر میں ایک عورت تھی جو گنہگار تھی جب جانا کہ وہ فروسی کے گھر کھانے بیٹھا ہے سنگ مرمر کے عطردان میں عطر لائی اور اوسکے پاؤں کے پیچھے کھڑے ہو کے روتے روتے آنسوؤں سے اوسکے پاؤں دھونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھے اوسکے پاؤں کو چوما اور عطر ملا اور اوس فروسی نے جس نے اوس کی ضیافت کی تھی یہ دیکھ کر دل میں کہا کہ یہ اگر نبی ہوتا تو جانتا کہ یہ رنڈی جو اوسے چھوتی ہے کون اور کیسی ہے کیونکہ گنہگار ہے" ۱۲ نسیم

مگر اُس کے شاگردوں میں سے ایک شخص یہوداہ اسکریوتی جو اُسے پکڑوانے کو تھا کہنے لگا، یہ عطر تین سو دینار میں بیچ کر غریبوں کو کیوں نہ دیا گیا؟ اُس نے یہ اس لئے نہ کہا کہ اُس کو غریبوں کی فکر تھی بلکہ اس لئے کہ چور تھا اور چونکہ اُس کے پاس اُن کی تھیلی رہتی تھی، اُس میں جو کچھ پڑتا وہ نکال لیتا تھا۔ پس یسوع نے کہا کہ اُسے یہ عطر میرے دفن کے لئے رکھنے دے، کیونکہ غریب غربا تو ہمیشہ تمہارے پاس ہیں لیکن میں ہمیشہ تمہارے پاس نہ رہوں گا۔"[1]

اب دیکھئے کہ لوقا کا بیان دوسری تینوں انجیلوں سے کئی وجوہ سے مختلف ہے۔

لوقا کا دوسری انجیلوں سے پہلا اختلاف

لوقا کے بیان کے مطابق یہ واقعہ گلیل سے روانگی سے قبل پیش آیا اور باقی تین انجیل کے بیان کے مطابق یروشلیم کے نواح میں اُس ہفتہ میں پیش آیا جس میں آپ کو مصلوب کیا گیا تھا۔

دوسرا اختلاف لوقا کے بیان کے مطابق وہ عورت فاحشہ اور بدچلن تھی، مگر متی اور مرقس کے بیان کے مطابق وہ ایک نیک عورت تھی اور یوحنا کے مطابق وہ لعزر کی بہن فاطمہ تھی جس پر حضرت مسیح علیہ السلام کی بڑی عنایت تھی۔

---

[1] قدیم اردو ترجمے ان آیات کو یوں لاتے ہیں "پھر یسوع میں بیت عنیا میں جہاں العازر تھا جسے اوسنے مردوں میں سے اوٹھایا تھا فسح سے چھ روز آگے آیا وہاں انہوں نے اوس کے لئے کھانا تیار کیا اور مرتا خدمت کرتی تھی اور ایک اون میں سے جو اوسکے ساتھ کھانے بیٹھے تھے العازر تھا تب مریم نے ناردین کا آدھ سیر خالص اور قیمتی عطر لے کر یسوع کے پاؤں پر ملا اور اپنے بالوں سے اوسکے پاؤں پونچھے اور گھر عطر کی بو سے بھر گیا تھا تب یہوداہ اسکریوطی نے جو شمعون کا بیٹا اور ایک اوسکے شاگردوں میں سے اور اوسے پکڑوایا چاہتا تھا کہا کہ یہ عطر تین سو دینار کو کیوں نہ بیچا گیا اور محتاجوں کو نہ دیا گیا، تب یسوع نے کہا کہ اوسے چھوڑ دے کہ اوس نے یہ میرے روز دفن کے لئے رکھا تھا کیونکہ محتاج ہمیشہ تمہارے ساتھ ہونگے پر میں ہمیشہ تمہارے ساتھ نہیں"

۱۲ قیم

تیسرا اختلاف لوقا کے مطابق لوگوں کا اعتراض اُس عورت کے فاحشہ ہونے کے سبب سے تھا، مگر باقی تینوں کے بیان کے مطابق اسراف اور تضییع مال کی بنا پر تھا۔

چوتھا اختلاف لوقا کے بیان کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے اس عورت کی محبت کا اور باقی تینوں کے مطابق اپنے ہمیشہ نہ رہنے اور غریبوں کے ہمیشہ رہنے کا عذر بیان کیا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر ان دونوں بیانات میں واضح اختلاف تھا، اس لیے جمہور علماء نے یوں تطبیق دی ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہوگا۔ ان میں سے ایک کو لوقا نے اور دوسرے کو باقی تینوں نے قلمبند کیا ہے۔

مگر یہ توجیہ اس [illegible]کار ہے کہ ان باقی تینوں میں بھی آپس میں سابقہ اختلاف سے بھی زیادہ وجوہ سے اختلاف موجود ہے اور وہ پانچ وجوہ ہیں۔

اختلاف کی پہلی وجہ متی اور مرقس کے بیان کے مطابق یہ واقعہ عید فسح کے دو دن بعد پیش آیا اور یوحنا کے مطابق عید فسح سے چھ دن پہلے وقوعہ پذیر ہوا۔

دوسری وجہ متی اور مرقس کے بیان کے مطابق وہ شمعون کا گھر اور یوحنا کے مطابق یہ لعزر کا گھر تھا۔

تیسری وجہ متی اور مرقس کے بیان کے مطابق اس عورت نے عطر سر پر ڈالا اور یوحنا کے مطابق پاؤں پر ملا اور پھر اپنے بالوں سے پونچھا۔

چوتھی وجہ متی ناراضگی کا اظہار اور اعتراض کرنے والوں کو یسوع کے شاگرد بتاتا ہے اور مرقس عام لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ مگر یوحنا صرف یہوداہ اسکریوتی بتاتا ہے۔

پانچویں وجہ | مرقس اُس عطر کی قیمت تین سو سے زائد بیان کرتا ہے اور یوحنا صرف تین سو کہتا ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر آریجن کو مجبوراً تین واقعات پر محمول کرنا پڑا ہے۔ مگر یہ دونوں توجیہیں اپنی بات کو زبردستی منوانے کے مترادف ہے۔ بظاہر یہ واقعہ ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک امر بعید ہے کہ ہر بار دعوت اور کھانے کے وقت ہی عطر ملا جائے اور ملنے والی بھی عورت ہی ہو اور ہر مرتبہ دیکھنے والے اُس عورت کے عمل پر اعتراض کریں اور حضرت عیسیٰؑ اُس کا عذر فرمائیں، تعجب ہے کہ جب ایک مرتبہ حضرت عیسیٰؑ اُس عورت کے اس فعل کو درست قرار دے چکے تھے تو پھر بھی اس کے شاگرد اور حواری اس پر اعتراض کرتے رہے۔

حقیقت یہی ہے کہ واقعہ ایک ہے اور انجیلوں کا اختلاف ان کی عادت کے مطابق ہے اور ان کی یہ عادت ابتداء سے اختتام تک اسی طرح ہے۔

سولہواں شاہد

نزولِ مسیح اور قیامت کے بارے میں پیشین گوئیاں | متی باب ۲۴ اُردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

آیت ۳-۴ = اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا، اس کے شاگردوں نے الگ اس کے پاس آکر کہا ہمکو بتا یہ باتیں کب ہوں گی؟ اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا؟ یسوع نے جواب میں اُن سے کہا ۔۔۔ الخ"

ملہ اعجاز عیسوی کے اصل نسخے میں متی کی آیات کا حوالہ ۱۸۲۳ء اور ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمے سے دو جگہ دیا ہے، ہم نے ان دونوں کے بجائے جدید ترجمہ کو اختیار کیا ہے، کیونکہ ان قدیم وجدید ترجموں میں مذکورہ آیات میں تقریباً مماثلت ہے، البتہ جہاں کچھ فرق ہوا حاشیہ میں اس کی وضاحت کردی جائے گی۔ ۱۲ ت

آیت ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸ :-

"پس جب تم اُس اجاڑنے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانی ایل نبی کی معرفت ہوا مقدس مقام میں کھڑا ہوا دیکھو (پڑھنے والا سمجھ لے)[1] تو جو یہودیہ میں ہوں، وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں، جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نہ اُترے اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے۔"

آیت ۲۱ :-

"کیونکہ اُس وقت ایسی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی نہ کبھی ہوگی۔"

آیت ۲۹، ۳۰، ۳۱ -

"اور فوراً اُن دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی[2] اور اُس وقت ابن آدم[3] کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس کنارے سے اُس کنارے تک جمع کریں گے۔"

آیت ۳۴، ۳۵، ۳۶ :-

---

[1] قوسین کی عبارت قدیم حوالہ میں موجود نہیں ہے۔ ۱۲ ت

[2] قدیم ترجمہ میں "قوتیں ہل جائیں گی" ہے، مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ ۱۲ ت

[3] انجیل میں حضرت مسیح نے اپنے آپ کو اکثر ابن آدم کے نام سے یاد کیا ہے، یہاں بھی خود ہی مراد ہیں۔ ۱۲ تقی

[4] قدیم ترجمہ میں "گھر اپنے" مذکور ہے، مقصود ایک ہی ہے۔ ۱۲ ت

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہو لیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی[1]۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی، لیکن اُس دن اور اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے اور نہ بیٹا مگر صرف باپ[2]"

فارسی ترجمہ ۱۸۱۶ء میں آیت ۲۹ اور ۳۴ اس طرح ہیں :-

"و بعد از زحمت آن ایام فی الفور آفتاب تاریک خواہد شد الخ"

بدرستی کہ بشما می گویم کہ تا جمیع این چیزہا کامل نگردد این طبقہ منقرض نخواہد گشت"

مرقس باب ۱۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں آیت ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ یوں ہے[3] :-

"مگر ان دنوں میں اُس مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور آسمان سے ستارے گرنے لگیں گے اور جو قوتیں آسمان میں ہیں وہ ہلائی جائیں گی[4] اور اس وقت لوگ ابنِ آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ بادلوں میں آتے دیکھیں گے"

آیت ۳۰ اس طرح ہے :-

---

[1] "یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی" کے الفاظ ۱۸۶۵ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہیں :- "اس وقت کے لوگ گزر نہ جائیں گے" بہرحال مفہوم ایک ہی ہے۔ ۱۲ ت

[2] قدیم حوالہ میں "نہ بیٹا" کا لفظ موجود نہیں "مگر صرف باپ" کے بجائے "میرے باپ کے سوا" کے الفاظ ہیں۔ ۱۲ ت

[3] اعجاز عیسوی کے اصل نسخہ میں مرقس اردو ترجمہ ۱۸۶۳ء و ۱۸۶۵ء کا حوالہ ہے، ہم نے جدید ترجمہ کو اختیار کیا ہے اور جہاں قدیم و جدید میں فرق ہے حاشیہ میں اس کی نشاندہی کر دی ہے۔ ۱۲ ت

[4] قدیم حوالہ میں "ستارے گر جائیں گے" اور "وہ ہل جائیں گی" مذکور ہے۔ ۱۲ ت

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہو لیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی" [1]

آیت ۳۲ یوں ہے :-

"لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ"

فارسی ترجمہ ۱۸۴۲ء آیت ۳۰ اس طرح ہے :-

"بدرستی کہ بشما میگویم کہ تا تمامی ایں چیز واقع نہ گردد ایں طبقہ منقرض نخواہد گشت"

لوقا باب ۲۱ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں آیت ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۵، ۲۶ اور ۳۲ اس طرح ہیں :-

۲۰، ۲۱، ۲۲ = "پھر جب تم یروشلیم کو فوجوں سے گھرا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ اس کا اُجڑ جانا نزدیک ہے۔ اس وقت جو یہودیہ میں ہوں پہاڑوں پر بھاگ جائیں الخ کیونکہ یہ انتقام کے دن ہوں گے جن میں سب باتیں جو لکھی ہیں پوری ہو جائیں گی"

۲۵ = "اور سورج اور چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے اور زمین پر قوموں کو تکلیف ہوگی کیونکہ وہ سمندر اور اس کی لہروں کے شور سے گھبرا جائیں گی" [2]

---

[1] قدیم حوالہ میں ۱۸۴۲ء کے ترجمہ میں "یہ سب باتیں الخ" یوں ہے "اس زمانے کے لوگ جب تک یہ سب کچھ واقع نہ ہووے گزر نہ جائیں گے" مفہوم میں کچھ تغیر نہیں۔ ۱۲، ن

[2] "اور زمین پر قوموں کو تکلیف ہوگی الخ" قدیم حوالہ میں یوں ہے "اور زمین پر اقوام گھبراہٹ میں گرفتار ہوں گی اور دریا کا اور موجوں کا شور ہوگا" ایک ہی آیت کے دو ترجموں کے مفہوم میں فرق ہے، قدیم ترجمہ سے اقوام کی گھبراہٹ کا سبب معلوم نہیں ہوتا نیز دریا اور موجوں کے شور کو مستقل نشانی کے طور پر ذکر کیا ہے، قطع نظر اس کے کہ کسی کو گھبراہٹ ہو یا نہ ہو، اس کے برعکس جدید ترجمہ میں اس شور کو گھبراہٹ کا سبب قرار دے دیا گیا ہے، غور طلب ہے!

۱۲ - ن

آیت ۲۷ :۔ "اُس وقت لوگ ابن آدم کو قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ بادل میں آتے ہوئے دیکھیں گے"۔

آیت ۳۲ :۔ "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہو لیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہو گی"۔

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حواریوں نے ہیکل کی تباہی، نزول مسیح اور قیامت کی علامات کے بارے میں سوال کیا تھا، چنانچہ جواب میں جناب مسیح نے :۔

- یروشلم کی تباہی کی خاص نشانی یہ فرمائی کہ دانی ایل کی خبر کے مطابق یروشلیم کو فوجیں گھیر لیں گی، اور فرمایا کہ یہ دیکھ کر تم پہاڑوں پر بھاگ جانا، کیونکہ ان دنوں میں ایسی مصیبت ہو گی کہ تخلیق عالم سے اب تک کبھی نہیں ہوئی اور وہ دن انتقام لینے کے ہوں گے۔

- اپنے نزول اور قیامت کے بارے میں فرمایا کہ اُس مصیبت کے فوراً بعد یہ دونوں امر بھی وقوع پذیر ہو جائیں گے اور اُس نسل اور طبقہ کے لوگ ان سب چیزوں کو دیکھ لیں گے اور جب تک یہ سب باتیں نہ ہو لیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہو گی، لیکن اُس دن کی بابت اللہ کے سوا کوئی کچھ نہیں جانتا، نہ میں نہ فرشتے۔

ان عبارتوں پر غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ متی کی عبارت میں آیت ۲۸ تک ہیکل کی تباہی اور آیت ۲۹ سے آخر تک قیامت اور اپنے نزول کا حال بیان ہوا ہے۔ پولس اور اسٹیوارڈ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح مرقس آیت ۲۴ سے ۳۲ اور لوقا آیت ۲۵ سے آخر تک کی عبارتوں میں قیامت کا حال اور جناب مسیح کے نزول کا بیان ہوا ہے۔

اس صورت میں متی آیت ۳۴، مرقس آیت ۳۰ اور لوقا آیت ۳۲ کے مطابق تینوں امور کا وقوع اُس نسل کے لوگوں کی زندگی میں ہی ہو جانا تا کہ مسیح کا یہ قول

کہ "آسمان اور زمین ٹل جائیں گے مگر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔" سچا ثابت ہو جاتا۔ حالانکہ تقریباً اٹھارہ سو برس گزر چکے مگر صرف یروشلیم کی بربادی کے علاوہ اور کچھ بھی ظہور پذیر نہیں ہوا[1]۔

باقی عیسائی علماء نے اس بارے میں کھینچا تانی کر کے جو باتیں کہی ہیں وہ ناقابلِ التفات ہیں اور انصاف کے تقاضوں کے سراسر خلاف ہیں، اس لئے کہ متی آیت ۲۹ اور مرقس آیت ۲۴ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یروشلیم کی بربادی کے بعد انہی دنوں میں فوراً یہ دونوں امور بھی وقوع پذیر ہو جائیں گے اور متی آیت ۳۴ اور مرقس آیت ۳۰ کے مطابق اُس نسل کے لوگ ان تینوں امور کا وقوع میں آنا دیکھ لیں۔ اسی طرح مسیح کے اُس وقت کے لوگوں کی زندگی میں ہی نزول کے وعدے مسیح کے دوسرے اقوال میں بھی موجود ہیں۔

اپنے نزول کے بارے میں مسیح کی مزید پیشین گوئیاں

متی باب ۱۶ آیت ۲۷، ۲۸

اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

---

[1] تقریباً اٹھارہ سو برس تو اُس وقت ہو چکے تھے جب "اعجاز عیسوی" کی تالیف ہوئی تھی، اب تو تقریباً دو ہزار سال ہو چکے ہیں، مگر یہ قولِ مسیحی صادق نہ آسکا، دراصل مسیح علیہ السلام کے جعلی شاگردوں کا یہ الہام دورِ جدید کے ایک خود ساختہ نبی مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئیوں کی طرح کا ہے جو شائع تو کر دی گئیں، مگر آج تک پوری نہ ہو سکیں۔ سچے نبی کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ یقیناً پورے ہو کر رہتے ہیں، مگر جب نبوت کا دعوےٰ جھوٹا ہو یا سچے نبی کی طرف جھوٹی بات اپنی طرف سے منسوب کر دی جائے تو اس کے پورا ہونے کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ ۱۲ ف پ

"کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔[1] اُس وقت ہر ایک کو اُس کے کاموں کے مطابق بدلہ دے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اُس کی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔"[2]

فارسی ترجمہ ۱۸۳۲ء میں آیت ۲۸ یوں ہے :-

"بدرستی کہ بشما میگویم کہ ایستادگان اینجا کسانے می باشند کہ تا فرزند انسان را در حالے کہ در ملکوت خود می آید مشاہدہ ننمایند ذائقہ مرگ را نخواہند چشید۔"

اس جگہ صاف اقرار کیا گیا ہے کہ وہاں کھڑے ہوئے بعض لوگوں کی زندگی میں ہی نزول مسیح ہو جائے گا۔ متی باب ۱۰ آیت ۲۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے :-

"...... میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکو گے کہ ابن آدم آ جائے گا۔"[3]

اس مقام پر نزول کا وعدہ حواریوں کی زندگی میں ہی معلوم ہوتا ہے۔ حواریوں کے اقوال سے بھی صاف طور پر یہی سمجھ میں آتا ہے اور ان کو امید بھی یہی تھی کہ نزول مسیح

---

[1] یہ بقول انجیل خود حضرت مسیح کا قول ہے اور اس سے آخر زمانے میں تشریف لانے کی طرف اشارہ ہے ۱۲ تقی

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یہ آیات اس طرح ہیں کہ "ابن آدم اپنے باپ کے شکوہ سے اپنے فرشتوں کے ساتھ آوے گا اور ہر ایک کو اوس کے عمل کی جزا دے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اون میں سے جو یہاں کھڑے ہیں، بعضے ہیں جو موت کا مزہ جب تک کہ ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتا نہ دیکھ لیں نہ چکھیں گے۔" ۱۲ فہیم

[3] اردو ترجمہ ۱۸۲۳ء کی طبع میں یہ آیت اس طرح ہے "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کی بستیوں میں درو بست نہ پھر و گے جب تک کہ ابن آدم نہ آلے۔" ۱۲ فہیم

جلد ہی ہوگا اور یہ کہ ہم آخری زمانہ میں ہیں ۔

نزول مسیح کے بارہ میں حواریوں کے اقوال

ذیل میں نزول مسیح کے بارہ میں حواریوں کے اقوال[1] درج کئے جاتے ہیں :-

- یعقوب کا عام خط باب ۵ آیت ۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"تم بھی صبر کرو اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھو کیونکہ خداوند کی آمد قریب ہے"

- پطرس کا پہلا عام خط باب ۴ آیت میں ہے :-

"سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے۔ پس ہوشیار رہو اور دعا کرنے کے لئے تیار[2]"

- ا۔ تھسلنیکیوں کے نام خط باب ۴ آیت ۱۵ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں ہے :-

"چنانچہ ہم تم سے خداوند کے کلام[3] کے مطابق کہتے ہیں کہ ہم جو زندہ ہیں اور خداوند کے آنے تک باقی رہیں گے سوئے ہوؤں سے ہرگز آگے نہ بڑھیں گے"

- فلپیوں کے نام خط باب ۴ آیت ۵ میں ہے :-

"تمہاری نرم مزاجی[4] سب آدمیوں پر ظاہر ہو، خداوند قریب ہے"

- یوحنا عارف کا مکاشفہ باب ۱ آیت ۱، ۳ میں ہے :-

---

[1] اعجاز عیسوی کے اصل نسخے میں ان اقوال کے لئے اردو تراجم مطبوعہ ۱۸۲۳ء کا حوالہ ہے، ہم نے جدید ترجمے کو اختیار کیا ہے، جہاں کہیں قدیم و جدید تراجم میں قابل ذکر فرق ہوگا، حاشیے میں اس کی نشاندہی کرتے جائیں گے ۔ ۱۲ فہیم

[2] قدیم حوالہ میں "تیار" کے بجائے "جاگتے رہو" کے الفاظ ہیں ۔ ۱۲۔ فہیم

[3] قدیم حوالہ میں لفظ "کلام" کی جگہ "حکم" کا لفظ ہے جس میں یقینیت زیادہ ہے ۔ ۱۲ ف

[4] قدیم حوالہ میں "نرم مزاجی" کی جگہ "میانہ روی" کا لفظ ہے ۔ ۱۲ فہیم

"یسوع مسیح کا مکاشفہ جو اُسے خدا کی طرف سے اس لئے ہوا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضرور ہے" الخ

- "اس نبوت کی کتاب کا پڑھنے والا اور اُس کے سننے والے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اُس پر عمل کرنے والے مبارک ہیں، کیونکہ وقت نزدیک ہے"۔

- مکاشفہ باب ۳ آیت ۱۱ میں ہے :-

"میں جلد آنے والا ہوں[1] الخ"

- مکاشفہ باب ۲۲ آیت ۷، ۱۰ اور ۲۰ میں ہے :-

"اور دیکھ میں جلد آنے والا ہوں[2]... الخ"

پھر اس نے مجھ سے کہا اِس کتاب کی نبوت کی باتوں کو پوشیدہ نہ رکھ کیونکہ وقت نزدیک ہے"۔

"جو اِن باتوں کی گواہی دیتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ بے شک میں جلد آنے والا ہوں[3] الخ"

- ا۔کرنتھیوں کے نام خط باب ۱۰ آیت ۱۱ میں ہے :-

"یہ باتیں اُن پر عبرت[4] کے لئے واقع ہوئیں اور ہم آخری زمانہ والوں کے نصیحت کے واسطے لکھی گئیں"۔

- یوحنا کا پہلا عام خط باب ۲ آیت ۱۸ یوں ہے :-

"اے لڑکو! یہ اخیر وقت ہے اور جیسا تم نے سنا ہے کہ مخالف مسیح آنے والا ہے، اُس کے موافق اب بھی بہت سے مخالف مسیح پیدا ہو گئے ہیں، اس سے ہم جانتے ہیں کہ یہ اخیر وقت ہے"۔

---

[1]، [2]، [3] قدیم حوالہ میں "میں جلد آنے والا ہوں" کے بجائے "میں جلد آتا ہوں" کے الفاظ ہیں۔
[4] قدیم حوالہ میں "عبرت" کے بجائے "نمونہ" کا لفظ ہے۔ ۱۲ تقی

ان مذکورہ بالا اقوال کی ہمارے مدعا پر دلالت بیان کرنے کی محتاج نہیں۔ بیلی نے اپنی کتاب میں یہ تسلیم کیا ہے کہ حواری حضرات غلطی سے یہ عقیدہ رکھتے تھے اس کتاب کی عبارت کی تلخیص چوتھی فصل کے آخر میں بیان کی جائے گی۔

صاحب حل الاشکال کی توجیہہ

"حل الاشکال" کے مؤلف نے استفسار کے جواب میں لکھا ہے :-

"اس باب میں جیسا کہ مذکور ہوا مسیح نے یروشلم کی ویرانی اور قیامت کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا بعض الفاظ سے قیامت کی طرف اور بعض سے یروشلم کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ سورج کا تاریک ہوتا اور ستاروں کا آسمان سے گر جانا کے الفاظ قیامت کے ساتھ اور اس گروہ کا ختم نہ ہونا یا یہ نسل یا اس وقت کے لوگ تمام نہ ہوں گے کے الفاظ کا یروشلم کی ویرانی کے ساتھ تعلق ہے، یعنی مضمون یوں ہوں گا کہ اس سے پہلے کہ مسیح کے زمانے کے لوگ تمام ہو جائیں یروشلم ویران و برباد ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ تواریخ سے مسیح کی بات درست ثابت ہوتی اور مولوی صاحب (یعنی صاحب استفسار) کا بیان غلط ٹھہرا۔"

ہم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ متی کی آیت ۳ کے مطابق شاگردوں کا سوال یروشلم کی بربادی اور قیامت دونوں کی علامات کے بارے میں تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام میں اس سوال کے جواب میں ان دونوں امور کا ہی بیان ہے۔ مگر اس کلام کی تقسیم اسی طرح ہے جیسا کہ ہورنی اور اسٹیوارٹ وغیرہ نے مسیحی علماء سے نقل کی ہے کہ آیت ۲۸ تک یروشلم کی بربادی کا اور ۲۹ سے آخر تک قیامت اور نزول مسیح کا بیان ہے، اس سے مختلف مفہوم پر محمول کرنا متی کی عبارت کے بالکل خلاف ہے۔

خلاصۂ بحث

مذکورہ بالا اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس خبر کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔ اس سے ہمارا یہ عقیدہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ مسیح کا قول تھا اور جھوٹا ہو گیا، بلکہ ہم ایسی جھوٹی روایتوں کو الحاقی سمجھتے ہیں اور انجیل متی کو متیٰ کی تحریر ہونے کا سرے ہی سے انکار کرتے ہیں۔ یہ تو متی تحریر کا ترجمہ ہے اور غالباً اہل کتاب مترجموں کی عادت کے مطابق مترجم نے یا کسی دوسرے نے اس کے بعد اس جھوٹی عبارت کو لکھ دیا ہے "حل الاشکال" کے مؤلف نے سابقہ توجیہہ کے علاوہ بعض علماء سے ایک اور توجیہہ بھی نقل کی ہے۔ مگر جب وہ توجیہہ جمہور مسیحی علماء کے نزدیک ناقابل التفات ہے تو ہم اس کی طرف کیوں التفات کریں۔ نیز متی باب ۱۶ کی آیت ۲۷، ۲۸ اور باب ۲۴ کی آیت ۳۴ میں یہ تاویل چل بھی نہیں سکتی۔

سترھواں شاہد

مسیح کے زندہ ہونے کی پیشین گوئی

متی باب ۱۲ آیت ۳۹، ۴۰ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء یوں ہے:۔

"اس نے جواب دے کر ان سے کہا اس زمانے کے برے اور زنا کار[۲] لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ[۳] نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔"

اور یہ جملہ کہ "ویسے ہی ابن آدم الخ" دوسرے ترجموں میں اس طرح ہے: ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ میں ہے:۔ "اسی طرح ابن آدم بھی تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔"

---

[۱] آخری جملہ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں بھی اسی طرح ہے جس کا اصل کتاب میں حوالہ دیا گیا ہے۔ ۱۲ ت

[۲] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۵۲ء میں بیان "بد اور حرام کار" کے الفاظ ہیں۔ ۱۲ فہیم

[۳] یعنی حضرت یونس علیہ السلام۔ ۱۲ تقی

۱۸۴۲ء کے فارسی ترجمہ میں ہے :-

"فرزند انسان نیز سہ شبانروز در شکم زمین خواہد ماند۔"

۱۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں ہے :-

کذٰلک یکون ابن الانسان فی قلب الارض ثلثۃ ایام و ثلاث لیالی۔

اور متی باب ۱۶ آیت ۴ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"اس زمانہ کے بُرے اور زناکار[1] لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ کے نشان کے سوا کوئی اور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا" الخ

اور متی باب ۲۰ آیت ۱۸ و ۱۹ اس طرح ہے :-

"دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں اور ابن آدم سردار کاہنوں[2] اور فقیہوں کے حوالے کیا جائے گا اور وہ اس کے قتل کا حکم دیں گے اور اُسے غیر قوموں کے حوالہ کریں گے تاکہ وہ اُسے ٹھٹھوں میں اڑائیں اور کوڑے ماریں اور صلیب پر چڑھائیں اور وہ تیسرے دن زندہ کیا جائے گا۔"[3]

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق یہاں "بُرے اور زناکار" کے بجائے "بد اور حرام کار" کے الفاظ ہیں۔ ۱۲ فہیم

[2] سردار کاہن High Priest بنی اسرائیل کے یہاں ایک مذہبی عہدہ ہوتا تھا، تورات میں ہے کہ یہ عہدہ سب سے پہلے حضرت موسیٰ نے حضرت ہارونؑ کو سونپا تھا، اس کا خاص شعار اور لباس ہوتا ہے اور کچھ مخصوص فرائض، تفصیل کے لیے دیکھئے خروج ۲۸، ۲۹ اور احبار باب ۸، ۱۶۔ تقی

[3] "تیسرے دن زندہ کیا جائے گا" کے الفاظ قدیم حوالہ میں اس طرح ہیں "وہ تیسرے دن پھر جی اٹھیگا" قدیم حوالہ میں یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ خود بخود زندہ ہو جائے گا جو کہ مسیحی عقیدہ "الوہیت مسیح" کا مقتضا ہے، مگر جدید ترجمہ میں یہ تاثر مفقود ہے۔ ۱۲ ت

مرقس باب۸ کی آیت ۳۳ و ۳۴ بھی متی کے مذکورہ بالا بیان کے مطابق ہی ہے۔

متی باب ۲۷ آیت ۶۲، ۶۳ یوں ہے :-

"دوسرے دن جو تیاری کے بعد کا دن تھا سردار کاہنوں اور فریسیوں نے پیلاطس کے پاس جمع ہو کر کہا۔ خداوند! ہم یاد ہے کہ اس دھوکے باز نے جیتے جی کہا تھا میں تین دن کے بعد جی اٹھوں گا"[1]

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے سب حواریوں، اپنے مریدوں اور کاہنوں، فریسیوں اور صدوقیوں کے سامنے کہا تھا کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا اور تین رات زمین کے اندر رہوں گا۔ پھر یروشلیم جاتے ہوئے بارہ حواریوں کو بھی اس بات کی خبر دی تھی اور یہ بات اتنی شہرت پا گئی تھی کہ یہودیوں کو بھی یقین تھا کہ عیسیٰؑ نے یہ فرمایا ہے۔ تب ہی تو انہوں نے پیلاطس سے جا کر کہا تھا۔

یہ بات دو وجوہ کی بنا پر غلط معلوم ہوتی ہے :-

۱۔ جناب مسیح تین دن تین رات کے بجائے صرف ایک دن اور دو رات زمین کے اندر مدفون رہے تھے، چنانچہ پولس اور شولز جیسے بعض مسیحی علماء نے اس جگہ انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ اعتراف کیا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کا قول نہیں بلکہ متی نے اپنے اندازے سے یہ تفسیر مسیح کے قول کے ساتھ خلط ملط کر دی ہے، درحقیقت مسیح علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ جیسے نینوا والے[2] یونس علیہ السلام کی ذات اور آپ کی تعلیمات پر بغیر معجزہ طلب کئے ایمان لے آئے تھے، اسی طرح اس زمانہ کے لوگ

---

[1] قدیم اردو ترجمے ان آیات کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں "دوسرے روز جو طیاری کے دن کے بعد ہے سردار کاہن اور فریسیوں نے پلاطس پاس جمع ہو کر کہا کہ اے خداوند ہمیں یاد ہے کہ وہ دغاباز اپنے جیتے جی کہتا تھا کہ میں تین دن بعد جی اٹھوں گا" ۱۲ فہیم

[2] یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی قوم۔ ۱۲ تقی

بھی مجھ پر اور میری تعلیمات پر ایمان لے آئیں۔

۲۔ جب یہ خبر اتنی مشہور تھی کہ یہودیوں کو بھی اچھی طرح معلوم تھا اور حواریوں نے بھی یہ خبر بارہا سُنی تھی۔ تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حواریوں، حضرت مریم اور مریدوں میں سے کسی کو بھی یہ بات یاد نہ رہی اور جناب مسیح کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے وقت تک حواری اُن کے زندہ ہونے میں شک کرتے رہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ سب جملے الحاقی اور بے بنیاد افسانہ ہیں جن کو بعد میں شامل کیا گیا ہے۔ جناب مسیح نے اس بات کی پیشین گوئی ہرگز نہیں کی۔ اس کی تائید بہت سے اقوال سے ہوتی ہے۔

● یوحنّا باب ۲۰ آیت ۱، ۲ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"ہفتے کے دن مریم مگدلینی[1] ایسے تڑکے کہ ابھی اندھیرا ہی تھا قبر پر آئی اور پتھر کو قبر سے ہٹا ہوا دیکھا۔ پس وہ شمعون پطرس اور اس دوسرے شاگرد کے پاس جسے یسوع عزیز رکھتا تھا، دوڑی ہوئی گئی اور اُن سے کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے اور ہمیں معلوم نہیں کہ اُسے کہاں رکھ دیا[2]۔"

دیکھئے اگر مذکورہ پیشین گوئی جناب مسیح نے کی ہوتی تو یہ عورتیں جن میں سے ایک کا نام بھی یوحنّا نے لکھا ہے، پتھر کو قبر سے ہٹا ہوا دیکھ کر فوراً یقین کر لیتیں کہ جناب مسیح

---

[1] انجیلوں کی روایت کے مطابق یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیرو تھیں (اور بزعم نصاریٰ) آپ کی قبر پر زیارت کے لئے آئی تھیں۔ ۱۲ تقی

[2] اردو ترجمہ ۱۸۹۸ء کے مطابق یہ آیات ان الفاظ میں ہیں "ہفتے کے پہلے دن مریم مگدلینی تڑکے ایسا کہ ہنوز اندھیرا تھا قبر پر آئی اور پتھر کو قبر سے ٹلا ہوا دیکھا تب وہ شمعون پطرس اور اوس دوسرے شاگرد پاس جسے یسوع پیار کرتا تھا دوڑی آئی اور اونہیں کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے اور ہم نہیں جانتے کہ اونھوں نے اوسے کہاں رکھا۔" ۱۲ فہیم (واضح رہے کہ ہفتہ کا پہلا دن بائبل کی اصطلاح میں اتوار ہے)۔

اپنی پیشین گوئی کے مطابق زندہ ہو گئے ہیں، ان کو یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ لوگ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے اور ہمیں معلوم نہیں کہ انھوں نے اُسے کہاں رکھ دیا۔

● لوقا باب ۲۴ آیت ۱۰، ۱۱، ۱۲ میں ہے :-

"جنہوں نے رسولوں سے یہ باتیں کہیں وہ مریم مگدلینی اور یوانّہ اور یعقوب کی ماں[1] مریم اور ان کے ساتھ کی باقی عورتیں تھیں، مگر یہ باتیں انھیں کہانی سے معلوم ہوئیں اور انھوں نے ان کا یقین نہ کیا۔ اس پر پطرس اٹھ کر قبر تک دوڑا گیا اور جھک کر نظر کی اور دیکھا کہ صرف کفن ہی کفن ہے اور اس ماجرے سے تعجب کرتا ہوا اپنے گھر چلا گیا"[2]

غور کیجئے کہ پیشین گوئی کی صورت میں حواری حضرات اُن عورتوں کی باتوں کو جھوٹ کیوں سمجھتے اور یقین نہ آنے کی کیا وجہ تھی اور قبر کو خالی دیکھ کر سب سے بڑا حواری پطرس تعجب کیوں کرتا۔

● مرقس باب ۱۶ آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴ ۱۹۵۹ء کے نسخہ کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

"اس کے بعد وہ دوسری صورت میں ان میں دو کو جب وہ دیہات کی طرف پیدل جا رہے تھے دکھائی دیا، انھوں نے بھی جا کر باقی لوگوں کو خبر دی، مگر انھوں نے ان کا بھی یقین نہ کیا۔ پھر وہ ان گیارہ کو بھی جب کھانا کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اُس نے ان کی بے اعتقادی اور سخت دلی پر اُن کو

---

[1] انہیں متی ۲۷ : ۵۶ میں یوسیس کی ماں کہا گیا ہے۔ ۱۲ تقی

[2] قدیم اردو ترجمے ان آیات کو یوں روایت کرتے ہیں" اور مریم مگدلیا اور یوحنا اور مریم یعقوب کی ماں اور دوسری عورتیں جو ساتھ تھیں اونھوں نے رسولوں سے یہ باتیں کہیں پر اونھیں اونکی باتیں کہانی سی سمجھ پڑیں اور اونکا اعتبار نہ کیا تب پطرس اوٹھ کے قبر کی طرف دوڑا اور جھک کر دیکھا کہ صرف کفن پڑا ہے اوس ماجرے سے اپنے جی میں تعجب کرتا چلا گیا" ۱۲ تفہیم

ملامت کی کیونکہ جنھوں نے اُس کے جی اُٹھنے کے بعد اُسے دیکھا تھا انہوں نے ان کا یقین نہ کیا تھا[1]۔

غور کیجئے کہ باوجودیکہ پہلے عورتیں گواہی دے چکی تھیں۔ پھر دوسری مرتبہ دو حواریوں نے بھی گواہی دی تھی۔ بھلا پیشین گوئی کی صورت میں باقی حواری کس طرح یقین نہ کرتے۔ سبحان اللہ! عجیب معاملہ ہے کہ جناب مسیح کی صحبت میں سال ہا سال رہنے کے باوجود حواریوں میں سخت دلی اور بے یقینی کی کیفیت موجود رہی۔

اٹھارہواں شاہد

بارہ حواری یا گیارہ؟ کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱۵ کی آیت ۵ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے:۔

"وہ اور کیفا کو اور اس کے بعد اُن بارہ کو دکھائی دیا[2]"

یہ صریحاً غلط ہے۔ کیا مقدس پولس کو اس وقت یاد نہ رہا کہ یہوداہ اسکریوتی جو ان بارہ میں شامل تھا جناب مسیح کو گرفتار کرانے کے بعد اُن کے مصلوب ہونے سے پہلے ہی اپنے اس فعل پر پشیمان ہو کر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر چکا

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیات اس طرح ہیں "اوسکے بعد وہ دوسری صورت میں اون میں سے دو کو جس وقت کہ وے چلتے تھے اور دیہات کی طرف جاتے تھے، دکھائی دیا اونہوں نے جا کے باقی لوگوں کو خبر دی اور اونہوں نے بھی اونکی باتوں پر یقین نہ لایا۔ آخر اوس نے اون گیارہوں کو جب وے کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اونکی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی کیونکہ اونہوں نے اون کی باتوں کا جنھوں نے اوسکے جی اوٹھنے کی بعد اوسے دیکھا یقین نہ لایا تھا" ۱۲ فہیم

[2] قدیم حوالہ میں اور کیفاہ (یعنی پتر) الحجر ہے۔ پتر جدید ترجمہ میں پطرس ہے۔ ۱۲ ف

تھا جس کی تصریح متی باب ۲۷ میں موجود ہے[1]۔ اسی لئے مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴ میں بھی موجود ہے کہ جناب مسیح دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اُن گیارہ کو دکھائی دیئے تھے۔

اس شبہ کے دفعیہ کی غرض سے بعض مسیحی دینداروں نے تحریف کر کے "بارہ" کا لفظ گیارہ سے بدل دیا تھا، مگر افسوس ان کی یہ تحریف چل نہیں سکی۔

انیسواں (۱۹) شاہد

حواریوں کا عقیدۂ حیاتِ مسیح

وارڈ اپنی کتاب اغلاط نامہ کے صفحہ ۳۷ پر لکھتا ہے:-

"جان کالوین کو حواریوں کے عقیدے میں یہ شبہ تھا کہ آیا یہ انہی کا بنایا ہوا ہے یا نہیں، اسی بنا پر اس نے متی باب ۲۰ آیت ۱۶ سے یہ جملہ "کیونکہ بہت سے بلائے گئے پر چنے ہوئے تھوڑے ہیں" غلط قرار دے کر نکال دیا ہے"۔

ملاحظہ کیجئے کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے پیشوا جان کالون نے ہمیں یہ دو باتیں عنایت کیں:-

۱۔ حواریوں کا یہ عقیدہ جس کو ہمارے زمانے کے مسیحی مدارِ ایمان قرار دیتے ہیں ان حواریوں کی طرف نسبت کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں۔

۲۔ انجیل میں سے مذکورہ بالا جملہ غلط ہونے کی بنا پر نکال دینے کے قابل ہے[2]۔

بیسواں (۲۰) شاہد

ابیاتر کاہن یا اخیملک

مرقس باب ۲ آیت ۲۶ یوں ہے:-

---

[1] "اور وہ روپیوں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی" (متی باب ۲۷ آیت ۵)

[2] ۱۹۵۸ء کے اردو ترجمہ میں متی باب ۲۰ آیت ۱۶ میں یہ جملہ شامل نہیں ہے۔ ۱۲ ت

"وہ کیونکر ابیاتر سردار کاہن کے دنوں میں خدا کے گھر میں گیا اور اُس نے نذر کی روٹیاں کھائیں جن کو کھانا کاہنوں کے سوا اور کسی کو روا نہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں"

میں کہتا ہوں یہاں لفظ ابیاتر غلط ہے۔ کیونکہ اس سردار کا نام اخیملک تھا جس کی تصریح سموئیل اول باب ۲۱ میں موجود ہے[1]

اکیسواں شاہد

ذکریاہ یا یرمیاہ

متی باب ۲۷ آیت ۹ میں ہے:-

"اُس وقت وہ پورا ہوا جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا" الخ

میں کہتا ہوں اس آیت میں لفظ یرمیاہ غلط استعمال ہوا ہے۔ یہاں پر ذکریا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ذکریاہ باب کی آیت ۱۲، ۱۳ میں متی کی مذکورہ عبارت سے ملتی جلتی عبارت موجود ہے۔ اگرچہ لفظ اور معنی کے اعتبار سے ان دونوں میں بھی بڑا فرق ہے۔ اس کے برعکس کتاب یرمیاہ میں تو اس مضمون کی عبارت سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

وارڈ اپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۲۶ پر لکھتا ہے:-

"مسٹر جویل اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ مرقس نے اخیملک کی بجائے غلطی سے ابیاتر لکھا ہے اور متی نے ذکریاہ کی جگہ یرمیاہ۔ وارڈ اور رجرڈ سمنٹ کی تفسیر میں متی باب ۲۷ کی آیت ۹ کے ذیل میں ہے کہ "یہ لفظ جو یہاں منقول ہیں کتاب یرمیاہ میں موجود نہیں، البتہ کتاب ذکریاہ باب ۱۱ کی آیت ۱۲ میں ہیں" دیگر توجیہات میں سے ایک توجیہہ یہ بھی ہے کہ ابتدائی زمانہ میں نقل کرتے وقت کاتب نے غلطی سے

---

[1] سموئیل اول باب ۲۱ آیت ۱ اور داؤد نوبت میں اخیملک کاہن کے پاس آیا اور اخیملک داؤد سے ملنے کو کانپتا ہوا آیا الخ ۱۲ فہیم

زکریاہ کے بجائے یرمیاہ کا نام لکھ دیا ہے۔ یہ غلطی بعد میں متن میں داخل ہو گئی جس کی تصریح بشپ پیرس نے کی ہے "

ملاحظہ کیجئے کہ اس مفسر کی مختار توجیہہ کے مطابق یہ غلطی مستلم ہو کر کاتب کی طرف منسوب ہو گئی۔ ہورن شرح انجیل کی جلد اوّل کے صفحہ ۳۲۵ پر لکھتا ہے :-

"انجیل نویس نے اصل نسخہ میں پیغمبر کا نام نہیں لکھا تھا، مگر کسی کاتب نے بعد میں یرمیاہ کا نام درج کر دیا۔ چنانچہ بارہویں صدی کے دو نسخوں، سریانی ترجمہ قدیم فارسی ترجمہ، نئے یونانی ترجمہ اور بعض قدیم قلمی نسخوں میں یرمیاہ کا نام موجود نہیں ہے اور اس احتمال کو کہ متی نے یرمیاہ کا نام نہیں لکھا تھا، اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ متی عموماً اپنے حوالوں میں نبیوں کا نام نہیں لکھتا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸۵۔ ۳۸۶"

حوالہ میں مذکور صفحات بظاہر اسی جلد اوّل کے معلوم ہوتے ہیں مگر اس میں تو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ جلد دوم کے ان مذکورہ صفحات میں یوں لکھا ہے :-

"اس حوالہ میں مشکل کچھ کم نہیں۔ کتاب یرمیاہ میں ایسی کوئی پیشین گوئی مذکور نہیں اور زکریاہ باب ۱۱ آیت ۱۳ میں اس قسم کی پیشین گوئی موجود ہے لیکن متی کے الفاظ کی اس کے الفاظ سے کوئی مطابقت نہیں۔ بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ متی کے نسخہ میں غلطی ہوئی ہے، کاتب نے زکریاہ کے بجائے یرمیاہ لکھ دیا۔ اس لئے یہ لفظ الحاقی ہے۔ گریس بیک کے لکھے ہوئے گیارہویں یا بارہویں صدی کے نسخہ میں جس پر ۲۲ کا نمبر ہے اور بارہویں صدی کے لکھے ہوئے نسخہ میں جس پر ۱۰۰ نمبر ہے، نیز قدیم سریانی ترجمہ، جدید یونانی ترجمہ اور ایک یا دو قدیم اطالوی نسخوں میں، بعض اُن نسخوں میں جن کا حوالہ اگسٹائن نے لیا ہے اور ایک اسی لاطینی نسخہ میں جس کا حوالہ بروجن سیتیس نے لیا ہے

یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ گریسی بک کے ایک نسخہ میں جس پر ۲۲ نمبر درج ہے، یرمیاہ کے بجائے ذکریاہ کا لفظ لکھا ہوا ہے، قدیم سریانی ترجمہ کے حاشیہ پر اور ہینچل کے عربی نسخہ میں بھی یہی لفظ (ذکریاہ) درج ہے۔ اور ٹن اور ریوس جیسی کے خیال میں یہی سچی عبارت ہے۔ بڑے محققین کا خیال ہے کہ کتاب ذکریاہ باب ۹، ۱۰، ۱۱ یرمیاہ کا تصنیف کیا ہوا ہے، اسلوب تحریر اور مطلب کے اعتبار سے ان کا گمان غالب یہی تھا۔ تفصیل کے لئے ڈاکٹر ہمنڈ، میڈ بشپ گڈر اور لوتھر کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔"

جلد چہارم کے صفحہ ۲۳۶ پر دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ ابواب (مذکورہ بالا) حقیقۃً ذکریاہ ہی کے لکھے ہوئے ہیں۔ اغلب یہی ہے کہ متی کی عبادت بغیر کسی کا نام ذکر کئے یوں تھی "وہ جو معرفت نبی کے کہا گیا تھا الخ" یہ گمان اس بات سے بھی قوی ہوتا ہے کہ متی اپنے حوالوں میں پیغمبروں کے نام اکثر چھوڑ دیتا ہے۔ بطور دلیل باب ۱ آیت ۲۲، باب ۲ آیت ۵، باب ۱۳ آیت ۳۵ اور باب ۲۱ آیت ۴ ملاحظہ کیجئے۔ اور ہتجل نے اس کے ترک کرنے کو ہی پسند کیا ہے۔ اس کے بعد ہورن نے ڈاکٹر لائٹ فٹ کی بیان کردہ ایک توجیہہ درج کی ہے، جلد چہارم کے صفحہ ۲۲۳ کتاب ذکریاہ کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"اس کتاب کے ابتدائی حصہ کے مقابلے میں آخری حصہ کا اسلوب بیان صاف اور مضمون عالی مرتبہ ہے جبکہ ابتدائی کا گنجلک ہے۔ اس فرق کی بنا پر ہی سیدمیڈ اور ڈاکٹر ہمنڈ اور بعض متاخرین محققین کا خیال ہے کہ اس کتاب کا باب ۹، ۱۰، ۱۱ ذکریاہ کے تصنیف کردہ نہیں ہیں۔ بلکہ متی کے باب ۲۷ کی آیت ۹، ۱۰ میں ذکریاہ کے بجائے یرمیاہ کا لکھنے اور ان تینوں ابواب میں ایک ہی پیشین گوئی کے ذکر کرنے کے سبب وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تینوں ابواب یرمیاہ کے لکھے ہوئے ہیں"

لیکن چونکہ کتاب زکریاہ کی عبارت اس زبان سے جو بابل کی قید کے بعد کے زمانہ میں اس نے استعمال کی ہے مطابقت رکھتی ہے اس لئے غالب یہی ہے: متی کی عبارت میں کاتب کی غلطی سے یرمیاہ کا نام داخل ہو گیا ہے۔ محاورہ، اسلوب بیان، تاریخی شہادت اور اس کتاب کا آخری مضمون سب اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ تینوں ابواب اسی مصنف کے تحریر کردہ ہیں جس نے کتاب کا ابتدائی حصہ تحریر کیا ہے۔ لہٰذا یہ ابواب میڈ وغیرہ کے خیال کے مطابق نہ تو یرمیاہ کے تصنیف کردہ ہیں اور نہ آرچ بشپ نیوکم، آرچ بشپ سکر اور ڈوڈلین کے خیال مطابق زکریاہ سے پہلے زمانہ کے کسی دوسرے پیغمبر کے ۔"

اسی مذکورہ بالا صفحہ کے حاشیہ پر ڈوڈلین لکھتا ہے:-

"ڈاکٹر ایف بی کوٹسر نے اچھی طرح ثابت کیا ہے کہ عبارت کے انداز، محاورہ اور مقصود سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابواب زکریاہ ہی کے تصنیف کردہ ہیں۔"

ہورن کی مذکورہ عبارتوں سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ یہ بہت مشکل مقام ہے اور کتاب یرمیاہ میں یہ بالکل موجود نہیں اور متی کی عبارت زکریاہ کی عبارت سے لفظی مطابقت نہیں رکھتی ہورن کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ متی کی عبارت میں کسی کا نام نہیں تھا، کاتب نے غلطی سے یرمیاہ کا نام شامل کر دیا ہے۔ گریس بیک کے دو نسخوں، قدیم سریانی ترجمہ، جدید فارسی ترجمہ، ایک لاطینی نسخہ اور راگسٹائن کے بعض نسخوں میں یہ لفظ چھوڑ دیا گیا ہے۔ بنجل والے عربی نسخہ میں یرمیاہ کے بجائے زکریاہ درج ہے۔ آرجن اور یوسی بیس اسی کو سچی عبارت گمان کرتے تھے۔ ڈاکٹر ہمنڈ اور میڈ وغیرہ کا قول مردود ہے۔

مفسر خواہ اپنے قول مختار میں اس کو کاتب کی غلطی قرار دیں، بہرحال اس مقام پر متی کی انجیل غلطی سے مبرا نہیں ہے۔

فصل چہارم

اس میں اس بات کا بیان ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک انبیاء اور حواریوں کی تمام تحریریں الہامی نہیں ہیں۔ وہ لوگ گناہوں سے، حتیٰ کہ بڑے بڑے گناہ بت پرستی اور شرک سے بھی معصوم نہیں تھے۔ کرامت کا صدور اور روح القدس سے محض مستفیض ہونا نبوت کی دلیل ہے اور نہ ایمان کی۔

مذکورہ تینوں باتیں عیسائیوں کے بڑے بڑے علماء کے اقوال اور معتبر کتابوں سے ثابت ہیں، ہم ان کے اثبات میں چند شواہد پیش کرتے ہیں۔

۱- انبیاء اور حواریوں کی تمام تحریریں الہامی نہیں

پہلی شہادت ہورن انجیل کی شرح کی جلد اول صفحہ ۱۳۱ پر لکھتا ہے :-

"اگر ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ پیغمبروں کی بعض کتابیں ضائع ہوگئیں تو اس سے ہماری مراد وہ کتابیں ہوتی ہیں جو الہام سے نہیں لکھی گئی تھیں۔ آگسٹائن نے بڑے قوی دلائل سے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سلاطین یہوداہ

اور اسرائیل کی تاریخوں میں بہت سی ایسی چیزوں کا ذکر موجود ہے جو ان کتابوں میں موجود نہیں۔ حالانکہ ان تاریخوں میں ان پیغمبروں کی کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہوئے ہیں اور بعض مقامات پر پیغمبروں کے نام بھی مذکور ہیں، مگر اُس قانون میں جسے خداوند کا کلیسا واجب التسلیم مانتا ہے، یہ کتابیں موجود نہیں ہیں اور وہ اس کا صرف یہ سبب بتاتا ہے کہ پیغمبر جن کو روح القدس مذہب کی بڑی بڑی مستند چیزیں الہام کرتا تھا ان کی تحریریں دو طرح کی ہیں۔ ایک دیانتدار مورخوں کی تحریروں کی مانند (یعنی بغیر الہام کے) دوسرے الہام سے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دونوں قسم کے مکتوبات میں اس طرح کا فرق تھا کہ اول ان کی طرف اور دوسری قسم خدا کی طرف منسوب ہوتی تھی۔ پہلی قسم سے ہمارے علم میں زیادتی اور دوسری قسم سے ہمارے دین اور قانون کی سند مقصود تھی۔

دوسری شہادت ہورن اپنی مذکورہ کتاب کی اسی جلد کے ص ۱۳۲ پر "جنگ نامۂ خدا" نامی کتاب کا جس کا ذکر کتاب گنتی باب ۲۱ آیت ۱۴ میں موجود ہے، حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"یہ کتاب جس کے گم ہو جانے کا قوی شبہ ہے عظیم محقق ڈاکٹر لائٹ فٹ کی رائے کے مطابق وہ تھی جس کو موسیٰ علیہ السلام نے عمالقہ کو شکست دینے کے بعد یوشع کے لئے بطور یادداشت خدا کے حکم سے لکھا تھا اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کتاب میں صرف اس فتح کا حال اور یوشع کی تعلیم کے لئے لڑائی کی تدبیریں وغیرہ ہی درج تھیں۔ لہٰذا وہ نہ تو الہامی تھی اور نہ قانون کلیسا کا جزو تھی۔

تیسری شہادت تفسیر ہنری و اسکاٹ کے جامعین اس تفسیر کی آخری جلد میں بعض کتابوں کے ضائع ہو جانے کا عذر یوں بیان کرتے ہیں:-

"یہ تو ضروری نہیں کہ پیغمبر کا ہر لکھا ہوا الہامی یا قانون ہو، چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے منطقی الہامی کتابیں لکھیں، مگر یہ تو ضروری نہیں کہ جو انھوں نے بطور تاریخ لکھا ہے وہ بھی الہامی قرار پائے اور اس کا یاد رکھنا لازمی ہو، اس لئے کہ پیغمبروں اور حواریوں کو الہام کسی خاص مطلب یا موقع پر ہی کیا جاتا تھا"

مذکورہ تینوں عبارتوں میں ان مفسرین اور آگسٹائن کا یہ برملا اعتراف موجود ہے کہ پیغمبروں کی سب کی سب تحریریں الہامی نہیں ہوتیں اور جو کتابیں گم شدہ ہیں وہ الہامی نہیں تھیں، یہ کہنا کہ گمشدہ کتابیں الہامی نہیں تھیں اور "جنگ نامہ خدا" خدا کے حکم سے لکھنے کے باوجود الہامی نہیں تھا یہ تو محض تحکم ہے۔ لیکن اس جگہ ہمارے مدعیٰ کو ثابت کرتا ہے۔

چوتھی شہادت

کلی می شیس کہتا ہے :-

"متی اور مرقس حالات لکھتے وقت باہم اختلاف کر جاتے ہیں اور جب یہ دونوں متفق ہو جائیں تو ان کے متفقہ قول کو لوقا کے قول پر ترجیح دی جائے گی"

مذکورہ عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں :-

۱۔ متی اور مرقس کی بعض تحریروں میں بعض مقامات پر معنوی اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ لفظی موافقت تو کسی ایک واقعہ میں بھی موجود نہیں ہے۔

۲۔ تینوں انجیلوں کا کلام الہامی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر الہامی ہوتا تو متی اور مرقس کے کلام کو ترجیح دینے کے کیا معنی ہوں گے۔

پانچویں شہادت

یعقوب کا خط باب ۵ آیت ۱۲ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

لہ بلا دلیل کسی دعویٰ کی صحت پر اصرار "تحکم" کہلاتا ہے - ۱۲ ت

"اور اگر تم میں کوئی بیمار ہو تو کلیسا کے بزرگوں کو بلائے اور وہ خداوند کے نام سے اس کو تیل مل کر اس کے لئے دعا کریں"[1]

اس میں یعقوب حواری بزرگوں کو وہ تیل ملنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس حکم کے بارے میں جناب لوتھر اپنی کتاب کی جلد دوم میں لکھتے ہیں :-

"اگرچہ یہ خط یعقوب کا ہے مگر میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ حواری کو اس کا حق نہیں ہے کہ سیکرمنٹ (یعنی حکم شرعی) بنائے۔ یہ منصب صرف حضرت عیسیٰؑ کا تھا"

دیکھئے اگر یعقوب حواری کی تحریر الہام اور وحی الٰہی ہوتی تو پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی رہنما اس پر نکیر نہ کرتا، حالانکہ وہ صاف انکار کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ احکام شرعیہ کو مقرر کرنے کا منصب صرف حضرت عیسیٰؑ کے لئے مخصوص تھا اور حواریوں کا یہ منصب نہیں تھا۔

چھٹی شہادت

باسوبر لیا قان لکھتے ہیں :-

"روح القدس نے جس کی تعلیم اور مدد سے انجیل نویسوں اور حواریوں نے لکھا ہے، ان کے لئے کوئی خاص زبان متعین نہیں کی تھی بلکہ اُس نے اُن کے دلوں میں صرف مضامین کا القاء کیا اور غلطیوں میں پڑنے سے اُن کی حفاظت کی اور ان کو یہ بھی اختیار دیا کہ القاء شدہ کلام کو اپنے اپنے محاورہ اور عبارت کے مطابق ادا کر دیں۔ چنانچہ جس طرح ہم اُن پاک لوگوں کی لیاقت اور ان کے مزاج کے مطابق ان کی کتابوں[2] میں اسلوب کا فرق دیکھتے ہیں ویسے ہی اصل زبان پر عبور رکھنے والا شخص متی، لوقا، پولس اور یوحنا کے اسلوب بیان میں فرق کو

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیت یوں ہے "جو کوئی تم میں بیمار پڑے تو مجلس کے قسیسوں کو بلاوے اور وے اوس پر خداوند کے نام سے تیل ڈھالکے اوس کے لئے دعا مانگیں" ۱۲ تقی

[2] عہد عتیق کے پیغمبروں کی کتابوں میں۔ ۱۲ من المصنف

معلوم کر سکتا ہے۔ اگر روح القدس حواریوں کو عبارت بھی بتا دیتا تو یہ بات ہرگز موجود نہ ہوتی بلکہ اس صورت میں کتب مقدسہ میں سے ہر کتاب کا اسلوب یکساں معیار کا ہوتا۔

اس کے علاوہ بعض ایسے معاملات ہیں جن میں الہام کی ضرورت بھی نہیں اور وہ یہ صورت ہے کہ ان لوگوں نے چشم دید حالات یا معتبر گواہوں سے روایت کر کے لکھا ہے۔ چنانچہ لوقا نے جب انجیل کو لکھنا شروع کیا تو بقول اس کے اس نے ان چیزوں کا حال چشم دید لوگوں سے سُن کر لکھا ہے اور اس کے پیش نظر یہ مقصد تھا کہ وہ سب چیزیں جو اُسے معلوم ہیں آنے والی نسلوں تک پہنچا دینا ایک مناسب اقدام ہے۔ یہ ایک واضح بات ہے کہ مصنف کو ان باتوں کی خبر روح القدس سے ہوتی تو یقیناً وہ یوں کہتا "جیسا کہ مجھے روح القدس نے بتایا میں نے ان چیزوں کا حال بیان کر دیا۔"

مقدس پولس کا ایمان لانا اگرچہ تعجب آمیز ہونے کے ساتھ خدا کی طرف سے تھا، مگر اس واقعہ کو بیان کرنے کے لئے لوقا کے پاس مقدس پولس اور اس کے ہمسفروں کی گواہی کے سوا اور کوئی ذریعہ نہ تھا، اسی بنا پر اس واقعہ کی تفصیلات بیان کرنے میں کچھ نہ کچھ فرق واقع ہو گیا لیکن کسی طرح کا تناقض موجود نہیں ہے۔"

ساتویں شہادت

واٹسن اپنی کتاب رسالہ الہام کی جلد چہارم میں جو ڈاکٹر بنسن کی تفسیر سے ماخوذ ہے لکھتا ہے :-

"لوقا کا الہام سے نہ لکھنا، اس کے دیباچہ میں خود اس کی اپنی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ گذشتہ چشم دید لوگوں اور کلام کا وعظ کرنے والوں نے جو کچھ ہم سے بیان کیا بہت سے لوگوں نے اُن باتوں کو جو ہمارے نزدیک بھی یقینی تھیں لکھنا شروع

کیا تو میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ اُن تمام باتوں کی اچھی طرح تحقیق کر کے تیرے لئے احاطۂ تحریر میں لاؤں[1]۔ متقدمین علماء کا قول بھی اسی بیان کے مطابق ہے چنانچہ ارنیوس لکھتا ہے کہ وہ چیزیں جو لوقا نے حواریوں سے سیکھی تھیں ہمیں پہنچائیں۔ جیروم لکھتا ہے کہ لوقا نے نہ صرف پولس سے جس نے خداوند کی حیاتِ جسمانی کے وقت تربیت حاصل نہیں پائی تھی[2]، بلکہ دوسرے حواریوں سے بھی انجیل کی تعلیم حاصل کی ہے"۔

ملاحظہ کیجئے یہ لوگ لوقا کے الہام کے مطلقاً منکر ہیں اور جب لوقا کو الہام نہیں ہوتا تھا تو پھر اس کی کتاب کے مستند قرار پانے کی کوئی توجیہہ ممکن نہیں اور دینی معاملات میں اس کو ہرگز قابل اعتبار نہیں سمجھ سکتے۔

---

[1] لوقا اردو ترجمہ ۱۹۵۱ء میں باب آیت ۱-۳ میں مذکورہ مفہوم یوں ہے "چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئی ہیں ان کو ترتیب وار بیان کریں، جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا۔ اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے اُن کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں۔ (لوقا ۱:۱-۳)

[2] پولس یہودی حضرت مسیح کی حیاتِ دنیوی میں ان کا اور شاگردوں کا جانی دشمن تھا اور اس نے ان حضرت کو خوب خوب ستایا مگر بعد میں خود ہی عیسائیت کا عظیم مبلغ بن بیٹھا بعینہٖ یہی اندازِ فکر اور طریقۂ عمل عبداللہ بن سبا یہودی نے ظہورِ اسلام کے بعد اختیار کیا۔ اسلامی عقائد و عبادات کے اجماعی عقیدہ کو تو وہ تار پیڈو نہ کر سکا۔ البتہ بعض عجمی علاقوں کی اقوام کو اسلام ہی کے نام پر اسلام اور مسلمانوں کے مدمقابل کھڑا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کو فطری حادثہ کہئے یا یہودی ذہنیت کی کارستانی دینِ عیسوی اور دینِ اسلام کو بگاڑنے کے لئے ایک ہی کردار کے دو اشخاص نے ایک جیسا طرزِ عمل اختیار کیا۔ پولس کے بارے میں تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے (مقدمہ بائبل سے قرآن تک حصہ اول) ۱۲ مجیب

انجیل لوقا کے مستند ہونے کے بارے میں دو عذر

بعض عیسائی حضرات اس مقام پر دو عذر پیش کر دیتے ہیں:-

۱- لوقا کی انجیل کو تصنیف کے بعد پولُس نے دیکھ لیا تھا، اس بنا پر اُس کی صداقت کے بارے میں کسی طرح کا شک وشبہ باقی نہیں رہا۔ یہ اس لئے کہ پولُس مقدس الہامی شخص تھا۔

۲- یوحنا نے تینوں انجیلوں یعنی متی، مرقس اور لوقا کی انجیل کو دیکھ لیا ہے اور اس کا دیکھنا بمنزلہ الہام کے ہے۔

یہ دونوں عذر رسالہ "الہام" کے مؤلف نے بھی پیش کئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں عذر غلط ہیں اور کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

پہلے عذر کی تردید

پہلے عذر کے ناقابلِ قبول ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:-

پہلی وجہ تمام مسیحی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ پہلی مرتبہ قید ہونے کے بعد سے وفات تک پولُس مقدس کے حالات نہ تو "رسولوں کے اعمال" اور عہدِ جدید کی کسی اور کتاب سے اور نہ ہی متقدمین کے کلام سے درست طور پر معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہورن جلد چہارم کے صفحہ ۳۳۸ پر لکھتا ہے:-

"اس بنا پر کہ لوقا نے پولُس کی تاریخ کو رہائی کے بعد تحریر نہیں کیا اس کی ۶۳ء میں رہائی کے بعد سے وفات تک کے سفر وغیرہ کے حالات کسی بھی خبر سے معلوم نہیں ہوتے۔"

لارڈ نر جلد پنجم کے صفحہ ۳۳۰ پر لکھتا ہے:-

"اب ہمیں حواری کے اس وقت (یعنی رہائی کے وقت) سے اس کی موت تک کی تاریخ لکھنی ہے، لیکن اس مذکورہ وقت کے بارے میں لوقا کے بیان سے کچھ

مدد نہیں ملتی اور عہد جدید کی دوسری کتابوں سے بہت کم معلومات ملتی ہیں اور اسی طرح متقدمین کے کلام سے بھی کوئی خاص مدد نہیں ملتی۔ لہٰذا یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ قید سے رہا ہونے کے بعد مقدس پولس کہاں چلے گئے۔"

لہٰذا جب یہ ثابت ہو گیا کہ پہلی قید کے بعد پولس مجہول الحال ہے تو صرف متاخرین کا قیاس ہمارے لئے حجت قرار نہیں پا سکتا۔

رہائی کے بعد وفات تک پولس کے حالات کا تحقیقی و تاریخی تجزیہ

عیسائی مورخین کے مذکورہ بالا بیان کے برعکس مقدس پولس کے رہائی سے وفات تک کے حالات کے بارے میں دو طرح کا نقطہ نظر پایا جاتا ہے۔

۱۔ پولس رہائی کے بعد ہسپانیہ گئے، وہاں سے روم چلے گئے اور وہیں شہید ہوئے۔

۲۔ رہائی کے بعد یروشلیم آئے اور پھر ان کلیسوں کی جانب چلے گئے جو انہوں نے قائم کئے تھے۔

ان دونوں نقطہ ہائے نظر میں پہلا نقطۂ نظر کئی اعتبارات سے قوی معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً :-

- مقدس پولس کے اپنے کلام میں اس سفر کی طرف اشارہ موجود ہے چنانچہ رومیوں کے نام خط باب ۱۵ کی آیت ۲۳، ۲۴ میں مرقوم ہے :-

"مگر چونکہ مجھ کو اب ان ملکوں میں جگہ باقی نہیں رہی اور بہت برسوں سے تمہارے پاس آنے کا مشتاق بھی ہوں اس لئے جب اسپانیہ کو جاؤں گا تو تمہارے پاس ہوتا ہوا جاؤں گا"۔ الخ

اس جگہ مقدس پولس کا ہسپانیہ جانے کا ارادہ معلوم ہوتا ہے۔ جب کسی قطعی دلیل سے پولس کا رہائی سے پہلے ہسپانیہ ہو کر آنا ثابت نہیں ہوتا تو یقیناً رہائی کے بعد

ضرور گئے ہوں گے۔ اس لئے کہ ارادہ ملتوی کر دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اور جب تک کوئی معقول وجہ معلوم نہ ہو اُس وقت تک ظاہر حال کے خلاف پر محمول کرنا صریح ناانصافی اور مقدس پولس پر جھوٹ کا الزام لگانے کے مرادف ہے۔

- "رسولوں کے اعمال" باب ۲۰ کی آیت ۲۵ میں یوں لکھا ہے :-

"اور اب دیکھو میں جانتا ہوں کہ تم سب جن کے درمیان میں بادشاہی کی منادی کرتا پھرا میرا منہ پھر نہ دیکھو گے"

اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقدس پولس کا مشرق کا ان کلیسوں کی طرف جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا جو اس نے خود بنائے تھے۔

- کلیمنٹ اسقف روم اپنے ایک خط میں لکھتا ہے :-

"پولس تمام دنیا کو راستی کی تعلیم دیتے ہوئے مغرب کے علاقوں میں آیا اور شہادت کی موت پاکر پاک جگہ میں چلا گیا"

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ پولس مقدس رہائی کے بعد مشرق کے کلیسوں میں جانے کے بجائے ہسپانیہ کی طرف چلا گیا تھا۔

ان اقوال سے صراحت اور وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ مقدس پولس مشرق کے بجائے مغرب کی طرف چلا گیا تھا۔

پولس نے لوقا کی انجیل نہیں دیکھی مذکورہ بالا بیان ثابت ہونے کے بعد پولس کا لوقا کی انجیل کو دیکھنا محال نظر آتا ہے کیونکہ جمہور علمائے عیسائیوں کا مذہب ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل مشرق کے ایک شہر اکیہ کے قیام کے دوران لکھی تھی اور غالب گمان یہی ہے کہ اپنی انجیل لکھنے کے بعد فوراً تھیفلس جس کے لئے یہ تصنیف کی تھی اس کو روانہ کر دی اور یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ لوقا کی پولس اور تھیفلس سے کوئی ملاقات ہوئی تھی۔ اس ثبوت کے بعد یہ بات بداہۃً ظاہر ہے کہ پولس نے اس انجیل کو کیوں کر دیکھا۔

دوسری وجہ[۲] لوقا کی انجیل کی تحریر سے پولس کی وفات تک کا زمانہ بہت قلیل ہے متی کی انجیل ۳۷ء یا ۳۸ء میں یہودیہ میں لکھی گئی اور مرقس اور لوقا نے اپنی انجیلیں تقریباً ۶۳ء میں لکھی ہیں، پولس اس عرصہ دراز میں یہودیہ اور یروشلیم کے تمام علاقوں میں پھرتے رہنے کی وجہ سے ان کو نہ دیکھ سکے تو پھر بعد کے برس ڈیڑھ برس میں پولس نے اس کو کیسے دیکھ لیا ہوگا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس قلیل عرصہ میں نہ تو پولس کا لوقا کے پاس آنا اور نہ لوقا کا پولس کے پاس جانا اور نہ ہی لوقا کی انجیل کا اس کے پاس پہنچنا ثابت ہے۔

تیسری وجہ[۳] وہ سب راوی جن کے اقوال سے یہ قیاس کیا گیا ہے وہ تقریباً سو ڈیڑھ سو سال بعد کے لوگ ہیں۔ پھر ان کی روایت کی کوئی سند[۱] بھی نہیں ملتی کہ ان تک یہ روایت کس ذریعہ سے پہنچی ہے جس بنا پر وہ صرف اپنے ظن وتخمین سے لکھتے چلے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ اقوال بھی ایسے نہیں کہ جن سے بخوبی یہ ثابت ہوتا ہو کہ پولس نے انجیل لوقا کے ہر ہر لفظ کو دیکھا ہو۔ آئرنیوس صرف یوں کہتا ہے کہ "پولس کے مرید لوقا نے اس خوشخبری کو جس کا وعظ پولس نے کیا، ایک کتاب میں لکھا ہے"۔ اس سے

---

[۱] یہ صرف اسلام کا معجزہ ہے کہ کلام الٰہی خواہ قرآن کی صورت میں ہے یا حدیث کی صورت میں ہم تک پہنچنے تک جن لوگوں کا واسطہ درمیان میں آتا ہے سب کے نام اور حالات زندگی اور دیانت وامانت کی تفصیل آج بھی ایک طالب علم کے سامنے صحیح صورت حال کھول کر رکھ دیتی ہے، مسلمان محدثین وعلماء کی اسمائے رجال پر مدوّنہ کتب حقانیت اسلام کا منہ بولتا ثبوت فراہم کرتی ہیں، تفصیلات کے لئے تدوین قرآن اور تدوین حدیث کے موضوع پر لکھی گئی بے شمار کتب موجود ہیں۔ جرح وتعدیل کا جو فن مسلمان علماء نے ترتیب دیا، دنیا کے تمام مذاہب اس پر انگشت بدنداں ہیں۔ ۱۲ نجیب

یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوقا نے پولس سے سن کر لکھا ہے، یعنی پولس نے جو کچھ اپنے مواعظ میں کہا اس میں سے جتنا لوقا کو یاد رہ گیا اس کو ایک کتاب میں لکھ لیا۔

چنانچہ لارڈنر آئرنیوس کے اس قول کو نقل کر کے لکھتا ہے :۔

"ربطِ کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرقس کے انجیل لکھنے اور پولس اور پطرس کی وفات کے بعد یہ بات (یعنی لوقا کا انجیل لکھنا) وقوع پذیر ہوئی"

تو اب اس صورت میں پولس کا انجیل لوقا کو دیکھنا اگرچہ محال عقلی نہیں مگر عادۃً تو محال تسلیم کرنا ہی پڑے گا، لیکن چونکہ پادری فنڈر صاحب کے نزدیک کوئی شے محال[1] ہے ہی نہیں، اس لئے شاید اُن کے نزدیک یہاں بھی کوئی مشکل درپیش نہ آتی ہو۔

ٹرٹیلین کے قول کا بھی یہی حال ہے کیونکہ وہ بھی صرف یہ کہتا ہے کہ "لوقا کی تاریخ عموماً پولس کی طرف منسوب ہے"، یعنی لوقا نے جو کچھ لکھا ہے پولس سے سن کر لکھا ہے باقی اُرجن کے قول کے بارے میں رسالہ "الہام" کا مؤلف خود ہی لکھتا ہے :۔

"اُرجن کی گواہی رومیوں کے نام خط باب ۲ آیت ۱۶ و ۲۔ تھیمتھیس کے نام خط باب ۲ آیت ۸ یا ۲۔ کرنتھیوں کے نام خط باب ۸ آیت ۱۸ پر[2] بھی صادق آ رہی ہے کہ میں اس پر اصرار نہیں کرتا"[2]

الغرض جب خود اہلِ کتاب اس شہادت سے استدلال نہیں کرتے اور کہتے ہیں

---

[1] "محال" فلسفہ و علم کلام کی ایک اصطلاح ہے، آسان الفاظ میں اس کو "ناممکن" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں "محال عقلی" سے مراد عقلی دلائل سے کسی چیز کا وقوع ناممکن ہو اور "محال عادی" سے مراد عقلی دلائل سے تو ممکن ہو، البتہ حالات و واقعات کا جو انداز دنیا میں قائم ہے اس میں ایسا ہوا نہیں کرتا۔" ۱۲ تقی

[2] مذکورہ آیات درج کرتا ہیں۔

کہ اس سے مذکورہ آیات کی طرف اشارہ ہے۔ تو اب ہمارے جواب کی کیا ضرورت باقی رہی۔

دوسرے عذر کی تردید

دوسرا عذر یعنی یوحنا نے لوقا کی انجیل کو دیکھا تھا، یہ بھی انتہائی ضعیف ہے اور ہم پر ہرگز حجت نہیں بن سکتا۔ صرف یوسی بیس کا یہ کہنا کہ "یوحنا نے تینوں انجیلوں کو دیکھا اور پسند کیا ہے اور اپنی گواہی سے اس کی تصدیق کی ہے" صرف اس کا زعم ہے۔ اس لئے کہ اس نے اس روایت کی کوئی سند بیان نہیں کی اور ظاہر ہے یوسی بیس چوتھی صدی میں ہوا ہے اور اس نے اس روایت کو سن سنا کر لکھا ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ روایت کچھ حقیقت رکھتی ہے تب بھی خدا معلوم اس کے اور یوحنا کے درمیان کتنے واسطے ہوں گے اور نہ معلوم یہ واسطے یعنی راوی کون لوگ تھے اور ان کی ثقاہت کا کیا حال تھا؟ اس لئے کہ یوسی بیس سے پہلے کے لوگوں کی کوئی ایسی روایت نہ ہماری نظر سے گزری اور نہ ان کی کوئی ایسی روایت غور کرنے والوں نے لکھی ہے جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ان کے پاس اس بارے میں کوئی روایت موجود ہی نہیں ہے۔

قطع نظر اس کے یوسی بیس کا قول چنداں قابل اعتبار نہیں، اس لئے کہ اس نے تو اب گرسیتی کے خط کو بھی سچا قرار دیا تھا حالانکہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے تمام علماء کے نزدیک وہ جھوٹا اور جعلی ہے۔

یوسی بیس بلا دلیل اس کی تصدیق کرتا ہے مگر متقدمین علماء کا اس بارے میں کوئی ایسا قول نہیں پایا جاتا۔

اس کے علاوہ یوسی بیس کو اکثر لوگ بدعتی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ

شخص ایریس کے پیرو کار تھا اور حضرت عیسیٰ کو صرف بشر[1] جانتا تھا۔ نائسس[2] کے اجتماع میں محض بادشاہ کے خوف سے الوہیت مسیح کے عقیدے پر دستخط کرکے اتھاناشیس کا عقیدہ اختیار کرنے کا اظہار کیا مگر دل میں اسی عقیدہ پر قائم رہا۔

چنانچہ یہ ظاہر اور آشکارا ہے کہ ایسے شخص کا کچھ لکھنا جس کو اہل انصاف کسی اور لفظ سے تعبیر کرتے ہوں ہرگز قابل وثوق اور قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔

جیروم[3] کا لکھنا بھی مستند نہیں ہے اس لئے کہ اس نے بھی غالباً یوسی بیس سے نقل کیا ہوگا کیونکہ وہ اس کے بعد ہوا ہے۔

اس کے علاوہ اُس دور کی روایات کا حال یہ تھا کہ متقدمین مسیحی محض افسانوں اور افواہوں کو جو بازاری خبر کہلاتے ہیں تحقیق شدہ اور سچی قرار دے کر لکھ لیا کرتے تھے، بعد کے لوگ بلا چون وچرا تسلیم کرکے آگے روایت کر دیتے تھے، اس طرح یہ جھوٹی سچی روایتیں ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتی رہیں۔ اس بارے میں ہورن

---

[1] آریوس یا ایریس Arius ایک اسکندری کاہن تھا ۳۲۵ء میں اس نے یہ عقیدہ نشر کرنا شروع کیا تھا کہ حضرت مسیح اپنے جوہر کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے مساوی نہیں ہیں اس کے عقائد توحید کی طرف مائل تھے اس لئے شاہ قسطنطین نے عیسائی علماء کی ایک کونسل شہر نیقیا یا نائس Nicaea میں بلائی جس میں باتفاق رائے پورے جوش وخروش کے ساتھ آریوس کے نظریات کو تردید کی گئی۔ یہ کونسل عیسائیت کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو برٹانیکا مقالہ Nicaea - ۱۲ تقی

[2] ۳۲۵ء میں بادشاہ قسطنطین کے حکم سے عیسائی علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع شہر نائس میں منعقد ہوا تھا۔ نائس کا مشہور نام نیقیہ Nicaea ہے اور اس میں ہونے والی عیسائیوں کی مجلس کو نیقاوی کونسل کہا جاتا ہے ۱۲ (بائبل سے قرآن تک صفحہ ۲۰۰ ج۱)

[3] St. Jerome عیسائیوں کا مشہور عالم جان متوفی ۴۲۰ء ۱۲

کا قول مقدمہ کی دوسری فصل میں گزر چکا ہے۔[1]

لہٰذا جب تک یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ روایت یوسی بیس تک کسی معتبر اور متصل سند سے پہنچی ہے اور اس کو روایت کرنے والے راوی بھی ثقہ لوگ تھے تب تک مذکورہ روایت ہم پر حجت نہ ہوگی اور خصوصاً اس لئے بھی کہ عیسائیوں کے نزدیک مذہب کی ترقی کے لئے جھوٹ بولنا مستحسن اقدام بھی ہو۔

متقدمین کی بہت سی ایسی روایتوں کو جمع کیا جا سکتا ہے جن میں انھوں نے بالکل بے بنیاد وغلط باتوں کو سچی قرار دے کر لکھ دیا تھا۔ متاخرین نے اس جز کو مردود قرار دیدیا ہے مگر طوالت بحث کے پیشِ نظر اس سے صرفِ نظر کر لیا گیا ہے۔

ان امور کے ہوتے ہوئے یہ کیسے مان لیا جائے کہ یوحنا نے تینوں انجیلوں کو ملاحظہ کیا تھا جب کہ ان میں تناقض موجود ہے، چنانچہ اس بارے میں ہورن کا قول مقصد سوم کی فصل سوم میں گزر چکا ہے۔[2]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوحنا نے روح القدس کی مدد سے اس تناقض کو صحیح قرار دیا اور اس کی تصدیق بھی کر دی۔ تو کیا روح القدس ایسا تھا جس نے اس تناقض کو حق کہہ دیا؟ حاشا وکلا یوحنا اگر الہامی تھے تو یہ بات ہرگز ممکن نہیں، عیسائیوں کی یہ ہٹ دھرمی ہے کہ وہ اس پر اٹے رہیں کہ یوحنا نے دیکھا ہے اور اس کے دیکھنے سے تینوں انجیلوں کی صداقت کی سند ہو گئی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی ان کا دیکھنا مفید مطلب نہیں کیونکہ ان کا دیکھنا، نہ دیکھنا برابر قرار پاتا ہے اس لئے کہ الہام میں تناقض نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ان انجیلوں میں تناقض موجود ہے جس کا ثبوت مقصد سوم کی فصل سوم کے مطالعہ

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵ زیر عنوان انجیل یوحنا۔ ۱۲

[2] ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰۲ زیر عنوان اکیسواں شاہد ۱۲

سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہے۔[1]

انجیل مرقس الہامی نہیں

جب ہر اعتبار سے یہ ثابت ہو چکا کہ لوقا کی انجیل کسی طرح بھی الہامی نہیں ہو سکتی تو مرقس نے بھی اپنی انجیل چونکہ لوقا کی طرح سن کر لکھی ہے اس لئے وہ بدرجہ اولیٰ الہامی نہیں ہو گی۔ چنانچہ رسالہ "الہام" کا مؤلف لکھتا ہے :-

"جیسا کہ متقدمین کا قول ہے کہ پطرس کے شاگرد مرقس اور پولس کے شاگرد لوقا نے اُن باتوں سے جو اُنہیں خود معلوم تھیں یا اُن سے سیکھی تھیں اپنی اپنی تاریخ لکھی"۔

متقدمین کے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن صاحب رسالہ یوسی بئیس کی تاریخ سے دو اور جیروم کا ایک قول نقل کر کے، جیسا عند لوقا کے بارے میں بیان کیا تھا ویسا ہی یہاں بھی پیش کرتا ہے۔ یعنی پطرس نے مرقس کی انجیل کو دیکھ کر اس کی تصدیق کر دی تھی۔

قطع نظر اس کے کہ یوسی بئیس کے اپنے کلام میں تناقض موجود ہے یعنی ایک جگہ کہتا ہے کہ "پطرس کو روح القدس کے ذریعہ اس کی ترتیب معلوم ہو گئی تو اس کو مستند قرار دے کر ہر کلیسا میں پڑھے جانے کا حکم دیا" اور دوسری جگہ کہتا ہے کہ "پطرس کو جب اس بارے میں معلوم ہوا تو نہ ایسا کرنے سے روکا اور نہ تعاون کیا"

اور اس سے بھی قطع نظر کر کے کہ یوسی بئیس کیسا شخص تھا اور اس کی خبر معتبر ہے یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ سینٹ آئرنیوس نے لکھا ہے :-

"پطرس کے مرید اور ترجمان مرقس نے پطرس اور پولس کی موت کے بعد جو چیزیں پطرس نے وعظ کی تھیں لکھ کر دیں"۔

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۴۰۶ تا ۴۲۰ کل ایکسٹی شواہد۔

لارڈنر لکھتا ہے :۔

"میرے خیال میں مرقس کی انجیل ۶۳ء یا ۶۴ء سے قبل نہیں لکھی گئی کیونکہ اس سے پہلے پطرس کے روم میں قیام کی کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی اور یہ تاریخ آئرنیوس کے اس بیان سے مطابقت رکھتی ہے کہ مرقس نے پطرس اور پولس کی موت کے بعد اپنی انجیل لکھی تھی۔ بازنطیع آئرنیوس کی موافقت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل پطرس اور پولس کی وفات کے بعد ۶۶ء میں لکھی ہے اور ان دونوں کی شہادت تقریباً ۶۵ء میں ہوئی ہے"

چنانچہ اب یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ پطرس نے مرقس کی انجیل کو نہیں دیکھا اس لئے کہ یہ انجیل ان کی موت کے بعد لکھی گئی جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ انجیل بھی الہامی نہیں ۔

انجیل متی اور یوحنا بھی الہامی نہیں

اس کے بعد دو انجیلیں باقی رہ گئیں جو عیسائی حضرات کے زعم میں حواریوں کی تصنیف شمار ہوتی ہیں ۔ مؤلف رسالہ "الہام" ان کے بارے میں لکھتا ہے :۔

"حواری حضرات جب دین کے بارے میں کچھ کہتے یا لکھتے تھے تو وہ خزانۂ الہام جو ان کو حاصل تھا ان کی حفاظت کرتا تھا، لیکن چونکہ وہ انسان اور ذی عقل مخلوق تھے اور ان کو الہام بھی ہوتا تھا، اس بنا پر دوسرے عام معاملات میں وہ بھی عام آدمیوں کی طرح بغیر الہام کے محض عقل سے ہی کچھ کہتے اور لکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مقدس پولس الہام کے بغیر تیمتھیس کو حکم دے سکتا ہے کہ پانی میں تھوڑی سی شراب ملا کر پی لیا کرے اور اپنی صحت کی حفاظت کرے۔ جیسا کہ تیمتھیس کے نام پہلے خط کے باب ۵ کی آیت ۲۳ میں ہے یا تیمتھیس کو یہ کہتا ہے کہ "جو چوغہ میں ترواس میں

کرپس کے ہاں چھوڑ آیا ہوں جب تو آئے تو وہ اور کتابیں خاص کر رق کے طومار لیتا آئیو[1]۔ تیمتھیس کے نام دوسرے خط کے باب ۴ کی آیت ۱۳ میں ہے یا فلیمون کے نام خط کی آیت ۲۲ میں فلیمون یہ کہتا ہے کہ "کولوسی میں اس کے سوائے ایک کوٹھڑی میرے لئے تیار کر[2]۔" اور تیمتھیس کے نام دوسرے خط کے باب ۴ کی آیت ۲۰ میں کہتا ہے "اراسطس کرنتھس میں رہا اور ترفیمس کو میں نے میلیتس میں بیمار چھوڑا۔"

معاملات میں یہ احوال میرے خیں مقدس پولس کے ہیں، اس کے برعکس کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۷ کی آیت ۱۰ میں لکھا ہے کہ "مگر جن کا بیاہ ہو گیا ہے اُن کو میں نہیں بلکہ خداوند حکم دیتا ہے" الخ اور آیت ۱۲ میں کہتا ہے "باقیوں سے میں ہی کہتا ہوں" الخ اور آیت ۲۵ میں کہتا ہے کہ "کنواریوں کے حق میں میرے پاس خداوند کا کوئی حکم نہیں لیکن .... اپنی رائے دیتا ہوں۔"

اعمال باب ۱۶ آیت ۶ میں ہم دیکھتے ہیں کہ "جب آسیہ میں اس نے وعظ سنانے کا ارادہ کیا تو روح القدس نے منع کیا۔" اور آیت ۷ میں یوں ہے کہ "انہوں نے .... بتونیہ جانے کی کوشش کی مگر یسوع کی روح نے انہیں جانے نہ دیا۔"

---

[1] ترواس سمرنہ سے شمال میں آسیہ کی ایک بندرگاہ تھی، کرپس ایک شخص کا نام ہے اور "رق" بکری کی جھلی کو کہتے ہیں جو پرانے زمانہ میں کاغذ کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔ (بائبل سے قرآن تک صفحہ ۲۷۵ جلد ۱)

[2] یہ آیت فلیمون کے نام خط میں اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں موجود نہیں۔ اس ترجمہ میں آیت ۲۴ کے الفاظ یہ ہیں "اور مرقس اور ارسترخس اور دیماس اور لوقا جو میرے ہم خدمت ہیں تجھے سلام کہتے ہیں۔" ۱۲ ف

مذکورہ بالا سے یہ واضح ہوا کہ حواریوں میں عمل کے دو اصول تھے، ایک عقل دوسرا الہام۔ ایک کی رُو سے تو عام کاموں کا حکم دیتے تھے اور دوسرے کی رُو سے دین عیسوی کے احکام کا۔ اس لئے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حواری حضرات دوسرے لوگوں کی طرح اپنے گھریلو کاموں اور ارادوں میں غلطی کرتے تھے۔ جیسا کہ اعمال باب ۱۳ ۳، ۵ رومیوں کے نام خط باب ۱۵ آیت ۲۴ و ۲۸، کرنتھیوں کے نام پہلا خط باب ۱۶ آیت ۵، ۶ و ۸ اور کرنتھیوں کے نام دوسرا خط[1]۔ آیت ۱۵ تا ۱۸ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

انجیلوں کے بارے میں دوسرے عیسائیوں کا بھی بالکل یہی عقیدہ ہے چنانچہ اُن کے اقوال بھی گذشتہ سطور میں مذکور ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ذرا بھی انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان دونوں انجیلوں میں کچھ بھی وحی سے لکھا ہوا نہیں ہے اور نہ ہی اُن کے مؤلفین کو اس کی کوئی حاجت تھی۔ اس لئے کہ عیسائیوں کے زعم کے مطابق حواریوں نے جو کچھ دیکھا اس کو قلمبند کر دیا ہے۔ باسوبر اور لیا فاں کے مذکورہ بالا قول کے مطابق جب حواری چشم دید واقعات یا معتبر گواہوں سے سُن کر لکھتے تھے تو پھر ان کو الہام کی حاجت ہی نہ تھی۔

اس کے علاوہ متی کی انجیل تو اصل عبرانی زبان میں تھی اور وہی اصل نسخہ ہے مگر اب جو موجود ہے وہ تو اس کا ترجمہ ہے اور مترجم کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ کون تھا اور کس حیثیت کا آدمی تھا اور اہلِ کتاب کی ترجمہ دانی ان کے ترجموں سے بخوبی ظاہر ہے۔ چنانچہ ان سب مراتب کا حال مقدمہ کی فصل دوم میں گزر چکا ہے۔

---

[1] غالباً باب اکی آیت ۱۵۔ ۱۸ مراد ہیں۔ کیونکہ اس کا مضمون باب ۱۶ کی آیت ۵، ۶ و ۸ کرنتھیوں کے نام پہلا خط۔ کے مضمون سے مطابقت رکھتا ہے۔ اصل حوالہ میں باب مذکور نہیں ہے۔ (داشتہ العطر ۱۲ ت)

انجیل یوحنا بھی الہامی نہیں

انجیل یوحنا کے بارے میں تو سب سے پہلے یہ بات بھی طے شدہ نہیں کہ یہ یوحنا کی تصنیف ہے یا کسی اور کی؟ محقق برطشنیدر، استاڈلن اور دوسری صدی کے فرقہ الوجین کے نزدیک یہ انجیل یوحنا کی تصنیف ہی نہیں ہے اور قرین قیاس بھی یہی بات ہے۔ اس لئے کہ جب دوسری صدی میں لوگوں نے اس انجیل سے انکار کیا تو آئرنیوس نے کہیں بھی ان کے جواب میں یہ نہیں لکھا کہ پولی کارپ سے مجھے یہ خبر ملی ہے کہ یہ انجیل یوحنا حواری کی تصنیف ہے۔ حالانکہ آئرنیوس پولی کارپ کا شاگرد ہے اور پولی کارپ یوحنا حواری کا مرید تھا۔ لہٰذا اگر یہ یوحنا کی تصنیف ہوتی تو پولی کارپ کو ضرور معلوم ہوتا اور وہ آئرنیوس کو یقیناً بتا دیتا۔ کیونکہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ آئرنیوس ذرا ذرا سی بات بھی پولی کارپ سے بارہا سنے مگر اس کتاب کے بارے میں ایک مرتبہ بھی تذکرہ نہیں آیا۔ جس کا صاف اور ظاہر مطلب یہی ہے کہ پولی کارپ کو اس کا ہرگز علم نہ تھا کہ یہ انجیل یوحنا کی تصنیف ہے اور اسی وجہ سے اُس نے آئرنیوس کو کچھ نہیں بتایا۔ ورنہ تو آئرنیوس منکرین کے سامنے یہ سند ضرور پیش کرتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ انجیل یوحنا کی تصنیف نہیں ہے بلکہ برطشنیدر اور استاڈلن کی بات ہی برحق ہے۔ لہٰذا یہ انجیل بھی الہامی نہیں ہے۔

خلاصۂ بحث

آج کی مروجہ چاروں انجیلیں غیر الہامی قرار پا چکیں تو کتاب "رسولوں کے اعمال" بدرجہ اولیٰ غیر الہامی قرار پائی۔ اس لئے کہ وہ بھی لوقا کی تصنیف ہے اور لوقا الہامی آدمی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پولس اور یوحنا کا اس کو دیکھنا بھی کہیں سے ثابت نہیں ہوا۔

چاروں انجیلوں کے علاوہ دوسری کتابیں بھی الہامی نہیں تھیں

عہدِ جدید کی بقیہ کتب میں سے "عبرانیوں کے نام خط"، "یعقوب کا عام خط"، "یہوداہ کا عام خط"، "پطرس کا دوسرا عام خط"، "یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط" اور "یوحنا عارف کا مکاشفہ" کا تو کچھ پوچھنا ہی کیا؟ یہ سب کونسل کے حکم سے الہامی اور حواریوں کی تصنیف قرار پائی ہیں اور وہ حکم کوئی سند نہیں رکھتا، اس لئے کہ ۳۹۷ء میں کارتھیج کی اسی کونسل نے مشاہدات یوحنا کو الہامی کتاب قرار دے کر کلیسا کے قانون میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب طوبیا، کلیسائی پندونصائح کی کتاب، اور مقابین کی دو کتابوں وغیرہ بھی الہامی قرار دیا تھا۔ حالانکہ تمام پروٹسٹنٹ علماء کے نزدیک یہ سب کتابیں جھوٹی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آج بھی بیشتر پروٹسٹنٹ علماء ان کتابوں کو حواریوں کی تصنیف تسلیم نہیں کرتے، چنانچہ ان کے اقوال مقدمہ کی دوسری فصل میں مذکور ہو چکے ہیں۔

باقی رہے مقدس پولس کے تیرہ خط، پطرس کا پہلا عام خط اور یوحنا کا پہلا عام خط، تو ان کے لکھنے میں بھی الہام کی کوئی حاجت نہیں تھی اور نہ ہی ان حضرات نے اس کا کبھی دعویٰ کیا ہے، بلکہ مقدس پولس کے کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں ان کو خود ہی شبہ تھا ورنہ وہ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ "مجھے بھی گمان ہوتا ہے کہ مجھ میں روح القدس ہے"۔

صاحب رسالہ کا ایک بالکل لغو اور بے بنیاد دعویٰ باقی رہ گیا کہ "یہ حضرات دینی معاملات میں غلطی نہیں کرتے تھے"۔

یہ دعویٰ سراسر لغو اور بلا دلیل کے کیا گیا ہے کہ اس لئے کہ جب زندگی کے عام معاملات میں غلطی کا وقوع ثابت ہو چکا اور عیسائی حضرات بھی اس کا

اعتراف کرتے ہیں، تو پھر دینی معاملات میں غلطی واقع نہ ہونے کا آخر کیا سبب ہے؟ اس لئے کہ اصل سبب تو الہام تھا، وہ تو ان حضرات کے لئے ثابت نہیں ہو سکا۔

اس کے علاوہ ہم چند دلائل ایسے پیش کرتے ہیں جن سے یہ اچھی طرح ثابت ہو جائے گا کہ حواری حضرات دینی معاملات میں بھی عام معاملات کی طرح غلطیاں بھی کرتے تھے۔

پہلی دلیل ۱ زوینگلس اور دوسرے پروٹسٹنٹ حضرات کہتے ہیں:۔
"پولس کے خطوط میں تمام کلام پاک نہیں، بلکہ چند چیزوں میں اس نے غلطی کی ہے"۔

ملاحظہ کیجئے کہ ان علماء کے قول کے مطابق پولس کا تمام کلام نہ تو وحی کے مطابق ہے اور نہ غلطی سے پاک ہے۔

دوسری دلیل ۲ مسٹر فلک نے پطرس حواری کی جانب غلط بیانی کی نسبت کی ہے اور اس کو انجیل سے ناواقف قرار دیا ہے۔

تیسری دلیل ۳ ڈاکٹر کوڈ اس مباحثہ کے ضمن میں جو اس کے اور فادر کیم کے درمیان ہوا تھا۔ کہتا ہے کہ "پطرس نے روح القدس کے نزول کے بعد ایمان کے باب میں غلطی کی ہے"۔

چوتھی دلیل ۴ برنشس جس کو جویل نے فاضل و مرشد کامل کا لقب دیا ہے یوں کہتا ہے کہ "رئیس الحواریین جناب پطرس اور برناباس نے روح القدس کے نزول کے بعد غلط بیانی کی، اسی طرح یروشلیم کے گرجا نے بھی"۔

پانچویں دلیل ۵ جان کالوین کہتا ہے کہ "پطرس نے گرجا میں بدعت کا اضافہ کر دیا اور مسیحی آزادی کو خطرہ میں ڈال دیا اور مسیحی توفیق کو دور پھینک دیا"۔
اس کے بعد پطرس برناباس اور دوسرے حضرات کی مذمت کرتا ہے۔

چھٹی دلیل میکڈا ئی برجقس نے حواریوں کی طرف بالخصوص پولس کی جانب غلط بیانی کو منسوب کیا ہے۔

ساتویں دلیل وائی ٹیکر کہتا ہے کہ "عروج مسیح اور روح القدس کے نزول کے بعد تمام گرجوں کے نہ صرف عوام بلکہ خواص نے بھی، بلکہ حواریوں نے بھی غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیحی کی دعوت دینے میں سخت غلطی کی اور پطرس نے رسوم میں بھی غلطیاں کیں اور ایسی عظیم غلطیاں حواریوں سے روح روح القدس کے نزول کے بعد سرزد ہوئیں۔"

دیکھئے ان بڑے بڑے مسیحی علماء کے نزدیک رئیس الحوارین جناب پطرس نے روح القدس کے نزول کے بعد ایمان کے باب اور رسوم میں بھی غلطیاں کی ہیں اور وہ انجیل سے ناواقف تھے۔ گرجا میں بدعت کا اضافہ کیا اور مسیحی آزادی کو خطرہ میں ڈال دیا اور مسیحی توفیق کو دور پھینک دیا۔ اسی طرح برنباس، سب گرجوں اور حواریوں نے بالخصوص پولس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ بقول وائی ٹیکر سب حواریوں نے غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیحی کی دعوت دینے میں سخت غلطی کی ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کے اس بہت بڑے عالم کے اس دعویٰ کی تائید حضرت مسیح کے اقوال سے بھی ہوتی ہے چنانچہ متی باب آیت ۵،۶ اردو ترجمہ ۱۹۵۸ء میں یوں ہے

"ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا، بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا[1]۔"

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں "یسوع نے بارہوں کو حکم کر کے بھیجا اور کہا کہ تم عوام کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ بتخصیص اسرائیل کے گھر کی گشدہ گوسپندوں کی طرف جاؤ" ۱۲ فہیم

متی باب ۱۵ آیت ۲۴۔ اُردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں جناب مسیح کا قول یوں ہے کہ:۔

"اُس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" [۱]

اس مسیحی فاضل کی تحقیق کی رُو سے مسلمانوں اور ہندوؤں کو پادری حضرات کی طرف سے ملت مسیحی کی دعوت دینا بدرجۂ اولیٰ غلطی اور ہٹ دھرمی شمار ہوگا۔

اٹھائیسویں دلیل نکلیس نے اپنے رسالہ میں کالوین کے بعض پیروؤں کا حال ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ "اگر پولس جلیوا میں آئے اور کالوین کے مقابلہ میں وعظ کہے تو ہم پولس کو چھوڑ دیں گے اور کالوین کی بات سنیں گے۔"

نویں دلیل لوا تھروس، لوتھر کے متبعین میں سے ہے بعض بڑے علماء کے حال کو نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان کا قول ہے کہ "ہمارے لئے یہ تو ممکن ہے کہ ہم پولس کے کسی مسئلہ میں شک کریں، مگر لوتھر کے کسی مسئلہ میں اسپرگ کے کلیسا کے عقائد کی کتاب میں شک کرنے کی گنجائش ہمارے یہاں نہیں ہے۔

ملاحظہ کیجئے ان دونوں اقوال کے مطابق لوتھر اور کالوین کے پیرو ان دونوں کے اقوال کے مقابلہ میں پولس کے اقوال کو کمتر قرار دیتے ہیں اور دونوں کا اجتہاد یقیناً غلطی سے خالی نہیں تھا۔ تو بھلا ان حضرات کے نزدیک پولس کے اجتہاد میں کیوں کر غلطی نہ ہوئی ہوگی؟

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ دلیل اول سے نویں دلیل تک ان علماء کے جو اقوال مذکور ہوئے ہم نے وارڈ کی کتاب اغلاط نامہ سے نقل کئے ہیں اُس کتاب میں

---

[۱] اُردو ترجمہ ۱۸۴۱ء کی طبع میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں "میں اسرائیل کے گھرانے کی گمراہ گوسپندوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" فہیم

یہ تفصیل سے مذکور ہے کہ اُس نے یہ اقوال کہاں سے لئے ہیں۔ تحقیق طلب نگاہوں کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

دسویں دلیل "رسولوں کے اعمال" باب ۱۵ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں آیت ۱، ۲ یوں ہے کہ :-

"پھر بعض لوگ یہودیہ سے آکر بھائیوں کو تعلیم دینے لگے کہ اگر موسیٰ کی رسم کے موافق تمہارا ختنہ نہ ہو تو تم نجات نہیں پا سکتے۔ پس جب پولس اور برنباس کی اُن سے بہت تکرار اور بحث ہوئی تو کلیسا نے یہ ٹھہرایا کہ پولس اور برنباس اور اُن میں سے چند اور شخص اس مسئلہ کے لئے رسولوں اور بزرگوں کے پاس یروشلیم جائیں"۔ ۔۔۔۔ جب یروشلیم میں پہنچے الخ

آیت ۶، ۷ "پس رسول اور بزرگ اس بات پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے اور بہت بحث کے بعد پطرس نے کھڑے ہو کر کہا" الخ

آیت ۱۳ - "جب وہ خاموش ہوئے تو یعقوب کہنے لگا اے بھائیو میری سنو!"

آیت ۱۹ - "پس میرا فیصلہ یہ ہے کہ جو غیر قوموں میں سے خدا کی طرف رجوع ہوتے ہیں ہم اُن کو تکلیف نہ دیں"۔

آیت - ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹ یوں ہے :-

"چند روز بعد پولس نے برنباس سے کہا کہ جن جن شہروں میں ہم نے خدا

لہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۱ء میں یہ آیات اس طرح ہیں "اور بعضے لوگوں نے یہودیہ سے آکے بھائیوں کو تعلیم کیا کہ بغیر اس کے کہ تم موسیٰ کی شریعت کے موافق ختنہ کرو تم نجات پا نہیں سکتے جب تشویش ہوئی اور پاول اور برنا باہ نے اونسے بہت مباحثہ کیا تو اونھوں نے ٹھہرایا کہ پاول اور برنا باہ ہم سے بعضوں کو ساتھ لیکے اوس سوال کے لئے حواریوں اور پیشواؤں کے پاس یروشالم میں جاویں" ۱۲ فہیم

کا کلام سنایا تھا آؤ پھر اُن میں چل کر بھائیوں کو دیکھیں کہ کیسے ہیں اور برنباس کی صلاح تھی کہ یوحنا کو جو مرقس کہلاتا ہے اپنے ساتھ لے چلیں مگر پولس نے یہ مناسب نہ جانا کہ جو شخص پمفولیہ میں کنارہ کر کے اُس کام کے لئے ان کے ساتھ نہ گیا تھا اُس کو ہمراہ لے چلیں۔ پس اُن میں ایسی سخت تکرار ہوئی کہ ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے اور برنباس مرقس کو ساتھ لے کر جہاز پر کپرس کو روانہ ہوا۔" [1]

ان تمام آیات سے صاف طور پر اس کی وضاحت ہو گئی کہ طبقۂ اُولیٰ کے مسیحی پولس کو واجب الاطاعت نبی نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی اُن کی باتوں کو غلطی سے پاک تصور کرتے تھے ورنہ تو یروشلیم کے سفر کی کیا ضرورت تھی ؟ اسی طرح برنباس سخت تکرار کر کے اس سے جدا نہ ہوتا۔ پولس کی طرح دوسرے حواری بھی واجب الاطاعت نہیں تھے اور نہ اپنے بارے میں انہوں نے ایسے خیال کا اظہار کیا اور باہم ایک دوسرے کو بھی وہ اس قابل قرار نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ ایسا ہوتا تو وہ اس درپیش مسئلہ میں اکٹھے ہو کر بحث و تمحیص نہ کرتے۔

اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ پولس اور دیگر حواری حضرات مذہب عیسوی کے

---

[1] یہ آیات اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یوں ہیں "چند روز کے بعد پاول نے برنابا سے کہا کہ آؤ اپنے بھائیوں سے ہر ایک شہر میں جہاں ہم نے خداوند کے کلام کی بشارت دی ہے پھر کے ملاقات کریں اور برنابا نے قصد کیا کہ یوحنا کو جس کا لقب مارق تھا ساتھ لیوے پر پاول سمجھا کہ ایسے شخص کو جو پمفولیہ میں اُن سے جدا ہو گیا اور کام کے واسطے اونکے ہمراہ نہ گیا ساتھ لینا خوب نہیں۔ اور اونمیں ایسی شدت کی آزردگی ہوئی کہ وے آپس سے جدا ہو گئے اور برنابا مارق کو لیکے قبرس کو تری سے روانہ ہوا" ۱۲ فہیم

مجتہد تھے اُن کے احکام وحی کے بجائے اجتہادی ہوتے تھے اور حواری بھی باہم ایک دوسرے کو مجتہد ہی قرار دیتے تھے۔ چنانچہ یعقوب حواری صاف صاف کہتا ہے کہ "میرا فیصلہ یہ ہے" الخ

گیارہویں دلیل

گلیتوں کے نام خط باب ۲ آیت ۱۱ تا ۱۴ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"لیکن جب کیفا[1] انطاکیہ میں آیا تو میں نے رو برو ہو کر اس کی مخالفت کی کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا۔ اس لئے کہ یعقوب کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا مگر جب وہ آ گئے تو مختونوں سے ڈر کر باز رہا اور کنارہ کیا۔ اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ ہو کر ریاکاری کی۔ یہاں تک کہ برنباس بھی ان کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ خوشخبری کی سچائی کے موافق سیدھی چال نہیں چلتے تو میں نے سب کے سامنے کیفا سے کہا تو جب تو باوجود یہودی ہونے کے غیر قوموں کی طرح زندگی گزارتا ہے نہ کہ یہودیوں کی طرح تو غیر قوموں کو یہودیوں کی طرح چلنے پر کیوں مجبور کرتا ہے[2]"

دیکھئے اس مسئلہ میں جھگڑے کی نوبت اس حد تک پہنچ گئی کہ اجتہادی گفتگو سے بھی بات آگے بڑھ گئی، حضرت پطرس حواری جو تمام عیسائیوں کے نزدیک رئیس الحواریین اور

---

[1] کیفا پطرس کا اصل نام ہے۔ بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل نام شمعون تھا۔ بہرحال یہ تینوں نام ایک شخص کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو لوقا ۳۴:۲۲ کرنتھیوں کے نام پہلا خط ۱۵ : ۵ اور متی ۱۶ : ۱۸۔ ۱۲ نجیب

[2] ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۹۳۲ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں "پر جب پطرس انطاکیہ میں آیا تو (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت مسیح کے خلیفہ ہیں، پولس اُن کو لائقِ ملامت اور مکار قرار دیتا ہے اور اسی طرح کا سلوک برناباس اور دوسرے مسیحی حضرات کے ساتھ روا رکھتا ہے اور فرماتا ہے کہ :-

"یہ سب انجیل کی سیدھی راہ پر نہیں چلتے۔"

اور پطرس الحواریین کو بھرے مجمع میں درشت لہجہ میں کہا کہ

"تو انجیل کے حکم کے خلاف غیر قوموں کو یہودیوں کی طرح چلنے پر مجبور کرتا ہے؟"

لہٰذا اگر حضرت پطرس واجب الاطاعت نبی ہوتے اور اُن کے کلام میں غلطی کا احتمال نہ ہوتا تو پولس کا اُن کے حکم کو انجیل کی مخالفت قرار دے دینا کیسے ممکن تھا؟

اس ساری بحث سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ حواری حضرات دینی معاملات میں بھی غلطیاں کیا کرتے تھے۔

✻

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۷ سے آگے) میں نے روبرو اوس سے مقابلہ کیا اس لئے کہ وہ ملامت کے لائق تھا کیونکہ وہ پیشتر اوس سے کہ کئی شخص یعقوب کے یہاں سے آئے غیر قوموں کے ساتھ کھایا کرتا تھا پر جب وے آئے تو ختنوں سے ڈر کے پیچھے ہٹا اور الگ ہوا اور باقی یہودیوں نے بھی اوسکی طرح مکر کیا یہاں تک کہ برنابا بھی دب کر اون کے مکر میں شریک ہوا۔ جب میں نے دیکھا کہ وے انجیل کی سچائی پر سیدھی چال نہیں چلتے میں نے سبھوں کے سامنے پطرس کو کہا کہ جب تو یہودی ہو کر غیر قوموں کی طرح نہ یہودیوں کی طرح زندگی کرتا ہے پس تو کس واسطے غیر قوموں پر یہ جبر کرتا ہے کہ "یہودیوں کے طور پر چلیں"۔ ۱۲ فہیم

۲۔ انبیاء اور حواری حضرات گناہوں سے حتیٰ کہ بُت پرستی اور شرک سے بھی معصوم نہیں تھے

پہلا شاہد

نوح کے شراب پینے پر کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۲۱ میں اُردو ترجمہ ۱۹۵۹ء یوں ہے :۔

"مَے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا"[1]

دوسرا شاہد

داؤد کے زنا اور ظلم پر کتاب سموئیل اول باب ۱۱ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں آیت ۲-۵ یوں ہے :۔

"اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اُٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اُس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی۔ تب داؤد نے لوگ بھیج کر اُس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وہ الِعام کی بیٹی بت سبع نہیں جو حتّی اوریاہ[2] کی بیوی ہے۔ اور داؤد نے لوگ بھیج کر اُسے بلا لیا اور وہ اس کے پاس آئی اور اُس نے اس سے صحبت

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیت یوں ہے "اور شراب پی اور اسے نشہ ہوا اور اپنے خیمے کے اندر کپڑے اتار پھینکے"۔ ۱۲ فہیم

[2] اوریاہ حضرت داؤد علیہ السلام کی فوج کا ایک جرنیل تھا۔

کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔"

آیت ۱۴، ۱۵ میں ہے :-

"صبح کو داؤد نے یوآب کے لئے ایک خط لکھا اور اسے اوریاہ کے ہاتھ بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اور جان بحق ہو۔"

آیت ۲۶، ۲۷ اس طرح ہے :-

"جب اوریاہ کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر اوریاہ مر گیا تو وہ اپنے شوہر کے لئے ماتم کرنے لگی اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے بلوا کر

ف۱ توسین کی عبارت قدیم حوالہ میں مسلسل آیت کا حصہ ہے اور مربوط ہے، الفاظ یہ ہیں :-
"..... اور وہ اپنی ناپاکی سے اپنے کو ظاہر کر کے اپنے گھر چلی گئی۔" نجیب

ف۲ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہ آیات اس طرح ہیں "اور ایک دن شام کو ایسا ہوا کہ داؤد اپنے فرش پر سے اوٹھا اور اپنے قصر کے بام پر ٹہلنے لگا اور وہاں سے اوس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے کو آدمی بھیجے، سو کہا گیا وہ الیعام کی بیٹی بت سبع حتی اوریاہ کی جورو نہیں ہے اور داؤد نے لوگ بھیجے تاکہ اوس عورت کو داؤد پاس لائیں چنانچہ وہ اوس پاس آئی سو وہ اوس سے ہم بستر ہوا اور وہ اپنی ناپاکی سے اپنے کو ظاہر کر کے اپنے گھر کو چلی گئی اور اوس عورت کو پیٹ رہ گیا سو اوس نے داؤد پاس خبر بھیجی کہ مجھے پیٹ رہ گیا"۔ ۱۲ فہیم

ف۳ یوآب حضرت داؤد علیہ السلام کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ ۱۲ تقی

ف۴ قدیم اردو ترجمے ان آیات کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں "اور صبح کو داؤد نے یوآب کو لئے خط لکھ کے اوریا کے ہاتھ میں دیا اور اوسے روانہ کیا اور اوس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریا کو جنگ کی گرمی کے وقت اگاڑی کیجو اور اوس کے پاس سے پھر آئیو تاکہ وہ مارا جاوے اور مقتول ہو۔" ۱۲ فہیم

اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہو گئی اور اس سے اس کے ایک لڑکا ہوا پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا [۱]۔"

دیکھئے مذکورہ عبارت کی رُو سے اوریاہ کی بیوی کو ایک نظر دیکھتے ہی حضرت داؤد اس پر عاشق ہو گئے اور آدمی بھیج کر اُسے بلا لیا۔ پھر اس سے زنا کیا اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی اور بے چارے اوریاہ کو محض اس کی بیوی حاصل کرنے کی خاطر ظالمانہ طریقے سے فریب دے کر مروا ڈالا۔

تیسرا شاہد

لوط کے زنا پر

کتاب پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۰،۳۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں حضرت لوط علیہ السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"اور لوط ضغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اُسے ضغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس کے ساتھ ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اُٹھ گئی۔ اور

---

[۱] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۹۲ء کے مطابق یہ آیات ان الفاظ میں ہیں "اور اوریاہ کی جورو اپنے شوہر اوریاہ کا مرنا سن کر سوگ میں بیٹھی اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے اپنے گھر میں بلوا لیا اور وہ اس کی جورو ہوئی سو وہ اس کے لئے بیٹا جنی پر داؤد کے اس کام سے خداوند آزردہ ہوا۔" ۱۲ فہیم

دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اُس رات بھی انھوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی پر اُس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اُٹھ گئی۔ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی کے ایک بیٹا ہوا اور اُس نے اس کا نام موآب رکھا وہ موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔ اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا اور اُس نے اس کا نام بن عمی رکھا وہی بنی عمون کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں[1]"

دیکھئے یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت لوط نے برابر دو رات تک شراب کے نشہ میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا۔ وہ دونوں اس زنا سے حاملہ ہو گئیں اور دونوں کے بیٹے ہوئے۔ موآبی اور بنی عمون انہی صاحبزادوں کی اولاد ہیں۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام مسلسل دو راتیں اس معصیت میں مبتلا رہے۔

چوتھا شاہد

سلیمان کی بت پرستی پر کتاب سلاطین اول باب ۱۱ آیت ۴-۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے:-

"کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اُس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اُس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا

---

[1] قدیم اردو ترجموں میں بھی یہ آیات تقریباً انہی الفاظ میں ہیں۔ ۱۲ فہیم

جیسا اُس کے باپ داؤد کا دل تھا، کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات[1] اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اُس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اُس کے باپ داؤد نے کی تھی، پھر سلیمان نے موآبیوں کے نفرتی کموس کے لئے اُس پہاڑ پر جو یروشلم کے سامنے ہے اور بنی عمون کے نفرتی مولک کے لئے بلند مقام بنا دیا، اس نے ایسا ہی اپنی سب اجنبی بیویوں کی خاطر کیا جو[2] اپنے دیوتاؤں

---

[1] عسارات، ملکوم، کموس اور مولک ان بتوں کے نام ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں مختلف اقوام نے بنا رکھے تھے۔ محمد تقی

[2] میں نے ایک عیسائی عالم سے ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں بائبل کے ان الزامات کا ذکر کیا اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے کبیرہ گناہوں کا صدور تو آپ کے نزدیک ممکن ہے لیکن کیا نبی کے مرتد ہو جانے کو بھی آپ تسلیم کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ نہیں! ہم نبی سے شرک کا صدور ممکن نہیں سمجھتے، میں نے اس پر حضرت سلیمانؑ کے اس قصے کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ درحقیقت سلیمان ہمارے نزدیک پیغمبر ہی نہ تھے وہ تو ایک بادشاہ تھے اور بہت سے بادشاہ مرتد ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ جواب بائبل سے ناواقفیت کی دلیل تھا۔ اس لئے کہ بائبل سے حضرت سلیمانؑ کا نبی ہونا ثابت ہے۔ اول تو اس لئے کہ بائبل کے مجموعۂ کتب میں سے کم از کم کتاب امثال باتفاق نصاریٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے اور دوسری طرف عیسائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بائبل کی تمام کتب میں صاحب الہام اشخاص کی لکھی ہوئی ہیں۔ دوسرے بائبل کے متعدد مقامات پر یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت سلیمانؑ پر وحی نازل ہوتی تھی، مثلاً کتاب سلاطین اول میں ہے "اور خداوند کا کلام سلیمانؑ پر نازل ہوا کہ یہ گھر جو تُو نے بنایا ہے، سو اگر تُو میرے آئین پر چلے الخ" (۱-سلاطین ۶: ۱۱) اس کے علاوہ جب جبعون کے مقام پر حضرت سلیمان کو خواب میں خدا نظر آیا تھا تو اس نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ "میں نے ایک عاقل اور سمجھنے والا دل تجھ کو بخشا ایسا کہ (باقی حاشیہ صفحہ پر)

کے حضور بخور جلاتی[1] اور قربانی گذارتی تھیں[2]"

(بقیہ حاشیہ صفحہ سے آگے) تیری مانند نہ تو کوئی تجھ سے پہلے ہوا اور نہ کوئی تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا" (۱- سلاطین ۳: ۱۲) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ آخر تک نیک رہیں گے اور کوئی ان کی طرح صاحب عقل و خرد اور صاحب دل نہ ہوگا۔ بات دراصل یہ ہے کہ عیسائی حضرات کو یہ بھی منظور ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو صرف فاسق نہیں بلکہ کافر اور مرتد تک قرار دیدیں اور یہ بھی منظور ہے کہ کسی نبی کی نبوت سے بلا دلیل انکار کر دیں لیکن یہ منظور نہیں کہ وہ ایک مرتبہ جرأت کے ساتھ یہ کہہ دیں کہ بائبل ناقابلِ اعتماد ہے اور اس میں بیان کیا ہوا یہ قصہ سراسر من گھڑت ہے۔ حق کو واشگاف کرنے کا یہ منصب تو درحقیقت قرآن کریم کا ہے جس نے آج سے چودہ سو سال پہلے ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ پورا قصہ حضرت سلیمانؑ پر ایک شرمناک تہمت ہے۔ اور وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا "سلیمان کافر نہیں ہوا تھا بلکہ شیاطین نے کفر کیا تھا" بقرہ: ۱۰۲) ۱۲ تقی

[1] قدیم حوالہ میں آخری جملہ یوں ہے "اور وہ اُن کے بتوں کے حضور بخور جلایا کرتا اور قربانیاں گذارا کرتا تھا" الفاظ اور مفہوم کا فرق واضح ہے۔ ۱۲ ن

[2] قدیم اردو ترجمان آیات کو یوں نقل کرتے ہیں "اور ایسا ہوا کہ جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اوس کی جورووں نے اوسکے دل کو اپنے معبودوں کی طرف مائل کیا اور اوسکے دل میں یہواہ کا شوق کامل نہ رہا جیسا اوسکے باپ داؤد کا تھا سو سلیمان نے صیدانیوں کے معبود عستروث اور بنی عمون کی نفرتی ملکوم کی پرستش کی اور سلیمان بدی کر کے یہواہ کی نظر سے گر گیا اور اوس نے یہواہ کی پوری فرماں برداری اپنے باپ داؤد کی طرح نہ کی چنانچہ سلیمان نے مو آبیوں کی نفرتی کاموش کے لئے اوس پہاڑ پر جو اورشلیم کے سامنے ہے اور بنی عمون کی نفرتی ملکوم کے لئے ایک بلند مکان بنایا اور یہ سب اوس نے اپنی ساری اجنبی جورووں کی خاطر کیا وہ اوسکے بتوں کے حضور بخور جلایا کرتا تھا اور قربانیاں گزرانا کرتا تھا" ۱۲ فہیم

دیکھئے سلیمان علیہ السلام جن کو عیسائی بھی نبی مانتے تھے ان کی کتاب امثال اور غزل الغزلات کو الہامی کتابیں تسلیم کرتے ہیں، بڑھاپے میں بت پرستی کرتے تھے۔ بتوں کے حضور بخور جلایا کرتے تھے اور قربانیاں گزرانا کرتے تھے [1] اور یروشلیم کے سامنے پہاڑ پر بت خانہ بنایا تھا۔

طوالت کے خوف سے اسرائیلی انبیاء کے اس طرح کے بس اتنے ہی بطور نمونہ حالات پر اکتفا کر کے ان حواریوں کے چند حالات لکھتے ہیں کہ جن کو مسیحی حضرات موسیٰ سے بھی بلند مرتبہ قرار دیتے ہیں۔

پانچواں شاہد

پطرس، شیطان۔ خداوند کا مخالف | متی باب ۱۶ آیت ۲۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں زمیں الحواریین حضرت پطرس حواری کے بارے میں جناب مسیح کا قول یوں مذکور ہے:-

"اس نے پھر کر پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے [2]"

۱۸۴۳ء کے مطبوعہ فارسی ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے کہ:-

---

[1] قدیم ترجمہ کے حوالہ سے جس کا حوالہ گذشتہ صفحہ کے حاشیہ پر مذکور ہے۔ ۱۲

[2] قدیم ترجمہ میں بھی مفہوم تقریباً اسی کے مطابق ہے البتہ ۱۹۴۳ء کے اردو ترجمہ میں "اے شیطان مخالف میرے" الخ کے الفاظ ہیں۔ جدید ترجمہ سے لفظ "مخالف" کا مفہوم اڑا دیا گیا ہے۔ قدیم حوالہ میں ۱۸۴۳ء و ۱۹۳۱ء دونوں کے حوالے ہیں ہم نے صرف ۱۹۵۹ء پر اکتفاء کیا ہے۔

و او التفات نمودہ پطرس را گفت ای شیطان از عقب من برو کہ موجب صدمہ من ہستی زیرا کہ سرشت تو از الٰہیات نیست بلکہ از انسانیات است ۔"

چھٹا شاہد

یہوداہ اسکریوتی کے لالچ وغیرہ پر یہوداہ اسکریوتی بارہ حواریوں میں سے ایک تھا اس کا یہ حال تھا کہ صرف تیس روپے کے لالچ میں جناب مسیح کو یہودیوں کے ہاتھ گرفتار کروا دیا ۔ اور پھر خودکشی کر کے حرام موت مرگیا جس کی تفصیلی تصریح متی باب ۲۶، ۲۷ میں مذکور ہے ۔

ساتواں شاہد

گیارہ حواریوں کے کردار پر باقی گیارہ حواریوں کا حال یہ تھا کہ جناب مسیح کی گرفتاری کے وقت ان کو دشمنوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے [۱] ۔ اس کے بعد جناب پطرس دیوان خانہ میں ایک طرف ہو کر نتیجہ دیکھنے کو تشریف لائے تو مخالفین میں سے ایک شخص نے ان کو پہچان لیا ۔ اس پر جناب رئیس الحوارین نے سب کے سامنے انکار کیا [۲] ۔ پھر جب دوسرے نے بھی پہچان لیا تو "اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو (یعنی عیسیٰؑ) کو نہیں جانتا ۔" [۳] پھر جب تیسرے نے بھی پہچان لیا تو اعظم الحوارین اس پر لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا ۔" [۴] اس کی تصریح متی باب ۲۶ میں موجود ہے ۔

دیکھئے اس وقت حواریوں کا بھاگ جانا ، پھر جناب رئیس الحوارین کا تین مرتبہ جھوٹ بولنا ۔ دو مرتبہ جھوٹی قسم کھا کر اور ایک مرتبہ لعنت کر کے کتنی بڑی غلطی اور عظیم گناہ کا ارتکاب تھا ۔

---

[۱] متی ۲۶ : ۵۶ [۲] متی ۲۶ : ۷۰ [۳] متی ۲۶ : ۷۲

[۴] متی ۲۶ : ۷۴ ۔

انجیل کے بیان کے مطابق اپنے عروجِ آسمانی تک مسیح علیہ السلام حواریوں کی بے اعتقادی اور سخت دلی کے شاکی رہے جس کی تصریح مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴ میں موجود ہے۔ یہ آیت تیسری فصل میں گزر چکی ہے[1]

ولیم میور اپنی اردو زبان میں لکھی ہوئی تاریخ کلیسا کے باب اول کی دفعہ ۱۳ میں لکھتا ہے کہ :-

"مسیح کے حواریوں اور شاگردوں نے اب تک اس کی تعلیم کی حقیقت اور مطلب بالکل نہیں سمجھا تھا اور ان کا سست ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی امید میں لگا تھا اس کے گرفتار ہوتے ہی وہ سب بھاگ گئے اور پطرس[2] نے جو عدالت میں گیا وہاں اپنے خداوند کا انکار کیا پھر مسیح کے مصلوب ہونے کے بعد سب بالکل مایوس اور نا امید ہو گئے"۔

اس عبارت کے مطابق بھی عیسیٰ کے شاگرد اور حواری بے اعتقاد اور دنیاوی نعمتوں کے طلب گار تھے۔ ان کی اتباع یقیناً اسی بنا پر تھی کہ عیسیٰ شہنشاہ بن جائیں گے اور ہم بھی حکمرانی کریں گے۔ اسی لئے اُن کے مصلوب ہو جانے کے بعد مایوس اور نا امید ہو گئے تھے۔ ولیم میور اس کتاب کے مذکورہ باب کی دفعہ ۱۶ میں لکھتا ہے کہ :-

"اس کے پہلے (یعنی نزول روح القدس کے) انہوں نے صاف نہیں سمجھا تھا کہ مسیح کی بادشاہت کیسی ہوگی بلکہ جب وہ آسمان پر چڑھنے کو جاتا تھا انہوں نے پوچھا کہ کیا تو اسی وقت بادشاہت بنی اسرائیل کو پھر بحال کرے گا یعنی وہ بادشاہت دنیوی کی امید رکھتے تھے لیکن اب ان کی جہالت جاتی رہی اور

---

[1] ملاحظہ ہو مقصد سوم فصل سوم زیر عنوان سترھواں شاہد صفحہ ۳۰۰ ۔ ۱۲ تجیب

[2] جدید تلفظ "پطرس" ہے۔ متی ۲۶ : ۷۳ ۔ ۱۲ تجیب

روح القدس نے ان کو سکھایا کہ مسیح کی بادشاہت صرف روحانی ہے "

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے عروج تک حواریوں کو اسی بادشاہت کی امید تھی، مگر روح القدس کے نزول کے بعد ان کی یہ جہالت جاتی رہی۔ لیکن وہ اس کے بعد بھی غلطیوں اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب رہے۔ ان کا ہر قول و فعل ہر گز وحی کے مطابق نہ تھا۔ پولس اور پطرس کا مذکورہ بالا مباحثہ اس کا شاہد ہے۔[1]

اگر یوں کہا جائے کہ انبیاء اور حواری اگرچہ دوسرے گناہوں کے مرتکب تو ہو جاتے ہیں لیکن جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ توجیہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت پطرس سے کئی مرتبہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا گذشتہ سطور میں ابھی گذر چکا ہے۔

بنی اسرائیل کے انبیاء کے جھوٹ بولنے پر چند شواہد مزید ملاحظہ کریں :-

آٹھواں شاہد

ابراہیم کا جھوٹ

کتاب پیدائش باب ۲۰ کی آیت ۲ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

" اور ابراہام[2] نے اپنی بیوی سارا کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے[3]" الخ

---

[1] ملاحظہ ہو زیر عنوان " دسویں دلیل " صفحہ ۳۲۳

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں " اور ابراہیم اپنی جورو سارہ کی بابت بولا کہ میری بہن ہے " ۱۲ تقی

[3] یہاں یہ واضح رہے کہ اس جگہ مصنف یہ اعتراض الزامی طور پر کر رہے ہیں اس لئے خود عیسائی علماء (مثلاً مصنف طریق الاولیاء) نے اسے حضرت ابراہیم کی غلطی قرار دیا ہے ورنہ جہاں تک نفس واقعہ کا تعلق ہے ہمارے نزدیک وہ غلط نہیں ہے اور حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ کو اپنی بہن قرار دیا، وہ در حقیقت جھوٹ نہ تھا بلکہ ایک قسم کا توریہ تھا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۴۸۹ پر)

نواں شاہد

اسحاق کا جھوٹ

کتاب پیدائش باب ۲۶ کی آیت ۶،۷ میں یوں ہے کہ :-

"پس اضحاق جرار[1] میں رہنے لگا اور وہاں کے باشندوں نے اُس سے اُس کی بیوی کی بابت پوچھا، اُس نے کہا وہ میری بہن[2] ہے۔ کیونکہ وہ اسے اپنی بیوی بتاتے ڈرا، یہ سوچ کر کہ کہیں ربقہ کے سبب سے وہاں کے لوگ اُسے قتل نہ کر ڈالیں کیونکہ وہ خوبصورت تھی"۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۸ سے آگے) اس لئے کہ ایک طرف تو حضرت سارہ ان کی علاتی بہن تھیں۔ دوسری طرف چونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اس لئے وہ ان کی تنہا دینی بہن بھی تھیں، بہن سے حضرت ابراہیم کی مراد یہی تھی اور جہاں کفار کی طرف سے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہو وہاں اس قسم کا توریہ باتفاق جائز بلکہ بعض حالات میں واجب ہے۔ یہاں مصنف نے اس واقعہ کو حضرت ابراہیم پر ایک الزام کی حیثیت سے صرف اس لئے ذکر فرمایا ہے کہ یہ مسیحی علماء کے نزدیک ان کا گناہ تھا۔

دوسرے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علاتی بہن سے نکاح ابراہیمی شریعت میں جائز تھا اور موسوی شریعت میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ اس وضاحت پر خود مصنف کی بھی ایک عبارت موجود ہے۔ وہ اپنی کتاب "ازالۃ الشکوک" میں لکھتے ہیں :-

"اور بعضے ہمارے نزدیک گو خطا نہیں مگر یہ لوگ جو خطا سمجھتے ہیں تو الزاماً اس کو بھی نقل کیا گیا" (ازالۃ الشکوک صفحہ ۲۳۹ ج ۲) ۱۲ تقی

[1] قدیم حوالوں میں جرار کے بجائے "فلوس" کا لفظ ہے۔ ۱۲ انجیب

[2] حاشیہ پیش نظر ہے جو ہم نے آٹھویں شاہد کے تحت شمار نمبر ۲ میں دیا ہے۔ ۱۲ تقی

دسواں شاہد

یعقوب کا جھوٹ اور دغا | کتاب پیدائش باب ۲۷ کی آیت ۱۹، ۲۰، ۲۱ اور ۲۴ میں یوں ہے کہ :-

"یعقوب نے اپنے باپ سے کہا میں تیرا پہلوٹھا عیسو ہوں۔ میں نے تیرے کہنے کے مطابق کیا ہے۔ سو ذرا اُٹھ اور بیٹھ کر میرے شکار کا گوشت کھا تاکہ تو مجھے دل سے دعا دے۔ تب اسحاق نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹا! تجھے یہ اس قدر جلد کیسے مل گیا؟ اس نے کہا، اس لئے کہ خداوند تیرے خدا نے میرا کام بنا دیا۔ تب اسحاق نے یعقوب سے کہا اے میرے بیٹے ذرا نزدیک آ کہ میں تجھے ٹٹولوں کہ تو میرا وہی بیٹا عیسو ہے یا نہیں؟[۱] تب اس نے پوچھا کہ کیا تو میرا بیٹا عیسو ہی ہے؟ اس نے کہا میں وہی ہوں"[۲]

دیکھئے اس مقام پر حضرت یعقوب نے اپنے باپ سے کئی مرتبہ جھوٹ بولا اور دغا کیا۔ اسی لئے عیسو کے جواب میں حضرت اسحاق نے یہ عذر کیا کہ :-

"... تیرا بھائی دغا سے آیا اور تیری برکت لے گیا"

جس کی تصریح مذکورہ باب کی آیت ۳۵ میں مرقوم ہے۔

---

[۱] قوسین کی عبارت اصل نسخہ میں نہیں ہے ہم نے پوری آیت کو نقل کر دیا ہے۔ اصل نسخہ میں صرف یوں ہے "تب اسحاق نے یعقوب کو کہا الخ" ۱۲ مجیب

[۲] قدیم اردو ترجمے ان آیات کو اس طرح نقل کرتے ہیں "یعقوب اپنے باپ سے بولا کہ میں تیرا پہلوٹھا عیسو ہوں جیسا تو نے مجھے کہا تھا میں نے کیا... الخ تب اسحاق نے اپنے بیٹے سے کہا یہ کیا ہے کہ تو نے ایسا جلد پایا اے میرے بیٹے وہ بولا اس لئے کہ یہوواہ تیرا خدا مجھ پاس لایا تب اسحاق نے یعقوب کو کہا الخ کہ تو میرا وہی بیٹا عیسو ہے وہ بولا کہ میں وہی ہوں" ۱۲ تقیم

گیارہواں شاہد

داؤد کے جھوٹ

کتاب سموئیل اول باب ۲۱ کی آیت ۲، ۳، ۶ اور ۸ اس طرح ہیں کہ :-

"داؤد نے اخیملک کاہن سے کہا کہ بادشاہ نے مجھے ایک کام کا حکم کر کے کہا ہے کہ جس کام پر میں تجھے بھیجتا ہوں اور جو حکم میں نے تجھے دیا ہے وہ کسی شخص پر ظاہر نہ ہو، سو میں نے جوانوں کو فلانی فلانی جگہ بٹھا دیا ہے پس اب تیرے ہاں کیا ہے؟ میرے ہاتھ میں روٹیوں کے پانچ گردے یا جو کچھ موجود ہووے۔

تب کاہن نے مقدس روٹی اس کو دی الخ

پھر داؤد نے اخیملک سے پوچھا کیا یہاں تیرے پاس کوئی نیزہ یا تلوار نہیں؟ کیونکہ میں اپنی تلوار اور اپنے ہتھیار اپنے ساتھ نہیں لایا کیونکہ بادشاہ کے کام کی جلدی تھی"[1]

دیکھیے داؤد نے یہاں دو مرتبہ جھوٹ بولا ہے، حالانکہ وہ ساؤل سے باغی ہو کر فرار ہوئے تھے مگر یہاں آکر کیا کہا، اور اس جھوٹ بولنے کی وجہ سے اخیملک نے اُسے روٹی کھلائی اور ایک تلوار دی لیں سبب ساؤل نے پچاسی کاہنوں، اخیملک اور اُس

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں "سو داؤد نے اخیملک کاہن کو کہا کہ بادشاہ نے مجھے ایک کام کو بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ کام جو میں نے تجھے کہا ہے کسی پر آشکارا نہ ہووے اور لوگوں کو میں نے فلانی فلانی جگہ بھیج دیا ہے اب بتلا تیرے پاس کچھ ہے ایک یا پانچ گردے روٹیوں کے یا جو کچھ حاضر ہو سو میرے ہاتھ میں دے سو کاہن نے تبرک کی روٹی اس کو دی الخ پھر داؤد نے اخیملک سے پوچھا کہ تیرے قابو میں کوئی نیزہ یا تیغ تو نہیں کیونکہ میں اپنی تلوار اور اپنے سلاح نہیں لایا کہ مجھے بادشاہ کے کام کی جلدی تھی" ۱۲ فہیم

کے تمام خاندان سمیت ان کے شہر کے تمام مردوں، عورتوں اور بچوں حتیٰ کہ جانوروں کو بھی تہ تیغ کر ڈالا۔

چنانچہ کتاب مذکور کے باب ۲۲ کی آیت ۱۱، ۱۲، ۱۸، ۱۹ اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے :-

"تب بادشاہ نے اخیطوب کے بیٹے اخیملک کاہن کو اور اس کے باپ کے سارے گھرانے کو یعنی ان کاہنوں کو جو نوب میں تھے بلوا بھیجا اور وہ سب بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے"

بادشاہ نے کہا اے اخیملک! تو اور تیرے باپ کا سارا گھرانا ضرور مار ڈالا جائے گا۔

تب بادشاہ نے دوئیگ سے کہا تو مڑ اور ان کاہنوں پر حملہ کر۔ سو ادومی دوئیگ نے مڑ کر کاہنوں پر حملہ کیا اور اس دن اس نے پچاسی آدمی جو کتان کے افود پہنے تھے قتل کئے اور اس نے کاہنوں کے شہر نوب کو تلوار کی دھار سے مارا اور مردوں اور عورتوں اور لڑکوں اور دودھ پیتے بچوں اور بیلوں اور گدھوں اور بھیڑ بکریوں کو تہ تیغ کیا۔"[1]

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں ان آیات کے الفاظ یوں ہیں "تب بادشاہ نے اخیطوب کے بیٹے اخیملک کاہن کو اور اوسکے باپ کے سارے گھرانے اور کاہنوں کو نوب سے بلوا بھیجا او وے سب بادشاہ پاس حاضر ہوئے تب بادشاہ بولا اخیملک تو واجب القتل ہے تو اور تیرے باپ کا سارا گھرانا تب بادشاہ نے دواغ کو کہا تو پھر اور اون کاہنوں پر حملہ کر سو ادومی دواغ پھرا اور کاہنوں پر حملہ کیا اوسی ادمی نے پچاسی آدمی جو کتان کی افود پہنے ہوئے تھے قتل کئے اور اوس نے کاہنوں کے شہر نوب میں مردوں اور عورتوں اور لڑکوں اور دودھ پیتے بچوں اور بیلوں اور گدھوں اور بھیڑوں کو تیغ سے ایک لخت قتل کیا۔" ۱۲ فہیم

خلاصۂ بحث مذکورہ عبارتوں سے ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور داؤد علیہم السلام عیسائی حضرات ان تمام کو نبی اور حضرت عیسیٰ کے اجداد مانتے ہیں، ان کا اور اسی طرح رئیس الحواریین پطرس کا، جن کو عیسائی موسیٰ سے بھی افضل قرار دیتے ہیں جھوٹ بولنا ثابت ہوگیا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ لوگ اگرچہ زنا اور بت پرستی وغیرہ بڑے بڑے گناہ بھی کرتے تھے اور کبھی کبھی جھوٹ بھی بول لیتے تھے، مگر کبھی ایسا تو نہیں کیا کہ کوئی ایسا حکم جو خدا کی طرف سے نہ ہو، جھوٹ بول کر اس کو خدا کا حکم بتایا ہو۔ جیسا کہ پادری فنڈر نے بھی "میزان الحق" مطبوعہ سنہ ۱۸۵۰ء کے ص پر تحریر کیا ہے یہ بھی عذر لنگ ہے کیونکہ :-

بارہواں شاہد

انبیاء کا تبلیغ وحی میں بھی جھوٹ بولنا کتاب سلاطین اول باب ۱۳ آیت ۱۱، ۱۲، ۲۰ - ۲۹ میں یہوداہ سے آکر بنی اسرائیل کے بادشاہ یربعام کو یہ خبر کہ "اس مذبح کو جو تو نے بنایا ہے داؤد کے گھرانے کا بادشاہ یوسیاہ گرا دے گا" سنا کر واپس اپنے وطن کو جانے والے ایک نبی کے بارے میں یوں مرقوم ہے :-

"اور بیت ایل میں ایک بڈھا نبی رہتا تھا سو اس کے بیٹوں میں سے ایک[1] نے آکر وہ سب کام جو اس مرد خدا نے اس روز بیت ایل میں کئے تھے اُسے بتائے الخ سو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میرے لئے گدھے پر زین کس دو الخ وہ اس

---

[1] قدیم حوالہ میں "اس کے بیٹوں میں سے ایک نے آکر" الخ کے بجائے "اور اسکے بیٹے اسکے پاس آئے" ہے۔ "ایک" کی تخصیص محل نظر ہے۔ قدیم و جدید ترجموں میں سے ایک میں ضرور تحریف ہوئی ہے۔ ۱۲ تقی

پر سوار ہوا اور اس مرد کے پیچھے چلا اور اُسے بلوط کے ایک درخت کے
نیچے بیٹھے پایا۔ الخ آیت ۲۹

دیکھئے اس بوڑھے پیغمبر نے جس کے لئے اس باب میں پانچ جگہ نبی کہا گیا ہے آیت ۲۰ میں اس نے خود بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آیت ۲۰ میں ان کی نبوت حقہ کا تصدیق موجود ہے۔ خدا پر کیسا بہتان گھڑا اور ایک غریب پیغمبر کو جھوٹ بول کر خدا کے غضب میں گرفتار کروا کے مروا ڈالا۔

اس پیغمبر نے اس مقام پر بلاشبہ ایک ایسے حکم کو جو خدا کی طرف سے نہیں تھا، خدا کا حکم بتایا۔ چنانچہ اس طرح انبیاء اسرائیل کا تبلیغ وحی میں بھی جھوٹ بولنا ثابت ہوگیا۔

۳۔ کرامت کا صدور اور محض روح القدس سے مستفیض ہونا نہ نبوّت کی دلیل ہے اور نہ ایمان کی۔

پہلا اعتراف

مسیح کا حواریوں کے نبی نہ ہونے پر متی باب ۷ آیت ۲۲، ۲۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۶ء میں یوں ہے :۔

وہ اُس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند! اے خداوند! کیا ہم نے تیرے

۱ے ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیات اس طرح نقل ہوئی ہیں "اوس وقت بیت ایل میں ایک بوڑھا نبی رہتا تھا سو اوسکے بیٹے اوس پاس آئے اور اون کاموں کی جو مرد خدا نے اوس روز بیت ایل میں کئے اوسے خبر دی الخ پھر اوسنے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے لئے گدھے پر زین باندھو الخ تب وہ اوس پر چڑھا اور اوس مرد خدا کے پیچھے چلا سو اوسے بلم کے درخت کے نیچے بیٹھا پایا" الخ تا آیت ۲۹ ۔ ۱۲ فہیم

نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بدروحوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے ؟ اُس وقت میں اُن سے صاف کہہ دوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی، اے بدکارو! میرے پاس سے چلے جاؤ۔"[1]

دیکھئے اس میں ان لوگوں کو جنہوں نے مسیح کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا بہت سے معجزے اور کرامات دکھائیں، بدکار قرار دیا اور فرمایا میرے مرید نہیں۔ تفسیر ہنری واسکاٹ میں لکھا ہے کہ :-

"ممکن ہے کہ صرف معجزوں والا ایمان پائے جائے قطع نظر اس سے کہ وہ ایمان نجات کا وسیلہ اور عشق و اطاعت کے اعمال بجالانے کا سبب بھی بن سکے۔ زبانوں پر عبور اور مریضوں کی شفایابی کی قدرت دنیا میں مقبول کرتی ہے مگر خدا کے ہاں خالص پاکیزگی مقبول ہے۔ خدا کا فضل انسان کو آسمان پر لے جائے گا، خواہ اس سے کرامت کا صدور نہ بھی ہو اور خدا کے فضل کے بغیر معجزہ انسان کو آسمان پر نہیں لے جاتا۔ اب چونکہ کرامات کا صدور موقوف ہو چکا لہٰذا اس توجیہہ کی بھی ضرورت نہیں رہی۔"

دیکھئے اس میں اس بات کا برملا اعتراف کیا گیا ہے کہ ایسے ایمان کا وجود جس کے سبب معجزے ظہور میں آسکیں۔ نجات کا وسیلہ بننے والے ایمان کے بغیر بھی ممکن ہے۔

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق ان آیات کی عبارت اس طرح ہے "اس دن بہتیرے مجھے کہیں گے اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیووں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سی کراماتیں ظاہر نہیں کیں اوس وقت میں ونسے صاف کہوں گا کہ میں کبھی تم سے واقف نہ تھا اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو۔" فہیم

دوسرا اعتراف

یہوداہ مسیح کا دشمن اور مرتد تھا — متی باب ۱۰ آیت ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

"پھر اس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر ان کو ناپاک روحوں پر اختیار بخشا کہ ان کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری کو دور کریں اور بارہ رسولوں کے نام یہ ہیں پہلا شمعون جو پطرس کہلاتا ہے الخ

..... شمعون قنانی اور یہوداہ اسکریوتی جس نے اسے پکڑوا بھی دیا۔ ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور حکم دے کر کہا الخ

بیماروں کو اچھا کرنا، مردوں کو جلانا، کوڑھیوں کو پاک صاف کرنا، بدروحوں کو نکالنا، تم نے مفت پایا مفت دینا[1]۔"

دیکھئے اس جگہ پطرس حواری کی طرح یہوداہ اسکریوتی کو بھی حواری شمار کیا گیا ہے اور اُسے بیماروں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے، مُردوں کو زندہ کرنے اور بھوت آسیب نکالنے کی قدرت حاصل تھی، مُردوں کو زندہ کرنے اور کرامات و معجزات کی قدرت رکھنے والا یہ سچی رسول جو عیسائیوں کے زعم میں یقیناً رسول اللہ تھا

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں یہ آیات اس طرح مرقوم ہیں "پھر اوسنے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بُلا کر اونہیں قدرت بخشی کہ ناپاک روحوں کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور دکھ اور درد کو دور کریں اور بارہ رسولوں کا یہ نام ہے پہلا شمعون جو پتھر کہلاتا الخ شمعون کنعانی اور یہودا اسکریطی جس نے اوسے پکڑوا دیا۔ یسوع نے اون بارہوں کو فرما کے بھیجا بیماروں کو چنگا کرو، کوڑھیوں کو پاک صاف کرو، مُردوں کو جلاؤ دیووں کو نکالو تم نے مفت پایا مفت دو۔" ۱۲ فہیم

انجیلوں کی تصریحات کے مطابق وہی شخص ہے جس نے صرف تیس روپے کے لالچ میں حضرت عیسٰیؑ کو گرفتار کروادیا۔ مرتد ہوگیا اور گلے میں پھانسی لگاکر حرام موت مرگیا۔[۲]

تیسرا اعتراف

جھوٹے نبی کی طاقت متی باب ۲۴ آیت ۲۴ اردو ترجمہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یوں ہے :-

"کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے اور ایسے بڑے معجزے اور کرامتیں دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو وہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے"۔[۳]

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو متی ۲۶ : ۱۴، ۱۶ و ۴۷ ؛ ۵۰ اور ۲۷ : ۳ - ۵ ۔ ۱۲ نجیب

[۲] یہوداہ اسکریوتی کی موت - متی باب ۲۷ آیت ۵ اس طرح ہے :

"اور وہ روپیوں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جاکر اپنے آپ کو پھانسی دی"۔

مگر اعمال باب ۱، ۱۸، ۱۹ میں موت کی دوسری وجہ بیان کی گئی ہے جو یہ ہے :

"اس نے بدکاری کی کمائی سے ایک کھیت حاصل کیا اور سر کے بل گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اس کی سب انتڑیاں نکل پڑیں اور یہ یروشلیم کے سب رہنے والوں کو معلوم ہوا"۔

مگر انجیل برنباس کی شہادت کے مطابق حضرت مسیح کو سولی نہیں دی گئی بلکہ انہیں آسمان پر اٹھا لیا گیا ان کے بجائے یہوداہ اسکریوتی کی صورت بدل دی گئی اور اس کو پھانسی دی گئی۔ ملاتقی

[۳] سنہ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں آیت یوں ہے "کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں"۔ ایک ہی زبان کے تین نسخوں کی عبارات میں تفاوت کے علاوہ لفظ "جھوٹے مسیح" کا ایک نسخہ میں اضافہ کا مطلب یا تو اس میں الحاق ہے یا پھر دوسروں سے نکال دیا گیا۔ بہر صورت تحریف واقع ہوگئی۔ ۱۲ نجیب۔

اور ۱۸۲۲ء کے مطبوعہ اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے کہ :-

"کہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے اور ایسے بڑے معجزے اور کراماتیں دکھلائیں گے" الخ

۱۸۳۱ء کے عربی ترجمہ میں یہی آیت اسی طرح ہے :-

"فانهم سيقوم مسيحو كذب وانبياء كذبة ويعطون علامات عظيمة ومعجزات - الخ

دیکھئے اس آیت کی رُو سے جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی میں اتنے بڑے معجزے اور کرامات دکھلانے کی طاقت ہوتی ہے کہ برگزیدوں کو گمراہ کر ڈالے۔

چوتھا اعتراف

بے دین شخص کی قدرت

تھسلنیکیوں کے نام دوسرے خط کے باب ۲ آیت ۹،۸ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے :-

"اُس وقت وہ بے دین ظاہر ہوگا جسے خداوند یسوع اپنے منہ کی پھونک سے ہلاک اور اپنی آمد کی تجلی سے نیست کرے گا اور جس کی آمد شیطان کی تاثیر کے موافق ہر طرح کی جھوٹی قدرت اور نشانوں اور عجیب کاموں کے ساتھ ہوگی" الخ

آیت ۹ ۱۸۲۳ء کے ترجمہ میں یوں ہے :-

"اور اس کا آنا شیطان کے کارگر ہونے کے مطابق ہر طرح کی قدرت اور جھوٹی عجائب وغرائب کے ساتھ"

اور یہ آیت ۱۸۴۳ء کے فارسی ترجمہ میں اس طرح ہے :-

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء میں یہ آیات اس طرح ہیں "تب وہ بے شرع ظاہر ہوگا جسے خداوند اپنے منہ کے دم سے فنا اور اپنے آنے کی شکوہ سے نیست کردیگا اور اوسکا آنا شیطان کے کیے سے کامل قدرت اور جھوٹی عجائب وغرائب کے ساتھ ہوگا" ۱۲ فہیم

"وظہورش از عمل شیطان با ہر قسم معجزہ و عجائب غرائب کاذب میباشد۔"

دیکھئے پولس جس شخص کو بے دین لکھتا ہے ہر طرح کی قدرت کا مالک ہوگا اور معجزے دکھلائے گا۔

پانچواں اعتراف

جن آسیب کو نکالنا دلیلِ نبوت نہیں

یوسی بیس اپنی تاریخ کی آٹھویں کتاب کے باب میں لکھتا ہے کہ :-

"سلیمان نے بہت سے ایسے منتر ایجاد کئے تھے جن سے بیماروں کو شفاء ہوجاتی تھی۔ اسی طرح ایسے عمل ایجاد کئے تھے جن کے ذریعے جن اور آسیب کو نکالا جاتا، وہ عمل آج بھی بڑے پیمانے پر جاری ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ میرے ہم وطن الیعزر نے بادشاہ وس پی سین اس کے بیٹوں اور امراء کے سامنے لوگوں سے جن اور آسیب اتار دیئے۔ اس کے اتارنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ آسیب زدہ شخص کے نتھنوں میں ایک چھلا رکھ کر آسیب کو نتھنوں کے راستے نکال لیتا تھا۔ ایسا کرتے ہی آسیب زدہ شخص فوراً گر جاتا اس کے بعد وہ جن سے دوبارہ واپس نہ آنے کا اقرار لیتا۔ اس دوران وہ منتر پڑھتا اور سلیمان کا نام لیتا رہتا تھا۔ لوگوں کو یقین دلانے کے لئے کچھ دور پانی سے بھرا ہوا ایک برتن رکھ دیتا اور جن کو نکالنے کے بعد اس برتن کو الٹ دینے کا حکم کرتا اور وہ جن الٹ دیتا تھا۔"

میں کہتا ہوں کہ جب وہ عمل یوسی بیس کے عہد میں بڑے پیمانہ پر جاری تھے تو حضرت مسیح اور حواریوں کے زمانہ میں تو اور بھی زیادہ ہوں گے۔ ہمارے اس زمانہ میں ہندوستان میں بھی سینکڑوں عامل حضرات موجود ہیں جو جن آسیب کو علوی عمل یا

سفلی عمل کے زور سے نکال دیتے ہیں ۔
جس سے ثابت ہوا کہ جن آسیب کو نکال دینا کبھی بھی نبوت کی دلیل نہیں بن سکتا ۔

چھٹا اعتراف

کتاب سموئیل اول باب ۱۰ آیت ۱۰ - ۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

" اور جب وہ اُدھر اُس پہاڑ کے پاس آئے تو نبیوں کی ایک جماعت اُس کو ملی اور خدا کی روح اُس پر زور سے نازل ہوئی اور وہ بھی اُن کے درمیان نبوت کرنے لگا اور ایسا ہوا کہ جب اُس کے اگلے جان پہچانوں نے یہ دیکھا کہ وہ نبیوں کے درمیان نبوت کر رہا ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے قیس کے بیٹے کو کیا ہو گیا ؟ وہ کیا ساؤل بھی نبیوں میں شامل ہے ؟ اور وہاں کے ایک آدمی نے جواب دیا کہ بھلا اُن کا باپ کون ہے ؟ تب ہی سے یہ مثل چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے اور جب وہ نبوت کر چکا تو اُونچے مقام میں آیا " [1]

اور اسی کتاب کے باب ۱۱ کی آیت ۶ یوں ہے :-

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیات ان الفاظ میں ہیں " اور جب وے جبعت کو آئے تو نبیوں کا گروہ اون سے دوچار ہوا اور خدا کی روح اوس پر چڑھی اور اوسنے بھی اونکے درمیان نبوت کی اور اوسکے اگلے جان پہچانوں نے جو یہ دیکھا کہ وہ نبیوں کے درمیان نبوت کرتا ہے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ قیس کے بیٹے کو کیا ہوا ؟ کیا ساول بھی نبیوں کے درمیان ہے اور ایک نے اونہیں سے جواب دیا اور کہا کہ اون کا باپ کون ہے تب ہی سے یہ مثل چلی کیا ساول بھی نبیوں میں ہے ؟ سو جب وہ نبوت کر چکا تو اونچے مکان میں آیا ۔ ۱۲ فہیم

"جب ساؤل نے یہ باتیں سنیں تو خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی اور اس کا غصہ نہایت بھڑکا۔" [1]

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ساؤل بھی روح القدس سے مستفیض تھا اور روح القدس اس پر نازل ہوتا تھا۔ مگر کتاب مذکور کے باب ۱۶ کی آیت ۱۴، ۱۵ میں اس طرح ہے کہ :-

"اور خداوند کی روح ساؤل سے جدا ہو گئی اور خداوند کی طرف سے ایک بری روح اُسے ستانے لگی اور ساؤل کے ملازموں نے اس سے کہا دیکھ اب ایک بُری روح خدا کی طرف سے تجھے ستاتی ہے۔" [2]

اور آیت ۲۳ میں اس طرح ہے :-

"سو جب وہ بُری روح خدا کی طرف سے ساؤل پر چڑھتی تھی تو داؤد بربط لے کر ہاتھ سے بجاتا تھا اور ساؤل کو راحت ہوتی اور وہ بحال ہو جاتا تھا اور وہ بری روح اس سے اتر جاتی تھی۔" [3]

"سو جب وہ بری روح خدا کی طرف سے الخ" سنہ ۱۸۳۸ء کے فارسی ترجمہ میں یوں ہے :-

"وچنیں اتفاق افتاد کہ ہر گاہ روح کسیئت از طرف خدا بر ساؤل نازل می شد الخ"

---

[1] قدیم اردو ترجمے میں یہ آیت ان الفاظ میں ہے "اور جونہی ساؤل نے یہ سندیسے سنے وونہیں خدا کی روح اوس پر چڑھی اور اوسکا غصہ بے طرح بھڑکا۔" ۱۲ فہیم

[2] قدیم اردو ترجموں میں یہ آیات اس طرح ہیں" اور خداوند کی روح ساؤل پر سے چلی گئی اور خداوند کے حکم سے ایک روح اوسے ستانے لگی تب ساؤل کے خادموں نے اوسے کہا دیکھ اب ایک شریر روح خدا کی طرف سے تجھے ستاتی ہے۔" ۱۲ فہیم

[3] یہ آیت قدیم اردو ترجموں میں اس طرح ہے "اور ایسا ہوا کہ جب خدا کی روح ساؤل پر چڑھتی تھی تو داؤد بربط ہاتھ سے بجاتا تھا اور ساؤل خوشوقت ہوتا تھا اور راحت پاتا تھا اور شریر روح اوپر سے اوتر تی تھی" ۱۲ فہیم

اور ۱۸۴۵ء کے فارسی ترجمہ میں اس طرح ہے کہ :-

"و واقع شد ہنگام تاثیر روح معز از جانب خدا" الخ

(قدیم) اردو ترجموں میں "خدا کی روح ساؤل پر چڑھتی" الخ ہے جبکہ فارسی ترجموں[1] میں اس کو "روح کسیفت" اور "روح معز" کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح خدا سے مراد روح شیطان ہی ہے۔ یہ تو ایک الگ بحث ہے۔

بہر حال روح خدا کے جدا ہونے کے بعد خدا کے حکم سے ساؤل پر ایک روح شیطانی مسلط ہو گئی اور روح رحمانی اور شیطانی کا یہ جامع پیغمبر دونوں سے مستفیض تھا۔ روح شیطانی کے مسلط ہو جانے کے بعد روح القدس سے استفاضہ ختم نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ کتاب مذکور کے باب ۱۹ کی آیت ۲۳، ۲۴ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :-

"تب وہ اُدھر رامہ کے نیوت کی طرف چلا اور خدا کی روح اس پر بھی نازل ہوئی اور وہ چلتے چلتے نبوت کرتا ہوا رامہ کے نیوت میں پہنچا اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتار دیے اور وہ بھی سموئیل کے آگے نبوت کرنے لگا اور اس سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا۔ اس لئے یہ کہاوت

---

[1] جدید اردو ترجمہ جو ہم نے اوپر نقل کیا ہے اس میں بھی قدیم فارسی ترجموں کے موافق ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم نے اس جملہ کے شروع میں لفظ "قدیم" قوسین ( ) میں لکھ دیا ہے۔ کیونکہ مصنف رح کے پیش نظر وہی اردو ترجمے تھے۔ ہم نے جدید ترجمہ کو ہی نقل کیا ہے۔

(۱۲ نجیب)

چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں سے ہے[1] ؟

دیکھئے اس جگہ ساؤل روح القدس کے فیض میں ایسا مستغرق ہوگیا کہ کپڑے اتار کر ننگا ہوگیا اور سارا دن اور ساری رات اُسی طرح پڑا رہا۔ رحمانی اور شیطانی روحوں کے جامع اس مشہور پیغمبر کی حالت کتاب سموئیل اول کے ناظرین کے سامنے کھل کر آجاتی ہے کہ اس مجمع الضدین پیغمبر کی ذات بابرکات کیسا گن ہوں کا پلندہ تھی۔

خلاصۂ بحث

مقدمۂ کتاب کی فصل دوم و سوم اور مقصد سوم کی چاروں فصلوں کے مطالعہ سے قارئین کے سامنے درج ذیل باتیں واضح ہو کر آتی ہیں :-

پہلی بات بڑے بڑے عیسائی علماء کا متفقہ فیصلہ جسے ڈایلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر میں قول فیصل قرار دیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ متی کی انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی جو صفحۂ ہستی سے ناپید ہوگئی اس کا یونانی ترجمہ ہی اب موجود ہے جس کے بارے میں جیروم کہتا ہے کہ اس کے مترجم تک کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ڈاکٹر نوریس اور فرقہ یونی ٹیرین انجیل متی کے باب اول و دوم کو الحاقی قرار دیتے ہیں اور لاطینی ترجمہ سے نسب نامہ کو بالکل ہی نکال دیا گیا ہے۔

اسی طرح کار دوتس، بروجیس اور بلر مائن کے قول کے مطابق انجیل مرقس بھی ناپید ہوگئی ہے صرف اس کا یونانی ترجمہ موجود ہے۔ بعض متقدمین علماء کو اس کے آخری

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں یہ آیات اس طرح ہیں تب وہ رامہ نیات کی طرف چلا اور خدا کی روح اس پر بھی آ پڑی اور وہ چلتا گیا اور نبوت کرتا گیا یہاں تک کہ رامہ نیات میں پہنچا اور اوس نے بھی اپنے کپڑے اوتار پھینکے اور سموئیل کے آگے اوس نے بھی نبوت کی اور اوس سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا اس لئے یہ مثل ہوتی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے ؟ ۱۲ فہیم

باب کے مرقس کی تصنیف ہونے میں شبہ تھا۔

انجیل لوقا کے باب ۲۲ کی بعض آیات اور پہلے دو ابواب میں بعض متقدمین علماء کو تردد تھا۔

مذہب عیسوی کے مشہور مصلح مارٹن لوتھر کو ان تینوں مذکورہ انجیلوں کی صداقت میں شک تھا۔ ان کے نزدیک صرف یوحنا کی انجیل ہی صحیح انجیل ہے۔ اس صحیح انجیل کا جو حال ہے مشہور محقق اور عیسائی عالم برطشینڈر اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ :۔

"یہ انجیل اور یوحنا کے تمام رسالے اس کی تصنیف ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری صدی کے کسی عیسائی شخص نے تصنیف کر کے اُس کی طرف منسوب کر دی ہیں"۔

فرقہ الوجین کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اسٹاولن اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ :۔

"بلاشک و شبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے"۔

مشہور عیسائی محقق عالم کروٹیس کہتا ہے کہ اس انجیل کا باب ۲۱ الحاقی ہے"۔ ہورن کے اقرار کے مطابق انجیلوں کی تالیف کا زمانہ معتبر روایات سے ثابت نہیں ہوتا اور متقدمین کے ہاں تنقید روایات کا کوئی معیار نہ تھا۔

ططس اور فلیموں کے نام خط اور تیمتھیس کے نام دونوں خطوں کو بعض علماء نے مردود شمار کیا ہے اور اس کی کوئی سند نہیں ہے کہ عبرانیوں کے نام خط پولس کا تحریر کردہ ہے۔

پطرس کا دوسرا خط، یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط، یعقوب کا خط، یہوداہ کا خط، یوحنا کے پہلے خط کے بعض فقرے اور مکاشفہ یوحنا کا ناقابل بیان ہے، حواریوں کی طرف ان کی نسبت خواہ مخواہ اور زبردستی بلا کسی سند کے کی گئی ہے، فرقہ پروٹسٹنٹ کے بیشتر علماء نے ان کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ نائس کونسل منعقدہ

۳۶۳ء تک جمہور کے نزدیک واجب التسلیم نہیں تھے۔

پطرس کے دوسرے خط، یوحنا کے دوسرے اور تیسرے خط، یہوداہ کے خط اور یوحنا حواری کے مکاشفہ کو عرب کے گرجے تسلیم نہیں کرتے تھے اور سریانی گرجا تو اب تک بھی تسلیم نہیں کرتا۔

سریانی کی طرح یروشلم کے تمام گرجے بھی سرل کے زمانے تک مکاشفہ یوحنا کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ بعض متقدمین اس کو سرن تھس ملحد کی تصنیف قرار دیتے تھے۔ ڈیونیسیش نے دلائل سے اور پروفیسر ایوالڈ نے بڑی تحقیق کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب یوحنا حواری کی تصنیف نہیں ہے۔ ۳۶۴ء میں منعقدہ لوڈیشیا کونسل میں بھی یہ واجب التسلیم کتب مقدسہ کی فہرست سے خارج رہی اور ۳۹۷ء میں منعقدہ کارتھیج کی کونسل میں اس کو اس فہرست میں شامل کیا گیا تھا۔ اس کے بعد سے اکثر عیسائی اس کو تسلیم کرنے لگے ہیں، مگر اس کونسل والوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو مکاشفہ کی طرح کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب طوبیا، کتاب باروخ، کتاب پندو نصائح کلیسا اور مقابیین کی دونوں کتابوں کو واجب التسلیم قرار دیا تھا مگر پروٹسٹنٹ فرقہ ان سب کو تسلیم نہیں کرتا۔

دوسری بات

مقدمہ کی تیسری فصل میں تحریف کے جو نو اسباب بیان کئے گئے ہیں ان سے صاف طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ انجیل میں تحریف کا امکان بہت زیادہ اور آسان تھا۔

تیسری بات

ابتدائی مسیحی طبقہ میں جعلسازی شروع ہو گئی تھی، اس انجیل کے علاوہ پچھتر کے قریب انجیلیں، خطوط اور مکاشفے تھے جن کو جمہور مسیحی اب بغیر کسی ٹھوس دلیل کے جھوٹا بتاتے ہیں اور ابتدائی طبقوں میں محافظت کا طریقہ بھی اچھا نہیں تھا۔ اسی بنا پر عہد جدید کی کئی کتابیں بھی گم ہوگئیں۔

چوتھی بات انجیل کے مفسرین اور علماء کے اعتراف کے مطابق موجودہ انجیل کے بہت سے مقامات پر الحاق ہو گیا ہے۔ مثلاً انجیل متی باب ۲۷ [1] آیت ۳۵، یوحنا کا پہلا خط باب [2] ۵ آیت ۷، ۸، کرنتھیوں کے نام پہلا خط باب [3] ۱۰ آیت ۲۸ اور متی باب [4] ۱۲ آیت ۸، ۳۵ میں۔

پانچویں بات انجیل نویسوں کی تحریر وہم اور غلطیوں سے پاک نہیں۔

چھٹی بات بڑے بڑے عیسائی علماء کے اعتراف کے مطابق انبیاء بنی اسرائیل اور حواریوں کی تمام تحریریں الہامی نہیں ہوتی تھیں اور پطرس سمیت تمام حواریوں نے روح القدس کے نزول کے بعد بھی غلطیاں کی ہیں۔

ساتویں بات انبیاء اور حواریوں سے زنا، بت پرستی اور جھوٹ جیسے گناہ کبیرہ صرزد ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ تبلیغ وحی میں بھی ان سے جھوٹ بولنا ثابت ہے۔

آٹھویں بات کرامت اور معجزات کا صدور نبوت کی دلیل نہیں، بلکہ اہل کتاب کے نزدیک تو یہ ایمان کی بھی دلیل نہیں ہے۔

---

[1] آیت کے الفاظ یہ ہیں "اور انہوں نے اسے مصلوب کیا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لیے"۔ ۱۲ تقی

[2] الفاظ ترجمہ ۱۹۶۳ء یوں ہیں "اور جو گواہی دیتا ہے وہ روح ہے کیونکہ روح سچائی ہے اور گواہی دینے والے تین ہیں روح اور پانی اور خون اور یہ تینوں ایک ہی بات پر متفق ہیں"۔ ۱۲ تقی

[3] ۱۹۶۳ء کے اردو ترجمہ میں آیت الفاظ اس طرح ہیں "لیکن اگر تم سے کوئی کہے کہ یہ قربانی کا گوشت ہے تو اس کے سبب سے جس نے تمہیں جتایا اور دینی امتیاز کے سبب سے نہ کھاؤ"۔ ۱۲ تقی

[4] آیت ۸ ۱۹۶۳ء کے ترجمہ میں یوں ہے "کیونکہ ابن آدم سبت کا مالک ہے" اور آیت ۳۵ کے الفاظ اس طرح ہیں "اچھا آدمی اچھے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے اور برا آدمی برے خزانہ سے بری چیزیں نکالتا ہے"۔ ۱۲ تقی

میں کہتا ہوں کہ کتب مقدسہ کے اس سارے مجموعہ کی نہ کوئی سند ہے اور نہ ہی یہ مجموعہ الہامی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ انجیل متی تو دنیا سے ناپید ہو چکی، صرف اس کا یونانی ترجمہ باقی ہے۔ مرقس اور لوقا نہ تو حواری تھا اور نہ ان کا کلام الہامی تھا۔ لہٰذا یہ تینوں انجیلیں تو یقیناً حواریوں کی لکھی ہوئی نہیں ہیں۔ اس لئے ان تینوں کو الہامی کہنا صراحتہً انصاف کا خون کرنا ہے۔ ان کی حیثیت تاریخ کی دوسری کتابوں جیسی ہی ہے۔ البتہ ان میں اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں زیادہ سے زیادہ یہ فرق ہو سکتا ہے کہ ان کے مورخ دیانت دار تھے۔ اس کے باوجود تاریخ کی دوسری کتابوں کی نسبت ان میں الحاق اور تحریف کا شبہ بہت زیادہ ہے۔

پطرس کا دوسرا خط اور یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط، یعقوب کا خط، یہوداہ کا خط اور مکاشفہ یوحنا ہمارے نزدیک کسی طرح بھی الہامی تسلیم نہیں کئے جا سکتے۔ کارتھیج کی کونسل کا حکم ہمارے نزدیک صرف ایک کونسلی حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔ کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب طوبیا، کتاب باروخ، پند ونصائح کلیسا اور مقابیوں کی دونوں کتابوں کے بارے میں جس طرح پروٹسٹنٹ والوں کے نزدیک اس کونسل کا حکم معتبر نہیں ہے۔ اسی طرح ہم مکاشفہ کے بارے میں بھی اس کونسل کے فیصلے کو معتبر نہیں سمجھتے۔

پولس کو نہ ہم حواری تسلیم کرتے ہیں اور نہ صاحب الہام۔ اس کا کلام ہم پر حجت نہیں۔ بلکہ زونگلس اور دیگر پروٹسٹنٹوں کی طرح ہم بھی اس کی کلام کو غلطی سے پاک نہیں سمجھتے۔

اگر ہم ان سب باتوں سے بھی قطع نظر کر لیں تو بھی ہمارے نزدیک انجیل صرف حضرت عیسیٰؑ کے اقوال ہی کی حد تک ہے۔ البتہ ان اقوال میں بھی وہی قابل اعتبار ہوں گے جو کم از کم خبر واحد کے اصول کے مطابق ہوں۔ اور ان کا حکم وہی ہو گا جو ہمارے

ہاں احادیث آحاد کا ہے۔ چنانچہ جب تک ان اقوال کے خلاف کوئی قطعی نقلی اور عقلی دلیل موجود نہ ہو تب تک ان کو قبول کیا جائے گا اور اگر موجود تو ہو مگر اس کی تاویل ممکن ہو تو تاویل کر لی جائے گی، ورنہ راوی کے وہم اور غلطی پر محمول کر کے اس کو رد کر دیا جائے گا۔

اور عیسائی محققین علماء کے مذکورہ بالا اعتراف کے مطابق انجیل کے راویوں سے وہم اور غلطی کا صدور کوئی بعید نہ تھا، مثلاً یہ کتنی بڑی غلطی تھی کہ حواری یہ سمجھے تھے کہ قیامت انہی حضرات کی زندگی میں آجائے گی جس کی تصریح ان کے اقوال میں بیشتر مقامات پر مذکور ہے جن میں سے چند اقوال ہم گذشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

حواریوں کے زعم میں یہ بھی تھا کہ یوحنا نزول مسیح تک وفات نہیں پائے گا۔ چنانچہ یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۱، ۲۲، ۲۳ - اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے کہ:-

"پطرس نے اسے دیکھ کر یسوع سے کہا اے خداوند! اس کا کیا حال ہوگا؟ یسوع نے اس سے کہا اگر میں چاہوں کہ یہ میرے آنے تک ٹھہرا رہے تو تجھ کو کیا؟ تو میرے پیچھے ہو لے۔ پس بھائیوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ وہ شاگرد نہ مرے گا، لیکن یسوع نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ نہ مرے گا بلکہ یہ کہ اگر میں چاہوں کہ یہ میرے آنے تک ٹھہرا رہے تو تجھ کو کیا؟"[1]

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۴ء میں یہ آیات ان الفاظ میں نقل ہوئی ہیں "پتھر نے اوسے دیکھ کے یسوع کو کہا اے خداوند اس شخص کو کیا ہوگا یسوع نے اوس سے کہا اگر میں چاہوں کہ جب تک میں آؤں وہ یہیں ٹھہرے تو تجھے کیا تو میرے پیچھے چلا آ، تب بھائیوں میں یہ بات مشہور ہوئی کہ وہ شاگرد نہ مریگا لیکن یسوع نے اوسے نہیں کہا کہ وہ نہ مریگا مگر یہ کہا کہ اگر میں چاہوں کہ میرے آنے تک وہ ٹھہرے تو تجھے کیا" ۱۲ فہیم

تفسیر بارنس میں ہے کہ :-

"عیسیٰ کے الفاظ سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر یہ غلطی مشہور ہو گئی کہ وہ نہیں مرے گا۔ اور چونکہ یوحنا تمام حواریوں کے بعد زندہ رہا اس لئے یہ غلطی اور بھی جڑ پکڑ گئی جس کی بنا پر مرنے سے پہلے یوحنا نے اس غلطی کو درست کر دینا مناسب خیال کیا۔"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ہے کہ :-

"غالباً عیسیٰ کے اس قول سے مراد یہودی تھے، لیکن حواریوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہے گا یا اسے جنت میں زندہ اٹھا لیا جائے گا۔"

آگے چل کر اسی تفسیر میں اس طرح ہے :-

"اس سے یہ اصول سیکھ لینا چاہئے کہ انسان کی روایت بلا تحقیق ہوتی ہے اور اس پر ایمان کی بنا رکھنا احمقانہ پن ہے۔ یہ محض حواریوں کی ایک روایت تھی اور یہ بات جو بھائیوں میں مشہور تھی ابتداء ہی سے عام اور رواج پا گئی تھی مگر پھر بھی وہ جھوٹی تھی۔ اب سوچئے کہ جن روایتوں کو تحریر میں نہیں لایا گیا ان پر کتنا بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ یہ تفسیر روایتی انداز میں تھی عیسیٰ کی کوئی نئی بات پیش نہیں کی گئی تھی۔"

اسی مذکورہ تفسیر کے حاشیہ پر یوں ہے کہ :-

اس وجہ سے کہ حواری خداوند کے آنے کو صرف انصاف کے قیام کے لئے آنا خیال کرتے تھے اس لئے لفظوں کا مطلب غلط سمجھے جیسا کہ خود انجیل نویس نے اس کی تصریح کر دی ہے۔"

ڈائلی اور رچرڈمنٹ کی تفسیر میں ہے کہ :-

"خداوند کے اس مبہم اظہار سے بعض مریدوں نے یہ سمجھا کہ یوحنا کبھی نہیں مرے گا اور نزولِ عیسوی کے وقت زندہ رہنے والے لوگوں میں موجود ہو گا۔ جیسا کہ کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱۵ کی آیت ۵۱، ۵۲[1] اور تھسلنیکیوں کے نام پہلے خط کے باب ۴ کی آیت ۱۷[2] میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ حالانکہ ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ حواری یروشلیم کی تباہی تک زندہ رہے گا، مگر کتب مقدسہ کے بہت سے فقروں میں اس کو خداوند کے آنے سے تعبیر کیا ہے کیونکہ یہ آنا انصاف کے قائم ہونے اور اس کے سچا ہونے کی بہت بڑی شہادت تھی۔ جس کی طرف متی باب ۲۴ آیت ۲۷[3]، ۳۷[4] میں اشارہ کیا گیا ہے۔"

کتاب پیلی مطبوعہ لندن ۱۸۵۰ء میں صفحہ ۳۲۳ پر مرقوم ہے کہ:

"پہلے عیسائیوں کی طرف دوسری غلطی یہ منسوب کی گئی ہے کہ وہ قربِ قیامت کی امید رکھتے تھے۔ میں اعتراض بیان کرنے سے پہلے اسی طرح کا ایک

---

[1] اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں آیات یوں ہیں "دیکھو میں تم سے بھید کی بات کہتا ہوں ہم سب تو نہیں سوئیں گے مگر سب بدل جائیں گے۔ اور یہ ایک دم میں ایک پل میں پچھلا نرسنگا پھونکتے ہی ہوگا کیونکہ نرسنگا پھونکا جائے گا اور مردے غیر فانی حالت میں اٹھیں گے اور ہم بدل جائیں گے"۔ ۱۲ نجیب

[2] اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں آیت اس طرح ہے "پھر ہم جو زندہ باقی ہوں گے ان کے ساتھ بادلوں پر اٹھائے جائیں گے تاکہ ہوا میں خداوند کا استقبال کریں اور اس طرح ہمیشہ خداوند کے ساتھ رہیں گے"۔ ۱۲ نجیب

[3] اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں آیت کے یہ الفاظ ہیں "کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا"۔ ۱۲ نجیب

[4] اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں آیت کے یہ الفاظ ہیں "جیسا نوح کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابن آدم کے آنے کے وقت ہوگا"۔ ۱۲ نجیب

اور نمونہ پیش کرتا ہوں - وہ یہ کہ ہمارے خداوند نے یوحنا کے متعلق پطرس سے فرمایا کہ اگر میں چاہوں کہ وہ میرے آنے تک یہیں ٹھہرا رہے تو تجھے کیا؟ اس سے یہ غلط مفہوم لیا گیا کہ یوحنا نہیں مرے گا اور بھائیوں میں یہ بات مشہور ہو گئی، غور کیجئے کہ اگر یہی بات عام عیسائیوں کا نظریہ قرار پا کر ہم تک پہنچتی اور اس غلطی کا ازالہ کرنے والی توضیح ضائع ہو جاتی تو آج کوئی شخص اس غلطی کا حوالہ دے کر اور اس کی بنیاد پر دینِ عیسوی کی تردید پر کمربستہ ہو جاتا تو یہ بات اس چیز کے لحاظ سے جو ہم تک پہنچی ہے بہت ہی بے انصافی تھی اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انجیل یہ یقین دلاتی ہے کہ حواریوں اور اوّلین عیسائیوں کو قیامت کے اپنے ہی زمانے میں آنے کی امید تھی ان کو بھی وہی توجیہہ اختیار کرنا چاہئے جو ہم نے اس چند روزہ پرانی غلطی کے بارے میں اختیار کی ہے اور اسی توجیہہ نے ان حضرات کے فریبی قرار پانے سے محفوظ رکھا ہے۔

اب اس بات میں یہی سوال مشکل ہے کہ جب ہم نے یہ تسلیم کر لیا کہ حواریوں کی رائے غلط فہمی پر مبنی تھی تو پھر ان کی کس چیز پر ہم بھروسہ کر سکتے ہیں؟

اس کے جواب میں دینِ عیسوی کا ایک حامی منکرین کو یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو حواریوں کی شہادت چاہئے ہے۔ اُن کی ذاتی رائے سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اصل مقصود چاہئے اُس سے اخذ کردہ نتیجہ سے کوئی بحث نہیں ہے۔

منکرین کے اعتراضات سے مکمل طور پر محفوظ رہنے کے لئے اس مذکورہ جواب میں دو باتوں کا خاص خیال رکھنا ہو گا:

۱ - اس مقصود کو جو حواریوں پر الہام کے ذریعہ حاصل ہُوا اور پھر ان سے اس

کے اظہار سے ثابت ہوا ہے کہ اس چیز سے جو اُس سے جدا تھی اور اتفاق اس کے ساتھ مل گئی ہے علیحدہ کر دینا چاہیئے۔ جو معاملات صراحتہً دین کے خلاف ہیں ان کے بارے میں تو کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں ہے لیکن جو معاملات اتفاقی خلط ملط ہو گئے ہیں ان کے بارے میں کچھ پیش کیا جاتا ہے۔ آسیب زدگی انہی معاملات میں سے ایک ہے جو لوگ اس کو اس زمانہ کی غلط فہمی پر مبنی سمجھتے ہیں کہ انجیل کے مؤلف اور اس زمانہ میں یہودی بھی اس میں مبتلا تھے اس امر کے اعتراف سے نہ ہچکچائیں اس سے دین عیسوی کی حقانیت کو کوئی خطرہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو عیسیٰ دنیا میں لائے تھے، بلکہ اُس زمانے اور اُس ملک کی مروجہ مانے ہوئے ہونے کے سبب ملفوظات عیسوی میں بھی اتفاقاً ظہور میں آ گیا اور روحوں کی تاثیر کے بارے میں انسانی آراء کو درست کرنا فریضۂ رسالت میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو گواہی سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔

۲۔ حواریوں کے ملفوظات میں ان کے مسئلوں اور دلیلوں میں امتیاز کرنا چاہیئے اُن کے مسئلے تو الہامی ہیں۔ مگر ان مسئلوں کی توضیح اور تقویت کی غرض سے وہ لوگ اپنے ملفوظات اور گفتگو کی صورت میں مناسبتیں اور دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ یہودیوں کے سوا جو لوگ مسیحی ہوئے اُن کے ذمہ شریعت موسوی کی اطاعت نہیں ہے، الہامی مسئلہ تھا جس کی تصدیق معجزات سے ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی پولس جب اس مطلب کو بیان کرتا ہے تو اس کی تائید کے لئے بہت سی باتیں اپنی طرف سے پیش کرتا ہے۔ یہ مسئلہ تو اپنی جگہ واجب التسلیم ہے لیکن دین عیسوی کی حمایت میں حواری کی ہر دلیل کی صحت اور ہر تشبیہ کے درست ہونے

کو تسلیم کرنا ضروری نہیں۔ دوسرے مقامات پر بھی یہی توجیہ کی جائے گی۔ میری رائے میں یہ بڑی قوی توجیہ ہے کہ جب ربّانی لوگ کسی بات پر اتفاق کر لیں تو ان کے مقدمات سے جو نتیجہ نکلے وہ ہم پر واجب التسلیم ہے۔ مگر ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام مقدمات کی تشریح کرتے رہیں یا انہیں من وعن قبول کر لیں۔ البتہ ایسی صورت میں کہ وہ لوگ مقدمات کے ایسے معترف ہوں جیسے نتیجہ کے تو اس وقت تسلیم کرنا واجب ہے"

عیسائی مفسرین اور پیلی کے مذکورہ بالا بیانات سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ان سب حضرات کے اقرار کے مطابق یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یوحنا کی وفات کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام کے قول کو حواریوں اور اولین مسیحی طبقہ نے غلط طور پر سمجھا تھا۔ جو ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کے مطابق وہ لوگ یقین رکھتے کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہے گا یا بہشت میں زندہ اٹھا لیا جائے گا۔ اور اس تفسیر کے حاشیہ کے مطابق اس یقین کا سبب یہ تھا کہ حواری حضرات حضرت عیسیٰ کی تشریف آوری سے صرف وہی نزول مراد لیتے تھے جو قیامت کے قریب ہوگا۔ اور بارنس کے مطابق یہ غلطی اس لئے بھی جڑیں پکڑ گئی کہ یوحنا حواری نے دوسرے حواریوں سے زائد عمر پائی۔

ملاحظہ کیجئے کہ ان حضرات کا یہ اعتقاد صریح غلط نکلا۔

دوسرا فائدہ پیلی کے اعتراف کے مطابق تمام حواری اور اولین عیسائی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اسی طبقہ کے لوگوں کی زندگی میں قیامت آجائے گی۔ ڈایلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر کے مطابق کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱۵ کی

آیت ۵۱، ۵۲ اور تھسلنیکیوں کے نام پہلے خط کے باب ۴ کی آیت ۱۷ میں اسی عقیدہ کی طرف اشارہ ہے۔

ان دونوں فائدوں پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت پطرس اور پولس ۶۲ء میں یوحنا کی وفات سے ۳۶ برس پہلے مقتول ہوئے۔ اسی طرح دوسرے حواری بھی وفات پا چکے تھے تو تمام حضرات وفات تک ان دونوں غلطیوں میں مبتلا رہے ہوں گے اور یہی عقیدہ رکھتے ہوں گے کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہے گا یا زندہ جنت میں اٹھایا جائے گا اور قیامت اسی طبقہ کے لوگوں کی زندگی میں ہی آجائے گی۔ کرنتھیوں اور تھسلنیکیوں کے نام پہلے خطوں کی عبارت یوں ہے:-

کرنتھیوں کے نام پہلے خط باب ۱۵ آیت ۵۱، ۵۲ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں اس طرح ہے:-

دیکھو میں تم سے بھید[1] کی بات کہتا ہوں، ہم سب تو نہیں سوئیں گے مگر سب بدل جائیں گے اور یہ ایک دم میں، ایک پل میں، پچھلا نرسنگا پھونکتے ہی ہوگا۔ کیونکہ نرسنگا پھونکا جائے گا اور مردے غیر فانی حالت میں اٹھیں گے اور ہم بدل جائیں گے۔"[2]

تھسلنیکیوں کے نام پہلا خط باب ۴ آیت ۱۶، ۱۷ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں ہے:

"کیونکہ خداوند خود آسمان سے للکار اور مقرب فرشتہ کی آواز اور خدا کے نرسنگے

---

[1] قدیم حوالہ میں لفظ "غیب" استعمال ہوا ہے۔ ۱۲ ت

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۸ء میں یہ آیات یوں ہیں "دیکھو میں تمہیں غیب کی ایک بات کہتا ہوں کہ ہم نہ سوئیں گے پر ہم سب بدل ہوں گے، ایک دم ایک پل میں پچھلے صور پھونکتے ہوئے صور تو پھونکا جائیگا اور مردے اٹھیں گے اور ہم مبدل ہوئیں گے"۔ ۱۲ فہیم

کے ساتھ اتر آئے گا اور پہلے تو وہ جو مسیح میں موئے جی اٹھیں گے۔ پھر ہم جو زندہ باقی ہوں گے ان کے ساتھ بادلوں پر اٹھائے جائیں گے تاکہ ہوا میں خداوند کا استقبال کریں اور اس طرح ہمیشہ خداوند کے ساتھ رہیں گے"۔[1]

اب افسوس یہ ہے کہ پولس مقدس کی غیب کی وہ بات غیر صادق نکلی اور تمام حواری پچھلے نرسنگے کے پھونکنے سے پہلے ہی موت کی نیند سو گئے اور ایک کو بھی نرسنگا پھونکنے تک زندگی اور نزول کے وقت جناب مسیح کے استقبال کے لئے بادلوں پر اٹھایا جانا نصیب نہ ہو سکا۔

تیسرا فائدہ بارنس کا یہ قول کہ "مرنے سے پہلے یوحنا نے اس غلطی کو درست کر دینا مناسب خیال کیا" بالکل غلط ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ یہ انجیل یوحنا کی تصنیف ہی نہیں ہے بلکہ محقق برشینڈر اور اسٹاڈلن اور فرقہ الوجین کے قول کے مطابق یہ کسی دوسرے عیسائی کی تصنیف کردہ ہے اور اگر اس کی تصنیف تسلیم بھی کرلیں تب بھی مشہور عظیم عیسائی محقق گروٹیس کے مطابق اکیسواں باب ہرگز یوحنا کی تصنیف نہیں ہے بلکہ یوحنا کی وفات کے بعد افسس کے کلیسا نے اپنی طرف سے اسے اس میں شامل کر دیا ہے۔ لہٰذا اس غلطی کو صحیح کرنے والا افسس کا کلیسا ہے نا کہ یوحنا، یوحنا تو اپنے اسی عقیدے پر ہی وفات پا گئے ہوں گے۔ مگر جب عیسائیوں نے دیکھا کہ یوحنا تو وفات پا چکے اور مسیح کا نزول نہیں ہوا تو اس باب کو شامل کرنے کی جرأت کر کے قول مسیح کی تاویل کی کوشش کی۔

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ آیات اس طرح ہیں "کیونکہ خداوند آپ دھوم سے مقرب فرشتے کے اہتمام کے ساتھ خدا کا نرسنگا پھونکتے ہوئے آسمان پر سے اتریگا اور جو مسیح میں ہو کے موئے ہیں وے پہلے اٹھینگے اوس کے بعد ہم جو جیتے بچ رہینگے اون سمیت بدلیوں پر ناگاہ چڑھائے جائینگے تاکہ ہوا میں خداوند سے ملاقات کریں سو ہم خداوند کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے"۔ ۱۲ فہیم

چوتھا فائدہ حواریوں کی وہ روایت جو عیسائیوں میں مشہور تھی، جب چھوٹی تھی جیسا کہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں تصریح موجود ہے۔ تو اب انجیلوں کی کوئی روایت الہامی اور واجب الاعتقاد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ تمام انجیل نویس حضرت عیسیٰؑ کے اقوال کو اپنی اپنی سمجھ کے مطابق روایت بالمعنی کرتے ہیں۔ اُن کے الفاظ سے کوئی بھی روایت نہیں کرتا اور حواریوں کا کبھی کبھی غلط سمجھنا اور بعض غلطیوں پر قائم رہنا ثابت ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔

اس کے علاوہ بھی حواری حضرات بہت سے مقامات پر قول مسیحؑ کے مجمل ہونے کے سبب مطلب عیسوی کو نہیں سمجھ سکے اور پاس ادب اور خوف کی بنا پر وضاحت بھی نہیں کرا سکے۔ بطور نمونہ اس بارے میں چند شواہد پیش خدمت ہیں:۔

پہلا شاہد انجیل یوحنا باب ۲ آیت ۱۹-۲۲ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یہودیوں کے جواب میں جناب مسیح کا یہ قول منقول ہے:۔

"یسوع نے جواب میں ان سے کہا اس مقدس[1] کو ڈھادو تو میں اُسے تین دن میں کھڑا کر دوں گا۔ یہودیوں نے کہا چھیالیس برس میں یہ مقدس بنا ہے اور کیا تو اسے تین دن میں کھڑا کر دے گا؟ مگر اُس نے اپنے بدن کے مقدس کی بابت کہا تھا۔ پس جب وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا تو اُس کے شاگردوں کو یاد آیا کہ اُس نے یہ کہا تھا اور انہوں نے کتاب مقدس اور اُس قول کا جو یسوع نے کہا تھا یقین کیا[2]۔"

---

[1] اصل حوالہ میں لفظ "ہیکل" ہے جو مقدس ہی کا ہم معنی ہے۔ ۱۲ مجیب

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں یہ آیات ان الفاظ میں روایت ہوئی ہیں "یسوع نے جواب دے کر انہیں کہا اس ہیکل کو ڈھادو میں اوسے تین دن میں کھڑا کرونگا یہودیوں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۵۱۷ پر)

مذکورہ عبارت میں یوحنا کی تصریح کے مطابق جناب مسیح کے اس قول کو نہ کسی یہودی نے سمجھا عالم اور جاہل سب برابر رہے اور نہ ہی حواریوں اور مریدوں نے سمجھا تھا۔ بلکہ جناب مسیح کے زندہ ہو جانے کے بعد حواریوں نے یہ سمجھا کہ مقدس سے تو جسم عیسوی مراد تھا۔

دوسرا شاہد یوحنا باب ۶ آیت ۵۱ - ۵۶ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ :-

”میں ہوں وہ زندگی کی روٹی جو آسمان سے اُتری اگر کوئی اس روٹی میں سے کھائے تو ابد تک زندہ رہے گا بلکہ جو روٹی میں جہان کی زندگی

(بقیہ حاشیہ ۵۱۶ سے آگے) نے کہا چالیس برس سے یہ ہیکل بن رہا ہے تو اسے تین دن میں بنائے گا پر اوس نے اپنے بدن کے ہیکل کی بات کہی تھی اس لئے جب وہ مُردوں میں سے جی اوٹھا تو اوسکے شاگردوں کو یاد آیا اوسنے اونہیں یہ کہا تھا اور وے کتابوں پر اور اوس کلمہ پر جو یسوع نے کہا تھا ایمان لائے ۔“ ۱۲ فہیم

لہ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۹۶ء میں یہ آیات اس طرح ہیں "میں ہوں وہ جیتی روٹی جو آسمان سے اتری اگر کوئی اوس روٹی کو کھائے ابد تک جیتا رہے گا اور روٹی جو میں دوں گا میرا گوشت ہے جو میں جہان کی حیات کے لئے دوں گا تب یہودی آپس میں بحث کرنے لگے کہ یہ مرد اپنا گوشت کیونکر ہمیں دے سکتا ہے کہ کھائیں۔ یسوع نے اونہیں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں اگر تم ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ اور اوس کا لہو نہ پیو تم میں حیات نہیں ہے جو کوئی میرا گوشت کھاتا ہے اور میرا لہو پیتا ہے حیات ابدی پاتا ہے اور میں اوسے پچھلے دن اٹھاؤں گا کہ میرا گوشت فی الحقیقت خوردنی اور میرا لہو فی الحقیقت نوشیدنی ہے وہ جو میرا گوشت کھاتا ہے اور میرا لہو پیتا ہے مجھ میں بستا ہے اور میں اوس میں ۔“ ۱۲ فہیم

کے لئے دوں گا وہ میرا گوشت ہے۔

پس یہودی یہ کہہ کر آپس میں جھگڑنے لگے کہ یہ شخص اپنا گوشت ہمیں کیونکر کھانے کو دے سکتا ہے؟ یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک تم ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ اور اس کا خون نہ پیو تم میں زندگی نہیں۔ جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے اور میں اسے آخری دن پھر زندہ کروں گا۔ کیونکہ میرا گوشت فی الحقیقت کھانے کی چیز اور میرا خون فی الحقیقت پینے کی چیز ہے۔ جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے وہ مجھ میں قائم رہتا ہے اور میں اس میں "

اور آیت ۶۰ میں ہے :۔

"اس لئے اس کے شاگردوں میں سے بہتوں نے سن کر کہا کہ یہ کلام ناگوار ہے اسے کون سن سکتا ہے[1] "

دیکھئے یہاں جناب مسیح کا کلام نہ کسی یہودی کی سمجھ میں آیا اور مسیح کے بہت سے شاگردوں نے بھی اس کو سخت ناگوار خیال کیا۔

تیسرا شاہد یوحنا باب ۱۱ آیت ۱۱ - ۱۳ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے :۔

"اس نے یہ باتیں کہیں اور اس کے بعد ان سے کہنے لگا کہ ہمارا دوست لعزر سو گیا ہے لیکن میں اسے جگانے جاتا ہوں۔ پس شاگردوں نے اس سے کہا اے خداوند! اگر سو گیا ہے تو بچ جائے گا۔ یسوع نے تو

---

[1] یہ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں یوں ہے "تب اس کے شاگردوں میں بہتوں نے سن کے کہا کہ یہ سخت مشکل کلام ہے اور اسے کون سن سکتا ہے " ۱۲ فہیم

اس کی موت کی بابت کہا تھا مگر وہ سمجھے کہ آرام کی نیند کی بابت کہا[1]"

اس جگہ بھی جناب مسیح کے شاگرد آپ کے کلام کا مطلب نہیں سمجھ سکے۔

چوتھا شاہد | متی باب ۱۶ آیت ۶-۸ میں ہے :-

"یسوع نے اُن سے کہا خبردار فریسیوں اور صدوقیوں کے خمیر سے ہوشیار رہنا وہ آپس میں چرچا کرنے لگے کہ ہم روٹی نہیں لائے۔ یسوع نے یہ معلوم کرکے کہا اے کم اعتقادو! تم آپس میں کیوں چرچا کرتے ہو کہ ہمارے پاس روٹی نہیں[2]"

اور آیت ۱۱، ۱۲ میں ہے :-

"کیا وجہ ہے کہ تم یہ نہیں سمجھتے کہ میں نے تم سے روٹی کی بابت نہیں کہا فریسیوں اور صدوقیوں کے خمیر سے خبردار رہو تب اُن کی سمجھ میں آیا کہ اُس نے روٹی کے خمیر سے نہیں بلکہ فریسیوں اور صدوقیوں کی تعلیم سے

---

[1] اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں آیات اس طرح نقل ہوئی ہیں "اوس نے یہ باتیں کہیں پھر اونسے کہا ہمارا دوست لعازر سوگیا ہے میں جاتا ہوں کہ اوسے جگاؤں۔ تب اوسکے شاگردوں نے کہا اے خداوند اگر وہ سوتا ہے تو چنگا ہوگا یسوع نے اوسکی موت کی کہی تھی پر اونہوں نے خیال کیا کہ اوس نے نیند کے چین کی فرمائی" ۱۲ فہیم

[2] قدیم حوالوں میں یہ آیات یوں ہیں "تب یسوع نے اون سے کہا کہ خبردار فروسیوں اور زنادقوں کے خمیر سے پرہیز کرو اونہوں نے اپنے دل میں گمان کرکے کہا کہ اوس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے روٹیاں ساتھ نہ لیں۔ لیکن یسوع نے یہ دریافت کرکے اونسے کہا کہ اے کم اعتقادو تم اپنے دل میں کیوں گمان کرتے ہو کہ یہ روٹیاں نہ لینے کے سبب سے ہے" ۱۲ فہیم

خمیر وادار بینے کو کہا تھا۔[1]

پانچواں شاہد لوقا باب ۹ آیت ۴۴، ۴۵ میں تمام حواریوں سے جناب مسیح مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :-

" تمہارے کانوں میں یہ باتیں پڑی رہیں کیونکہ ابن آدم آدمیوں کے ہاتھ میں حوالے کئے جانے کو ہے "۔

" لیکن وہ اس بات کو سمجھتے نہ تھے بلکہ یہ اُن سے چھپائی گئی تاکہ اُسے معلوم نہ کریں اور اس بات کی بابت اُس سے پوچھتے ہوئے ڈرتے تھے "۔[2]

دیکھئے یہاں سب حواری جناب مسیح کا کلام نہ سمجھ سکے اور خوف کے زیر اثر سوال بھی نہ کر سکے ۔

چھٹا شاہد لوقا باب ۱۸ آیت ۳۱-۳۴ میں ہے :-

" پھر اُس نے ان بارہ کو ساتھ لے کر اُن سے کہا کہ دیکھو ہم یروشلیم کو

---

[1] قدیم حوالے ان آیات کو اس طرح نقل کرتے ہیں " تم کیوں نہیں سوچتے کہ میں نے تم سے روٹی کے لئے نہیں کہا کہ تم فریسیوں اور زندقیوں کے خمیر سے پرہیز کرو تب وے سمجھے کہ اس نے انہیں روٹی کے خمیر سے نہیں بلکہ فریسیوں اور زندقیوں کی تعلیم سے پرہیز کرنے کو کہا "۔ ۱۲ تفہیم

[2] قدیم اردو ترجمے ان آیات کو یوں نقل کرتے ہیں " کہ ان باتوں کو کانوں سے سن رکھو کہ ابن آدم خلق کے ہاتھ میں گرفتار کروایا جاوے گا پر وے اس کلام کو نہ سمجھے اور یہ ان پر پوشیدہ رہا تا نہووے کہ وے اسے دریافت کریں اور انہوں نے مارے ڈر کے اس سے سوال نہ کیا "۔ ۱۲ تفہیم

جاتے ہیں اور جتنی باتیں نبیوں کی معرفت لکھی گئی ہیں ابن آدم کے حق میں پوری ہوں گی۔ کیونکہ وہ غیر قوم[1] کے حوالے کیا جائے گا اور لوگ اس کو ٹھٹھوں میں اڑائیں گے اور بے عزت کریں گے اور اس پر تھوکیں گے اور اس کو کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے اور وہ تیسرے دن جی اٹھے گا۔ لیکن انہوں نے ان میں سے کوئی بات نہ سمجھی اور یہ قول ان پر پوشیدہ رہا اور ان باتوں کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آیا۔"

یہاں بھی حواری کچھ نہ سمجھے۔

ساتواں شاہد | مسیحی تعلیمات کے مطابق عروج مسیح تک تمام حواری یہی سمجھتے رہے کہ مسیح کی بادشاہت دنیوی ہے اور ہمیں بھی سلطنت وحکومت ملے گی۔

غرضیکہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں کہ روایت بالمعنی کرنے کے باوجود انجیل کے مصنفین سے انجیل کے دوسرے مقامات کو سمجھنے میں بھی غلطی نہ ہوتی ہوگی، نیز مرقس اور لوقا نہ تو حواری ہیں اور نہ ہی چشم دید واقعات لکھتے ہیں اور متی کی انجیل کا فقط یونانی ترجمہ موجود ہے۔ لہٰذا ان تینوں کی روایت کا زیادہ سے زیادہ درجہ عام مورخین یا اخبار آحاد[2] کے راویوں کا ہوسکتا ہے۔

---

[1] قدیم حوالہ میں آیت ۳۲ یوں ہے "اس لئے کہ وہ عوام کے حوالہ کیا جائیگا اور لوگ اس سے ٹھٹھے کرینگے اور اوسکے منہ پر تھوکیں گے"۔ بائبل کے جدید اردو ترجمہ میں لفظ "عوام" کے بجائے "غیر قوم" کر دیا اور "بے عزت کریں گے" کا جملہ بڑھا دیا گیا ہے۔ "ت"

[2] "اخبار آحاد" خبر واحد کی جمع ہے۔ "خبر واحد" روایت کی ایک قسم ہے جس میں کوئی خبر یا روایت صرف ایک ہی روایت کرنے والے سے منقول ہو۔ علوم اسلامیہ میں روایات حدیث میں اس میں یہ تخصیص ہے کہ ایک راوی نے صرف ایک راوی سے روایت کی ہو۔ فن حدیث کی اصطلاح کے مطابق خبر واحد کی بعض صورتیں بالکل صحیح قرار پاتی ہیں۔ تفصیلات کیلئے مدون حدیث کی کتب ملاحظہ فرمائیں۔ "ت"

یہاں سے فرقہ پروٹسٹنٹ کے علماء کی اس انتہائی سچی بات کی حقانیت ثابت ہو جاتی ہے کہ حواریوں کا منصب کسی حکم شرعی کو مقرر کرنا نہیں تھا۔

تمام حواریوں نے حتیٰ کہ پطرس حواری نے بھی آسمان پر عروج مسیح کے بعد بڑی بڑی غلطیاں کی ہیں اور پولس تو غلطی کرنے میں سبھی کا سردار تھا جیسا کہ مقصد سوم کی فصل چہارم میں امر اول کے تحت ان کے اقوال مذکور ہو چکے ہیں۔

پانچواں فائدہ پیلی نے مخالفین کا یہ الزام تسلیم کر لیا کہ حواری اور پہلے عیسائی غلطی سے یہی امید رکھتے تھے کہ یقیناً قیامت انہی کے زمانے میں آجائے گی اور اس غلطی کا یہ جواب دیا کہ ہمیں تو حواریوں کی گواہی چاہیئے اُن کی ذاتی رائے سے کوئی سروکار نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں تو مخالفین کو الزام دھرنے کی اور بھی گنجائش پیدا ہو گئی اور ان کا اعتراض بالکل سچا ثابت ہو گیا۔ اور اس مجیب کے اقرار کے مطابق یہ حقیقت ثابت ہو گئی کہ حواریوں کا کلام الہامی اور واجب التسلیم نہیں۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ دیانتدار مورخین کے اقوال کی مانند ہے۔ اور رہی ان کی شہادت تو اس میں بھی سہو و خطا کا خطرہ موجود ہے۔

چھٹا فائدہ پیلی کا یہ قول کہ "دین عیسوی کی حمایت میں حواری کی ہر دلیل اور ہر تشبیہ کے درست ہونے کو تسلیم کرنا ضروری نہیں الخ" دلالت کرتا ہے کہ عہد جدید کے اس مجموعہ مندرج حواریوں کے تمام اقوال الہامی نہیں ہیں۔

ملاحظہ ہو "مقصد سوم فصل چہارم" ا۔ انبیاء اور حواریوں کی تمام تحریری الہامی نہیں"۔ کتاب ہذا ص ۴۴۴ - ۱۲ مجیب

میں کہتا ہوں کہ کلام عیسوی کے ساتھ بطور تفسیر کے حواریوں نے اپنی طرف سے جو کچھ ملایا ہے وہ بھی ہرگز واجب التسلیم نہیں ہے بلکہ اس کے الحاق اور بلا دلیل ہونے سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی صرف اتنا ثابت ہوگا کہ ان کا اپنا گمان اس بارے میں یوں تھا، خواہ وہ غلط تھا یا صحیح تھا۔

حواریوں کی ان تفسیروں کی تفصیل کتاب "استفسار"[1] کے سولھویں استفسار میں ملاحظہ فرمائیں۔

ساتواں فائدہ

پیلی کا یہ قول کہ "ان کے مقدمات سے جو نتیجہ نکلے وہ ہم پر واجب التسلیم ہے مگر ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام مقدمات کی تشریح کرتے رہیں یا انہیں من وعن قبول کریں الخ" قابل تعجب ہے۔ اس لئے کہ جب دلیل کے مقدمات ہی مقبول اور واجب التسلیم نہ ہوں تو ان سے جو نتیجہ نکلے گا وہ کس طرح مقبول اور واجب التسلیم قرار پا سکتا ہے۔

عیسائی محقق برکس، پیلی کا یہ قول نقل کرکے حاشیہ میں استہزاءً یہ لکھتا ہے کہ :-

> "یہ ایک نہایت نامعقول خیال ہے کہ حواریوں نے بُرے مقدمات استعمال کرنے کے باوجود اچھا نتیجہ نکالا اور جو مطلب خدا نے پہلے الہام کیا تھا اُس میں غلطی کی حالانکہ وہ تازہ الہام کی تعلیم میں معروف

---

[1] "استفسار" مولانا آلِ حسن صاحبؒ کی ردِ عیسائیت پر لاجواب کتاب ہے، مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی مشہور کتاب "ازالۃ الاوہام" مطبوعہ ۱۲۶۹ھ شاہجہان آباد کے حاشیہ پر طبع ہوچکی ہے (مقدمہ بائبل سے قرآن تک ص ۲۱۳) ۱۲ ت

تھے۔ اسی طرح یہ کہ اُنہوں نے کتبِ مقدسہ کے ایک حصّہ کی حالت لکھنے کی خاطر دوسرے حصّہ کو بدل ڈالا اور جو شخص ایسے مقدمات کو استعمال کرے جن پر یقین نہیں ہے وہ دیانت دار نہیں ہو سکتا اور دینِ عیسوی کے مسائل کے اثبات کے لئے حواریوں نے جو اِن مقدمات کو استعمال کیا ہے وہ ہر عیسائی کے لئے اُن مقدمات کی صداقت کی پوری دلیل ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو طریقہ استدلال بے فائدہ اور بدتر بلکہ استہزاء کے قابل ہے"

اس عیسائی محقق نے اگرچہ چیلی پر بہت لے دے کی ہے مگر اپنی طرف سے کوئی اچھی توجیہہ پیش نہیں کر سکا۔

بہر حال اس کتاب کے مقدمہ اور تینوں مقصدوں کے قاری پر یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہے کہ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کے جس مجموعہ کا نام "بائبل" ہے، اس کی نہ تو کوئی متصل سند موجود ہے اور نہ یہ مجموعہ الحاق، غلطی اور تحریف سے خالی ہے۔

بائبل کے دُوسرے ترجمے

گذشتہ صفحات میں بائبل کے اصل نسخوں کے احوال تفصیل سے بیان کر دینے کے بعد اس بات کی ضرورت تو نہیں رہتی کہ ان ترجموں کے بارے میں کچھ لکھا جائے جن کو پادری حضرات انجیل، توریت اور دوسری کتابوں کے نام سے تقسیم کرتے رہتے ہیں اس لئے کہ جب اصل بائبل کا یہ حال ہے (جو گذشتہ صفحات میں بیان ہُوا)، تو جو کتابیں اس اصل کے تابع ہیں ان کو جو خراب حالت ہوگی وہ بالکل واضح ہے۔

تاہم ہم چند ایسے ترجموں کا تذکرہ کرتے ہیں جو عیسائیوں کے ہاں مشہور اور معتبر قرار دیئے جاتے ہیں۔ باقی ترجموں کو بھی انہی پر قیاس کر لیا جائے۔

۱۔ یُونانی ترجمہ یہ سب سے بڑا ترجمہ شمار کیا جاتا ہے اس میں موجود خرابیوں کا حال مقصد دوم کے آخر میں بیان ہو چکا ہے۔[1]

۲۔ لاطینی ترجمہ یہ ترجمہ رومن کیتھولک فرقہ کا مدارِ ایمان ہے اس کی خرابیوں کا حال مقدمہ کی تیسری فصل میں مذکور ہو چکا ہے۔[2]

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب ہذا صـــ۳۲۹ــــ ۔ ۱۲ نجیب

[2] ملاحظہ ہو کتاب ہذا صــ۱ــ ۔ ۱۲ نجیب

۳- اراز مس کا یونانی نسخہ

یہاں یہ بات یاد رہے کہ پندرہویں صدی تک انگلستان میں یونانی زبان سے واقفیت نہیں پائی جاتی تھی۔ ۱۴۵۳ء میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے شہر کو فتح کیا تو اُس وقت اہلِ یونان براعظم یورپ کے مختلف ملکوں میں چلے گئے۔ کچھ لوگ انگلستان بھی آ گئے تھے۔ اس وقت سے وہاں کے لوگ اس زبان سے واقف ہونے شروع ہوئے۔ بیگسٹر لکھتا ہے :-

"۱۴۵۳ء میں جب ترکوں نے قسطنطنیہ کے شہر کو فتح کر لیا تو وہاں کے باشندے ترکِ وطن کر گئے اور یونانی نسخے اپنے ساتھ لے گئے۔ ۱۵۱۶ء میں ڈاکٹر لی نیکر کے ذریعے یونانی علم انگلینڈ میں داخل ہوا۔"

اراز مس نے ۱۵۱۶ء میں اپنا یونانی ترجمہ تیار کیا۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کا عظیم عالم ولیم کارپینٹر کہتا ہے :-

سب سے پہلے یونانی کا جو نسخہ رواج پذیر ہوا وہ اراز مس کا نسخہ ہے یہ نسخہ ۱۵۱۶ء میں رائج ہوا۔ اور جن نسخوں کی مدد سے اس نے وہ نسخہ تیار کیا وہ صرف چار ہی نسخے تھے۔ جن نسخوں کو اس نے اس تیاری میں استعمال کیا ان میں سے بھی تین نسخے مکمل نہیں تھے بلکہ وہ عہد جدید کی کتابوں کے کچھ اجزاء تھے اور کچھ معتبر بھی نہ تھے۔ اپنے نسخہ میں وہ بعض یونانی مرشدوں اور لاطینی ترجمہ سے تصحیح کر لیتا تھا۔ اور اگر کسی مقام پر مطلب واضح نہ ہوتا تو اپنی رائے سے اسے صحیح کر دیتا تھا۔ اراز مس کے پاس موجود مواد کی قلت کے سبب، باوجودیکہ وہ بڑا محقق اور ذہین بھی ہو، اس کا یہ نسخہ بہت بہتر نہیں ہو سکتا۔ بعد کی طباعتوں میں اُس نے بہت سی تبدیلیاں بھی کیں اور ان میں سے بعض اچھی بھی تھیں۔ مگر پھر بھی اُس کے اصل نسخہ

یں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔"

دیکھئے ولیم کارپینٹر کے اقرار کے مطابق اراز مس کا نسخہ صرف چار ہی نسخوں کی مدد سے تیار ہوا تھا اور ان میں سے بھی تین نسخے ناقص تھے۔ پھر اس کی تصحیح بعض مقامات میں اراز مس کے اپنے خیال کے مطابق ہوئی۔ وہ اگرچہ محقق اور ذہین ہی ہو لیکن مذکورہ حالات کے سبب وہ اچھا نہیں ہو سکتا۔

۴۔ ٹنڈیل کا انگریزی ترجمہ ٹنڈیل نے یہ انگریزی ترجمہ اراز مس کے یونانی نسخہ کے تیسرے ایڈیشن سے کیا ہے۔ اصل نسخہ کا حال جب معلوم ہو چکا تو اس ترجمہ کی حالت خود بخود ظاہر ہو گئی۔ اس کے علاوہ اس قدر غلط تھا کہ ایڈورڈ ششم کے عہد میں غلطیوں کی بھرمار کے الزام میں اس کے تمام نسخے جلا ڈالے گئے۔ بشپ ٹنسٹل نے اس ترجمہ کے صرف عہد جدید میں دو ہزار غلطیوں کی نشاندہی کی تھی۔

۵۔ لوتھر کا ڈچ ترجمہ دین عیسوی کے مشہور مصلح جناب لوتھر نے ولندیزی زبان میں یہ ترجمہ کیا تھا۔ اس ترجمہ کا مقام اس سے کیا جا سکتا ہے کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بہت بڑے عالم زونگلیس نے اس مصلح دین کو اس ترجمہ کے بارے میں لکھا تھا :-

"اے لوتھر: تو خدا کے کلام کو بگاڑتا ہے اور تو پاک کتابوں کو صریح بگاڑنے اور بدلنے والا ہے۔ تجھ سے ہمیں کتنی شرم آتی ہے کہ پہلے ہم تیری بے حد قدر کرتے تھے اور اب یہ ثابت کریں کہ تو کس قماش کا انسان ہے۔"

اس کے نتیجہ میں جناب مصلح صاحب نے زونگلیس کے ترجمہ کو فہرست سے خارج کر دیا تھا اور دین کے معاملہ میں زونگلیس کو احمق، گدھا، دجال اور فریبی قرار دیتے تھے۔ لکرک اس ترجمہ کے متعلق لکھتا ہے :-

دوبرترجمہ عہدِ عتیق کی کتابوں، خصوصاً کتاب ایوب اور دوسرے پیغمبروں کی کتابوں کو عیب دار ثابت کرتا ہے اور یہ گھناؤنی بات بہت زیادہ ہے اور عہد جدید کا ترجمہ بھی حد سے زیادہ معیوب ہے "۔

اسی طرح تیسر اور وسیا نڈرین جناب مصلح صاحب کو برملا کہتے تھے کہ تو نے یہ ترجمہ بالکل غلط کیا ہے۔ اسٹافیلس اور امیر لس نے اس ترجمہ کے عہد جدید میں چودہ سو خرابیوں کی نشاندہی کر کے انہیں بدعتی قرار دیا ہے۔

۶۔ بیزا کا انگریزی ترجمہ انگلستان کے لوگ اسی ترجمہ کے پیرو ہیں۔ اس ترجمہ کا حال یہ ہے کہ ایکولمپیدیس اور بیزل کے علماء کا کہنا ہے کہ یہ ترجمہ بیشتر مقامات میں انتہائی برا اور روح القدس کے بالکل مخالف ہے۔ فاضل مولی آس کہتا ہے کہ بیزا حقیقت میں متن انجیل کی عبارت کو ہی تبدیل کر دیتا ہے۔ کالون مذہب کے ایک فاضل کاسٹیلیو نے جو اوسلیڈر کے قول کے مطابق ماہر اور زبان پر عبور رکھتا تھا۔ ترجمہ بیزا کی خرابیوں کے اثبات کے متعلق اپنی کتاب میں ملامت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں اس کی تمام غلطیاں نہیں لکھوں گا کیونکہ اس مقصد کے لئے ایک بہت بڑی کتاب چاہیے۔

۷۔ کاسٹیلیو کا ترجمہ اس کے بارے میں بیزا کہتا ہے کہ یہ ترجمہ بدتر خراب اور ملحدانہ ہے اس کے جواب میں کاسٹیلیو نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ بائبل کے ہمارے لاطینی اور فرانسیسی ترجمہ کو بعض لوگوں نے غیر معقول نہیں سمجھا بلکہ روح القدس کے ارادے کے برخلاف قرار دے کر اس پر رد کیا ہے۔

۸۔ علماء زورک کا ترجمہ لوتھرس اور ہوسی پین نے اپنی تاریخوں میں لکھا ہے کہ فروشی دوس نے یہ ترجمہ چھاپ کر لوتھر کے پاس

بھیجا۔ نوتھر نے اس کو ناپسند کر کے واپس کر دیا اور مردود قرار دیا۔

۹۔ طانکرین کا ترجمہ

ایک طرادوت سکسی نے اس ترجمہ کو بڑے غصے سے مردود ٹھہرایا اور اس کی جگہ جناب نوتھر کے ترجمہ کو مقرر کر دیا۔

۱۰۔ کتاب الصلوٰۃ کا ترجمہ

کتاب الصلوٰۃ کے اس ترجمہ میں بعض زبوروں کے ترجمے بھی شامل تھے۔ یہ ترجمہ خالص انگلستان میں ہی ہوا تھا۔ اس کی حالت یہ ہے کہ پروٹسٹنٹ لوگوں نے جیمس اول کو اس مضمون کی ایک درخواست دی تھی کہ ہماری نماز کی کتاب میں جو زبوریں داخل ہیں ان میں تقریباً دو سو مقامات پر عبرانی نسخہ کے مخالف کمی بیشی اور تحریف موجود ہے چنانچہ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس میں اس ترجمہ کی تمام غلطیاں درج کر دی گئیں۔

دوسرے ترجموں پر عیسائی علماء کا تبصرہ

بائبل کے مذکورہ بالا ترجموں کے علاوہ دوسرے ترجموں اور اُن کے مفسروں کا بھی ویسا ہی حال ہے۔

موّلی نس کہتا ہے :-

"موسکاؤن نے اپنی کتاب ہارمنی میں انجیل کی عبارتوں کو تہ و بالا کر دیا اور انجیل کے الفاظ پر اندھیرے کے پردے چڑھا دیئے اور متن میں بھی عبارت بڑھا دی"

مسٹر کارلائل کہتے ہیں :-

"انگریزی مترجموں نے مطلب کو فاسد کیا، سچ کو چھپایا اور جاہلوں کو فریب دیا۔ انجیل کے سیدھے سادے مطالب کو توڑ مروڑ کر پیش کیا، حقیقت میں ان لوگوں کو نور سے ظلمت اور سچ کی نسبت جھوٹ زیادہ پسند ہے"

رنیلڈ نے جب انگلستان کے کلیسا پر الزامات عائد کئے تو وائیٹیکر کو مجبوراً یہ لکھنا پڑا :-

"کارٹ رائٹ اور دوسرے حضرات نے جو ہمارے بائبل کے ترجمہ کے خلاف لکھا ہے وہ بے فائدہ ہے اس سے کچھ مفید مطلب حاصل نہیں ہوتا البتہ بعض چیزیں ہمارے ترجمہ میں ضرور قابلِ اصلاح ہیں "

لنکن کے علماء نے دینی وجوہات کے سبب بادشاہ کو مطلع کیا کہ :-

"بائبل کا ترجمہ انتہائی خراب ہے۔ بعض مقامات میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور بعض جگہ بات کو بالکل بدل دیا گیا ہے اور بعض جگہ روح القدس کی مراد کو پوشیدہ کر دیا ہے "

بعض لوگوں نے اس ترجمہ کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے کہ :-

"یہ بے ہودہ اور بے معنی ترجمہ ہے بہت سے مقامات میں روح القدس کی مراد کو الٹ کے رکھ دیا گیا ہے "

یہی وجہ ہے کہ اکثر پروٹسٹنٹ حضرات نے اس ترجمہ پر تصدیقی دستخط نہیں کئے۔ چنانچہ مسٹر بر جیتس نے کہا تھا :-

"ایسا ترجمہ جس میں بے انتہا کمی بیشی کی گئی ہے، بعض مقامات میں مطلب کو پوشیدہ کرتا ہے اور بعض جگہ بالکل مفہوم بدل دیتا ہے، میں اس کی کس طرح تصدیق کر سکتا ہوں "

مسٹر بروٹن نے کونسل کے لارڈ حضرات سے درخواست کی تھی کہ :-

"چونکہ انگلستان میں موجودہ رائج ترجمہ غلطیوں سے بھرا ہوا ہے اس لئے ایک نیا انگریزی ترجمہ تیار کیا جائے "

اور بشپ حضرات سے کہتا ہے کہ :-

"ہمارے مشہور انگریزی ترجمہ کی یہ حالت ہے کہ اس میں عہد عتیق کی کتابوں کی عبارت کو ۲۰۴۰ مقامات پر الٹ دیا گیا ہے اور یہ کروڑہا انسانوں کے عہد جدید کی کتابوں کے رد کرنے اور دوزخ میں پڑنے کا سبب بنا ہے۔"

[illegible] اور یہ انگریزی ترجمہ جس کو عیسائی علماء نے "مطلب کو فاسد کرنے والا سچ کو چھپانے والا، انجیل کے سیدھے سادے مطلب کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے والا، روح القدس کی مراد کو پوشیدہ کرنے والا، روح القدس کی مراد کو بدل دینے والا، بے ہودہ، بے معنی، غلطیوں سے ایسا پُر کہ ۲۰۴۰ مقامات پر عہد عتیق کے عبارتوں کو بدل ڈالا اور کروڑوں آدمیوں کے عہد جدید کو رد کرنے کا سبب بننے کے القابات سے نوازا ہے۔ اس کے بارے میں ظاہر ہے کہ ٹولائل اپنی اس بات میں انتہائی سچے ہیں کہ "انگریزی مترجموں کو نور سے ظلمت اور سچ کی نسبت جھوٹ زیادہ پسند ہے۔" اس لئے کہ آج[1] بھی ہم جب اردو، فارسی اور عربی ترجموں کے مختلف سالوں کے مطبوعہ نسخوں کا باہم موازنہ کرتے ہیں تو وہ سب خرابیاں جو اوپر مذکور ہوئیں ہماری نظروں کے سامنے آجاتی ہیں۔

عربی ترجمے تو ایسے لغو ہیں کہ ان کے بیشتر مقامات سے بالکل الٹ مطلب سمجھ میں آتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مترجم یقیناً عربی زبان سے ناآشنا ہیں۔ غریب مترجم بھی کیا کریں یہ تو ان کی اپنی زبان نہیں اور جب اپنی زبان میں لکھنے کا وہ حال ہے جو اوپر بیان ہوا چکا ہے تو پھر دوسری زبان میں ایسا لکھنے پر کیا شکایت کریں؟ چنانچہ بشپ مَنٹل نے ٹنڈیل کے ترجمہ میں صرف عہد جدید

---

[1] اعجاز عیسوی کی تالیف ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں ہوئی۔ فاضل مؤلف جب اس وقت تک کی یہ شکایت کر رہے ہیں تو اس سوا صدی میں اور کیا کچھ خرابیاں نہیں پیدا ہو گئی ہوں گی۔ ۱۲ تقی

میں دو ہزار خرابیوں کی نشاندہی کی تھی۔ ڈاکٹر گریگری مارٹن نے ان ترجموں میں موجود خرابیوں پر ایک مستقل کتاب لکھ ڈالی ہے۔

مسٹر مل نے صرف عہدِ جدید کے ترجموں میں[1] عبارتوں کے تیس ہزار اختلافات کی نشاندہی کی ہے۔

ہم نے یہ تمام اقوال وارڈ کی کتاب اغلاط نامہ سے نقل کئے ہیں۔ وارڈ نے ایک علمی لطیفہ لکھا ہے کہ :-

"وہ پروٹسٹنٹ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ کتب مقدسہ کا حافظ خدا ہے لہٰذا اس میں کوئی غلطی نہیں اور کیا پروٹسٹنٹ حضرات نے اختلاف عبارت کے بارے میں آواز اٹھائی ہے؟ کیا کیپلوس عہدِ عتیق میں اثبات اختلاف کے متعلق اپنی کتاب پروٹسٹنٹ کی اعانت سے چھپوا سکتا ہے؟

پروٹسٹنٹ دین کے نزدیک ازلی و ابدی معجزے نے عہد عتیق اور عہدِ جدید کو ادنیٰ سے ادنیٰ صدمہ سے بھی محفوظ رکھا ہے۔ مگر عبارتوں کے تیس ہزار اختلافات کے مضبوط لشکر کے سامنے یہ مسئلہ قدم جمائے کھڑا نہیں رہ سکتا۔"

بائبل کے علماء کے اعتراف کے مطابق عربی، لاطینی، یونانی اور انگریزی وغیرہ تمام ترجموں میں یہ خرابی مفرد[1]، تثنیہ[2]، جمع[3]، مرفوع[4]، منصوب[5]

---

[1] مفرد: اردو میں "تنہا یا اکیلا" سے تعبیر کر سکتے ہیں عربی میں اسم فعل حرف حتیٰ کہ ضمائر میں بھی اسکا لحاظ ہوتا ہے ۱۲ ن

[2] تثنیہ: ایک سے زائد اور تین سے کم افراد (اسم یا فعل) کیلئے عربی میں مستقل صیغہ ہے جسکی نظیر اردو میں نہیں ہے ۱۲ ن

[3] جمع: عربی میں دو سے زائد افراد (اسم فعل) کیلئے ہی استعمال ہوتا ہے اور اردو میں ایک سے زائد کو جمع کہتے ہیں ۱۲ ن

[4] مرفوع: یہ لفظ آخری حرف پر پیش والے لفظ کو کہتے ہیں یہ صرف اسم کے ساتھ مخصوص ہے مخصوص معنی کیلئے اسکا وجود ضروری ہے ۱۲ ن

[5] منصوب: یہ آخری حرف پر زبر والے لفظ کو کہتے ہیں یہ بھی صرف اسم کے ساتھ مخصوص ہے اور مخصوص معنی کیلئے اسکی رعایت ضروری ہوتی ہے ۱۲ ن

مجرور[1] اور مذکر و مؤنث کے استعمال میں چنداں فرق نہیں کیا گیا بلکہ ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال ایک عام وباء کی طرح کیا گیا ہے۔

پوپ اربانوس ہشتم نے جب عربی بائبل میں غلطیوں کی بھرمار دیکھی تو بہت سے قسیسین[2]، راہب، علماء اور عبرانی، یونانی اور عربی زبانوں کے ماہرین جمع کرکے ۱۶۲۵ء میں یہ حکم دیا کہ اس میں تصحیح کرکے از سرِ نو صحیح نسخہ تیار کریں۔ علماء نے بڑی محنت سے جب اس کو تیار کیا تو وہ بھی غلط رہا۔ اس لئے اس کے شروع میں ایک مقدمہ لکھا جس میں بطورِ عذر کھسیانے پن کا مظاہرہ کیا گیا۔ یہ مقدمہ "استفسار[3]" میں مکمل منقول ہے۔ یہاں ہم اس مقدمہ کی آخری حصہ کی بقدرِ ضرورت عبارت نقل کرتے ہیں :-

---

[1] یہ آخری حرف کے نیچے زیر والے لفظ کو کہتے ہیں۔ یہ بھی صرف اسم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی موجودگی معنی کی تبدیلی کا باعث ہوتی ہے۔ ۱۲

"(نوٹ : یہ تمام اصطلاحات عربی صرف و نحو سے متعلق ہیں عربی زبان میں ان کی تبدیلی سے معنی کہیں کے کہیں بدل جاتے ہیں مثلاً جملہ ہے جَاءَ مُحَمَّدٌ، محمد آیا اور یہ جملہ مکمل ہے۔ اگر اسے یوں پڑھیں کہ جَاءَ مُحَمَّدًا تو معنی یوں ہو جائیں گے "محمد کے پاس آیا" جملہ ناقص ہو گیا اور آنے والی کی خبر نہیں کون آیا؟ یہ صرف محمد کے آخری حرف "دال" پر پیش اور زبر کے بدلنے سے تبدیلی پیدا ہو گئی۔ تفصیل کے لئے عربی نحو کی کتب ملاحظہ ہوں۔ ۱۲ نجیب

[2] یہودی علماء کا ایک درجہ ۱۲ نجیب

[3] مولانا آلِ حسن کی ردِ عیسائیت پر مشہور تحقیقی کتاب۔ ۱۲ نجیب

"ثم انك فی هذا النقل تجد شيئاً من الكلام غير موافق قوانين اللغة بل مضادا لها كالجنس المذكر بدل المؤنث والعدد المفرد بدل الجمع والجمع بدل المثنى والرفع مكان الجر والنصب فی الاسم والجزم فی الفعل وزيادة الحروف عوض الحركات وما يشابه ذلك فكان سببا لهذا كله سذاجة كلام المسيحيين فصار لهم نوع تلك اللغة خصوصا ولكن ليس فی اللسان العربی فقط بل فی اللاطينی واليونانی والعبرانی تغافلت الانبياء والرسل والآباء الاولون عن قياس الكلام لانه لم يرد روح القدس أن تقيد اتساع الكلمة الالٰهية بالحدود المضيقة التی حددتها الفرائض النحوية فقدم لنا الاسرار السماوية بغير فصاحة وبلاغة بكلمات يسيرة الخ" ؎

؎ (ترجمہ) "تم اس نقل میں بہت سی چیزیں ایسی پاؤ گے جو عام قوانینِ لغت کے خلاف ہوں گی مثلاً مؤنث کے عوض میں مذکر اور جمع کی جگہ مفرد اور تثنیہ کی بجائے جمع اور زیر کی جگہ پیش اور اسم میں نصب اور فعل میں جزم، حرکات کی جگہ حروف کی زیادتی وغیرہ وغیرہ ان تمام باتوں کا سبب عیسائیوں کی زبان کی سادگی ہے اور اس طرح انھوں نے زبان کی ایک مخصوص قسم بنالی ہے۔ یہ بات عربی کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ لاطینی اور عبرانی اور یونانی زبانوں میں بھی انبیاء اور رسولوں نے اور ان کے اکابر اور بڑوں نے لغات اور الفاظ میں اس قسم کا تغافل برتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ روح القدس کا یہ منشا کبھی نہیں ہوا کہ کلام الٰہی کو ان حدود اور پابندیوں کے ساتھ جکڑ دیا جائے جو نحوی قواعد نے لگائی ہیں، اسی لئے اس نے ہمارے سامنے خدائی اسرار کو بغیر فصاحت و بلاغت کے آسان الفاظ میں پیش کیا" ۱۲ نجیب

اس عبارت میں اہلِ زبان نے کئی امور کا اعتراف کیا ہے۔

۱۔ ان کے اس ترجمہ میں کچھ کلام لغتِ عرب کی ضد ہے اور یہ کچھ خدا کے فضل سے اتنا عام ہے کہ کوئی صفحہ بلکہ کوئی سطر بھی اس پورے ترجمہ میں اس سے خالی نہ ہوگی۔

۲۔ عذر میں دو سبب بیان کئے ہیں۔ ایک تو مسیحی حضرت کے کلام کی سادگی کہ گویا ان کی عادت ہے کہ اپنی بول چال میں مذکر، مؤنث اور مرفوع و منصوب یا مجرور وغیرہ کی کوئی تمیز نہیں کرتے۔ دوسرا یہ کہ روح القدس، سابقہ پیغمبروں اور پوپ حضرات نے دانستہ طور پر اس بات سے چشم پوشی کی ہے کہ کلام ربانی نحوی قواعد کا پابند ہو۔

سادگی کا جائزہ

اب اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ گذشتہ اٹھارہ[1] سو برس میں ان حضرات کی اس سادگی نے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے۔

ان کے اپنے اقرار کے مطابق یہ بلا لاطینی، یونانی، عبرانی اور عربی سب ترجموں میں وبائی صورت میں پھیلی ہوئی ہے، اس معاملہ میں پوپ حضرات پر نہ ہمیں کوئی تعجب ہے اور نہ ان سے کوئی شکایت مگر غضب خدا کا یہ حضرات ان خرافات میں روح القدس اور اگلے پیغمبروں کو بھی شامل کرتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کوئی کلام نحوی قواعد کے خلاف اور سادگی میں لغت کے مخالف بلکہ اس کی ضد استعمال ہوگا تو یقیناً اس کو غلط قرار دیا جائے گا۔ حاشا وکلا پیغمبروں یا روح القدس کی یہ مرضی ہو سکتی ہے۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد اول کے صفحہ ۶۳۹ پر کتاب سلاطین اول باب ۱۷ کی آیت ۴[2] نقل کرکے

---

[1] یہ مدت اعجاز عیسوی کی تالیف (۱۲۸۰ھ، ۱۸۶۴ء) کے وقت تھی اب اس سوا سو سال میں کیا کچھ کیا گیا ہوگا یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ ۱۲ نجیب

[2] ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں آیت کے الفاظ یہ ہیں "اور تو اسی نالہ میں سے پینا اور میں نے کوؤں کو حکم کیا ہے کہ وہ تیری پرورش کریں" (۱۷ : ۴) ۱۲ نجیب

اس پر منکرین کے اعتراض اور اپنے جواب کو یوں لکھتا ہے :-

"بعض منکرین اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کوّے جو ناپاک جانور ہیں ایک پیغمبر کے لئے کس طرح خوراک لا سکتے تھے؟ لیکن یہ منکر اگر اصل لفظ کو دیکھتے تو ایسا اعتراض نہ کرتے۔ کیونکہ اصل لفظ "اُدرِم" ہے جس کے معنی عرب" ہیں جیسا کہ کتاب تواریخ دوم باب ۲۱ آیت ۱۶[1] اور نحمیا باب ۴ آیت ۷[2] میں استعمال ہوا ہے۔

علماء یہود کی کتاب پیدائش کی ایک تفسیر "برشیت ربا" سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں بیت شان کے نواح میں ایک شہر تھا جہاں اس پیغمبر (ایلیاہ) کو روپوش ہو جانے کا حکم ہوا تھا۔

جیروم کہتا ہے کہ "ادرم" ایک سرحدی شہر کے عرب باشندے ہیں جو پیغمبر کو کھانا پہنچاتے تھے، جیروم کی یہ گواہی بڑی قیمتی ہے۔

اگرچہ لاطینی مطبوعہ ترجموں میں کوّے کا لفظ لکھا ہے مگر تواریخ اور نحمیا اور جیروم نے "ادرم" کا ترجمہ عرب باشندے کیا ہے اور عربی ترجمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ سے آدمی ہی مراد ہیں جانور نہیں۔ مشہور یہودی مفسر جارچی نے بھی اس لفظ کا یہی ترجمہ کیا ہے اور یہ بھی ہو کیسے سکتا ہے کہ پاک پیغمبر جو شریعت کی اتباع میں گرم جوش اور شریعت کا بے باک حامی تھا کوّوں جیسے ناپاک

---

[1] ۱۹۶۳ء کے اردو ترجمہ میں آیت کے الفاظ یوں ہیں "اور خداوند نے یہورام کے خلاف فلستیوں اور اُن عربوں کا جو کوشیوں کی سمت میں رہتے ہیں دل ابھارا۔" (۲۱:۱۶) ۱۲ نجیب

[2] ۱۹۶۳ء کے اردو ترجمہ میں آیت کے الفاظ یوں ہیں "پر جب سنبلط اور طوبیاہ اور عربوں اور عمونیوں اور اشدودیوں نے سنا کہ یروشلیم کی فصیل مرمت ہوتی جاتی ہے اور دراڑیں بند ہونے لگیں تو وہ جل گئے۔" (۴:۷) ۱۲ نجیب

جانوروں سے خلافِ شریعت طریقے سے گوشت حاصل کرتا اور آسے یہ یقین بھی ہوتا کہ یہ ناپاک جانور اس کے لئے گوشت لانے سے پہلے لاشوں پر نہ جھپٹے ہوں گے۔ پھر ایلیاہ کو عرصہ دراز تک روٹی اور گوشت مہیا ہوتا رہا بھلا ایسی خدمت اتنی مدت تک کوؤں کی طرف کس طرح منسوب ہوسکتی ہے اس لئے انتہائی غالب یہی امر ہے کہ اوریب یا اوربو کے کچھ باشندوں نے پیغمبر کی خوراک بہم پہنچانے کا کام سرانجام دیا ہو گا "

ملاحظہ کیجئے کہ اس جگہ ہورن صاحب دلائل عقلیہ، یہودیوں کی تفسیروں اور جیروم کی گواہی سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ :-

"اوریم کے معنی عرب باشندے کرنا چاہئیں کوے نہیں "

اس اعتراف کے مطابق سب ترجموں کے ترجمے اور تمام عیسائی شارحین کی شرحیں اس مقام پر غلط ہیں۔ کتاب سلاطین اول باب ۱۷ کی آیت ۴ سنہ ۱۹۵۹ء کے اردو ترجمہ میں یوں[1] ہے :-

"اور تو اسی نالہ میں سے پینا اور میں نے کوؤں کو حکم کیا ہے کہ وہ تیری پرورش کریں "

بائبل میں ہمارے دعوے التحریف کے اثبات سے خداوند تعالیٰ کے فضل سے فراغت پائی ۔

---

[1] اس آیت کے الفاظ سنہ ۱۸۴۲ء کے مطبوعہ ترجمہ میں یوں ہیں "اور ایسا ہو گا کہ تو اس نالے سے پیوے گا اور میں نے کوؤں کو حکم کیا ہے کہ تیری پرورش کریں " ۱۲ نجیب

حصّہ دوُم

مشہور عیسائی پادری فنڈر کی کتاب

"میزان الحق"

کے باب اوّل کی تیسری فصل کا جواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

"میزان الحق" کے باب اوّل کی تیسری فصل کا جواب

اب ہم پادری فنڈر صاحب کی کتاب "میزان الحق" کے باب اول کی تیسری فصل کا جواب لکھتے ہیں۔ اس کتاب کے ۱۸۴۳ء کے مطبوعہ نسخے میں بھی اکثر مقامات پر کتب مقدسہ کی طرح پادری صاحب نے اس میں بھی ردّ وبدل اور کمی بیشی کر کے اسے دوبارہ ۱۸۶۶ء میں طبع کرایا۔ ان کے نزدیک بھی یہی آخری نسخہ ہی صحیح اور درست ہے۔ اس لئے ہم اس پہلے منسوخ شدہ نسخے سے صرف نظر کرتے ہوئے اس بعد کے مطبوعہ صحیح نسخہ سے عبارتوں کو لفظاً لفظاً نقل کر کے ان کے جواب ترتیب وار بیان کریں گے۔ وباللہ التوفیق

- پادری صاحب اس فصل میں لکھتے ہیں :-

"تیسری فصل اس بات کے ثبوت میں کہ محمدیوں کا یہ دعویٰ کہ کتب مقدسہ تحریف وتبدیل ہوئیں باطل ہے"

جواب مسلمانوں کا یہ مذکورہ دعویٰ بلاشبہ درست ہے اور پادری صاحب کا اس کو باطل کہنا غلط ہے جیسا کہ اس کتاب کے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے۔

- پادری صاحب کہتے ہیں :-

"قرآن اور اس کے معتقد دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیحی اور یہودیوں نے اپنی

مقدس کتابیں تحریف کیں اور اون آیتوں کو جو محمد کی طرف اشارہ تھیں نکال کر دوسرے لفظ اون کے مقام پر رکھ دیتے ہیں اور اس سبب سے مقدس کتابیں جواب اون کے بیان موافق اور رائج ہیں صحیح اور قابلِ اعتماد نہیں۔ ہاں واجب اور ضرور ہے کہ ہم بڑی دقت سے اس دعویٰ کی تحقیق پر متوجہ ہوویں "

جواب قرآن کریم سے درحقیقت یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہود بنو قریظہ و بنو نضیر وغیرہ کتب مقدسہ میں لفظی و معنوی تحریف کیا کرتے تھے اور قرآن میں انہی لوگوں کو تحریف کے جرم کا مرتکب قرار دیا گیا ہے اور قرآن کا یہ دعویٰ بلا شبہ سچا ہے اور ان لوگوں کی طرف سے لفظی و معنوی تحریف ثابت ہو گئی ہے۔ اگر پادری صاحب یا ان کے ہم خیال حضرات کے پاس اس دعویٰ کی غلطی پر کوئی دلیل ہو تو پیش کریں۔

مسلمانوں کا دعویٰ یہی ہے کہ عہدِ عتیق و عہدِ جدید کے پورے مجموعہ کی سند متصل نہیں اور اس مجموعہ میں یقیناً الحاق اور غلطی پائی جاتی ہے اور بعض مقامات پر تو قصداً تحریف کی گئی ہے۔ اور قدیم و جدید ترجموں کا حال تو بلا شبہ اصل سے بھی بدتر ہے اور ہمارے اس دعویٰ کا اثبات اس کتاب میں اچھی طرح ہو چکا۔

مسلمان یہ دعویٰ ہرگز نہیں کرتے کہ تحریف صرف انہی آیتوں میں ہوئی جن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی طرف اشارہ تھا بلکہ ان کا دعویٰ عام ہے کہ (کتب مقدسہ میں تحریف ہوئی ہے) اور کتبِ مقدسہ میں الحاق و تحریف ثابت ہو جانے کی وجہ سے یہ پورا مجموعہ اُن کے نزدیک نہ تو قابلِ اعتماد ہے اور نہ اس پر ایمان ضروری ہے۔

اور پادری صاحب کا یہ جملہ کہ :-

"اور ضرور ہے کہ بڑی وقت سے الخ"

صرف ایک سرسری وعدہ ہے جس کو انہوں نے قطعاً پورا نہیں کیا اور یہ کرتے بھی کیسے۔ کیونکہ اپنے گھر سے خوب واقف ہونے کے سبب وہ مسلمانوں کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

۹ پادری صاحب لکھتے ہیں :-

"جب کہ ہم محمدیوں سے اس دعویٰ کا ثبوت چاہتے ہیں تو تعجب ہے کہ اون میں سے کسی نے اب تک اس دعویٰ کو معتبر دلیلوں سے ثابت نہیں کیا ہے اور نہ (وہ) ان چار سوالوں کے جواب دیتے ہیں کہ آیا پرانے اور نئے عہد کی مقدس کتابیں کس وقت میں اور کن لوگوں کی معرفت اور کیونکر تحریف ہوئیں اور پھر سے بڑے لفظ کون سے ہیں اب تک مسیحیوں کے قرضدار رہتے ہیں اور سب محمدی صرف دعویٰ بلا دلیل پیش لا کے حکومت کی راہ سے کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہے اور ضرور ہے کہ ایسا ہی ہو۔ کیونکہ انجیل اور پرانے عہد کی کتابیں قرآن کے موافق نہیں اور قرآن میں بھی مسیحیوں اور یہودیوں کی مقدس کتابوں کی تحریف کا اشارہ ہوا ہے۔ لیکن جب تک کہ محمدی لوگ اپنے اس دعویٰ کو معتبر دلیلوں سے ثابت نہ کریں اور ان چار سوالوں کا جواب نہ دیویں مسیحیوں کو کچھ ضروری نہیں کہ ان کے اس دعویٰ پر توجہ کریں اور جواب دیں۔ کیونکہ جس دعویٰ کے ثبوت کی معتبر دلیلیں نہ ہوں وہ بے جا اور بے فائدہ ہے بلکہ (بلکہ) بغیر دلیل دعویٰ کرنا عقلمندوں کا کام نہیں۔"

جواب پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "جب کہ ہم" الخ درست نہیں کیونکہ لفظ "ہم" اور لفظ "محمدیوں" سے ان کی کیا مراد ہے؟ کیا اگلے پچھلے تمام

عیسائی جو بعثتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد گزرے ہیں اور اسی طرح تمام اگلے پچھلے مسلمان یا صرف عیسائیوں کا خاص فرقہ پروٹسٹنٹ جس کا ظہور ۱۵۱۹ء میں ہوا اور ان کے ہم عصر مسلمان یا عیسائیوں اور مسلمانوں سے اپنے ہم عصر مراد ہیں۔

اگر پہلی صورت مراد ہے تو ہم عرض کریں کہ ظہورِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد سے پندرہویں صدی عیسوی تک کے اختتام تک پوپ اور ان کے متعلقین کا اقتدار عروج پر تھا۔ اور وہ لوگ عہدِ عتیق کی کتابوں کے بارے میں خود یہ دلتے رکھتے تھے کہ یہودیوں نے ان میں تحریف کی ہے۔ لہٰذا اس وقت تک ان کے مقابلہ میں اہلِ اسلام کو اثباتِ تحریف کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ رہا سولھویں صدی سے اب تک کا حال تو آئندہ سطور میں کچھ اس کا حال بھی ملاحظہ کیجئے۔

اور اگر دوسری صورت مراد ہے تو ہماری عرض یہ ہے کہ متقدمین پروٹسٹنٹوں کی کوئی ایسی کتاب مسلمانوں کی نظر سے نہیں گزری کہ وہ بلاوجہ اثباتِ تحریف کے درپئے ہوتے۔ البتہ اتنا معلوم ہوا تھا کہ پروٹسٹنٹ[1] فرقہ کے پیشوا جناب

---

[1] فرقہ پروٹسٹنٹ Protestant عیسائیوں کا مشہور فرقہ جو سولھویں صدی عیسوی میں نمودار ہوا اور پھر رفتہ رفتہ تمام دنیا میں پھیل گیا۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ کلیسا کے پاپاؤں نے عیسائیت کی شکل و صورت کو بڑی حد تک بگاڑ دیا ہے اس میں بہت سی بدعتیں شامل کر دی ہیں اور بے حد تنگ نظری سے کام لیا ہے اس لئے کلیسا کے نظام کی از سرِ نو اصلاح کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس فرقہ نے جو نظریات پیش کئے وہ بیشمار چیزوں میں قدیم رومن کیتھولک فرقہ سے مختلف ہیں اس فرقہ نے چودہ کتابوں کو بائبل سے نکال دیا اور بائبل کو لوگوں کی مادری زبان میں پہنچانے کی تحریک چلائی اور پاپا سے اس کے بہت سے اختیارات چھین لئے۔ رومن کیتھولک فرقہ نے جو بہت سی رسمیں گھڑ رکھی تھیں انہیں منسوخ کر کے صرف بپتسمہ (Baptism) اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لوتھر فرماتے ہیں کہ :-

"یہ جھوٹی رائے واجب الرد ہے کہ انجیلیں چار ہیں اس لئے کہ صرف انجیل یوحنا درست ہے، یعقوب کا خط گھاس پھوس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، ہم نہ موسیٰ کو اور نہ اس کی توریت کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ وہ تو عیسیٰ کا دشمن تھا اور احکام عشرہ (دس احکام) سے عیسائیوں کو کوئی واسطہ نہیں، یہ سب احکام قابلِ اخراج اور تمام بدعات کا سرچشمہ ہیں" ملخص

اور جناب لوتھر کا شاگردِ رشید اسلی بیس ان احکام کی تعلیم کی ممانعت کرتا تھا اور اس شاگردِ رشید سے جو فرقہ انٹی نومینِس جاری ہوا اس کا عقیدہ یہ تھا کہ توریت خدا کا کلام نہیں اور جو لوگ احکامِ عشرہ کی جانب اپنے کو متوجہ کرتے ہیں ان کا تعلق شیطان سے ہے، اور وہ موسیٰ کے ساتھ سُولی پائیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سے آگے) عشاء ربانی (Eucharist) کو باقی رکھا اور عشاءِ ربانی کی تفصیلات بھی بدل دیں۔

مارٹن لوتھر اس فرقہ کا بانی ہے اور کالون وغیرہ اس کے مشہور لیڈر رہے ہیں (تفصیل کیلئے دیکھئے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ص ۳۲ تا ۴۳ ج ۱۹ ۱۹۷۴ء مقالہ ریفارمیشن) ۱۲ تقی

لہ مارٹن لوتھر Luther Marti جرمنی میں فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی اور اس کا سب سے پہلا لیڈر ہے۔ اس نے سب سے پہلے یہ آواز اٹھائی کہ ہر عام وخاص انسان کو براہِ راست کتب مقدسہ سے استفادہ کا حق حاصل ہے، اس نے کلیسائے روم کی بدعات کے خلاف احتجاج کیا تھا اس لئے اس کے فرقہ کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں اس نے توریت کا ترجمہ جرمنی زبان میں کیا جس کو جرمنی نثر کا ایک شاہکار قرار دیا جاتا ہے۔ پیدائش ۱۴۸۳ء - وفات ۱۵۴۶ء ۱۲۰ تقی

اور زونیگلیس[1] وغیرہ فرقہ پروٹسٹنٹ والے کہتے ہیں کہ پولس کے خطوط میں درج شدہ تمام کلام مقدس نہیں ہے۔ ڈاکٹر کوڈ، برنشس، جان کالون[2] اور وائی ٹیکر جیسے پروٹسٹنٹ فرقہ کے بڑے علماء یوں کہتے ہیں کہ "رئیس الحواریین جناب پطرس اور دوسرے حواریوں نے روح القدس کے نزول کے بعد غلطیاں کیں۔

اور اسی طرح پروٹسٹنٹ فرقہ کے علماء کے بہت سے اقوال ہیں جن کی تفصیل مقصد سوم کی چوتھی فصل میں گزر چکی ہے۔ البتہ متاخرین پروٹسٹنٹوں نے اس بارے میں بلاوجہ شور برپا کر رکھا ہے، آئندہ سطور میں اس کا جواب حاضر ہے۔

❾ اور اگر تیسری صورت مراد ہے (یعنی متاخرین عیسائی اور مسلمان) تو یہ دعویٰ قرینِ انصاف نہیں ہے کیونکہ "میزان الحق" اور "تحقیق دین حق" اور ایک دو اور کتابوں سے پہلے جتنی کتابیں پادریوں نے تصنیف کیں وہ اس قابل نہ تھیں کہ کوئی ان کی طرف التفات کرتا۔ اور ان کتابوں کی اشاعت کے بعد مسلمانوں نے قلم اٹھایا اور ان کے جواب میں مشغول ہوئے اور اس دینی مباحثہ میں ان کی کتابیں طبع ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور تھوڑے عرصہ میں پادری صاحبان اپنی ان کتابوں کے اتنے شافی جواب پا لیں گے کہ

---

[1] زونیگلیس (زونگلی) Zwingli سوئٹزرلینڈ میں پروٹسٹنٹ فرقہ کے علماء میں بڑے پایہ کا عالم ہے (مقدمہ بائبل سے قرآن تک ص۹۹ ج۲) ۱۲ نجیب

[2] کالون (Calvin) فرقہ پروٹسٹنٹ کا مشہور مصلح ۱۵۰۹ء تا ۱۵۶۴ء شروع میں قدیم کیتھولک عقائد کا تھا، بعد میں لوتھر کے عقائد و نظریات کو قبول کیا۔ پھر ان نظریات کی تبلیغ میں بڑی قربانیاں دیں۔ فرانس میں پیدا ہوا تھا بعد میں بے شمار سفر کر کے جنیوا میں مقیم ہو گیا۔ جنیوا اور گرد و نواح میں پروٹسٹنٹ نظریات کو پھیلانے میں اس کا بڑا اہم کردار ہے۔ عیسائیت پر اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ فرانسیسی زبان میں بائبل کا پہلا ترجمہ اسی نے کیا ہے اگرچہ موجود کلیسا اس کے تمام نظریات کو تمام و کمال قبول نہیں کرتا مگر اسے اپنا مقتدا تسلیم کرتا ہے (از برٹانیکا ج۴)

سیر ہو جائیں گے۔ اور انشاء اللہ یہی زیرِ نظر کتاب ان کو معتبر دلیل نظر آئے گی۔
پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "ان چار سوالوں کے جواب دینے میں الخ صحیح نہیں،
کیونکہ ان چار سوالوں کے جواب سے متعلق مسلمانوں کا مقروض ہونا محض پادری صاحب
کا وہم ہے۔ اس لئے کہ اس وہمی قرضہ کے بارے میں پادری صاحب کے جمہور سلف
اور دینِ عیسوی کے پیشوا بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے اور وہ متقدمین ہی
اپنی طرف سے خود اور مسلمانوں کی طرف سے وکالۃً اس قرضہ کو ادا کر کے سبکدوش
ہو گئے تھے۔ اور ان کے سبکدوش ہونے کی تصدیق متاخرین عیسائیوں میں سے
بھی بڑے بڑے محققین علماء نے کی ہے جیسا کہ (گذشتہ صفحات میں) ان کے
اقوال ہم نقل کر چکے ہیں۔ اور اگر پادری صاحب کے نزدیک اس قرضہ کی ادائیگی
مشکوک ہے یا اس انصاف کے خلاف وہ پھر دوبارہ دعویٰ کرنے کا ارادہ رکھتے
ہیں تو ہم اس قرضے کی وصولی کی رسیدیں ان کے متقدمین و متاخرین کے دستخطوں
کے ساتھ اب دوبارہ پادری صاحب اور دیگر عیسائیوں کو دکھلائے دیتے
ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

تحریف بائبل

خلاصۂ بحث

زمانۂ تحریف اس قرضہ کی "کس وقت میں" رسید یہ ہے کہ بعض تحریفوں میں
زمانہ تو متعین ہے۔ مثلاً عہدِ عتیق میں مندرج واقعات کی
تاریخیں کہ متقدمین عیسائیوں کی عام رائے کے مطابق یہودیوں نے عبرانی نسخہ میں
تقریباً ۱۳۰ء میں ان میں تحریف کی تھی اور کتاب استثناء باب ۲۷ کی آیت ۴ میں

جو تحریف کی گئی وہ جمہور عیسائی علماء کے نزدیک سامریوں نے موسیٰ کی وفات کے پانچ سو سال بعد توریت کے سامری نسخہ میں اور ڈاکٹر ہیلز اور ڈاکٹر کنی کاٹ کی تحقیق کے مطابق یہودیوں نے عبرانی نسخہ میں کی تھی۔

بائبل کے متقدمین و متاخرین مفسر بہت سی تحریفوں کا زمانہ رسید (شہادت) دینے کے وقت دو وجوہ سے متعین کر سکتے ہیں۔

۱۔ صدیوں تک مسیحی فرقوں کے درمیان صرف سپٹوا جنٹ (یونان) ترجمہ ہی واجب التسلیم ہے اور عبرانی نسخے ان کے پاس زیادہ نہ تھے، جس سے وہ باخبر رہتے۔

۲۔ چونکہ ان کتابوں کی سند متصل ان کے پاس موجود نہیں تھی۔ اس لئے وہ بے چارے مجبور تھے اور اس بارے میں محض ظن و تخمین سے کچھ کہنے کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔

اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسی خرابیاں اس زمانہ میں ہوئی ہوں گی جس زمانہ میں یہودیوں نے بعض کتابیں پھاڑ ڈالیں اور بعض کو جلا دیا اور بہت سی کتابیں گم کر دیں۔ اس حال میں متقدمین جب ان کتابوں کی بربادی کا زمانہ متعین نہ کر سکے تو یہ بے چارے کمی بیشی یا حروف جملوں میں رد و بدل کا زمانہ کیونکر متعین کر سکتے تھے۔

محرفین اور اس قرضہ کی کہ "کن لوگوں کی معرفت" رسید یہ ہے کہ یہودیوں سامریوں اور دین دار مسیحی حضرات کاتبوں اور ملحدوں کے ہاتھوں۔

سبب تحریف اور اس قرضہ کی کہ "اور کیونکر تحریف ہوئیں" رسید یہ ہے کہ اس قول سے دو صورتیں نکلتی ہیں، ایک یہ کہ اگرچہ غرض

ہے کہ اس کا سبب کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مقامات پر یہودیوں اور ملحدوں کی طرف سے حسد اور شرارت اور بعض مقامات میں کاتبوں کی لاپرواہی و غفلت اور ان کی تفصیل اسی کتاب میں گزر چکی ہے۔

اور اگر مقصد یہ ہے کہ کس طرح سے ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی مقام پر زیادتی، کسی جگہ کمی اور کسی مقام پر ردّ و بدل کے ساتھ اور بعض مقامات پر اس تحریف سے رتبہ بڑھا کر ساری کتابوں کو جلا ڈالا یا پھاڑ ڈالا اور بہت سی کتابیں گم کر دیں۔

لفظی تبدیلی کی مثالیں

اور پادری صاحب کا یہ فرمانا کہ "تبدیل شدہ الفاظ کون سے ہیں" اس کی ادائیگی حاضر ہے۔ سنئے :۔

۱۔ تاریخوں میں تبدیلی عہد عتیق میں مندرج واقعات کی تاریخیں، جن کا تذکرہ مقصد اول کی فصل سوم میں "پہلے، دوسرے اور تیسرے اختلاف" کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

۲۔ "عیبال" کی جگہ "گرزیم" سامری نسخہ میں عیبال کی جگہ گرزیم کا لفظ اور عربی نسخہ میں اس کے برعکس استعمال ہوا ہے۔ اس کا تذکرہ مقصد اول کی فصل سوم کے "چوتھے اختلاف" میں گزر چکا ہے۔

۳۔ ایک آدمی کی جگہ پانی کتاب گنتی باب ۲۴ آیت ۷ عبرانی تورات اور سامری یا یونانی میں، جس کا ذکر فصل مذکور کے انیسویں اختلاف میں مذکور ہے۔

۴۔ چرواہے کے بجائے ریوڑ کتاب پیدائش باب ۲۹ آیت ۸،۱۳ میں "چرواہے" کے بجائے "ریوڑ" کا لفظ۔ اس کا تذکرہ فصل مذکور کے "اکیسویں اختلاف" میں گزر چکا ہے۔

۵۔ قریہ اربع کی جگہ حبرون اور لیش کی جگہ دان کتاب پیدائش باب ۱۳ آیت ۱۸ میں قریہ اربع[1] کی جگہ "حبرون" کا لفظ اور کتاب پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۴ میں "لیس" کے بجائے "دان"[2] کا لفظ۔ ان دونوں کا ذکر مقصد اول کی فصل دوم کی "دسویں اور گیارہویں دلیل" میں مذکور ہو چکا ہے۔

۶۔ پچھتر کی جگہ ستّر یونانی ترجمہ اور انجیل میں لفظ پچھتر کی بجائے لفظ ستر حسن کا تذکرہ مقصد اول کی زبور ۲۲ آیت ۱۶ بارہویں روایت میں گزر چکا ہے۔

۷۔ "ہاتھ پاؤں چھیدتے ہیں" کی جگہ دونوں ہاتھ شیروں کی طرح ہیں لاطینی ترجمہ میں "میرے ہاتھ اور پاؤں چھیدتے ہیں" عبرانی نسخہ میں اس کے بجائے "اور میرے دونوں ہاتھ شیر کے ہاتھوں کی طرح ہیں" ہے۔ اس کا ذکر مقصد دوم فصل سوم کے پانچویں شاہد میں مذکور ہو چکا ہے۔

کان کھول دیئے کی جگہ ایک بدن تیار کیا زبور ۴۰ آیت ۶ کا یہ جملہ "تو نے میرے کان کھول دیئے ہیں" عبرانی نسخہ میں اس کے بجائے "تو نے میرے لئے ایک بدن تیار کیا" اور یونانی نسخہ میں اور انجیل

---

[1] کتاب یشوع باب ۱۴ آیت ۱۵: "اور اگلے وقتوں میں حبرون کا نام قریت اربع تھا ... الخ" ۱۲ نجیب

[2] کتاب قضاۃ باب ۱۸ آیت ۲۹ "اور اس شہر کا نام اپنے باپ دان کے نام پر جو اسرائیل کی اولاد تھا دان ہی رکھا لیکن پہلے اس شہر کا نام لیسؔ تھا" ۱۲ نجیب

میں عبرانی کے برعکس ہے۔ اس کا ذکر (مقصد دوم کی) فصل مذکورہ بالا کے چھٹے شاہد میں گزر چکا ہے۔

۹۔ "گروہ" کی جگہ "رسیوں" اور "اغوا کرلیا" کی جگہ "جکڑ لیا" زبور ۱۱۹ آیت ۶۱ کا یہ جملہ عبرانی میں "شریروں کے گروہ نے مجھے اغوا کرلیا۔ یونانی میں اس کے بجائے "شریروں کی رسیوں نے مجھے جکڑ لیا" اس کا ذکر مقصد دوم کی مذکورہ بالا فصل سوم کے نویں شاہد میں گزر چکا ہے۔

۱۰۔ پوری آیت کی تبدیلی کتاب ایوب باب ۳۸ آیت ۱۴[1] عبرانی اور یونانی ترجمہ میں، جس کا تذکرہ (مقصد دوم کی فصل سوم کے) سولھویں شاہد میں مذکور ہو چکا ہے۔

۱۱-۱۲-۱۳-۱۴۔ تعداد میں تبدیلی کتاب تواریخ دوم باب ۱۳ آیت ۳، ۱۷ میں عبرانی نسخہ میں "چالیس ہزار، اسّی ہزار اور پچاس ہزار" کے بجائے "چار لاکھ، آٹھ لاکھ اور پانچ لاکھ" کے لفظ استعمال ہوئے جس کا تذکرہ مقصد دوم فصل مذکور (سوم) کے اکتیسویں شاہد میں گزرا ہے۔

۱۴۔ کتاب تواریخ دوم باب ۲۲ آیت ۲ میں "بائیس" کے لفظ کی جگہ "بیالیس" جس کا ذکر مقصد دوم فصل چہارم کے فساد ۱۲ میں گزر چکا ہے۔

۱۵۔ کتاب سموئیل دوم باب ۸ آیت ۴ اور باب ۱۰ آیت ۱۸ میں لفظ "سات ہزار" کی جگہ "سات سو" جس کا ذکر مذکورہ فصل کے فساد ۲۰۲ میں گزرا ہے۔

---

[1] ۱۹۶۲ء کے مطبوعہ ترجمہ میں آیت کے الفاظ یہ ہیں "وہ ایسے بدلتی ہے جیسے مہر کے نیچے چکنی مٹی اور تمام چیزیں کپڑے کی طرح نمایاں ہو جاتی ہیں"۔ مزید تفصیل مقصد دوم فصل سوم، شاہد ۱۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ تقی

۱۶- کتاب سموئیل دوم باب ۲۴ آیت ۱۳ میں "تین برس" کی بجائے "سات برس" کا لفظ اور کتاب تواریخ اول باب ۲۱ آیت ۱۲ میں اس کے برعکس جس کا تذکرہ مقصد دوم فصل مذکورہ (چہارم) کے فساد ۱۲، ۵ میں گزرا۔

۱۷، ۱۸- کتاب سلاطین دوم باب ۱۲ آیت میں لفظ "تیس" کے بجائے "بیس" اور کتاب القضاۃ باب ۱۲ آیت ۶ میں "دو ہزار چالیس" کے بجائے لفظ "بیالیس ہزار" ہے۔ ان کا ذکر (مقصد سوم) مذکورہ فصل (چہارم) کے فساد ۳، ۴ میں گزر چکا ہے۔

۱۹- کتاب سلاطین اول باب ۷ آیت ۲۶ میں لفظ "تین ہزار" کی بجائے دو ہزار یا کتاب تواریخ دوم باب ۴ آیت ۵ "دو ہزار" کی جگہ "تین ہزار" جس کا ذکر فصل مذکورہ کے (حصہ دوم فصل چہارم) فساد ۲۱ میں گزر رہا ہے۔

۲۰- کتاب سلاطین اول باب ۱۸ آیت ۱ میں لفظ "ساڑھے تین برس" کے بجائے "تیسرے سال" اور لوقا باب ۴ آیت ۲۵ اور یعقوب کا خط باب ۵ آیت ۱۷ میں اس کے برعکس۔ اس کا تذکرہ فساد ۱۱ میں گزرا ہے۔

۲۱- کتاب سموئیل دوم باب ۱۵ آیت ۷ میں "چار" کے بجائے "چالیس" کا لفظ ہے۔ اس کا تذکرہ فساد ۱۲ میں گزرا ہے۔

۲۲- ھدد عزر یا ھدر عزر کتاب سموئیل باب ۱۰[1] میں تین مرتبہ اور کتاب تواریخ اول باب ۱۸ میں سات مقامات پر "ہدد عزر" کی جگہ ہدر عزر کا لفظ ہے۔

---

[1] کتاب سموئیل دوم باب ۸ آیت ۳ میں ہے "اور داؤد نے ضوباہ کے بادشاہ رحوب کے بیٹے ہدد عزر کو بھی الخ اور کتاب سموئیل دوم باب ۱۰ میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۵۵۲ پر)

۲۳۔ ناموں میں تبدیلی | کتاب یشوع باب آیت ۱۸ میں "عکر" کے بجائے "عکن" کا لفظ ہے۔

۲۴۔ کتاب سموئیل دوم باب ۲۳ آیت ۸ میں "یسوبعام" کی جگہ "یوشب بشبت" کا لفظ ہے۔

۲۵۔ کتاب تواریخ اول باب ۳ آیت ۵ میں "الیعام" کی جگہ "عمی ایل" کا لفظ ہے۔

۲۶۔ کتاب سلاطین دوم باب ۱۴ آیت ۲۱ میں "عزریاہ" کی جگہ "عزیاہ" کا لفظ ہے۔

۲۷۔ کتاب تواریخ دوم باب ۲۱ آیت ۱۷ میں "اخزیاہ" کی جگہ "یہواخز" کا لفظ ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۱ سے آگے) کی آیت ۱۶ میں "اور ہدر عزر کے لوگ بھیجے۔۔۔۔ اور ہدر عزر کی فوج کا سپہ سالار سوبک ان کا سردار تھا۔" اور آیت ۱۹ میں "اور جب ان بادشاہوں نے جو ہدر عزر کے خادم تھے الخ اور کتاب تواریخ اول باب ۱۸ کی آیت ۳ میں" اور داؤد نے ضوباہ کے بادشاہ ہدر عزر کو بھی الخ" آیت ۵ "اور جب دمشق کے ارامی ضوباہ کے بادشاہ ہدر عزر کی مدد کرنے کو آئے۔" الخ آیت ۷ "داؤد ہدر عزر کے نوکروں کی" الخ آیت ۸ "اور ہدر عزر کے شہروں" الخ آیت ۹ "داؤد نے ضوباہ کے بادشاہ ہدر عزر کا سارا لشکر مار لیا۔" آیت ۱۰ "اور اس نے جنگ کر کے ہدر عزر کو مارا۔" کیونکہ ہدر عزر توعو سے لڑا کرتا تھا۔ کتاب سموئیل دوم باب ۸ میں ہدد عزر کی جگہ سموئیل دوم باب ۱۰ اور تواریخ اول باب ۱۸ ہدر عزر ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

۱؎ کتاب تواریخ اول باب ۲ آیت ۷ میں لفظ عکر مذکور ہے آیت اس طرح ہے "اور اسرائیل کا دکھ دینے والا عکر جس نے مخصوص کی ہوئی چیز میں خیانت کی کرمی کا بیٹا تھا۔"

۲۸۔ کتاب یسعیاہ باب ۶۴ کی آیت ۴۔

۲۹۔ کتاب تواریخ دوم باب ۳۶ کی آیت ۱۰ میں "چچا" کی جگہ "بھائی" کا لفظ ہے۔

۳۰۔ کتاب تواریخ دوم باب ۲۸ آیت ۱۹ میں "بادشاہ یہوداہ" کی جگہ "شاہ اسرائیل" کا لفظ ہے۔

۳۱۔۳۲۔ پوری آیت میں تبدیلی | ملاکی باب ۳ آیت ۱۔ اور یسعیاہ باب ۵ آیت ۲۔

۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶۔ زبور ۱۶ کی آیت ۸، ۹، ۱۰، ۱۱

۳۷، ۳۸۔ عاموس باب ۹ کی آیت ۱۱، ۱۲

۳۹، ۴۰، ۴۱۔ زبور ۴۰ کی آیت ۶، ۷، ۸

۴۲۔ زبور ۱۱۰ کی آیت ۴

۴۳۔ گنتی میں تبدیلی | کتاب تواریخ دوم باب ۱۵ آیت ۱۹ میں "پچیس" کی جگہ "پینتیس" کا لفظ۔

۴۴۔ کتاب تواریخ دوم باب ۱۶ آیت ۱ میں "چھبیس" کی جگہ "چھتیس" کا لفظ۔

۴۵۔ لفظی و معنوی تبدیلی | کتاب سلاطین اول باب ۸ آیت ۲۴ میں دو جگہ "لٹو" [1] کا لفظ ہے۔

۴۶۔ کتاب تواریخ اول باب ۲۰ آیت ۳ میں لفظ "کاٹ ڈالا" کے بجائے محنت کروائی۔

---

[1] قدیم حوالہ میں لفظ "گاشوں" استعمال ہوا ہے، جدید اردو بائبل میں لفظ "لٹو" استعمال کیا گیا ہے۔ ۱۲ نجیب

۴۷۔ لوقا باب ۳ آیت ۱۹ میں "ہیرودیس" کے بجائے "فلپُّس" کا لفظ ہے۔

۴۸۔ مرقس باب ۲ آیت ۲۶ میں "اخیملک" کے بجائے "ابیاتر" کا لفظ اور متّی باب ۲۷ آیت ۹ میں "زکریاہ" کے بجائے "یرمیاہ" کا لفظ۔

عہدِ عتیق اور عہدِ جدید میں اسی طرح ایک کے بجائے دوسرا لفظ اور بھی بیشمار مقامات[1] پر لکھا گیا ہے۔ جن کی تفصیل کتاب ہذا کے تینوں مقصدوں میں شرح و بسط کے ساتھ گزر چکی ہے۔

تحریف سے ہماری مراد عام ہے، خواہ ایک لفظ کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا لفظ رکھ دیا جائے خواہ عبارت میں کوئی لفظ یا جملہ بڑھا دیا جائے یا کم کر دیا جائے۔ پہلی صورت کی چند مثالیں تو اوپر مذکور ہو چکیں۔ تو دوسری دونوں صورتوں کی کچھ مثالیں بھی نقل کر دی جاتی ہیں۔

زیادتی کے ساتھ تحریف کی مثالیں[2]

۱۔ کتاب پیدائش باب ۳۶ کی آیت ۳۱

۲۔ کتاب گنتی باب ۳۲ کی آیت ۴۱، اور کتاب استثناء کا مکمل باب ۳۴۔

۳۔ کتاب پیدائش باب ۱۲ آیت ۶ کا یہ جملہ "اُس وقت ملک میں کنعانی
۴۔ رہتے تھے"۔

۴۔ کتاب یشوع باب ۴ آیت ۹، باب ۵ آیت ۹، باب ۸ آیت ۲۸، ۲۹ با

۱؎ مثلاً کتاب گنتی باب ۲۶، کتاب استثناء باب ۳۲ آیت ۵، کتاب یشوع باب ۲۴ آیت ۱ اور کتاب سموئیل اول باب ۳ آیت ۵ میں

۲؎ جدید اردو ترجمہ میں سے بہت سی زیادتیوں کو بھی خارج کر دیا گیا ہے۔ ۱۲ نجیب

آیت ۲۷- باب ۱۳ آیت ۱۳ ، باب ۱۴ آیت ۱۴ ، باب ۱۵ آیت ۶۳ اور باب ۱۶ آیت ۱۰ کے وہ جملے جن میں "آج کے دن تک" یا "آجتک" کا لفظ ہے۔

۵ - کتاب یشوع باب ۲۴ کی آخری پانچ آیتیں۔

۶ - نحمیاہ باب ۱۲ کی آیت ۱ تا آیت ۲۶ تک

۷ - کتاب امثال کے آخری سات ابواب

۸ - کتاب یرمیاہ کا باب ۵۲

۹ - کتاب یسعیاہ کے ستائیس ابواب

۱۰ - کتاب یرمیاہ باب ۱۰ کی آیت ۱۱

۱۱ - انجیل متی باب ۲۷، آیت ۳۵ کا یہ جملہ کہ "تاکہ جو نبی کی معرفت کہا گیا پورا ہو۔

۱۲ - یوحنا کا پہلا خط باب ۵ آیت ۷، ۸ کی یہ عبارت کہ "جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور تین ہیں جو زمین پر" اور کرنتھیوں کے نام پہلا خط باب ۱۰ کی آیت ۲۸ کا یہ جملہ کہ "زمین اور اس کی معموری خداوند کی ہے"۔

۱۳ - متی باب ۱۲ آیت ۸ میں لفظ "بھی" اور متی باب ۱۲ آیت ۳۵ میں لفظ "دل"۔

۱۴ - متی باب ۶ آیت ۱۳ کا یہ جملہ کہ "کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال تیرا ہمیشہ ہے اور انجیل یوحنا باب ۷، ۸ کی بارہ آیتیں [1]۔

---

[1] "اعجاز عیسوی کے اصل نسخے میں تحریف کی اس قسم کی پندرہ مثالیں شمار کی گئی ہیں۔ غالباً کاتب کے تسامح سے ۱۳ کے بعد ۱۵ لگا دیا گیا ہے۔ اس بنا پر حقیقۃً یہ کل چودہ ۱۴ مثالیں بنتی ہیں۔ ۱۲ تقی۔

کمی اور نقصان کے ساتھ تحریف کی مثالیں

۱۔ کتاب پیدائش باب ۴ آیت ۸ کا یہ جملہ کہ "آؤ میدان کو چلیں"۔

۲۔ کتاب پیدائش باب ۷ آیت ۱۰ میں "رات" کا لفظ۔

۳۔ کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۲ کا جملہ "وہ اُس کی نگاہ میں بُرا تھا۔

۴۔ کتاب پیدائش باب ۵۰ آیت ۲۵ کے بعض الفاظ۔

۵۔ کتاب یسعیاہ باب ۴۰ آیت ۵ میں لفظ "ہمارے خدا کی نجات" وغیرہ۔

ہم بعض حرفوں یا جملوں کی نسبت لفظی تبدیلی یا کمی بیشی کے ذریعہ تحریف کی کیا شکایات کریں، یہ تو اہلِ کتاب کی ایک عادت ہے۔ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے مسلّم عظیم عالم آگسٹائن اور دوسرے متقدمین یہی برملا چلاتے تھے کہ عہدِ عتیق کے واقعات کی تاریخوں میں دینِ عیسوی سے دشمنی کی بنا پر یہودیوں نے سنہ ۱۳۰ء میں تحریف کر ڈالی۔

ڈاکٹر ہیلز قطعی دلیل سے سامری نسخہ میں درج تاریخوں کی صحت ثابت کر کے عبرانی نسخہ میں یہودیوں کی طرف سے تحریف کا قائل تھا۔ ڈاکٹر کنی کاٹ سامریوں کی دینداری کا لحاظ کرتے ہوئے عہدِ عتیق و جدید کے محققین کے سامریوں پر تحریف کے الزام کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے تحریف کا الزام یہودیوں پر رکھتا ہے۔ ڈاکٹر ہمفرے کہتا تھا کہ یہودیوں کے وہم نے عہدِ عتیق کی کتابوں کو کئی مقامات پر ایسا خراب کیا ہے کہ پڑھنے والا اس کو بآسانی معلوم کر سکتا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ یہودی علماء نے مسیح سے متعلق بشارتوں کو بہت بُری طرح سے بگاڑ ڈالا ہے۔

ایک دوسرے پروٹسٹنٹ فاضل کہتے تھے کہ قدیم مترجم نے اور طرح لکھا ہے اور اب یہودی اس کو دوسری طرح پڑھتے ہیں اور میرے نزدیک خطا کی نسبت یہود کی طرف کرنا قوی ہے۔ آرجن تیسری صدی میں چلاتا تھا کہ ہم کاتبوں کی غلطی اور متن کو صحیح کرنے

کے سلسلے میں اُن کی بددیانتی اور بے باکی کی کیا شکایت کریں اور کتابوں میں ان کی کمی زیادتی کی آزادانہ روش کو کیا کہیں جسٹن شہید واشگاف طور پر کہتا تھا کہ یہودیوں نے بہت سی پیشین گوئیاں نکال ڈالیں اور عزراء کا یہ قول بھی نکال دیا کہ :-

"عید فصح کا جشن ہمارے نجات دہندہ خداوند کا جشن ہے اگر تم خداوند کو اس جشن سے افضل سمجھو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے تو یہ زمین ہمیشہ آباد رہے گی اور اگر تم اس پر ایمان نہ لاؤ گے اور اس کا وعظ نہ سنو گے تو تم غیر قوموں کے مذاق کا نشانہ بنو گے"

مشہور عیسائی محقق علامہ وائی ٹیکر اور ڈاکٹر ایڈم کلارک جسٹن شہید کے اس قول کی تائید کرتے تھے۔

ہورن اس بات کا معترف ہے کہ :-

"بلاشبہ بعض خرابیاں دیندار مسیحیوں نے قصداً کی ہیں اور ان کے بعد اپنے دین کی تقویت اور مخالفین کے اعتراضات کے رد کرنے کی غرض سے انہی خرابیوں کو ترجیح دی جاتی رہی"

پہلی صدی سے دسویں صدی تک جعلسازی اور جھوٹی کتابیں بنانے کا عام رواج تھا۔ دوسری صدی میں دین مسیحی کی ترویج واشاعت کی خاطر جھوٹ عیسائیوں کے ہاں دینی مستحبات میں سے قرار پا گیا تھا۔ اس لئے ہم ایک دو جملے نکال لینے یا بڑھا دینے کا کیا گلہ کریں۔ کیونکہ اہل کتاب حضرات نے تو انبیاء کی بیس بائیس کتابیں ہی جان بوجھ کر ضائع کر ڈالیں اور عہد عتیق میں کئی کتابیں اور پچھتر، چھہتر کے قریب انجیلیں خطوط اور مشاہدات جعلی بنا کر شامل کر دیئے تھے۔ جب ان حضرات کی دیانت کا یہ حال ہو تو اس صورت میں مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ایک دو لفظ نکال دینا یا ان کے لئے نقصان دہ الفاظ بڑھا دینا کوئی نئی بات نہیں۔

اور پادری صاحب کا یہ کہنا کہ :-

"اور سب محمدی صرف دعوی بلا دلیل الخ"

محض تعصب کی بنا پر ہے۔ شائد دلیل کوئی ایسا امر ہے جس کا وجود صرف پادری صاحب کے ہی ذہن میں ہے۔

ان کا یہ کہنا کہ "جب تک کہ محمدی لوگ اپنے اس دعوی کو معتبر دلیلوں سے ثابت نہ کریں"

جناب من! اب تو غریب محمدیوں نے معتبر دلیلوں سے ثابت کر دیا اور چاروں سوالوں کا جواب دے دیا۔ اب آپ اور دوسرے مسیحی اس دعوی (تحریف بائبل) پر توجہ دیں اور جواب عنایت کریں۔

ان کا یہ کہنا کہ "بغیر دلیل دعوی کرنا عقلمندوں کا کام نہیں"

ہم کہتے ہیں کہ یہ سچ ہے۔ لیکن مسلمان ہرگز بلا دلیل دعوی نہیں کرتے اور جیسے یہ عقلمندوں کا کام نہیں ویسے ہی سچے دعوے اور سچی دلیلوں سے چشم پوشی کرنا اور ان کے مقابلہ میں بیہودہ اعتراضات پیش کرنا بھی عقلمندوں کا کام نہیں۔ لہذا عقل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اب آپ بھی اپنے بزرگ اسلاف کی مانند ان چاروں قرضوں کی وصولیابی کی رسید پر دستخط کر دیجئے۔ اور اگر آپ نہ بھی تسلیم کریں تب بھی آپ کے اسلاف اس کی ادائیگی کے گواہ ہیں لہذا ہمیں کوئی اندیشہ نہیں۔

عیسائیوں کا تحریفِ قرآن کا دعویٰ

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

"واضح ہو کہ مسیحی لوگ بطریق ادنیٰ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن میں تحریف پائی جاتی ہے اور یہ قرآن جو محمدیوں میں اب مروج ہے اصل قرآن نہیں ہے "

ہم کہتے ہیں کہ پادری صاحب نے دعویٰ تو منہ بھر کے بہت بڑا کیا مگر افسوس کہ اپنے اس دعویٰ کو ادنیٰ سے قابل التفات طریقے سے بھی نہ ثابت کر سکے۔ چنانچہ لے دے کے اس سلسلہ میں ان کی قوتِ پرواز اتنی ہے کہ یوں ارشاد کیا :-

"کیونکہ پہلے تو اسے ابوبکر نے اکٹھا اور مرتب کیا۔ پھر عثمان نے دوبارہ ملاحظہ کر کے اصلاح دی ہے۔ حالانکہ شیعی لوگ ان اشخاص کو کافر اور بے دین جانتے اور کہتے ہیں کہ عثمان نے کئی سورتوں کو جو علی کی شان میں تھیں قرآن سے نکال ڈالا۔ اور فانی کی کتاب دبستان میں یوں مسطور ہے کہ کہتے ہیں کہ عثمان نے قرآن کو جلا کر بعض سورتیں جو علی اور اس کی اولاد کی شان میں تھیں نکال ڈالیں۔ اور کتاب عین الحیات کے ۲۰۰ ورق ۲ صفحہ میں ایک حدیث مرقوم ہے کہ امام جعفر نے فرمایا ہے کہ سورہ احزاب میں قریش کے اکثر مرد اور عورت کی برائیاں تھیں اور وہ سورۃ البقرہ سے بڑی تھی لیکن کم کی گئی "

میں کہتا ہوں کہ اس میں پادری صاحب نے مذہب شیعہ کے مطابق دو دعوے کئے ہیں۔

۱ ۔ معاذ اللہ ابوبکرؓ اور عثمانؓ رضی اللہ عنہما کافر اور بے دین تھے۔
۲ ۔ عثمانؓ نے کئی سورتوں کو نکال ڈالا ہے۔

پہلے دعویٰ کو مشہور سمجھ کر اس کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔ دوسرے دعویٰ کی تائید میں کتاب دبستان اور عین الحیات سے دو قول نقل کئے ہیں۔ یہ دونوں دعوے الزامی اور تحقیقی اعتبار سے بے بنیاد ہیں۔ ان کا الزامی اور تحقیقی جواب ملاحظہ کیجئے۔

الزامی جواب

فرقہ ابیونیہ کا بائیبل کے متعلق عقیدہ[1] موشیم[2] اپنی تاریخ کی جلد اول میں صفحہ پر لکھتا ہے کہ:۔

"فرقہ ابیونیہ جو پہلی صدی میں گزرا ہے اس کا عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ تھا کہ وہ فقط انسان تھے، جو مریم اور یوسف نجار سے دوسرے عام انسانوں کی طرح معمول کے مطابق پیدا ہوئے اور شریعت موسوی کو ماننا فقط یہودیوں کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسروں پر بھی اسی طرح ضروری اور واجب ہے اور نجات کے لئے شریعت موسویہ کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔ چونکہ پولس اس عقیدے میں ان کا ہمنوا نہ تھا اور اس معاملہ میں ان کے سخت خلاف رہا اس لئے یہ لوگ اس کی شدید مذمت کرتے اور اس کی تحریروں کو بےحد حقیر خیال کرتے تھے۔"

لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد ۶ صفحہ ۳۸۳ پر اُرجن کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ:۔

---

[1] برٹانیکا صفحہ ۸۸۱ جزء ۷ مقالہ Ebionites [2] غالباً موشیم Mosheim مؤرخ کا نام کا عربی تلفظ ہے۔ (از ذخیرہ اظہار الحق اردو "بائبل سے قرآن تک" صفحہ ۹۲۹ جلد ۱ طبع ۱۹۶۸ء۔ ۱۲ نجیب)

"فرقہ ابیونیہ کے دونوں گروہوں نے پولس کے خطوط کی سخت تردید کی تھی اور یہ لوگ پولس کو عقلمند اور نیک انسان تسلیم نہیں کرتے تھے"

پھر اسی مذکورہ صفحہ پر یوسی بیس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :-

"یہ فرقہ پولس کے خطوط کی سخت تردید کرتا تھا اور اس کو تورات سے پھرا ہوا قرار دیتا ہے"

اسی کتاب کی دوسری جلد صفحہ ۲۰۶ پر کہتا ہے کہ :-

"متقدمین نے ہم کو خبر دی ہے کہ یہ فرقہ پولس اور اس کے خطوط کی سخت تردید کرتا ہے"

اسی طرح بل اپنی تاریخ میں اس فرقہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ :-

"یہ فرقہ عہد عتیق کی کتابوں میں سے صرف توریت کو تسلیم کرتا ہے اور سلیمان داؤد، ارمیاہ اور حزقی ایل علیہم السلام سے سخت نفرت کرتا ہے۔ عہد جدید کی کتابوں میں سے صرف انجیل متی کو تسلیم کرتا ہے اور اس میں بھی اس نے بہت سے مواقع پر تحریف کر دی ہے یہاں تک کہ اس کے پہلے دونوں ابواب کو خارج کر دیا"

مارسیونیہ کا عقیدہ یہی بل اپنی تاریخ میں فرقہ[1] مارسیونیہ کے بیان میں یوں لکھتا ہے :-

---

[1] اس فرقہ کا بانی مارسیون Marcion (یا مرقیون) تھا اس کی نسبت سے اس فرقہ کو مارسیونیہ (مرقیونیہ) کہتے ہیں۔ مارسیون پنطس کے شہر سینوپ میں پیدا ہوا تھا، شروع میں بت پرست تھا، تقریباً ۱۴۰ء میں عیسائی ہوا اور ۱۴۴ء کے لگ بھگ اس نے اپنا الگ فرقہ قائم کیا۔ اس فرقہ کے متبعین زیادہ تر شام، فلسطین اور کچھ مغرب کے علاقوں میں تھے، ۱۵۰ء سے ۲۵۰ء تک ان کا عروج رہا اور کیتھولک کلیسائے اعظم کے لئے خطرہ بنے رہے پھر ان کا زور ہلکا ہو گیا اور ساتویں صدی میں یہ فرقہ فنا ہو گیا (از انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ص ... ج ...)

"اس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا دو ہیں۔ ایک خالق خیر، دوسرا خالق شر اور یہ بھی کہتا ہے کہ توریت اور عہدِ عتیق کی تمام کتابیں خالق شر کی جانب سے ہیں، جو سب کی سب عہدِ جدید کی کتابوں کے مخالف ہیں"

پھر کہتا ہے کہ :-

"اس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح اپنی موت کے بعد جہنم میں داخل ہوئے اور وہاں پر انھوں نے قابیل اور اہلِ سدوم کی روحوں کو جہنم کے عذاب سے رہائی دی۔ کیونکہ یہ لوگ اس کے پاس حاضر رہے اور خدائے خالقِ شر کی اطاعت انھوں نے نہیں کی۔ مگر ہابیل و نوح و ابراہیم اور دوسرے صالحین کی روحوں کو بدستور جہنم میں رہنے دیا۔ کیونکہ یہ سب فریق اول کے خلاف تھے۔ ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ جہان کا خالق صرف وہی خدا نہیں ہے جس نے عیسیٰ کو بھیجا اور رسول بنایا۔ اسی وجہ سے یہ فرقہ عہدِ عتیق کی کتابوں کو الہامی نہیں مانتا اور عہدِ جدید کی کتابوں میں سے صرف انجیل لوقا کو تسلیم کرتا ہے مگر اس کے پہلے دونوں بابوں کا انکار کرتا ہے نیز پولس کے خطوط میں سے صرف دس خطوط کو تسلیم کرتا ہے لیکن جو چیز ان کی رائے کے خلاف ہو اس کو رد کر دیتا ہے"

لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد ۸ صفحہ ۴۸۶ پر لکھتا ہے کہ :-

"مارسیونیہ نے عہدِ عتیق کی کتابوں کو بالکل خارج کر دیا تھا اور کہتا تھا کہ یہ کتابیں اس خدا کی بھیجی ہوئی ہیں جو گناہوں اور شر کا خالق ہے۔ اس فرقہ کے پیرو کہتے تھے کہ توریت اور انجیل ایک ہی ذات کی طرف سے نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ عہدِ عتیق میں بہت ساری چیزیں عہدِ جدید کے مخالف ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ عہدِ عتیق میں بیان کیا گیا ہے کہ جہان کا خالق جاہل ہے"

کیونکہ اس نے آدم کو پکارا کہ تو کہاں ہے[1]؟ اسی طرح متلون مزاج ہونے کے سبب مختلف حکم دیتا ہے۔ جہان کو پیدا کر کے اور ساؤل کو بادشاہ بنا کر پچھتایا[2]۔

پھر اسی جلد کے صفحہ ۲۹۶ پر فرقہ مارسیونیہ کے متعلق کہتا ہے کہ :-

"یہ فرقہ عہدِ عتیق کی کتابوں سے اس قدر شدید نفرت کرتا تھا کہ اپنی ولجب التسلیم عہدِ جدید کی کتابوں سے اس نے وہ تمام آیتیں جن میں توریت یا دیگر پیغمبروں کا ذکر تھا، یا ان کتابوں کا حوالہ دیا گیا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی پیشین گوئی تھی یا باپ کو خالقِ دنیا قرار دیا گیا تھا۔ ان کو خارج کر کے اپنی طرف سے بہت سے جملے بڑھا دیئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہودیوں کا خدا اور ہے اور عیسیٰ کا باپ اور، عیسیٰ آئین[3] کو مٹانے کے لئے آیا تھا کیونکہ وہ انجیل کے مخالف تھا"۔

پھر اسی جلد میں مارسیونیہ کا مفصل حال بیان کیا ہے۔ بطور خلاصہ چند باتیں مذکور ہیں :-

"فرقہ مارسیونیہ عہدِ جدید کی صرف گیارہ کتابوں کو تسلیم کرتا تھا، ان گیارہ کو بھی ناقص اور تحریف شدہ قرار دیتا تھا۔ عہدِ جدید کی کتابوں کی انجیل اور خطوط دو قسموں

---

[1] کتاب پیدائش باب ۳ آیت ۹ کی طرف اشارہ ہے اور ترجمہ ۱۹۵۹ء میں آیت یوں ہے :-
"تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟" ۱۲ مجیب

[2] کتاب سموئیل اول باب ۱۵ آیت ۱۱ کی طرف اشارہ ہے آیت کے الفاظ یوں ہیں "مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساؤل کو بادشاہ ہونے کے لئے مقرر کیا" الخ

[3] یعنی توریت کے احکام۔ ۱۲ مصنف ؒ

بڑا حصہ میں تقسیم کرتا تھا۔ انجیل میں سے صرف لوقا کی انجیل کو صحیح تسلیم کرتا تھا اور خطوط میں سے صرف پولس کے خطوط کو تسلیم کرتا تھا۔ ان دونوں قسموں میں سے بہت کچھ نکال دیا تھا اور بیشتر مقامات پر الحاق کر دیا تھا۔"

انجیل لوقا میں تحریف انجیل میں تبدیل شدہ یا خارج شدہ مقامات درج ذیل ہیں :-

۱ ۔ باب اول و دوم مکمل

۲ ۔ باب ۳ یحییٰ سے مسیح تک کے اصطباغ پانے کا حال اور نسب نامہ

۳ ۔ باب ۴ سے شیطان کی طرف سے مسیح کے امتحان، ہیکل میں جانے اور کتاب یسعیاہ پڑھنے کا حال۔

۴ ۔ باب ۱۱ سے آیت ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۴۹، ۵۰، ۵۱ اور "یوناہ کے نشان کے سوا[1]" الفاظ ۔

۵ ۔ باب ۱۲ سے آیت ۶، ۲۸ ۔

۶ ۔ باب ۱۳ سے آیت ۱ تا ۶ یعنی چھ آیتیں ۔

۷ ۔ باب ۱۵ سے آیت ۱۱ تا ۳۲ یعنی ۲۲ آیتیں ۔

۸ ۔ باب ۱۸ سے آیت ۳۱، ۳۲، ۳۳ یعنی تین آیتیں ۔

۹ ۔ باب ۱۹ سے آیت ۲۸ تا ۴۶ یعنی ۱۹ آیتیں ۔

۱۰ ۔ باب ۲۰ میں ۹ تا ۱۸ یعنی گیارہ آیتیں ۔

۱۱ ۔ باب ۲۱ سے آیت ۱۸، ۲۱، ۲۲ یعنی ۳ آیتیں ۔

---

[1] آیت ۲۹ : "وہ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا" (لوقا ۱۱ : ۲۹)

۱۲ - باب ۲۲ سے آیت ۱۶، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۵۰، ۵۱ یعنی ۶ آیتیں۔

۱۳ - باب ۲۳ سے آیت ۴۳ -

۱۴ - باب ۲۴ سے آیت ۲۶، ۲۷

ان سب تحریفات کا تذکرہ ایسے فانبین نے کیا ہے۔ ڈاکٹر ٹل کہتا ہے کہ باب ۱۴ سے آیت ۳۸، ۳۹ کو بھی نکال ڈالا تھا۔

فرقہ مانی کینز کا عقیدہ[1]

لارڈنر اپنی تفسیر جلد ۳ میں فرقہ مانی کینز کے بیان میں اگسٹائن کا قول نقل کرتا ہے کہ :-

"وہ خدا جس نے موسیٰ کو توریت دی اور اسرائیلی پیغمبروں سے کلام کیا وہ سچا خدا ہی نہ تھا بلکہ ایک شیطان تھا۔ یہ فرقہ عہد جدید کی کتابوں کو تسلیم کرتا ہے، مگر یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان کتابوں میں الحاق کیا گیا ہے اور جس حصے کو پسند کرتا ہے قبول کرتا ہے اور باقی کو چھوڑ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں جھوٹی کتابوں کو ترجیح دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ یقیناً سچی ہیں"

پھر لکھتا ہے کہ :-

"تمام مورخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس پورے فرقے نے کسی زمانے میں بھی عہد عتیق کی مقدس کتابوں کو تسلیم نہیں کیا"

اعمال ارکلاس میں اس فرقے کا عقیدہ یہ لکھا ہے :-

"شیطان نے یہودیوں کے پیغمبروں کو فریب دیا اور شیطان ہی نے

---

[1] ایران کے مشہور فلسفی "مانی" ۲۱۶ء کے متبعین (برٹانیکا مقالہ (برٹانیکا مقالہ MANICHAEISM) ۱۲ تقی

موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں سے کلام کیا، یہ فرقہ انجیل یوحنا کے باب ۱۰ آیت ۸ سے استدلال کرتا ہے کہ مسیح نے اُن کے بارے میں کہا ہے کہ وہ چور اور رہزن تھے۔ نیز اس فرقہ نے عہدِ جدید سے اعمالِ حواریین کو نکال دیا تھا"

ماسشس کہتا ہے کہ :-

"اگر تم انجیل کو مانتے ہو تو تم کو اُن تمام امور کو ماننا چاہیئے جو اس میں درج ہیں اور تم عہدِ عتیق مذکور تمام باتوں کو بھی نہیں تسلیم کرتے بلکہ تم تو صرف ان پیشین گوئیوں کو تسلیم کرتے ہو جو یہود کے اُس بادشاہ کے حق میں تھیں جن کو تم مسیح سمجھتے ہو یا بعض اخلاقی نصیحتوں کو صحیح قرار دیتے ہو۔ تم لوگ پولس سے زیادہ اس کی قدر نہیں کرتے کیونکہ وہ تو اس کو گندگی قرار دیتا ہے۔ تو پھر میں بھی عہد جدید کے ساتھ کیوں نہ ایسا ہی کروں کہ جو میری نجات کے لئے مددگار ہو اور درست اس کو تسلیم کرلوں اور جن چیزوں کا تمہارے باپ دادا نے فریب دہی سے الحاق کر کے اس کی خوبصورتی اور عمدگی کو تحریف کر کے بگاڑ دیا ہے ان کا انکار کردوں۔ کیونکہ ایک تحقیق شدہ بات ہے کہ اس عہدِ جدید کو نہ حضرت عیسیٰؑ نے لکھا ہے نہ اُن کے حواریوں نے۔ بلکہ ایک مدت کے بعد کسی گمنام شخص نے تصنیف کیا ہے۔ اُس نے یہ سوچ کر کہ کہیں اس کو مذکورہ واقعات وحالات سے ناواقف سمجھ کر لوگ ان کا اعتبار نہ کریں گے۔ ان کتابوں کو حواریوں اور ان کے شاگردوں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اُس نے غلطیوں اور تضادات سے بھری ہوئی کتابوں کو عیسیٰ کے مریدوں کی طرف منسوب کر کے سخت

لہ آیت کے الفاظ یہ ہیں "جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں" (یوحنا ۱۰ : ۸)

تکلیف پہنچاتی ہے۔ کیا یہ عیسیٰ کے اُن مریدوں کی جو باہم متفق اور ایک دل تھے برائی کرنے کے مترادف نہیں ہے؟

یہ دیکھ کر ہم نے یہ صحیح راستہ اختیار کیا ہے کہ ہر چیز کو عقل و ادراک کی کسوٹی پر پرکھ کر صرف ان چیزوں کو قبول کرلیں جو ایمان میں مفید اور بیٹے اور ان کے باپ خدائے بزرگ کی عزت وعظمت کے قابل ہوں اور جو مفید اور قابل نہیں ان کو رد کر دیں۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے عہدِ عتیق کی بعض چیزوں کو سکھایا اور باقی کو رد کر دیا تھا۔ اسی طرح انجیل میں عیسیٰ کے وعدہ کے مطابق روح القدس ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم کیا مانیں اور کیا رد کریں۔

روح القدس کے وسیلہ سے آخر وہی کچھ ہم کیوں نہ کریں جو تم نے عہدِ عتیق کے ساتھ کیا ہے، خصوصاً مذکورہ بالا صورت میں کہ نہ اُسے عیسیٰ نے تصنیف کیا ہے نہ اُن کے حواریوں نے اور پورے عہدِ عتیق سے جس طرح تم صرف پیشین گوئیوں اور اخلاقی باتوں کو لیتے ہو اور ختنہ، قربانی اور یوم سبت کے احترام وغیرہ کے احکام کو رد کرتے ہو، تو پھر اگر ہم بھی عہدِ جدید سے وہی چیزیں تسلیم کریں جن سے بیٹے کی عزت افزوں ہوتی ہے اور اُن کو اُس نے یا اُس کے حواریوں نے کہا ہے اور ان چیزوں کو خارج کر دیں جو حواریوں نے عدم واقفیت سے بیان کیں یا جھوٹ اور بے حیائی سے اُن کی طرف منسوب کر دی گئیں۔ تو یہ کون سی بے ہودگی کی بات ہو گی؟"

موشیم، لارڈ نر اور بل کی تحریروں کے مطابق فرقہ ابیونیہ حضرت عیسیٰ کو فقط ایک انسان اور یوسف نجار کا بیٹا قرار دیتا تھا۔ شریعت موسوی کی اطاعت کو یہودیوں اور غیر یہودیوں سب کے لئے واجب قرار دیتا تھا۔ پولُس کو انتہائی بُرا اور تورتیت کا

منکر اور بے وقوف اور بد بتاتا تھا۔ اس کے خطوط کو مردود ٹھہراتا اور داؤد، سلیمان، یرمیاہ اور حزقی ایل علیہم السلام کے اسمائے گرامی سے سخت نفرت رکھتا تھا۔

بل اور لارڈ نر کے بیان کے مطابق فرقہ مارسیونیہ کا عقیدہ تھا کہ خدا دو ہیں۔ اول یزدان جس نے انجیل بھیجی اور دوسرا شیطان جس نے عہدِ عتیق کی تمام کتابیں عطا کیں اور یہ سب کتابیں انجیل کے مخالف ہیں۔ یہ فرقہ عہدِ عتیق کی کتابوں سے شدید نفرت کرتا اور سب کو رد کرتا تھا۔ وہ دوسرے خدا کو جاہل اور متلون مزاج قرار دیتا تھا اور عہدِ جدید میں سے صرف انجیل لوقا اور پولس کے دس خطوط کو تسلیم کرتا تھا۔ انجیل کے بھی کئی ابواب اور فقروں کو مردود بتاتا تھا۔

اس کا عقیدہ تھا کہ جب مسیح اپنی موت کے بعد جہنم میں داخل ہوئے تو قابیل اور قوم لوط جیسے لوگ جن کو عیسائی اور یہودی کافر سمجھتے ہیں ان کی روحوں کو جہنم سے نجات دلائی اور ان لوگوں کی روحوں کو جن کو عیسائی اور یہودی انبیاء اور نیک سمجھتے ہیں جہنم میں رہنے دیا۔

لارڈ نر کے قول کے مطابق فرقہ مانی کیز کہتا تھا کہ موسیٰ اور تمام عبرانی پیغمبروں کا خدا جس نے توریت دی اور ان پیغمبروں سے کلام کیا شیطان ہے اور اسی شیطان نے ہی ان پیغمبروں کو فریب دیا تھا۔ یوحنا باب ۱۰ آیت ۸ میں ان سب کو چور اور ڈاکو قرار دیا گیا ہے۔ یہ فرقہ عہدِ عتیق کی تمام کتابوں کو رد کرتا تھا اور عہدِ جدید میں الحاق کا قائل تھا۔ پورے عہدِ جدید کو واجب التسلیم قرار نہیں دیتا تھا۔ بعض چھوٹی چھوٹی کتابوں کو بالکل سچی سمجھ کر عہدِ جدید پر فوقیت دیتا تھا۔

اس کا کہنا تھا کہ عہدِ جدید کی کتابیں حواریوں کی تصنیف کردہ نہیں بلکہ ایک مدت کے بعد کسی گمنام شخص نے تصنیف کر کے حواریوں اور ان کے شاگردوں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ کتابیں غلطیوں اور تضادات سے بھری پڑی ہیں۔ اس بناء پر

ان میں سے جو عقل کی کسوٹی پر درست ثابت ہو گی وہ مقبول ہے ورنہ مردود ٹھہرے گی۔

یہ تینوں فرقے جن کا شمار تثلیث کے عدد کی رعایت سے کامل ہے سیحی تھے اب اگرچہ پادری صاحب ان کو اسی طرح بدعتی قرار دیں جس طرح انہوں نے پادری صاحب کے اسلاف کو بدعتی قرار دیا تھا مگر وہ زور شور سے اپنے سچے مسیحی ہونے کا دم بھرتے تھے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ پادری صاحب ۷۲ اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ کے قول (جو کہ خود بھی اچھی طرح مکمل نہیں ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں ظاہر ہو گا) کو حجت قرار دے کر طعن کرتے ہیں تو کیا ان فرقوں کے جن کا عدد موافق عدد تثلیث کے کامل ہے کچھ غور نہ کریں گے بلکہ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ:۔

- الوہیت حضرت عیسیٰ سے انکار کریں اور ان کو صرف یوسف نجار کا بیٹا تسلیم کریں۔ اور مفتاح الاسرار کو پھاڑ ڈالیں اور اس کی تصنیف سے جو گناہ سرزد ہوا ہے اس سے توبہ کریں۔
- العیاذ باللہ موسیٰ کے خدا کو شیطان، جاہل اور متلون مزاج تسلیم کریں۔
- موسیٰ اور تمام عبرانی پیغمبروں کو جن کا رتبہ اہل اسلام کے ہاں بھی ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے یقیناً بہت بڑا ہے شیطان کے رسول تسلیم کریں۔
- عہد عتیق کی کتابیں جن کا مرتبہ پادری صاحب کے نزدیک قرآن سے بڑھ کر ہے ان کو شیطانی کلام قرار دیں۔
- یہ عقیدہ رکھیں کہ نوح، ابراہیم اور دوسرے تمام نبی شیطان کے پیرو تھے ان کی روحیں دوزخ میں اور قابیل و قوم لوط کی روحیں جنت میں ہیں۔
- تینوں فرقوں کے متفقہ فیصلہ کے مطابق عہد جدید میں سے بہت کچھ مردود تسلیم کریں۔

۵ اور اگر پادری صاحب ان تینوں فرقوں کے اقوال کو جمہور مسیحیوں کے قول یا انجیل کے مخالف سمجھتے ہیں تو پھر اہلِ تشیع کے قول کو بھی بلاکم و کاست ویسا ہی قرار دیں جیسا آئندہ سطور میں مذکور ہوگا۔

تحقیقی جواب

ہمارا دعویٰ ہے کہ خلفائے کرام اور دوسرے مہاجرین و انصار صحابۂ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف کفر کی نسبت کرنا شریعت محمدی کے مطابق بالکل باطل ہے۔ آیاتِ قرآنی اور اسی طرح ائمہ علیہم السلام کے اقوال جو اہلِ تشیع کی معتبر کتب میں منقول ہیں اس وہم باطل کی کلیتہً تردید کرتے ہیں۔

ذیل میں کچھ آیات اور اقوال نقل کئے جاتے ہیں :-

صحابہ کرامؓ کے مومن ہونے کی شہادت قرآن سے

پہلی شہادت سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۰ میں ارشاد ہے :-

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۹ : ۱۰۰)

"اور مہاجرین و انصار میں سے اسلام کی طرف سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی (یعنی ایمان اور طاعت میں) اللہ ان سے (انکی اطاعت اور نیک اعمال کے سبب) راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے (تمام دینی اور دنیوی نعمتوں کی عطائے الٰہی پر) اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ لوگ ان باغات میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔"

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ غزوۂ بدر تک مسلمان ہونے والے "سابقون" کہلاتے ہیں اور باقی ان کی پیروی کرنے والے۔ چنانچہ مہاجرین و انصار میں سے سب سے پہلے ایمان قبول کرنے والوں اور ان کی اتباع بالاحسان کرنے والوں کی نسبت اللہ تعالیٰ اس آیت میں چار صفتیں ارشاد فرماتا ہے :-

۱ ۔ اللہ اُن سے راضی ہو چکا ہے ۔
۲ ۔ وہ لوگ اللہ سے راضی ہو چکے ہیں ۔
۳ ۔ اُن کے حق میں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے ۔
۴ ۔ جنت کی دوامی اور ابدی رہائش کا اُن سے وعدہ فرمایا گیا ہے ۔

بلاشبہ ابوبکر اور عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما ایمان اور ہجرت کے اعتبار سے پہلے مہاجرین میں داخل ہیں ۔ لہٰذا اُن کے لئے یہ چاروں مندرجہ بالا صفات ثابت ہو گئیں ۔

دُوسری شہادت

سُورہ توبہ ہی میں ارشاد ہے :-

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ (۱۰-

"وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو اُسکی طرف سے اتاری گئی) اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مال سے جہاد کیا وہ لوگ اللہ کے نزدیک رُتبے کے اعتبار سے بہت عظیم ہیں اور یہی لوگ (دونوں جہان میں) کامیاب ہیں۔ اُن کا پروردگار انہیں اپنی رحمت اور رضامندی اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن میں اُنکے لئے پائیدار نعمتیں ہونگی یہ لوگ اُن باغات میں ہمیشہ رہینگے بلاشبہ اللہ کے پاس اجرِ عظیم ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور مجاہدین صحابہ کرام[1] رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق میں پانچ باتیں ارشاد فرمائی ہیں :-

۱ - ان کے مراتب و درجات خدا کے یہاں بہت بلند ہیں ۔

۲ - وہ لوگ دونوں جہان میں اپنی مراد و مقصد میں کامیاب ہیں ۔

۳ - اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ۔

۴ - اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہے ۔

۵ - یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے ۔

تیسری شہادت

سورۃ توبہ ہی میں فرمایا گیا ہے :-

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

”لیکن رسول نے اور انہوں نے جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی جان اور مال سے جہاد کیا اور انہی کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانیوالے ہیں، اللہ نے اُن کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ لوگ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے ۔“

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والوں کی تین صفات[2] ارشاد فرمائی ہیں :-

۱ - دُنیا و آخرت کی جملہ نعمتیں اُن کے لئے مخصوص ہیں ۔

---

[1] اور یہ بات یقینی ہے کہ ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہما مومن بھی ہیں مہاجر بھی، جان و مال کی خدا کی راہ میں قربانی دینے والے بھی، لہٰذا ان کے لئے پانچوں صفات ثابت ہوئیں ۔ ۱۲ نجیب

[2] یقینی بات ہے کہ ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہما مومن و مجاہد ہیں اور یہ تینوں وعدے ان کے لئے مخصوص ہیں ۔ ۱۲

۲ - یہ لوگ فلاح و نجات کے مستحق ہیں -

۳ - آخرت میں جنت کی دوامی رہائش کی یقین دہانی -

چوتھی شہادت

سورہ توبہ ہی میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ :-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا -

"اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان (کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں) اور ان کا مال (کہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں) اس قیمت پر کہ اُن کے لئے جنت ہے، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں (خدا کے دشمنوں کو) اور مرتے ہیں (ان کے ہاتھ سے) وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ سچا، توریت اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول میں پورا اللہ سے زیادہ[1]"

بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ -

"سو خوشیاں کرو (اے اسلام والو) اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے (دیکھو کہ فانی چیز کے بدلے ابدی چیز خریدی ہے) اور یہی بڑی کامیابی ہے، وہ (مسلمان ہیں) توبہ کرنے والے ہیں (برائیوں سے) بندگی کرنے والے ہیں (اخلاص کے ساتھ) شکر کرنے والے (اپنی نعمت اسلام پر) بے تعلق رہنے والے (دنیا کی لذتوں سے) رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے حکم کرنے والے ہیں (ایمان و عبادت وغیرہ کی

---

[1] یعنی اللہ کریم ہے اور کریم یقیناً وعدہ پورا کرتا ہے جیسا کہ مشہور ہے ؎

خلاف وعدہ محال است کز کریم آید | لئیم گر نکند وعدہ را وفا شاید (من المصنف)

مجاز عموماً یہ عبارت ترجمہ کے درمیان ہے اس کا حاشیہ میں درج ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے - مرتب

بات کا اور منع کرنے والے بری بات (یعنی کفر اور گناہوں سے) سے اور حفاظت کرنے والے ان حدود سے جو باندھی اللہ نے (یعنی شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے) اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو (کہ اللہ نے ان کو اچھی صفات کے ساتھ متصف کیا)"۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے مجاہدین صحابہ کے لئے جنّت کا پختہ وعدہ فرمایا اور ان کی توصفات بیان فرمائیں۔ بلاشبہ یہ حضرات بھی ان صفات کے ساتھ موصوف تھے۔

پانچویں شہادت سورہ حج کی آیت ۴۱ میں باری تعالیٰ کا مہاجرین کے بارہ میں ارشاد ہے کہ:-

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔ حج - ۴۱	"وہ لوگ جن کو ہم زمین میں جگہ عطا کریں تو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور اللہ ہی کے لئے تمام کاموں کا انجام ہے (یعنی یہ آیت طویل عرصہ تک زمین پر قائم رکھے گی)"

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمایا ہے کہ اگر ہم اُن کو زمین کی حکومت و بادشاہت دے دیں تو اُن سے سب امور حسنہ ہی صادر ہوں گے۔

ادھر یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین میں سے ابوبکرؓ، عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ کو حکمران بنایا تھا تو ضروری ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ سب امور حسنہ بھی انجام دیئے ہوں گے۔ ورنہ تو کلام خداوندی کا بے معنی ہونا لازم آئے گا۔ لہٰذا یہ آیت خلفائے راشدین کی خلافت کے برحق ہونے کی بھی ایک دلیل ہے۔

خلفائے راشدین کی عادلانہ حکومتوں کے کارنامے پوری دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ عیسائیوں کے لئے حجت کے طور پر ڈاکٹر ٹیلر کی لب التواریخ جلد ۲ باب کی فصل چہارم میں مرقوم ایک شہادت پیشِ خدمت ہے۔

"ابوبکرؓ نے قرآن کی تدوین و ترویج کی اور محمد کی فتوحات کے نقشِ قدم پر چل کر اس نے قیصرِ مشرق ہیراکلیس کی فوج کو شکست دی اور یروشلیم پر قبضہ کیا اور لبنان کے پہاڑ سے بحیرۂ روم تک پورے ملک کو اپنا مطیع بنالیا۔ ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد عمرؓ بیعت کے ذریعے خلیفہ مقرر ہوئے۔ اس نے ایک ہی پیش قدمی سے شام، فونیقی (بشمول فلسطین) میسوپوٹیمیا اور خالدیہ، جو کہ یونانی حکومت کے زیرِ اثر ممالک تھے، سب فتح کر لئے۔ دوسری پیش قدمی میں فارس کی پوری سلطنت کو مفتوح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کر لیا۔ اسی زمانہ میں اس کے سپہ سالاروں نے مصر و لیبیا اور نومیدیا کو بھی فتح کر لیا۔"

پانچویں فصل میں کہتا ہے کہ :-

"عمرؓ کے جانشین عثمانؓ نے ایکتریانہ کے ملک اور کچھ تاتاری علاقوں کو فتح کیا اور ہودس (یعنی روس) اور یونان کے جزائر کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد محمدؐ کے داماد (یعنی علیؓ) خلیفہ ہوگئے جو آج تک محمدیوں میں مکرم ہیں۔"

چھٹی شہادت

سورۂ حج کی آیت ۷۸ میں ارشاد ہے کہ :-

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا	"اور محنت کرو اللہ کے واسطے (کفار وغیرہ ظاہری دشمنوں اور نفس و شہوت وغیرہ باطنی دشمنوں سے)

جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰکُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ○ ع ۱۰

جیسی کہ چاہیئے اس کے واسطے محنت (یعنی صفائی قلب اور خلوص نیت کے ساتھ) اس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی دین میں تم پر کچھ مشکل، دین تمہارے باپ ابراہیم کا۔ اس نے نام رکھا تمہارا مسلمان (مطیع) پہلے سے (یعنی کتب سابقہ میں) اور اس قرآن میں تاکہ رسول ہو بتانے والا تم پر اور تم ہو بتانے والے لوگوں پر، سو قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور (اپنے تمام کاموں میں) مضبوط پکڑو اللہ کو، وہ تمہارا مالک سو خوب مالک ہے اور خوب مددگار۔"

ملاحظہ کیجیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو بے دین اور کافر کہنے کی بجائے مسلمان کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ساتویں شہادت

سورۂ نور کی آیت ۵۵ میں ارشاد ہے :-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ

"تم میں سے جو لوگ (اس سورت کے نازل ہونے تک) ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُن سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا[1]۔ اور ان کے لئے اس دین کو قوت عطا کرے گا جسے اُن کے لئے

---

[1] یعنی داؤد علیہ السلام کو جیسا کہ ارشاد ہے یا داؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض الآیہ۔ اسی طرح سلیمان علیہ السلام اور دیگر حضرات کو خلیفہ بنایا گیا۔ ۱۲ من المصنف

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ نور - ۵۵	پسند کیا ہے اور انھیں ان کے خوف کے بعد امن عطا کرے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور اس کے بعد جو شخص کفر کرے تو ایسے لوگ فاسق ہیں "

آیت بالا میں لفظ " منکم " میں ضمیر مخاطب اور نو مقامات پر ضمیر غائب جمع کے صیغہ کے ساتھ مذکور ہے اور جمع کا لفظ تین سے کم پر دلالت نہیں کرتا۔ لہٰذا اس آیت میں یہ وعدہ اُن صحابۂ کرام سے ہے جو اس سورۃ کے نازل ہونے کے وقت ایمان لا چکے تھے اور بتایا گیا ہے کہ تین یا تین سے زائد داؤد اور سلیمان علیہم السلام کی مانند درجۂ خلافت پر فائز ہوں گے۔ ان کے مبارک دور میں جس دین کی اشاعت ہوگی وہ خدا کا پسندیدہ دین ہوگا۔ ان کے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کو مکمل امن و امان حاصل ہو جائے گا اور مسلمان صرف اور صرف خدا کی بندگی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو پورا کر دیا اور خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خلافتِ کبریٰ پر فائز فرما کر دینِ محمدی کو مشرق و مغرب میں غلبہ عطا فرمایا۔ اس لئے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ چاروں خلفاء یقیناً سچے خلفاء تھے اور ان کے دورِ خلافت میں جو دین پھیلا وہی دین ہے جو خدا کا پسندیدہ دین تھا ان میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا ان کی خلافت کا انکار کرنے والا فاسق ہے۔

آٹھویں شہادت

سورۂ فتح کی آیت ۲۶ میں چودہ سو کے قریب اُن مہاجرین اور انصار کے حق میں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ موجود تھے، یوں ارشاد ہے گیا ہے کہ :-

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ	" جب رکھی منکروں نے اپنے دلوں میں کد نادانی کی ضد پھر اتارا اللہ نے اپنی طرف سے اطمینان

اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۔ فتح - ۲۶

اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور لازم کردیا ان کے لئے کلمہ تقویٰ (یعنی کلمہ شہادت کبھی بھی ان سے جدا نہ ہوگا) اور وہی تھے اس کے لائق اور اہل اس کے (دوسروں کی نسبت) اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار "

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن تمام صحابۂ کرام کے حق میں جن میں ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی یقیناً شامل ہیں چار باتوں کی شہادت فرمائی ہے :-

۱ - وہ سب مومن ہیں ۔

۲ - یہ سب لوگ سکینہ کے نزول میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے ۔

۳ - تقویٰ و پرہیزگاری والا کلمہ ان کے وجود کے ساتھ ایسا لازم ہے کہ کبھی جُدا نہیں ہوسکتا ۔

۴ - وہ لوگ اس تقویٰ والے کلمہ کے سب سے زیادہ مستحق اور لائق ہیں ۔

لہٰذا اب جو شخص ان حضرات کو بے ایمان وغیرہ قرار دیتا ہے اس کا قول قرآن کے صریح خلاف اور بالکل مردود ہے ۔

نویں شہادت سورۂ فتح کی آیت ۲۹ میں ارشاد ہے :-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں (یعنی آپ کے صحابہ) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان، تم ان کو رکوع کرتے اور سجدہ کرتے دیکھو گے (کیونکہ اکثر وقت ان کا نماز ہی میں گزرتا ہے) وہ

مِنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۔ (فتح - ۲۹)	اللہ کے فضل (یعنی ثواب) اور رضامندی کو تلاش کرتے ہیں۔ ان کی علامت ان کے چہروں پر ہے سجدوں کے اثر سے "

اس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کی یوں تعریف فرمائی ہے کہ وہ کافروں کے لئے سخت اور آپس میں بڑے مہربان اور رکوع و سجود کرنے والے، اللہ کے فضل و رضا کے طالب ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے بھی ان بزرگوں کے حق میں اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ بڑا خطا کار ہے۔

دسویں شہادت سورۂ حجرات آیت ۷ میں فرمایا ہے کہ :-

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۔ حجرات	"لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب کر دیا اور اُسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا۔ اور کفر فسوق اور نافرمانی کو تمہارے لئے مکروہ (ناگوار) کر دیا۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں "

اس میں حسبِ ذیل امور کی تصریح فرمائی کہ :-

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں ایمان کی محبت جاگزین کر دی ۔

۲۔ کفر، فسق اور گناہ ان کے ہاں مبغوض و ناپسند تھے۔

۳۔ یہ لوگ راہِ حق پر اور رُشد و ہدایت کے ساتھ موصوف تھے ۔

لہٰذا اب جو اُن کو کافر یا فاسق سمجھتا ہے وہ خود گمراہ اور فاسق ہے ۔

گیارہویں شہادت سورۂ حشر میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ حشر۔

واسطے ان مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے[1]۔ ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی[2]، اور امداد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی (اپنے مال اور جان سے) وہ لوگ وہی ہیں سچے (دین میں قول وفعل سے) اور جو لوگ جگہ پکڑ لیتے ہیں (یعنی انصار) اس گھر[3] میں اور ایمان میں ان سے پہلے سے وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آتے ہیں ان کے پاس[4]۔ اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی، اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ، اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے سو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

---

[1] یعنی کفار مکہ نے ان کو نکال دیا تھا اور ان کا مال ضبط کر لیا تھا۔ ۱۲ من المصنفؒ

[2] یعنی ان کی ہجرت تجارت یا کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا اور رسول ﷺ کی دوستی کیلئے انھوں نے اپنا وطن اور مال چھوڑ دیا ہے۔ ۱۲ من المصنفؒ

[3] یعنی مدینہ میں۔ ۱۲ من المصنفؒ

[4] اپنے اوپر بوجھ نہیں سمجھتے بلکہ اپنے گھروں میں ان کو جگہ دیتے ہیں اور اپنے مالوں میں ان کو حصہ دار بناتے ہیں۔ ۱۲ من المصنفؒ

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے چھ اوصاف بیان فرماتے ہوئے اُن کی یوں تعریف فرمائی ہے :-

۱ ۔ ان مہاجرین کی ہجرت دُنیا کی طمع کے لئے ہرگز نہ تھی۔ بلکہ محض خالص اللہ اور رسولؐ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تھی ۔

۲ ۔ یہ لوگ اپنی جان و مال کے ساتھ خدا اور رسول کے دین کے مددگار تھے ۔

۳ ۔ دین میں اپنے قول اور فعل کے اعتبار سے صادق تھے ۔

۴ ۔ انصار اُن لوگوں سے محبت رکھتے تھے جو (مدینے) ہجرت کر کے آئے تھے ۔

۵ ۔ انصار اُس وقت خوش ہوتے تھے جب مہاجرین کو کوئی چیز ملتی تھی ۔

۶ ۔ انصار اپنے مہاجر بھائیوں کو باوجود اپنی احتیاج کے اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے ۔

درحقیقت یہ چھ صفات مہاجرین و انصار کے کمالِ ایمان پر دلالت کرتی ہیں ۔

بارہویں شہادت | سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہے :-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۝ (آلِ عمران)	"تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے۔ تم نیکی (ایمان و طاعتِ رسول) کا حکم کرتے ہو، اور برائی (یعنی کفر وغیرہ سے) روکتے ہو اور اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے ہو"

اس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے بارے میں فرمایا ہے کہ :-

۱ ۔ یہ لوگ تمام اُمتوں میں بہترین جماعت ہیں ۔

۲ - یہ لوگ ہمیشہ نیکی کی تعلیم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے ہیں۔

۳ - یہ لوگ اللہ پر ایمان لانے والے تھے۔

غرض اس قسم کی اور دوسری آیات بھی موجود ہیں، مگر میں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں اور بارہ اماموں[۱] کے شمار کے مطابق صرف بارہ قرآنی آیتیں پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ اب ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے اقوال اہل تشیع کی معتبر و معتمد کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔

خلفائے ثلاثہ کے حق میں اہل بیت[۲] رضی کی شہادتیں

پہلی شہادت

حضرت علیؓ کا قول

شیعوں کی نہایت ہی معتبر کتاب "نہج البلاغہ" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ :-

---

[۱] چونکہ معترض عیسائی پادری نے شیعہ فرقہ کے حوالے سے اعتراض کیا تھا اسی مناسبت سے مصنفؒ نے بارہ اماموں کا تذکرہ یہاں فرمایا تاکہ معترض کے ساتھ ساتھ اثنا عشری عقیدہ والوں پر بھی حجت قائم ہو جائے۔ کیونکہ جس طرح حواریوں کی تعداد بارہ بیان کی جاتی ہے اہل تشیع کی اکثریت بھی بارہ اماموں کی معصومیت و امامت کا عقیدہ رکھتی ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ نجیب

[۲] یہاں اہلِ تشیع کی رعایت سے یہ اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ اولادِ رسول کے لئے قرآن و حدیث میں کثرت کے ساتھ "آل" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن و حدیث نے اہل بیت سے مراد ازواج النبی قرار دیا ہے اور لغت و عرف بھی اسی پر ہی دال ہے۔ ۱۲ نجیب

لله در فلان فلقد قوم الاود	"فلاں شخص کتنا اچھا اور بہترین ہے کیونکہ اس نے
وداوی العمد واقام السنة	(۱) کجی کو سیدھا کیا (۲) دانستوں کی اصلاح کی (۳)
وخلف البدعة ذهب نقی	سنت کو قائم اور جاری کیا (۴) بدعت کی مخالفت
الثوب قلیل العیب اصاب	کی (۵) دنیا سے پاکدامن گیا (۶) بہت کم عیب والا
خیرها وسبق شرها ادی	تھا (۷) بہترین افعال کرتا رہا (۸) برے افعال
الی الله طاعته واتقاه	سے محترز رہا (۹) اللہ کی فرمانبرداری کرتا رہا (۱۰)
بحقه رحل وترکهم فی	اللہ سے اس کے حقوق میں سب سے زیادہ ڈرنیوالا تھا
طرق متشعبة لا یهتدی	خود تو چلا گیا لیکن لوگوں کو منتشر اور پراگندہ چھوڑ گیا
فیها الضال ولا یستیقن	کہ اس میں گمراہ اور بے کو کوئی ہدایت حاصل کرنے کی
المهتدی۔	صورت اور ہدایت یافتہ کے لئے کوئی
(نہج البلاغۃ)	یقین کی شکل نہیں۔"

اس کلام میں "فلاں شخص" سے مراد نہج البلاغۃ کے اکثر شارحین جو فرقہ امامیہ سے ہیں کے نزدیک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بعض شارحین کے نزدیک اس کا مصداق عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکرؓ یا عمرؓ کے دس اوصاف اس ارشاد میں شمار کئے جن کا پایا جانا ان میں ضروری ہے اور یہ ان کی قوتِ ایمانی کی واضح دلیل ہے۔

---

[1] انصار الحق جلد سوم میں مترجم نے داوی العمد کا ترجمہ "سنگین بیماری کا علاج کیا" سے کیا ہے اور حاشیہ میں اس کی یہ توجیہہ بیان کی گئی ہے کہ :-

"اصل میں لفظ یہ ہے "داوی العمد" عمد (مح) عمدا کے معنی ہیں "بیماری کا کسی کو کمزور کر دینا" اسی مناسبت سے یہاں ترجمہ "بیماری" سے کر دیا گیا ہے" ۱۲ محقق

مصنفؒ نے جو ترجمہ کیا ہے وہ بہتر اور محاورے کے مطابق ہے۔ ۱۲ مجیب

دوسری شہادت

امام ابوجعفرؒ کا قول شیعوں کے بڑے فاضل معتمد علی بن عیسی اردبیلی اثنا عشری کی تصنیف کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ :-

سئل الامام ابوجعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف ھل یجوز فقال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ فقال الراوی اتقول ھکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللّٰہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ ۔

"امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے جڑاؤ تلوار کی نسبت مسئلہ دریافت کیا کہ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں ؟ فرمایا کہ بے شک جائز ہے کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی جڑاؤ تلوار استعمال فرمائی ہے۔ راوی نے کہا کہ کیا آپ اس قسم کی بات کہتے ہیں ؟ یہ سن کر امام موصوف جوش میں آکر اپنی مسند سے کود سے اور فرمایا کہ "بے شک وہ صدیق ہیں ، بے شک وہ صدیق ہیں ، بے شک وہ صدیق ہیں" جو ان کو (یعنی ابوبکرؓ کو) صدیق نہ مانے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی بات (یعنی ایمان) سچ نہ مانے"

ملاحظہ کیجئے کہ جب امام محمد باقرؒ نے ابوبکرؓ کو صدیق فرمایا تو پوچھنے والا جو کہ شیعی تھا اس نے بطور تعجب عرض کیا کہ کیا آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں ؟ اس پر امام نے غصہ سے تین مرتبہ فرمایا کہ ہاں میں ان کو صدیق کہتا ہوں اور جو ان کو صدیق نہ مانے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے ۔

امام محمد باقرؒ کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ابوبکرؓ یقیناً صدیق ہیں۔ اور ان کی صدیقیت کا انکار کرنے والا دنیا و آخرت میں جھوٹا ہو گا۔ صدیقیت

مقامِ نبوت کے بعد ایک بلند مرتبہ ہے۔

تیسری شہادت

حضرت علیؓ کا خط | حضرت امیر معاویہؓ کے نام حضرت علیؓ کا ایک خط "نہج البلاغہ" کے شارحین نے نقل کیا ہے۔ اس میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کے حق میں یوں فرمایا گیا ہے:-

لعمری ان مکانهما من الاسلام لعظیم و ان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شدید رحمهما الله وجزاهما الله باحسن ما عملا -

"مجھ کو اپنی زندگی کی قسم اسلام میں ان دونوں بزرگوں کا پایہ بہت بلند ہے۔ اسلام کے لئے ان دونوں کی شہادت بہت بڑا نقصان ہے۔ اللہ ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور اُن کے بہترین اعمال کا ان کو صلہ عطا کرے۔"

دیکھئے حضرت علیؓ اسلام میں ان دونوں بزرگوں کا پایہ بہت بلند بتاتے ہیں اور اُن کے حق میں نیک دُعا کرتے ہیں۔ لہٰذا اب جو اُن کا اسلام میں رتبہ کمتر قرار دے اور ان کے حق میں بد دُعا کرے وہ یقیناً حضرت علیؓ کی مخالفت پر کمر باندھتا ہے۔

چوتھی شہادت

امام محمد باقر کا فرمان | شیعہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے بہت بڑے عالم مصنف کتاب الفصول نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یوں نقل کی ہے:-

"انه قال لجماعة خاضوا فی ابی بکر و عمر و عثمان الا تخبرونی انتم من المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم واموالهم

يبتغون فضلاً من الله ورضواناً وينصرون الله ورسوله
قالوا لا قال فأنتم من الذين تبوؤ الدار والايمان
من قبلهم يحبون من هاجر اليهم - قالوا لا قال اما انتم
فقد برئتم ان تكونوا احد هذين الفريقين وانا اشهد
انكم لستم من الذين قال الله تعالى والذين جاءوا من بعدهم
يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا
بالايمان ولا تجعل فى قلوبنا غلاً للذين آمنوا ربنا انك
رؤف رحيم ۔

"امام موصوف نے اُن لوگوں سے جو ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی عیب جوئی اور نکتہ چینی میں مصروف تھے فرمایا کہ کیا تم مجھ کو یہ بات نہ بتاؤ گے کہ تم اُن مہاجرین میں سے ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور اللہ اور رسول کی مدد کے لئے جدا کر دیئے گئے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم ان لوگوں میں داخل نہیں۔ فرمایا تو کیا تم اُن لوگوں میں سے ہو جو مدینہ میں مہاجرین کی آمد سے قبل مقیم چلے آتے تھے، اور ایمان لا چکے تھے اور جو مہاجر اُن کے پاس پہنچتا تھا وہ اس سے محبت کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ ہم لوگ اُن میں سے بھی نہیں ہیں۔ فرمایا کہ تم نے خود اعتراف کر لیا کہ تم ان دونوں جماعتوں میں داخل نہیں ہو، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

"اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان

لائے تھے اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے کوئی کھوٹ نہ رکھ، اے ہمارے پروردگار! بلاشبہ آپ مہربان اور رحیم ہیں "

ملاحظہ کیجئے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اس گروہ کو گمراہ اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

پانچویں شہادت

امام حسن عسکری کی روایت وہ تفسیر جس کو شیعہ حضرات امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ اس میں یہ روایت موجود ہے کہ :-

ان اللہ اوحی إلی آدم لیفیض علی کل واحد من محبی محمد وآل محمد واصحاب محمد مالو قسمت علی کل عدد ما خلق اللہ من طول الدھر إلی آخرہ وکانوا کفارا لادّاھم إلی عاقبۃ محمودۃ وایمان باللہ حتی یستحقوا بہ الجنۃ وان رجلا ممن یبغض آل محمد واصحابہ اوواحدا منھم یعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل خلق اللہ لاھلکھم اجمعین ۔

"اللہ نے آدم کے پاس وحی بھیجی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد اور اصحاب سے محبت رکھنے والے ہر شخص پر اتنی رحمت نازل کروں گا کہ اگر اس کو تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے جو ابتداء دنیا سے قیامت تک پیدا ہونے والی ہے اگرچہ وہ کافر ہی ہوں تو وہ اس رحمت کی بنا پر مومن اور نیک انجام ہو کر مستحق جنت بن جائیں گے اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یا اصحاب سے یا ان میں سے کسی ایک سے بغض و دشمنی رکھے گا تو اللہ تعالے اس کو

ایسا شدید عذاب دے گا کہ اگر اس کو ساری مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب کو ہلاک کر دے"۔

دیکھئے اس میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ تمام آل اور اصحاب سے محبت رکھنا ضروری ہے اور بغض و دشمنی ایک سے بھی ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقام محبت میں اَوَدَّ اَحَدَہُمْ نہیں فرمایا اور بغض و دشمنی کے سلسلے میں اس کلمہ کو زائد ذکر کیا جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ محبت سب سے رکھنی چاہیئے اور دشمنی ایک کے ساتھ بھی عذاب میں مبتلا ہونے کے لئے کافی ہے۔

اب اس صورت میں اگر کوئی شخص نفسانیت اور بے جا تعصب کی بنا پر آیات قرآنیہ اور ائمہ علیہم السلام کے ارشادات کے برعکس کوئی بات کہتا ہے تو اس کی بات حجت قرار نہیں پا سکتی۔

ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے کفر و ایمان سے متعلق ان تصریحات کے بعد اب فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے مذہب میں تحریف قرآن کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کی حقانیت پر شیعہ علماء کے اقوال

شیعہ کے فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے جمہور اور محققین علماء کے نزدیک قرآن مجید تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ اور اگر اس فرقہ کا کوئی شخص قرآن مجید میں کمی بیشی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا قول ان جمہور علماء اثنا عشری کے نزدیک مردود اور ناقابل قبول ہے۔

خوفِ طوالت کے سبب اس فرقہ کے محققین علماء کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) محمد بن علی بابویہ کی شہادت شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ جو علمائے امامیہ اثناء عشریہ میں بڑے پایہ کے علماء میں سے ہیں اپنے رسالہ "اعتقادات" میں لکھتے ہیں :-

اعتقادنا فی القرآن ان القرآن الذی انزل اللہ تعالٰی علی نبیہ ھو ما بین الدفتین عند الناس مائۃ واربعۃ عشر سورۃ ومبلغ سورۃ عند الناس مائۃ واربعۃ عشر سورۃ وعندنا والضحٰی والم نشرح سورۃ واحدۃ ولا یلاف والم ترکیف سورۃ واحدۃ ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فھو کاذب -

"ہمارا عقیدہ قرآن کی نسبت یہ ہے کہ وہ قرآن جس کو اللہ تعالٰی نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا وہ یہی موجودہ قرآن ہے، جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ البتہ اس کی سورتوں کی تعداد لوگوں کے نزدیک ۱۱۴ ہے مگر ہمارے نزدیک سورۃ والضحٰی اور الم نشرح مجموعی طور پر ایک سورۃ ہیں۔ اسی طرح لایلف اور الم ترکیف دونوں ملکر ایک سورت ہیں اور جو شخص ہماری جانب یہ قول منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے وہ جھوٹا ہے"

دیکھئے اس میں علامہ ابن بابویہ قمی صاحب بر ملا اعتراف کر رہے ہیں کہ ہمارے نزدیک قرآن یہی ہے جو موجود ہے اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوئی - ہمارا اختلاف صرف سورتوں کی تعداد میں ہے اور بس - اور جو ہم پر یہ الزام عائد کرتا ہے کہ ہم قرآن میں کمی ہو جانے کے قائل ہیں، وہ جھوٹا ہے -

۲۔ سید مرتضیٰ کی شہادت

تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کی نہایت معتبر تفسیر ہے اس میں عظیم شیعہ مجتہد سید مرتضیٰ ذوالمجد و علم الہدیٰ ابوالقاسم علی بن حسین موسوی نے ذکر کیا ہے کہ :۔

ان العلم بصحۃ القرآن کالعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع العظام المشہورۃ و اشعار العرب المسطورۃ فان العنایۃ اشتدت والدواعی توفرت علی نقلہ و بلغت الی حد لم تبلغ الیہ فیما ذکرناہ لان القرآن معجز النبوۃ و ماخذ العلوم الشرعیۃ والاحکام دینیۃ و علماء المسلمین قد بلغوا فی حفظہ و عنایتہ الغایۃ حتی عرفوا کل شیء فیہ من اعرابہ وقراتہ وحروفہ و آیاتہ فکیف یجوز ان یکون مغیرا او منقوصا مع العنایۃ الصادقۃ و الضبط الشدید ۔

"قرآن کی صحت کا علم و یقین اس درجے کا ہے جس طرح دنیا کے بڑے بڑے شہروں یا عظیم الشان حوادث اور مشہور واقعات یا اہل عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین ۔ کیونکہ قرآن کی نقل و روایت کی جانب شدید توجہ کی گئی ہے ۔ اور اس کی حفاظت کے بکثرت اسباب موجود تھے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شرعیہ و احکام دینیہ کا ماخذ ہے اور مسلمانوں علماء نے اس کے حفظ کرنے میں اور اس کی جانب توجہ کرنے میں انتہا کر دی ہے ۔ یہاں تک کہ قرآن کی ہر ہر چیز مثلاً اس کے اعراب اور قراتوں حروف و آیتوں تک کی پوری پوری معرفت حاصل کی ۔ پھر اس قدر شدید اہتمام و توجہ تام کے بعد یہ احتمال کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس میں تغیر و

تبدل ہو یا کمی بیشی ہو۔"

۳۔ عاملی کی شہادت

محمد بن حسن حر عاملی نے جو شیعہ کے فرقہ امامیہ کے جلیل القدر محدث ہیں اپنے ایک رسالے میں بعض معاصرین کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

ہر کسیکہ تتبع اخبار و تفحص تواریخ و آثار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن در غایت و اعلیٰ درجہ تواتر بودہ و آلاف صحابہ حفظ و نقل می کردند آں را و در عہد رسول خدا ؐ مجموع مولف بود۔ (ملخصاً)

اور جو شخص واقعات اور تواریخ کی چھان بین کرے گا وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ قرآن تواتر کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا ہوا ہے۔ ہزاروں صحابہ ؓ اس کو حفظ کرتے اور نقل کرتے تھے اور عہدِ رسالت ؐ میں وہ جمع اور مدوّن ہو چکا تھا۔"

اسی طرح اور بھی شیعہ علماء کی تصریحات موجود ہیں۔

الغرض بڑے بڑے محققین علماءِ شیعہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف کے قائل نہیں۔ شیخ صدوق نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ" جو ہماری جانب یہ قول منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے وہ جھوٹا ہے۔" اور جو قدرے قلیل شیعہ حضرات اس میں تغیر و تبدل و تحریف کے قائل ہیں خود شیعوں میں وہ لائق اعتبار نہیں ہیں۔

پھر ان قائلینِ تحریف کا اپنا عمل خود اُن کے اپنے عقیدے کے خلاف رہا ہے۔ کیونکہ نماز اور تلاوت کے وقت وہ بھی اسی قرآن کو پڑھتے اور اپنے مُردوں کو اسی کا ثواب بخشتے تھے۔ ان کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ تمام اہلِ بیت نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی اسی قرآن کو پڑھتے تھے اور اپنے لڑکے لڑکیوں اور خادموں کے علاوہ پورے علاقہ کے لوگوں کو یہی قرآن سکھاتے تھے۔ لہٰذا اس قلیل تعداد کا یہ قول

جو ان کے اپنے عقیدہ و عمل کے خلاف اور جمہور شیعہ کے عقیدہ کے مخالف تھا کسی صورت قابل اعتبار نہیں ہو گا۔ خود قرآن میں ان کے اس قول کا رد موجود ہے۔ چنانچہ سورہ حجر کی آیت ۹ میں ارشاد ہے :۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔

"ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔

(یعنی ہر وقت میں کمی زیادتی اور تحریف و تبدیل سے)

سورۃ حٰم سجدہ میں ارشاد فرمایا

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ[1] تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ۔

"اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے اتاری ہوئی حکمتوں والے سب تعریفوں والے کی"۔

پادری صاحب کے مذکورہ بالا دونوں دعوؤں کا بطلان جب معلوم ہو چکا تو اب ان کے دعوؤں کی تائید کرنے والے دلائل کی حقیقت ملاحظہ کیجئے :۔

پہلی دلیل

دبستان سے پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "فانی کی کتاب دبستان میں یوں مسطور ہے" الخ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ کہ پادری صاحب نے اس حوالہ میں کچھ تھوڑی سی تحریف کی ہے۔ اس لئے کہ اثنا عشری فرقہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے دبستان کی عبارت یوں لکھی ہوئی ہے :۔

---

[1] لا یاتیہ الباطل التبدیل والتناقض من بین یدیہ ولا من خلفہ ای بوجہ من الوجوہ (مدارک) من المصنف

"بعضے از ایشان گویند کہ عثمان مصاحف را سوختہ بعضے از سورۃ ہا کہ در شان علی فضل آتش بود برانداخت"۔

لہٰذا پادری صاحب یہاں لفظ "بعض" ہضم کر گئے۔ دوئم یہ کہ یہ "بعض" وہی لوگ ہیں جن کا اثنا عشری فرقہ امامیہ میں کچھ بھی شمار نہیں ہوتا۔

پھر دبستان کے مصنف نہ تو خود مسلمان ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے مذہب اور ان کی کتابوں سے واقفیت رکھتے ہیں، بلکہ یہ شخص محض سنی سنائی باتوں کو نقل کر دیتا ہے اور غالباً یہ بات اس سے کسی غیر معتبر اثنا عشری عالم نے کہہ دی ہو گی[1]

دوسری دلیل

عین الحیات سے پادری صاحب کا یہ قول کہ "اور کتاب عین الحیات کی الخ" میں کہتا ہوں کہ یہ روایت خبر واحد ہے جو قطعی دلائل کی مخالفت کرنے کے سبب متروک اور مردود ہے اور علماء اثنا عشریہ کا بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو روایت خبر واحد ہو اور دلیل قطعی کے مخالف ہو اس میں یا تو تاویل کی جائے گی اور یا اس کو رد کر دیا جائے گا۔ ایسی روایت خواہ کافی کلینی کی کیوں نہ ہو اور یہ کتاب شیعہ کے ہاں اصح الکتب شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ مولوی دلدار علی مجتہد لکھنوی اپنی کتاب "صوارم" میں عقیدہ ۱۲ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:-

---

[1] شاید اس نے اسی طرح سنا ہو گا جیسے پادری فنڈر صاحب نے میزان الحق میں لکھ دیا ہے کہ:-
"اس باب (یعنی نسخ) میں قرآن اور اس کے مفسر دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح زبور کے آنے سے توریت اور انجیل کے ظاہر ہونے سے زبور منسوخ ہوئی الخ پھر لکھتے ہیں کہ" اس حالت میں محمدیوں کا دعوے بے اصل و بیجا ہے جو کہتے ہیں کہ زبور، توریت اور انجیل ان دونوں کو منسوخ کرتی ہے" حالانکہ قرآن میں کہیں اس کا مذکور نہیں اور نہ کسی تفسیر میں یہ ہے۔ چنانچہ جب مجمع عام میں ان پر اعتراض کیا گیا کہ یہ کہاں لکھا ہے؟ تو فرمایا کہ ہم نے بعض مسلمانوں سے سن کر لکھا ہے۔ ۱۲ من المصنف۔

"و ما نمیگوئیم کہ ہر یک از احادیث کافی گو روایات ان ضعیف و مجروح باشند قطعی الصدور اند چنانچہ شما ادعا می آمیکنید و ایضاً بر تقدیر قطعی بودن ہرگاہ آیاتِ قرآنی منسوخ باشند و ماول چرا بعض احادیث کافی ماول نباشند بنابر مخالف بودن ان از اجماع و الاحادیث المستفیضہ"

اور کتاب "ذو الفقار" میں آٹھویں مقدمہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ :-

"بالاتفاق میان علماء اسلام قاعدہ مقررہ است کہ انچہ از آیات و احادیث کہ بر خلاف قطعیات دلالت داشتہ باشد کی اند از ند اگر قابلیت داشتہ باشد والا ماول میسازند"

جب کلینی[1] کی روایات آحاد سمیت سب روایات آحاد کا مذکورہ بالا حال ہو تو بھلا عین الحیات کی ایک دو آحاد روایات کے اسی کی مانند متروک ہونے میں کیا مانع لازم آسکتا ہے۔

تدوینِ قرآن سے متعلق احادیث اور پادری صاحب کے اعتراض

پادری صاحب کہتے ہیں کہ اہلِ سنت کی معتبر و مشہور کتاب "مشکوٰۃ المصابیح" ہے اس کی کتاب فضائل قرآن" فصل اول میں درج ہے کہ :-

"عن عمر بن الخطاب قال سمعت هشام بن حکیم بن حزام یقرأ سورة الفرقان علی غیر ما أقرأها وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم أقرأنیها فکدت أن أعجل علیه ثم امهلته حتی انصرف ثم

---

[1] محمد یعقوب کلینی شیعہ فرقہ کے مشہور عالم ہیں جن کی کتاب الکافی شیعہ فقہ وحدیث کی مستند ترین کتاب ہے۔ ۱۲ تقی

لببته بردائه فجئت به رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله انی سمعت هذا یقرأ سورة الفرقان علی غیر ما اقرأتنیها فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ارسله اقرأ فقرأ القراءة التی سمعته یقرأ فقال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم هکذا انزلت ثم قال لی اقرأ فقرأت فقال هکذا انزلت ان هذا القرآن انزل علی سبعة أحرف فاقرأوا ما تیسر منه متفق علیه واللفظ لمسلم۔

"یعنی عمر بن الخطاب کہتا ہے کہ میں نے ہشام بن حکیم ابن حزام کو سنا کہ وہ سورہ فرقان میری قرأت کے خلاف پڑھتا تھا۔ حالانکہ مجھ کو وہ سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی پس قریب تھا میں نے چاہا کہ جلد اوسے منع کروں لیکن میں نے اوسے مہلت دی یہاں تک کہ وہ پڑھ چکا بعد اس کے میں اوس کی چادر پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور کہا یا رسول اللہ! میں نے اس شخص کو سورہ فرقان ایک اور قرأت سے پڑھتے سنا ہے خلاف اوس قرأت کے جو آپ نے مجھے بتائی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اسے چھوڑ دے اور اوسے کہا پڑھ۔ پس اوسنے وہی قرأت پڑھی جو میں نے اوسے پڑھتے سنی تھی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح نازل کی گئی ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ تو پڑھ۔ پس میں نے بھی پڑھی فرمایا کہ اسی طرح نازل کی گئی ہے اور قرآن سات قرأت پر نازل ہوا ہے جس قرأت پر آسان ہو اوس پر پڑھو۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور عبارت مسلم کی ہے"

پھر تیسری فصل میں مرقوم ہے :-

عن زید بن ثابت قال ارسل إلیّ ابوبکر مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ قال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر[1] یوم الیمامۃ بقراء القرآن إنی اخشی ان استحر بالقتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن و إنی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر ھذا واللہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلک ورأیت فی ذلک الذی رای عمر قال زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لا نتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع القرآن فاجمعہ فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی من جمع القرآن قال قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح لہ صدر ابی بکر وعمر فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب اللخاف وصدور الرجال حتی وجدت اخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع احد غیرہ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم حتی خاتمۃ برأۃ فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیوتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر۔ رواہ البخاری۔

---

[1] میزان الحق میں استمر بالمیم لکھا ہے اور صحیح استحر بالحاء ہے۔ ۱۲ من المصنف

وہ یعنی زید بن ثابت کہتا ہے کہ ابوبکر نے مقتل اہل یمامہ میں آدمی بھیج کر مجھے
بلوایا گیا۔ دیکھا تو عمر بھی اوسکے پاس تھا۔ ابوبکر نے مجھ سے کہا کہ عمر نے میرے
پاس آکر کہا کہ یمامہ کی لڑائی کے دن قرآن کے قاری بہت مقتول ہوئے
میں ڈرتا ہوں کہ اگر اور مقاموں میں بھی ایسا ہی مقاتلہ ہوگا تو قرآن میں
سے بہت سا جاتا رہے گا۔ میں ایسا چاہتا ہوں کہ تم قرآن کے جمع کرنے کا
حکم دو۔ میں نے عمر سے کہا کہ وہ کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں
کیا تم کیونکر کروگے۔ اوس نے کہا خدا کی قسم یہ اچھا ہے۔ بس عمر بکرار یہی بات
مجھ سے کہتا تھا حتی کہ اللہ تعالی نے میرے دل کو اوس امر پر آگاہ کیا اور
وہ فائدہ جو قرآن کے جمع کرنے میں عمر کو معلوم ہوتا تھا مجھے بھی معلوم ہوا۔
اب زید کہتا ہے کہ ابوبکر نے مجھ سے کہا تم مرد جوان و عاقل ہو اور تہمت
سے مبرا ہو۔ اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وحی لکھا کرتے تھے
پس تم قرآن کی تتبع کر کے اوسے جمع کرو۔ خدا کی قسم! اگر لوگ مجھے ایک پہاڑ
اوٹھانے کی تکلیف دیتے تو مجھ پر بھاری نہ پڑتا۔ جیسا قرآن کا جمع کرنا بھاری
پڑا۔ میں نے اونسے کہا کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا
تم کیونکر کرتے ہو؟ انہوں نے کہا واللہ یہ بہتر ہے۔ پس ابوبکر نے مجھ
سے بکرار کہا، حتی کہ اللہ تعالی نے میرے دل کو بھی اوس امر کے فائدہ
پر آگاہ کر دیا جس پر ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دل کو آگاہ کیا تھا۔ پس میں نے
قرآن کی تتبع اور تلاش کی اور خرما کے پتوں اور پتھروں اور حافظ لوگوں کے
دلوں سے لے کر اوسے جمع کیا حتی کہ سورۃ التوبہ کی آخر کی یہ آیت لقد
جاءکم رسول من انفسکم خاتمہ براۃ تک ابی خزیمہ انصاری کے
سوا کسی کے پاس لکھی ہوئی نہ پائی۔ پس قرآن کے وہ اجزاء ابوبکر کے پاس

رہے۔ انھوں نے وفات پائی تو عمر کے پاس رہے اونکے بعد اونکی بیٹی حفصہ کے پاس رہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے"

عن انس بن مالک ان حذیفۃ بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی اھل الشام فی فتح ارمینیۃ واذربیجان مع اھل العراق فافزع حذیفۃ اختلافھم فی القراءۃ فقال حذیفۃ لعثمان یا امیر المؤمنین ادرک ھذہ الامۃ قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیھود والنصاری فارسل عثمان الی حفصۃ ان ارسلی الینا بالصحف ننسخھا فی المصاحف ثم نردھا الیک فارسلت بھا حفصۃ الی عثمان فامر زید بن ثابت وعبداللہ بن الزبیر وسعید بن العاص وعبداللہ بن الحارث بن ھشام فنسخوھا فی المصاحف وقال عثمان للرھط القرشیین الثلاثۃ اذا اختلفتم انتم وزید بن ثابت فی شیء من القرآن فاکتبوہ بلسان قریش فانما نزل بلسانھم ففعلوا حتی اذا نسخوا الصحف والمصاحف رد عثمان الصحف الی حفصۃ وارسل الی کل افق بمصحف ان یحرق قال بن شھاب فاخبرنی خارجۃ بن زید بن ثابت انہ سمع زید بن ثابت قال فقدت آیۃ من الاحزاب حین نسخنا المصحف قد کنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأبھا فالتمسناھا فوجدناھا مع خزیمۃ بن ثابت الانصاری من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فالحقناھا فی سورتھا فی المصحف، رواہ البخاری۔

"یعنی انس بن مالک کہتا ہے کہ حذیفہ ابن یمان عثمان کے پاس آیا درحالیکہ وہ

ارمینیہ میں اہلِ شام کے ساتھ اور آذربیجان میں اہلِ عراق کے ساتھ جہاد کر رہا
تھا اور قاریوں کی مختلف قرأت سے ڈر کر عثمان سے کہا کہ اے امیر المومنین!
اس امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ وہ کتاب میں اختلاف کریں۔ جیسے یہود و
نصاریٰ نے اختلاف کیا۔ پس عثمان نے حفصہ کے پاس آدمی بھیجا کہ تم اجزا ہمارے
پاس بھیج دو تاکہ ہم اوسکے متعدد نسخے لکھیں اور پھر تمہیں دیدیں۔ حفصہ نے وہ اجزا
عثمان کے پاس بھیج دیئے۔ تب عثمان نے زید بن ثابت اور عبداللہ بن زبیر
اور سعید ابن العاص اور عبداللہ ابن الحارث ابن ہشام کو مامور کیا۔ انھوں
نے اس کو متعدد نسخوں میں لکھا اور عثمان نے ان تینوں شخصوں (یعنی عبداللہ بن زبیر
اور سعید ابن العاص اور عبداللہ ابن حارث) سے جو قوم قریش سے تھے کہا کہ
جس وقت تم تینوں شخص اور زید قرآن کے کسی امر میں اختلاف کرو تو اسے
قریش کے لہجہ پر لکھنا کیونکہ قرآن انہیں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پس
انہوں نے ایسا ہی کیا جبکہ اجزاء کو متعدد نسخوں میں لکھ چکے تو عثمان نے اوسے
حفصہ کے پاس پھر بھیجا اور ہر طرف ایک ایک صحیفہ ان نسخوں میں سے
جنہیں اب لکھا تھا بھیج دیا اور اوسکے ماسوا جتنے قرآن کے صحیفے تھے ان کے
جلا دینے کا حکم دیا۔ ابن شہاب کہتا ہے کہ خارجہ ابن زید ابن ثابت نے
مجھے خبر دی کہ اوسنے زید ابن ثابت یعنی اپنے باپ سے سُنا کہ وہ کہتے تھے
کہ جس وقت قرآن کو ہم نے لکھا سورۃ احزاب کی ایک آیت جو میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سُنا تھا مجھے لکھی ہوئی نہ ملی۔ تب ہم نے
اوسے ڈھونڈھا تو خزیمہ ابن ثابت انصاری کے پاس پائی اور وہ آیت یہ
ہے "من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ" پس ہم نے اوسے
سورۂ احزاب میں لاحق کر کے کتاب میں داخل کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے "

میں کہتا ہوں کہ ہم ان تینوں حدیثوں کو صحیح تسلیم کرتے ہیں مگر ان کو پادری صاحب کے دعویٰ سے تو کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ ان کے زعم کے مطابق جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں ان حدیثوں سے چار باتیں نکلتی ہیں ۔

اب مشکوٰۃ کی ان حدیثوں سے کئی ایک باتیں ثابت ہوتی ہیں :۔

۱ ۔ پہلی یہ کہ خود محمد کے وقت میں ایک شخص نے آیت کو ایسا اور دوسرے نے اوسی آیت کو ویسا پڑھا تھا ۔

۲ ۔ دوسری یہ کہ قرآن محمد کے وقت میں ایک جلد میں جمع نہیں ہوا تھا بلکہ ابوبکر نے آیات کو جمع کرنے کا حکم دیا ۔ اگرچہ محمدؐ سے اس کام کے واسطے اس کو حکم نہیں ملا تھا بلکہ صرف مصلحت کی راہ سے کیا تاکہ مبادا آیات گم ہو جائیں ۔

۳ ۔ تیسری یہ کہ عثمان نے خلافت کے تخت پر بیٹھ کر جب دیکھا کہ لوگ پھر بھی قرآن کے پڑھنے میں فرق کرتے ہیں اور ڈرا کہ قرآن میں آگے اور زیادہ خرابیاں نہ ہوں تو زید وغیرہ کو حکم دیا کہ قرآن کو دوبارہ جمع کریں اور سب آیات قریش کی زبان میں لکھیں ۔

۴ ۔ چوتھی اوس نے سب اگلے نسخے جمع کر کے جلا دیئے اوس نئے نسخہ سے اور نسخے لکھوا کر سب جگہ بھیج دیئے اور اس طرح اس کو مشہور کیا ۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ عثمانؓ نے کس واسطے اگلے نسخوں کو جلا دیا اگر وہ نیا نسخہ جو اوس نے مشہور کیا اور اب مستعمل ہے اگلے نسخوں سے مضمون اور الفاظ میں بعینہٖ برابر اور موافق تھا اور اون میں صرف آیات اور سورتوں ہی کی ترتیب اور ترکیب اور طور پر کی تھی تو کیا سبب تھا کہ ان کو جلا دیا بلکہ لازم تھا کہ اگر سب کو نہیں تو بعض کو تو ضرور ہی رکھ چھوڑتا تاکہ اگر کوئی کہے کہ تم نے قرآن کو تغیر دیا اور بدل ڈالا تو اون اگلے نسخوں کو اوسکے سامنے رکھے اور کہے کہ لو یہ اگلے نسخے ہیں ، دیکھو اور مقابلہ کرو تاکہ

تمہیں معلوم ہو کہ یہ قرآن مضمون اور الفاظ میں اگلے نسخوں سے موافق اور مطابق ہے لیکن اس بات سے کہ عثمان نے ایسا نہیں کیا، بلکہ اگلے نسخوں سے جلا دیا تو کچھ گمان نہیں ہوتا۔ مگر یہی کہ اگلے نسخوں میں سے ہر ایک اور طرح کا تھا یا یہ کہ جیسا شیعی کہتے ہیں کہ اوس نے قرآن کو قصداً کم کیا اور بعض آیات میں تغیر و تبدیل کیا ہے۔ اور اس نسخہ کو جو حفصہ کے پاس تھا اور عثمان نے اوس کو پھیر دیا اوس کی خبر کسی کو نہ ملی اور نہ کسی نے اوسکو پھر دیکھا۔ شاید عثمان نے من بعدہ اوسکے جلا دینے کا بھی حکم دیا ہو گا۔ اگر کسی محمدی کے پاس ہو تو اوسے ظاہر کرے تا اب کے قرآن کو اوس سے مقابلہ کریں اور معلوم ہووے کہ یہ اوس سے مطابق ہے کہ نہیں۔ اب اس صورت میں کہ شیعی ایسا کہتے ہیں اور سنیوں کی مشہور اور معتبر کتاب میں بھی ایسی باتیں لکھی ہیں تو ہر صاحب فہم و شعور کے دل میں قرآن کے صحیح اور اصل ہونے کی بابت شک کلی ہو گی۔ اگر محمدی ایسی باتیں توریت و انجیل کی بابت مسیحیوں کی مشہور اور معتبر کتابوں سے نکال لا سکتے تو البتہ ان کا یہ ادعا کہ کتب مقدسہ تحریف ہوئی ہیں، بے جا نہیں ہوتا۔"

پادری صاحب کے مذکورہ اعتراضات کا جواب

پہلا اعتراض اور اس کا جواب میں کہتا ہوں کہ ان کا "پہلے یہ الخ" قول ناقابلِ التفات ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف تو صرف قرأت میں تھا۔ جیسا کہ پادری صاحب نے خود ہی پہلی حدیث کے ترجمہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ :-

"وہ سورۂ فرقان میری قرأت کے خلاف پڑھتا تھا۔" الخ اور "یا رسول اللہ میں نے اس شخص کو سورہ فرقان ایک اور قرأت سے" الخ اور "قرآن سات

قرأۃ پر نازل ہوا ہے" الخ۔

ہر قاری اپنی قرأۃ کی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق کرا چکا تھا اور ساتوں قرأتیں متواتر ہیں اور سب کی سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی منقول ہیں، اس لئے پادری صاحب کی ذات پر ہمیں تعجب ہے کہ اس کو اثبات تحریف میں کیا سمجھ کر نقل کرتے ہیں۔

ہاں اگر قرأت کے یہ اختلاف ایسے ہوتے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی عبارت نازل ہوتی اور آنحضرتؐ نے بھی اس کو ایک ہی طرح پڑھا ہوتا اور پھر لوگ اس کو آنحضرتؐ کے بعد بدل ڈالتے اور اپنی طرف سے دوسری عبارتیں بنا کر پڑھنے لگتے۔ نیز قرآن کی عبارت تواتر سے بھی منقول نہ ہوتی، بلکہ وہ لوگوں کی عبارتوں کے ساتھ مل کر اس طرح خلط ملط ہو جاتی کہ قرآن کی عبارت اور لوگوں کی عبارت کے درمیان امتیاز کرنا ناممکن ہو جاتا تو البتہ اعتراض کی گنجائش ہو سکتی تھی اور پادری صاحب کا مذکورہ دعویٰ کسی حد تک درست قرار پا سکتا تھا۔

لیکن قرآن کریم کی عبارت میں ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے۔ یہ سعادت تو صرف عہدِ عتیق اور عہدِ جدید ہی کے حصہ میں آچکی ہے۔ یعنی ان میں عبارت کے ایسے اختلافات موجود ہیں جن میں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے کون سی عبارت اصل مصنف کی ہے اور کون سی عبارت ملحدوں، کاتبوں کے ذریعہ یا دیندار مسیحیوں کے طفیل نسخوں میں داخل ہوئی۔ چنانچہ ہورن اپنی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ پر لکھتا ہے کہ :-

"جب دو یا دو سے زیادہ عبارتیں باہم مختلف ہوں تو ان میں سے ایک ہی سچی ہو سکتی ہے، باقی یا تو قصداً تحریف ہے یا سہوِ کاتب کا شاخسانہ، پھر اکثر مقامات پر اصل عبارت کو موضوع عبارت سے پہچاننا انتہائی

دشوار ہے۔ لہٰذا جس جگہ تھوڑا بھی شبہ ہوتا ہے وہاں سب کو اختلافِ عبارت
سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن جب صراحتہً معلوم ہو جاتا ہے کہ کاتب نے جھوٹ لکھا ہے
تو اس کو کاتب کی غلطی قرار دیدیا جاتا ہے ''۔

اس عبارت میں صاف طور پر اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ عبارت میں ایسے اختلاف کی موجودگی ہیں ان میں سے کسی بھی کلام کو اندازہ و تخمینہ کے سوا اصل مصنف کی طرف یقینی طور پر منسوب نہیں کر سکتے۔ اور عبارت میں اس طرح کا اختلاف اہلِ اسلام کی اصطلاح میں تحریف کہلاتا ہے۔ دیکھئے کہ غیر الہامی کلام، الہامی کلام کے ساتھ اس طرح خلط ملط ہو گیا ہے کہ ان میں باہم امتیاز کرنا ناممکن ہو گیا، اور عبارت کا یہ اختلاف عہدِ عتیق و جدید میں صرف دو چار جگہ ہی نہیں بلکہ بے شمار ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر مِل نے جب عہدِ جدید کے نسخوں کو باہم ملایا تو عبارت کے تیس ہزار اختلافات کی نشاندہی کی، اور ڈاکٹر گریس بیک نے اس سے بھی زیادہ نسخوں یعنی تین سو پچپن کا باہم مقابلہ کیا تو عبارات کے ویسے ہی ڈیڑھ لاکھ اختلاف بتلائے۔ اس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر دنیا میں موجود تمام نسخوں کا باہم مقابلہ کیا جائے تو خدا جانے اختلافات کی تعداد کہاں تک جا پہنچے گی۔ اس لئے کہ ابھی تک ہزاروں نسخے ایسے موجود ہیں جن کا کسی نے بھی مقابلہ نہیں کیا۔ چنانچہ کتب خانہ ویٹیکن سٹی کے نسخوں میں سے صرف ۴۲ نسخے باہم ملائے گئے ہیں۔ فلارنس کے کتب خانہ میں بھی تقریباً ایک ہزار نسخے موجود ہیں، لیکن ان میں سے بھی صرف چوبیس نسخوں کا باہم مقابلہ کیا گیا ہے اور پیرس کے نسخوں میں سے صرف ۷۰ نسخوں کی جانچ پڑتال ہوئی ہے۔

بلانجینی نے ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے نسخوں کا تذکرہ کیا ہے، جن کی جانچ پڑتال نہیں کی گئی۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تین سو پچپن نسخے بھی عہدِ جدید

کے پورے پورے نسخے نہ تھے بلکہ بعض میں تو چند آیات تھیں اور بعض میں محض چند اجزاء کسی میں ایک انجیل متی اور کسی میں چار انجیلیں اور کسی میں صرف پولُس کے خطوط ہی شامل تھے۔ غرضیکہ پرانے نسخوں میں تو کوئی بھی مکمل نسخہ نہیں تھا۔

چنانچہ ذیل میں ہم بطورِ نمونہ چند ایسے نسخوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو عیسائی علماء نے قدیم اور معتبر سمجھ کر اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے:-

۱۔ کوڈکس کوٹیانوس یہ چار اجزاء پر مشتمل تھا۔ پہلے جزء میں انجیل متی باب ۲۶ کی آیت ۵۹ سے ۶۵ تک کل نو آیات، دوسرے جزء میں انجیل متی ہی کے باب ۲۷ کی آیت ۲۶ سے ۳۴ تک کل ۹ آیات، تیسرے جزء میں انجیل یوحنا باب ۱۴ کی آیت ۲ سے ۱۰ تک کل نو آیات اور چوتھے جزء میں انجیل یوحنا کے باب ۱۵ کی آیت ۱۵ سے ۲۲ تک کل ۸ آیات تھیں تو گویا اس قدیم نسخے میں صرف ۳۵ آیات موجود تھیں۔ حالانکہ عہدِ جدید کی کل آیات کی تعداد سات ہزار نو سو انسٹھ (۷۹۵۹) ہے۔ اس لئے یہ بات قابلِ غور ہے کہ کتنی آیات کو ایک مستقل نسخہ قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ کوڈکس بیزیری اس نسخہ میں چار انجیلیں اور رسولوں کے اعمال شامل تھے، اس میں بھی چھیاسٹھ ورق نہایت بوسیدہ اور پھٹے ہوئے ہیں جس میں سے دس ورق کسی کاتب نے بعد میں لکھ کر ملا دیئے ہیں اور انجیل متی باب ۱ کی بیس آیات اس میں بھی غائب تھیں۔

۳۔ کوڈکس افریمی اس کا تذکرہ کوڈکس واٹیکانوس اور کوڈکس اسکندریانوس کے ساتھ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

۴۔ چوتھا نسخہ.... اس میں صرف پولُس کے خطوط ہی مندرج تھے۔ یہاں ہم صرف اسنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں تفصیل کے لئے گریز بیک اور میکائلس کی کتب ملاحظہ فرمائیں۔

لہٰذا اس بیان سے یہ بات صاف اور واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ان تین سو پچپن نسخوں کے اگر پورے پورے نسخے بنائے جائیں تو بمشکل سو سے بھی کم نہیں گے۔ اس کے ساتھ عبارت کے ڈیڑھ لاکھ اختلافات کو ان سو نسخوں پر تقسیم کیا جائے تو ہر نسخہ کے حصہ میں عبارت کے ڈیڑھ ہزار اختلافات آتے ہیں۔

کلامِ الٰہی کے تعیّن میں دشواری

اب ہم بطور نمونہ عبارت کے چند ایسے ہی اختلافات ذکر کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں کلامِ الٰہی کی حتمی طور پر نشان دہی کس قدر دشوار ہے۔

۱۔ خروج باب ۲۱ آیت ۸ میں حضرت موسیٰ ایک عبرانی کے بارے میں جو اپنی بیٹی دوسرے شخص کے ہاتھ اس خیال سے بیچنا چاہتا تھا کہ وہ دوسرا شخص اس سے نکاح کرے گا، یوں حکم فرماتے ہیں :-

"اگر وہ آقا اوسکا جو اوسے اپنے نام زد نہیں کر کے رہ گیا ناراضی ہو تو اوسکا فدیہ دیکے الخ"

اور عبرانی نسخہ کے حاشیہ پر کسی دوسرے نسخہ سے یہ عبارت یوں منقول ہے کہ :-

"اگر وہ آقا اوسکا جو اوسے اپنے نام زد کر کے رہ گیا ناراضی ہو تو اوسکا فدیہ دیکے الخ"

آج کل تمام ترجموں میں یہی دوسری عبارت درج کی جاتی ہے۔[1]

---

[1] لفظ "نہیں" کو عبارت سے نکال دیا گیا جس سے مطلب سراسر بدل گیا اور جدید اردو ترجمہ میں بھی اسی کی مناسبت سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس آیت کے الفاظ یوں ہیں :- "اگر اس کا آقا جس نے اس سے نسبت کی ہے اُس سے خوش نہ ہو تو وہ اس کا فدیہ منظور کرلے الخ"۔

۲۔ کتاب احبار باب ۱۱ آیت ۲۱ میں ان اشیاء کے بارے میں جو بنی اسرائیل کے لئے پاک اور حلال نہیں ہیں عبرانی نسخہ میں یوں مذکور ہے :۔

"پر تم سب رینگنے والے پرندوں میں سے جو چار پاؤں سے چلتے ہیں اور ان کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوئی نہیں ہیں کہ وہ اُن سے کود کر زمین پر چلتے ہیں تم اُن میں سے کھاؤ "

عبرانی نسخہ کے حاشیہ پر دیگر نسخوں سے لیکر " اور ان کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوئی نہیں ہیں الخ " کی جگہ " اور ان کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوئی ہیں الخ " عبارت لکھی ہوئی ہے ۔ اور اب عیسائی حضرات اسی حاشیہ کی عبارت کا ہی ترجمہ کرتے ہیں ۔ چنانچہ مصدقہ انگریزی ترجمہ اور اردو و فارسی ترجموں میں اسی عبارت کا ترجمہ کیا گیا ہے [1]

۳۔ کتاب احبار باب ۲۵ کی آیت ۳۰ میں یوں درج ہے :۔

" اور اگر سال بھر کی مدت میں اُس کا فدیہ نہ دیا جاوے تو وہ گھر جو شہر پناہ کے اندر نہیں ہے خریدار پاس اُس کے قرنوں میں ہمیشہ تک اُس کا ہووے وہ یوبل کے سال میں چھٹ جائیگا "

اور حاشیہ پر کسی دوسرے نسخہ سے یہ عبارت منقول ہے کہ " تو وہ گھر جو شہر پناہ کے

---

[1] لیکن ۱۹۵۹ء ، ۱۹۶۱ء کے اردو ترجمہ میں اس آیت کا ترجمہ یوں لکھا ہے :۔

" مگر پردار رینگنے والے جان داروں میں سے جو چار پاؤں کے بل چلتے ہیں تم اُن جانداروں کو کھا سکتے ہو جن کے زمین کے اوپر کودنے پھاندنے کو پاؤں کے اوپر ٹانگیں ہوتی ہیں "

قدیم ترجمہ اور جدید ترجمہ کے الفاظ اور مفہوم میں یہ واضح فرق قابلِ ملاحظہ ہے ۔ ۱۲ ن

اندر ہے" اور اب اسی عبارت کا ترجمہ کیا جاتا ہے[1]

اب غور طلب بات یہ ہے کہ جب کتب مقدسہ میں عبارت کے ایسے سنگین اختلافات موجود ہوں کہ ان میں باہم ایک دوسرے کی ضد ہوں اور پھر کسی کے بارے میں بھی یقینی طور پر یہ نہ کہا جا سکے کہ اصل مصنف کی عبارت ہے بلکہ دونوں میں صدق و کذب کا احتمال ہو تو ایسی صورت میں جس مسئلہ کے بارے میں یہ عبارتیں آئی ہیں اس کے بارے میں کس طرح کوئی قطعی حکم کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے بہت سے مسائل میں شبہ رہا۔ مثلاً حلت و حرمت کے مسئلہ میں اب یہ کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون سے جانور حلال تھے، کیا وہ جن کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوتی تھیں یا وہ جن کی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوتی نہ تھیں۔ اس لئے کہ دونوں طرح کی عبارتیں موجود ہیں۔

اسی طرح لونڈی کے مسئلہ میں کہ اُسے کون آزاد کرے۔ آیا وہ شخص کرے جس نے اس کو اپنی طرف منسوب کر لیا یا وہ شخص جس نے اس کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس بارے میں بھی دونوں طرح عبارتیں موجود ہیں۔

ایسے ہی حضرت مسیح علیہ السلام کے زانیہ عورت کو بغیر سزا دیئے چھوڑ دینے کا مسئلہ ہے جو انجیل یوحنا باب ۸ [2] میں مذکور ہے۔ اس میں بھی عبارت کے بے شمار اختلافات موجود ہیں۔ حتیٰ کہ بہت سے عیسائی علماء نے تو اس کی صداقت تسلیم کرنے سے ہی

---

[1] یہ آیت ۱۹۶۲ء جدید ترجمہ میں یوں ہے :-
"اور اگر وہ پورے ایک سال کی میعاد کے اندر چھڑایا نہ جائے تو اس فصیل شہر کے مکان پر خریدار کا نسل در نسل دائمی قبضہ ہو جائے اور وہ سال یوبلی میں بھی نہ چھوٹے" (احبار ۲۵ : ۳۰) ۱۲ نجیب

[2] انجیل یوحنا باب ۸ آیت ۱ تا ۱۱ ۔ ۱۲ نجیب

انکار کیا ہے، اس کی تفصیل مقصد سوم میں گزر چکی ہے۔

انہی مذکورہ مسائل کی طرح اور بے شمار مسائل میں واضح اشتباہ موجود ہے، مگر طوالت کے خوف سے ہم بطور نمونہ انہی مذکورہ مسائل پہ اکتفاء کرتے ہیں۔

اس صورت حال میں پادری حضرات کا یہ کہنا کہ عبارت کے اختلاف سے کسی مسئلہ میں تو خرابی نہیں ہوتی، کتنی بودی سی بات ہے۔

کتب مقدسہ میں مذکورہ بالا عبارتوں کا اختلاف تو آپ کو معلوم ہو چکا اب قرآن کی قرأتوں میں اختلاف کو دیکھئے کہ ان کی نوعیت کیا ہے؟

تو یہ جان لیں کہ قرآن کی ساتوں قرأتوں میں اختلاف اس قسم کا ہے کہ ایک قرأت میں خالص فتحہ کے ساتھ اور ایک میں امالہ کے ساتھ، اسی طرح ایک قرأت میں ادغام اور دوسری میں اظہار کے ساتھ یا ایسے ہی دوسرے اختلاف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، مگر اس کے باوجود سب قرأتوں کا مضمون ایک ہی ہے اور یہ ہرگز ایسا اختلاف نہیں ہے جس کے سبب بعض قرأتوں کی رُو سے ایک حکم نکلتا ہو اور دوسری قرأت کے مطابق کوئی دوسرا حکم نکلے۔

دُوسرا اعتراض اور اُس کا جواب

پادری صاحب کا قول "دوسری یہ الخ" بھی انتہائی کمزور ہے، اس لئے کہ گو قرآن ایک جلد میں جمع نہیں ہوا تھا، مگر پورا قرآن (عہد نبوت میں ہی) پتھروں کے ٹکڑوں اور دوسری چیزوں پر لکھا جا چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چوبیس آدمی وحی کو لکھنے پر مامور تھے اور بہت سارے صحابہ کرام حافظ قرآن تھے۔

تیسرا اعتراض اور اُس کا جواب

پادری صاحب کا "تیسری یہ کہ الخ" والا قول بھی انتہائی لچر ہے۔ حقیقت حال بس اتنی

ہے کہ اصل میں تو قرآن لغت قریش کے مطابق نازل ہوا۔ پھر آنحضرتؐ کی خواہش پر اس میں وسعت دے دی گئی۔ خلافت عثمانؓ تک اسی طرح پڑھا جاتا رہا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جب یہ دیکھا کہ بعض لوگ اپنی قرأت کو دوسری قرأت پر ترجیح دیتے ہیں اور خواہ مخواہ جھگڑا کرتے ہیں جو کہ ایک بُری بات تھی تو انہوں نے ان جھگڑوں کو ختم کرنے کی غرض سے پچاس ہزار آدمیوں (صحابہؓ) سے مشورہ کے بعد یہ مناسب خیال کیا کہ سب لوگ قرآن کو لغت قریش کے موافق پڑھتے رہیں۔ لہٰذا ابوبکرؓ کے عہد میں کتابت شدہ مصاحفِ قرآن کو لغتِ قریش کے موافق نقل کرا کے ممالکِ محروسہ میں بھیج دیا گیا۔

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ لغت قریش کے ساتھ دوسری لغات کا اختلاف کچھ اس طرح کا تھا۔ مثلاً لفظ "التابوت" لغت قریش میں "ت" کے ساتھ تھا اور حضرت زیدؓ جن کا تعلق انصار سے تھا ان کی قرأت کے مطابق ہائے ہوز کے ساتھ (یعنی التابوہ) پڑھا جاتا تھا اور دوسرے مقامات پر بھی اس اختلاف کی تقریباً یہی نوعیت تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اس میں کسی اور طرح کی اپنی طرف سے اصلاح نہیں کی تھی۔ اس مذکورہ بالا صورت کو پادری صاحب اگر اصلاح سے موسوم کرتے ہیں تو یہ کوئی محلِ طعن نہیں ہے۔

چوتھے اعتراض کا جواب

ان کا یہ کہنا کہ "اور اس نے صرف آیات الخ" کا جواب یہ ہے کہ عثمانؓ نے آیات کی ترتیب میں کوئی ردّوبدل نہیں کیا۔ بلکہ آیات کی وہی ترتیب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی۔ کیونکہ جبریل علیہ السلام جب قرآن کی کوئی آیت لاتے تھے تو فرما دیتے تھے کہ اس کو فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد رکھنا ہے۔ لہٰذا وہ وہیں پر رکھی جاتی تھی۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی آیات کی یہی

ترتیب تھی اور اسی ترتیب سے پڑھتے تھے۔

پانچویں اعتراض کا جواب پادری صاحب کا یہ قول کہ "تو کیا سبب تھا الخ" کے بارے میں عرض ہے کہ اس کا سبب وہی تھا کہ فضول جھگڑا اور بعض قراءتوں کو دوسری قراءتوں پر (بلا وجہ) ترجیح دینے کا معاملہ ختم ہو جائے۔

ان کا یہ کہنا کہ "بلکہ لازم تھا کہ اگر سب کو نہیں الخ" محض توہم ہے، اس لئے کہ عثمانؓ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر چپکے سے قرآن میں کچھ تغیر نہ کر دیا تھا اور نہ قرآن کے تواتر کے سبب مسلمانوں سے ایسی کسی بات کی امید بھی نہ تھی، اور کسی غیر مسلم نے آج تک قرآن پر ایمان نہ لانے کے باوجود، قرآن کے بارے میں ایسا بے ہودہ گمان نہ قائم نہ کیا تھا۔ ہاں صرف پادری صاحب نے اپنی ندامت ٹالنے کی خاطر ایسی بات کی ہے۔

چھٹے اعتراض کا جواب ان کا یہ قول کہ "جیسے شیعی کہتے ہیں الخ (بھی ناقابل التفات ہے) اوپر گزر چکا ہے کہ شیعہ حضرات میں سے جمہور اور علمائے محققین اس امر سے انکار کرتے ہیں اور اس فرقہ کے جو چند ایک غیر معروف قسم کے لوگ اس بات کے قائل ہیں۔ اسی فرقہ کے لوگ ان کو غیر معتبر قرار دے کر ان کے قول کو باطل سمجھتے ہیں۔

مگر حیف کہ پادری صاحب ان چند ایک کے قول کو تو دلیل بناتے ہیں اور اپنے (دیکھی) فرقوں میں سے ابیونیہ، مارسیلونیہ اور مانیکیز فرقوں کے (کتب مقدسہ کے بارے میں) اقوال کو نہیں لکھتے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ان بعض شیعہ کے قول کا اپنے ان تینوں فرقوں کے اقوال سے موازنہ کریں (اور حقیقت حال کا تجزیہ کریں۔م)۔

ساتویں اعتراض کا جواب

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "اب اس صورت میں الخ" شیعہ میں سے انہیں بعض غیر معروف قسم کے غیر معتبر لوگوں نے کہا ہے جن کو خود انہی کے جمہور علمائے محققین نے جھٹلا دیا ہے دوسرے اسلامی فرقوں کا تو ذکر ہی کیا۔ اور پھر ان سے تو کہیں بڑھ کر پادری صاحب کے اپنے (ہم مذہب) فرقوں نے انبیاء بنی اسرائیل اور عہدِ عتیق و عہدِ جدید کی کتابوں کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے اور پھر پادری صاحب نے سُنیوں کی مشہور کتابوں سے تو اپنے دعویٰ کے استدلال میں) خاک بھی نہ نکالا۔ تو ایسی صورت میں پادری صاحب جیسا عقلمند (قرآن کے بارے میں) کلی طور پر شک و شبہ رکھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ورنہ کوئی دوسرا انصاف پسند عیسائی ایسی بات ہرگز نہیں کہے گا۔ اس لئے کہ حضرت عثمانؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ انہوں نے قرآن شریف کو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست خود صحیح کر لیا تھا اور وہ قرآن کے حافظ تھے اور جو صحابہؓ قرآن کے جمع کرنے میں معروف تھے وہ خود کاتبانِ وحی تھے اور اُن کے علاوہ بے شمار صحابہ قرآن کے حافظ تھے۔ خصوصاً حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ جو اُن کے بعد مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور اسی قرآن کے مطابق احکام نافذ کرتے رہے۔

آٹھویں اعتراض کا جواب

ان کا یہ قول کہ "اگر محمدی ایسی باتیں الخ" (تو اس کے بارے میں) میں کہتا ہوں کہ خدا نہ کرے کوئی محمدی (مسلمان) اس طرح کے ضعیف دلائل کے ساتھ یہ دعویٰ کرے۔ یہ منصب عالی تو صرف پادری صاحب کو حاصل ہے بلکہ محمدیوں (مسلمانوں) کے پاس تو (بائبل میں) تحریف ثابت کرنے کے لئے انتہائی قوی دلائل موجود ہیں جن میں سے کچھ اسی (زیرِ نظر) کتاب میں بھی تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ چند ثبوت یہاں بھی ذکر کئے جاتے ہیں:۔

بائبل میں تحریف کا ثبوت

پہلا ثبوت انہی میں سے ایک ثبوت یہ ہے کہ عیسائیوں میں جمہور متقدمین عبرانی نسخہ کے تحریف شدہ ہونے کے قائل تھے اور اس تحریف کا سارا الزام یہودیوں کے سر دھرتے تھے۔ مثلاً طریفون یہودی کے ساتھ مناظرہ کے دوران یوستینوس شہید نے دعویٰ کیا کہ یہودیوں نے عہدِ عتیق میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں موجود کتنی ہی پیشین گوئیوں کو نکال ڈالا تھا۔ اور ہورن لکھتا ہے :-

"طریفون یہودی کے مقابلہ میں جسٹن نے اپنی کتاب میں دعویٰ کیا ہے کہ عزرا نے لوگوں سے کہا تھا کہ عید فسح کا یہ کھانا ہمارے خداوند، نجات دہندہ اور پناہ کا کھانا ہے، تو یاد رکھو کہ اگر تم خداوند کو اس نشان یعنی کھانے سے اچھا سمجھو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے تو یہ زمین کبھی بے آباد نہ ہوگی۔ اور اگر تم اس پر ایمان نہ لاؤ گے اور اس کا وعظ نہ سنو گے تو تم غیر قوموں کی ہنسائی کا سبب بن جاؤ گے۔ اور وائی ٹیکر اس فقرہ کو سچا قرار دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ فقرہ عزرا کی کتاب کے باب ۶ کی آیت ۲۰ اور ۲۱ کے درمیان تھا۔ ڈاکٹر اے کلارک بھی اس کی صداقت کا قائل ہے۔"

ڈاکٹر برکٹ عبرانی نسخہ کے زبردست حامی ہیں اپنی کتاب میں یوں لکھتے ہیں :-

"البتہ اس بارے میں مجھے کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ طریفون کے ساتھ مناظرہ کے دوران جسٹن نے یہودیوں پر جن عبارتوں کو (عہد عتیق) سے نکال ڈالنے کا الزام عائد کیا تھا اگرچہ عبرانی اور سیپٹواجنٹ کے نسخوں میں اب موجود نہیں ہیں مگر حقیقت میں جسٹن اور آرمینوس کے زمانہ میں وہ ان دونوں میں موجود تھیں

اور کتاب مقدس کا جزو تھیں، خاص طور پر وہ عبارت جس کے متعلق جسٹن یہ کہتا ہے کہ وہ یرمیاہ کی کتاب میں تھی "

سلبر جیس، جسٹن کے حاشیہ میں اور ڈاکٹر گریب، اٹرنیوس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ :-

"پطرس کے غالباً اپنے پہلے خط کے باب کی آیت[1] ۶ لکھتے وقت یہی پیشین گوئی پیش نظر تھی "

دوسرا ثبوت [2]

ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے بزرگوں کی تاریخ کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ " اگسٹائن ان تاریخوں میں تحریف کا الزام یہودیوں پر دھرتا ہے " اور جمہور متقدمین کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔

تیسرا ثبوت [3]

انہی میں سے ایک یہ ہے کہ ان کتابوں میں یقینی طور پر الحاق ہوئے ہیں جیسا کہ مقصد اول فصل دوم، مقصد ثانی فصل دوم اور مقصد سوم فصل دوم میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

چوتھا ثبوت [4]

ان کتابوں سے کچھ آیات بھی غائب ہو چکی ہیں۔ ہم اس کی کیا شکایت کریں اس لئے کہ اہلِ کتاب نے تو کتنی ہی کتابیں ہضم کر ڈالیں کچھ جلا دیں اور کچھ پھاڑ ڈالیں جیسا کہ اس کی تفصیلات اسی کتاب میں گزر چکی ہیں۔

---

[1] ۱۹۲۳ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے :- " کیونکہ مُردوں کو بھی خوشخبری اسی لئے سنائی گئی تھی کہ جسم کے لحاظ سے تو آدمیوں کے مطابق اُن کا انصاف ہو لیکن روح کے لحاظ سے خدا کے مطابق زندہ رہیں " ۱۲ نجیب

پانچواں ثبوت یہ ہے کہ صرف عہدِ جدید کی کتابوں میں عبارتوں کے ڈیڑھ لاکھ ایسے اختلاف ہیں جن میں سے کسی ایک کو بھی حتمی طور پر مصنف کی عبارت نہیں کہہ سکتے۔

اسی طرح کے اور بہت سے دلائل ہیں جن میں سے کچھ ہم نے اس کتاب میں بھی ذکر کر دیئے ہیں اور یہ باتیں محمدیوں (مسلمانوں) نے صرف معتبر (عیسائی) کتب سے ثابت ہی نہیں کیں بلکہ خود پادری صاحب سے بھی سات آٹھ مقامات پر تحریف کا وقوع اور عبارت میں تیس ہزار اختلافات بھی تسلیم کروا لئے ہیں۔ لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ پادری صاحب اب یہ کہا کریں کہ کتبِ مقدسہ میں تحریف کے وقوع کا محمدیوں کا دعویٰ بے جا نہیں ہے اس لئے کہ ثبوت تحریف کے جو وجوہ پادری صاحب طلب کرتے تھے محمدیوں نے اُن سے کہیں بڑھ کر پیش کر دیئے۔

کُتبِ مقدّسہ میں تحریف

کے بارے میں مغالطے اور اُن کا جواب

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

"اب اگرچہ کچھ لازم نہیں کہ محمدیوں کے اوس دعویٰ بلا دلیل پر توجہ کریں پر اس لئے کہ یہودیوں اور مسیحیوں کی مقدس کتابوں کی تحریف ہونے کا دعوےٰ بہت مشہور ہے۔ پس ہم اون محمدیوں کی خاطر جو حق جو ہیں اوس دعویٰ پر غور کر کے معلوم کرا دیں کہ آیا مقدس کتابوں کی تحریف کسی وقت ہوئی ہے یا نہیں؟"

میں کہتا ہوں کہ محمدیوں کے دعویٰ کو بلا دلیل کہنا محض ایک تعصب کی بات ہے اور

اس تعصب کو مدنظر رکھتے ہوئے شاید ہم بھی ان متعصبوں کے اقوال کو درخور اعتناء نہ سمجھتے مگر حق کے طالب عیسائیوں کی خاطر پادری صاحب کی دلیلوں کے تار پود بکھیرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

"ہاں ایسی تحریف کے زمانہ کے لئے قرآن کی آیتوں میں کچھ خبر ہے، چنانچہ سورۃ انبیاء میں لکھا ہے :

وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔

"یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کسی کو نہیں بھیجا مگر اون آدمیوں کو جن سے اپنے ارادے بیان کئے، پس اہل ذکر یعنی اہل کتاب سے پوچھو اگر تم اوسے نہیں جانتے"۔

اور پھر سورہ یونس میں لکھا ہے :-

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرءون الکتب من قبلک ۔

(یعنی اگر تو اون چیزوں کے حق میں جو ہم نے تیرے لئے نازل کیں شک رکھتا ہے تو اون لوگوں سے پوچھ جنہوں نے تجھ سے پہلے کتاب کو پڑھا ہے)

پس قرآن کے ان مقاموں سے ثابت ہوتا ہے کہ محمدؐ کے زمانہ تک اہل کتاب کی مقدس کتابیں تحریف نہیں ہوئی تھیں، نہیں تو اگر بالفرض قرآن سچا ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا ان آیتوں میں حکم کرے کہ مسیحیوں اور یہودیوں کی کتاب پر متوجہ ہو اور شک کے وقت اون سے پوچھو۔ کیونکہ نہیں ہو سکتا کہ خدا کسی کو ایسی کتاب کی طرف جو تحریف ہوئی رجوع کرے، مگر اس شرط پر کہ معلوم کیا ہو کہ اس کتاب کے کون کون سے لفظوں میں تحریف

ہوئی ہے حالانکہ قرآن میں کوئی بات ایسی نہیں جس سے معلوم ہو کہ نئے اور پرانے عہد کی کتابوں کے کون مقام اور کون آیتیں تحریف ہوئی ہیں، بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ مسیحیوں خصوصاً یہودیوں نے اپنی مقدس کتابیں تحریف کیں چنانچہ سورۂ بقرہ میں لکھا ہے کہ :-

یا بنی اسرائیل لا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون -

یعنی اے بنی اسرائیل! سچ کو جھوٹ نہ کرو اور سچ کو نہ چھپاؤ جس حال میں کہ اوسے جانتے ہو -

افتطمعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون -

یعنی کیا چاہتے ہو کہ وے لوگ یعنی یہودی تم پر یقین لاویں اور حال آنکہ ان میں سے ایک فرقہ نے خدا کا کلام سنا بعد اوس کے تحریف کی اور یہ بھی سمجھنے اور جاننے کے بعد کیا ہے -

ان دونوں آیتوں میں تحریف بلا تعین وقت ایک عام معنی سے بیان ہوئی ہے اب ہم ان آیتوں کو لاتے ہیں جن میں تحریف زمانہ اور وقت کا اشارہ ہوا ہے چنانچہ سورۂ بینہ میں لکھا ہے :-

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتھم البینۃ -

یعنی اہل کتاب اور مشرکوں نے حق سے منہ نہ پھیرا جب تک کہ روشن دلیل یعنی قرآن اور پیغمبر یعنی محمد خدا کی طرف سے اون پاس نہ آئے کہ وے مقدس

کتابوں کو جن میں مضبوط حکم آئے ہیں اُن سے بیان کریں اور اُن لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی جدائی نہ کی مگر اُس کے بعد کہ انہیں روشن دلیل پہنچی"۔

پس اگر ہم بالفرض مان لیں کہ قرآن کا یہ دعویٰ سچا ہے تو اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ یہودی اور مسیحیوں نے اپنی مروج کتابوں کو محمدؐ کے ظاہر ہونے اور تعلیم کے شروع کرنے کے بعد تحریف کیا ہے نہ پہلے"۔

مَیں کہتا ہوں کہ ان آیتوں کو نقل کر کے پادری صاحب نے اپنے زعم میں قرآن سے تین مطلب ثابت کئے ہیں :-

۱ - ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ ظہور تک اہلِ کتاب کی مقدس کتابیں محرف نہیں ہوئی تھیں۔

۲ - دوسرا یہ کہ قرآن میں (کتبِ مقدسہ میں) تحریف کا ذکر ایک عام معنی میں بیان ہُوا ہے۔

۳ - تیسرا یہ کہ ان کتابوں میں تحریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہوئی ہے۔

مطلب اوّل اور اُس کا جواب

مطلب اوّل کے ثبوت کے لئے دو آیتیں نقل کی ہیں۔ ذیل میں ہم دونوں آیتوں کو ترجمہ کے ساتھ نقل کر کے اچھی طرح وضاحت پیش کرتے ہیں تاکہ کسی کو شک وشبہ نہ رہے۔ سورۂ انبیاء کی ساتویں آیت اس طرح ہے :-

وما ارسلنا قبلك الا رجالا نوحى اليهم فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ۔

"(یعنی وہ سب آدمی تھے فرشتے نہیں تھے) لہٰذا اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ کتاب سے پوچھ دیکھو (کہ وہ فرشتے نہیں تھے، آدمی ہوتے تھے)"۔

پادری صاحب کے مدعا کے ساتھ اس آیت کو ذرہ بھی مطابقت نہیں ہے اس لئے کہ یہ آیت تو مشرکین کے اس قول کا جواب ہے جو سورۂ مذکورہ کی تیسری آیت میں یوں ذکر کیا گیا ہے :-

هل هذا الا بشر مثلكم افتاتون السحر وانتم تبصرون ۔

"یعنی یہ شخص (یعنی محمدؐ) تمہی جیسا تو ایک آدمی ہے (یعنی کھاتا پیتا بھی ہے اور چلتا پھرتا بھی ہے) پھر جان بوجھ کر اس کے جادو کے چکر میں کیوں پڑتے ہو (یعنی جو خرقِ عادات اور معجزے تم کو دکھلاتا ہے یہ سب کے سب جادو ہیں)

مشرکین کو یہ شبہ تھا کہ پیغمبر فرشتے ہی ہوتے ہوں گے آدمی تو ہو نہیں سکتے اور محمدؐ تو ہماری ہی طرح کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ایک آدمی ہے۔ لہٰذا نہ تو یہ پیغمبر ہی ہوگا اور یہ کہ اس کے تمام معجزے جادو ہی ہوں گے۔ ادھر مشرکین کے خیبر و مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ گہرے روابط قائم تھے۔ محمدؐ کی نبوت کو باطل ثابت کرنے کیلئے اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے اور ایسے معاملے میں اُن کی بات مان لیا کرتے تھے اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے ساتویں آیت میں الزامی انداز میں ارشاد فرمایا کہ تم اپنے یہودی دوستوں سے معلوم کر لو کہ سابقہ نبی آدمی تھے یا فرشتے؟ یہ تمہیں ساری حقیقت بتا دیں گے اور پھر آٹھویں آیت میں یوں فرمایا کہ :-

وما جعلنٰهم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین

"اور نہ ہم نے ان کو (پیغمبروں کو) ایسے جسم بنایا تھا جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور وہ ہمیشہ رہنے والے بھی نہ تھے (یعنی کھانا بھی کھاتے تھے اور پھر ان کو موت بھی آتی)"

لہٰذا اس مقام پر اتنی ہی غرض ہے کہ یہ شبہ مت کرو اور اپنے یہودی دوستوں سے پوچھ لو کہ پہلے نبی آدمی تھے یا فرشتے، کھاتے پیتے تھے یا نہیں؟ اور رہا مقدس کتابوں

کا تحریف شدہ ہونا تو یہودیوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی۔ چنانچہ پادری صاحب نے اس آیت کو خواہ مخواہ نقل کیا ہے اور اس میں ایک غلطی یہ کی ہے کہ اسم سلنا کے بعد اپنی طرف سے کاف کا اضافہ کر دیا ہے[1]۔

سورۂ یونس کی آیت ۹۴ اس طرح ہے:-

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فاسئل الذین یقرؤن الکتب من قبلک -

"یعنی (اے سننے والے) اگر تو اس چیز سے متعلق جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے شک میں ہے تو ان لوگوں سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں"۔

اس آیت میں شانہٗ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے شک کو دفع فرماتے ہیں جو بمقتضائے بشریت قرآن میں مذکور بعض ایسی باتوں کے بارے میں خلجان میں مبتلا ہو جاتے تھے جو اُن کو بعید از عقل معلوم ہوتی تھی، جیسا کہ قیامت کے روز مُردوں کا زندہ ہو جانا۔ دنیاوی انتظام سے متعلق اسی طرح کی بعض باتیں اور سابقہ لوگوں کے قصے وغیرہ جن سے وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ قرآن کلام اللہ نہیں ہے بلکہ خدا کا کلام کسی اور انداز

---

[1] کلام اللہ میں اسی طرح کی کمی بیشی تو ان حضرات کی فطرت میں داخل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ زمین و آسمان کے بارے میں تمہیں معلوم ہو کہ اپنی جگہ سے ٹل گئے ہیں تو یہ ممکن ہے، مگر کسی شخص کی فطرت بدل گئی ہو تو یہ نہیں ہوگا۔ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ پادری صاحب سے ایسی غلطی کا صدور اسی فطرت کا غماز ہے جو اُن کے پیش روؤں کی بائبل کی کتب مقدسہ کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی۔ ۱۲ نجیب

کا ہوتا ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم کو یہ شک ہے کہ تو تم اہلِ کتاب سے پوچھو کہ خدا کا کلام جو نبیوں پر اترتا تھا اسی قسم کا ہوتا تھا یا نہیں؟ کتب مقدسہ خواہ تحریف شدہ ہی ہوں بہر حال اس بات کو یہود و نصاریٰ بخوبی جانتے تھے۔ الغرض اس آیت سے بھی سابقہ آیت کی طرح یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانۂ ظہور تک مقدس کتابیں محرف نہیں ہوئی تھیں۔ لہٰذا:

ان کا یہ کہنا کہ "پس قرآن کے ان مقاموں سے ثابت ہوتا ہے کہ محمدؐ کے زمانے تک اہلِ کتاب کی مقدس کتابیں تحریف نہیں ہوئی تھیں" (صحیح نہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ صرف پادری صاحب کا زعم ہے ورنہ ان آیتوں سے یہ مدعا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ گذشتہ سطور میں ہم نے بیان کیا ہے۔

ان کے اس قول "نہیں تو اگر بالفرض قرآن سچا ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا ان آیتوں میں حکم کرے کہ مسیحیوں اور یہودیوں کی کتاب پر متوجہ ہو" کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ ان آیتوں میں یہودیوں اور مسیحیوں کی کتاب کی طرف رجوع کا ہرگز حکم نہیں دیا گیا ہے۔

ان کا یہ قول کہ "اور شک کے وقت اُن سے پُوچھو" میں کہتا ہوں کہ انہوں نے بددیانتی سے اگرچہ مقدس کتابوں میں بہت کچھ تحریف کی ہو مگر (قرآن میں) جن باتوں کے پوچھنے کا حکم ہے وہ سب ان کو معلوم تھیں۔

ان کا یہ کہنا کہ "کیونکہ نہیں ہو سکتا کہ خدا کسی کو ایسی کتاب کی طرف جو تحریف ہوئی رجوع کرے" صحیح نہیں اس لئے کہ میں کہتا ہوں اس مقام پر خدا نے کسی کو تحریف شدہ کتاب کی طرف رجوع کرنے کو نہیں کہا یہ تو محض پادری صاحب کا اپنا وہم ہے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ جن باتوں کے پوچھنے کا حکم ہوا ہے وہ کتاب کی تحریف و عدم تحریف پر موقوف نہیں بلکہ وہ ان لوگوں کو زبانی روایت سے معلوم ہو سکتی تھیں۔

مطلب دوم اور اُس کا جواب | دوسرے مطلب کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے سورۂ بقرہ کی یہ دو آیتیں نقل کی ہیں۔

پہلی آیت ۴۲ یوں ہے :-

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون ۔

یعنی اور صحیح کو غلط میں خلط ملط مت کرو اور یہ کہ صحیح کو چھپاؤ جان بوجھ کر"۔

اس آیت میں پادری صاحب نے اپنی طرف سے بطور اصلاح کے یابنی اسرائیل کا لفظ جو کہ اس رکوع کے شروع میں تھا بڑھا دیا ہے، کیا کیا جائے ! پادری صاحب سے ان کی عادت کے موافق ایسا فعل سرزد ہوا ہے کیونکہ مسیحی حضرات انجیل میں ایسا کچھ بطور عادت ہی کیا کرتے ہیں ۔

اور اس آیت میں تحریف شدہ مقام کی اگرچہ نشاندہی نہیں کی گئی مگر تحریف کے سلسلے میں ہی بنی اسرائیل کو ملامت کا ہدف بننا پڑا ہے اور اس آیت میں کوئی ایسا کلمہ موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے (اہلِ کتاب کی) مقدس کتابوں میں تحریف نہیں ہوئی ۔

اور دوسری آیت ۷۵، جو افتطمعون أن ...... الخ ہے (جس میں مسلمانوں کو یوں خطاب کیا گیا ہے کہ

"اے مسلمانو! کیا تمہیں ابھی تک اس کی توقع ہے کہ وہ (اہلِ کتاب) تمہاری بات مان لیں گے، حالانکہ ان میں تو ایسے لوگ تھے جو اللہ کا کلام سنتے تھے اور پھر اس کو بدل ڈالتے تھے اور یہ کام انہوں نے جان بوجھ کر کیا ہے"۔

(کہ ہم اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کر رہے ہیں اور افترا باندھ رہے ہیں بھلا جب ان کے اسلاف کا یہ حال ہو تو پھر ان کی طرف سے تحریف کرنا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ۔)

اس آیت میں بھی اگرچہ کسی متعین تحریف شدہ مقام کی تصریح موجود نہیں ہے تاہم اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اہلِ کتاب کے سلف میں ایک فرقہ تحریف کیا کرتا تھا لہٰذا اگر یہ بعد کے لوگ بھی تحریف کرتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہو گی، اس صورت میں تو یہ آیت پادری صاحب کے اصل مقصد کے مخالف پڑتی ہے۔ پادری صاحب نے اس کو بھی خواہ مخواہ نقل کیا۔

مطلب سوم اور اس کا جواب

تیسرے مطلب کو ثابت کرنے کے لئے سورۂ بیّنہ کی آیات نقل کی ہیں۔ ان آیات کا ترجمہ دو طرح سے کیا گیا ہے:-

اوّل اس طرح سے جس کو اکثر مفسرین نے احتمال اوّل کے عنوان سے اختیار کیا ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی اپنے ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے، اس کی رُو سے مذکورہ آیات کا ترجمہ یوں ہے:-

(۱) "نہیں تھے وہ لوگ جو منکر ہوئے کتاب والے (یعنی یہودی اور عیسیٰ) اور شرک والے (یعنی بت پرست) باز آنے والے (یعنی اپنے دین اور بری رسموں اور برے عقیدوں سے مثل عدم اعتقاد نبوت جناب مسیح کے جیسا کہ یہود کا عقیدہ تھا اور اعتقاد تثلیث کے جو عیسائیوں کا عقیدہ ہے اور اسی طرح کے اعتقادات) جب تک نہ پہنچی ان کو کھلی بات"

(۲) ایک رسول اللہ کا پڑھتا ورق پاک

(۳) ان میں لکھی کتابیں (یعنی سورتیں) مضبوط

(۴) اور نہیں پھوٹے وے جن کو ملی کتاب (یعنی اپنے دین اور رسموں اور عقیدوں سے اس طرح سے کہ بعضوں نے ان کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا اور بعضے تعصب سے انہی پر قائم رہے) مگر جب کہ آچکی ان کو کھلی بات (یعنی رسول اللہ اور قرآن)

اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے پہلی آیت کے ترجمہ کے آخر میں بطور فائدہ حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ :-

"حضرت سے پہلے سب دین والے بگڑ گئے تھے، ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور اب چاہیئے کہ کسی حکیم یا کسی ولی یا بادشاہ عادل کے سمجھائے اوپر آویں۔ سو ممکن نہ تھا جب تک ایسا رسول نہ آوے عظیم القدر ساتھ کتاب اللہ کے اور مدد قوی کے کہ کئی برس میں ملک ملک ایمان سے بھر گئے"

الغرض ان تینوں آیتوں کا حاصل تو بس اتنا ہے کہ اہلِ کتاب اور اہلِ شرک اپنے دین اور بری رسموں سے بغیر اس کے باز آنے والے نہیں تھے کہ ایک زبردست رسول مبعوث ہو اور اس کے مبعوث ہونے کے بعد اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے اس کی مخالفت کی وہ محض ضد کی وجہ سے تھی۔

اس صورت میں ان آیتوں سے پادری صاحب کے لئے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی اور دوسرے طریقہ پر پہلی اور چوتھی آیت کا ترجمہ یوں ہے :-

(۱) "نہ تھے وہ لوگ جو اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے منکر ہونے کہ باز آتے (یعنی اپنے وعدے سے جو وہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبعوث ہونے سے پہلے کیا کرتے تھے کہ جب وہ مبعوث ہوں گے تو ہم ایمان لائیں گے اور ان بری رسموں اور اپنے دین کو چھوڑ دیں گے) جب تک کہ پہنچی ان کو کھلی بات"

(۴) "اور نہیں پھوٹے وے جن کو ملی کتاب (یعنی اپنے اس دعویٰ سے جو کرتے تھے) مگر جب آچکی ان کو کھلی بات"

اس صورت میں ان آیتوں سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ کتاب کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبعوث ہونے سے پہلے آپ کا انتظار تھا اور یہ بات

جبھی صادق آتی ہے کہ جب آنحضرتؐ کے بارے میں اکثر بشارتیں تحریف سے محفوظ ہوں اور یہ ہمارے دعویٰ کے مخالف نہیں۔ کیونکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ اہل کتاب نے مقدس کتابوں کی اوّل سے آخر تک ساری عبارت میں ہی تحریف کر ڈالی ہے اور ان میں کلام نبوت کا کوئی لفظ یا حرف باقی نہیں رہا۔ بلکہ ان کا سچا دعویٰ وہی ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔

اور ان آیات سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے عہد مبارک) سے پہلے زمانے میں مقدس کتابوں میں کسی مقام پر تحریف نہیں ہوئی۔

اور ان کا یہ قول کہ "پس اگر بالفرض مان لیں کہ قرآن کا.... الخ" محض ایک توہم ہے اور اس آیت سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی جو پادری صاحب نے سمجھا ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

"مصنف کتاب استفسار نے بھی آیت مذکورہ کا مضمون ۸۴۴ صفحہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ" نبی سابق الانتظار کے اعتقاد رکھنے سے جُدا یا اس کے اعتقاد رکھنے میں مختلف و متفرق نہیں ہوئے مگر جبکہ یہ نبی آیا۔"

ان معنوں کی راہ سے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی آخر الزمان کی بشارتوں میں اس کے ظہور کے زمانے تک کچھ تحریف و تبدیل نہیں واقع ہوئی، ورنہ وے اس کے منتظر نہ ہوتے، اس طرح پر کہ جب وہ آوے گا تو ہم مانیں گے اور اس پر ایمان لاویں گے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس استدلال سے در صورتیکہ صحیح اور درست کیا جاوے اتنا ہی ثابت ہوا کہ صرف نبی کی جو بشارتیں تھیں ان میں تحریف و تبدیل نہیں واقع ہوئی، مگر بعد ظہور اس نبی کے، نہ یہ کہ بیبل بھر میں اور کہیں کسی طرح کی خرابی نہیں ڈالی گئی

مگر بعد ظہور اس نبی کے" تم کلامہ

اب ہم کہتے ہیں کہ مصنف استفسار کی یہ تقریر عین ہمارا مطلب ہے کیونکہ درحالیکہ اُن آیتوں میں جنہیں محمدی بشارتیں کہتے ہیں تحریف و تبدیل واقع نہ ہوئی تو اور آیات میں کس لئے ہوئی ؟

جواب میں کہتا ہوں کہ صاحب "استفسار" کا یہ جواب "تنزلی" ہے جیسا کہ اس کا یہ قول کہ "استدلال سے درصورتیکہ صحیح اور درست کہا جائے" اس امر پر دلالت کرتا ہے - لہٰذا صاحب "استفسار" کے نزدیک یہ استدلال ہی صحیح اور درست نہیں ۔کیونکہ ان آیات کے دو معنی ہیں اور پہلے معنی قوی ہیں - اور یہ قاعدہ ہے کہ جس عبارت کے دو معنی ہوں اور ان میں سے ایک معنی جو استدلال کرنے والے کے مقصود کے مخالف ہو قوی ہے یا دونوں معنی برابر ہیں تو اس سے استدلال پورا نہیں ہوتا - اسی لئے صاحب استفسار نے معنی اول لکھنے کے بعد کہا تھا :-

"اور جب معنی اس آیت کے یہ ٹھہرے تو یہ دعوٰی پادری صاحب کا کہ قرآن سے ان کا مطلب ثابت ہوتا ہے غلط ہو گیا"

اور اگر بطور تنزل پادری صاحب کے استدلال کو درست مان لیں تو صاحب استفسار نے وہ جواب دیا ہے جو پادری صاحب نے اوپر نقل کیا ہے اور وہ جواب کسی طرح بھی پادری صاحب کے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے مفید نہیں ہو سکتا -

اور پادری صاحب کا یہ قول کہ "تو اور آیات میں کس لئے ہوتی" محض وہم ہے کیونکہ تحریف یقینی طور پر اور بیشمار آیات میں واقع ہوئی ہے اور بہت سی آیتوں کو تو ہم اسباب تحریف سمیت اپنی اسی کتاب میں بیان کر چکے ہیں - اب پادری صاحب ان آیتوں میں تحریف کے واقع ہونے کا جو چاہیں عذر تراش لائیں - خواہ وہ اہل انصاف کے نزدیک جائز ہو یا ناجائز -

کتبِ مقدسہ کے تحریف سے محفوظ ہونیکا دعویٰ
اور اُس کی حقیقت

اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

"اور یہ بات کہ فی الحقیقت کتبِ مقدسہ کی کسی بات میں کسی وقت تحریف واقع نہیں ہوئی آگے چل کر بیان و مدلل ہوگی اور قرآن کے مفسر بھی کہتے ہیں کہ مسیحی اور یہودی محمد کے ظاہر ہونے کے منتظر تھے لیکن ظاہر ہونے کے بعد عداوت کے سبب اُسے روگرداں ہو گئے اور اکثر آیتوں کو جن میں محمد کے آنے کا اشارہ تھا اپنی مقدس کتابوں سے نکال ڈالا تاکہ وے اس طرح اپنی بے ایمانی کے واسطے ایک عذر بنا دیں۔ لیکن جب قرآن میں اس دعویٰ کی کوئی دلیل مذکور نہیں ہے اور بلحاظ اون سببوں کے جو ہم بعد ذکر کریں گے قرآن کو بے دلیل نہیں قبول کر سکتے" تو نہیں ہو سکتا کہ صرف قرآن کے دعویٰ پر اس بات میں ہم سکوت اختیار کریں بلکہ لازم ہے کہ جب قرآن میں اس دعوےٰ کے ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں تو تلاش کریں اور دیکھیں کہ شاید ہم اس طرف سے اس دعوے کے بے جا ہونے کے واسطے کوئی معتبر دلیل پاویں اور اس طرح سے حقیقت کو دریافت کریں"۔

جواب | میں کہتا ہوں کہ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "کسی بات میں کسی وقت تحریف نہیں ہوئی" محض ایک بیکار دروغ بیانی ہے۔ ان کے اس قول کے جھوٹا ہونے پر ہم بہت سے شواہد گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔

اور پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "اور قرآن کے مفسر.... الخ (بھی درست نہیں) مفسرین قرآن نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ محمد کے ظہور سے پہلے ساری بائبل میں کسی مقام پر بھی تحریف نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی وہ یہ لکھتے ہیں کہ اُن کے ظہور کے بعد تمام کی تمام آیات یا ان میں سے اکثر آیات جن میں آپ کی بعثت کی طرف اشارہ ملتا تھا مقدس کتابوں کے ان تمام نسخوں سے نکال ڈالا جو پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں (اگر کہیں ایسا لکھا ہے تو) پادری صاحب کو چاہیئے کہ ایک دو تفسیروں کی نشاندہی کردیں۔

پادری صاحب کا قول کہ "شاید ہم اس طرف سے .... الخ" بحمد اللہ جیسا کہ پادری صاحب یہاں اپنے اس دعویٰ کے سچا ہونے میں تذبذب کا شکار ہیں ویسے ہی نکلے کہ کوئی اچھی دلیل اُن کے ہاتھ نہیں لگی اور اس کی حقیقت عنقریب کھل جائے گی۔

پادری صاحب کی پہلی دلیل

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

"آیا مسیحی و یہودی ایسے کام کے لئے کوئی جہت یا سبب رکھتے تھے یا نہیں، کیا مقدس کتابوں کی تحریف کرنے سے انہیں کچھ فائدہ ملا یا محمد اور اس کی امت کے آگے عزت دار ٹھہرتے یا دولت حاصل کرتے تھے یا خلیفوں اور اسلام کے بادشاہوں کے ملکوں میں چین سے گزران کرتے یا اس کام کے باعث خدا کی رضامندی اونکے شاملِ حال ہوئی، ہرگز نہیں، بلکہ بالفرض اگر مقدس کتابوں کو تحریف کرتے تھے تو کیا اس جہان میں اور کیا اوس جہان میں خلاف مطلب حاصل کرتے تھے، چنانچہ اس جہان میں اُس سبب سے کہ محمدیوں نے مقدس کتابوں کے تحریف ہونے کا گمان کیا اور اس تحریف کو اونکی بے ایمانی کا باعث سمجھا ہے، مسلمانوں کی عملداری کے ہر ایک ملک

ہیں جس میں مسیحی اور یہودی رہتے ہیں بہت سا ظلم اور بربادی عذاب مسلمانوں سے اُٹھایا اور اٹھاتے ہیں اور وہ جو قیامت کا عذاب ہے اوسکی بابت مقدس کتابوں میں صاف خبر دی ہے کہ خدا کے کلام میں کمی و بیشی کرنے والے بڑے عذاب میں پڑیں گے۔ چنانچہ موسیٰ کی پانچویں کتاب کے باب ۴ کی آیت ۲ میں لکھا ہے[1]:-

"تم اس بات میں جو میں تمہیں کہتا ہوں نہ کچھ زیادہ کیجیو نہ کم تاکہ تم خداوند اپنے خدا کے حکموں کو جو میں نے تم تک پہنچائے حفظ کرو"

پھر مکاشفات کی ۲۲ فصل کی ۱۸، ۱۹ آیت میں لکھا ہے کہ[2]:-

"میں ہر ایک شخص کے لئے جو اس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ہے یہ گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی ان باتوں میں کچھ بڑھاوے تو خدا ان آفتوں کو جو اس کتاب میں لکھی ہیں اوس پر بڑھاوے گا اور اگر کوئی اس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھ نکال ڈالے تو خدا اوسکا حصہ کتاب حیات اور شہر مقدس اور ان باتوں سے جو اس کتاب میں لکھی ہیں نکال ڈالے گا"

---

[1] ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے "جس بات کا میں تم کو حکم دیتا ہوں اس میں نہ تو کچھ بڑھانا اور نہ کچھ گھٹانا تاکہ تم خداوند اپنے خدا کے احکام کو جو میں تم کو بتاتا ہوں مان سکو" (استثناء ۴ : ۲)

[2] ۱۹۶۲ء کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں "میں ہر ایک آدمی کے آگے جو اس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ہے گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی ان میں کچھ بڑھائے تو خدا اس کتاب میں لکھی ہوئی آفتیں اس پر نازل کرے گا۔ اور اگر کوئی اس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھ نکال ڈالے تو خدا اس زندگی کے درخت اور مقدس شہر میں سے جن کا اس کتاب میں ذکر ہے اس کا حصہ نکال ڈالے گا۔ (مکاشفہ ۲۲ : ۱۹، ۲۰)

پس اس حال میں کس طرح خیال کیا جائے کہ مسیحی اور یہودیوں نے یکبارگی بے سبب و بے جہت ایسا کام کیا ہو، باوجودیکہ خوب جانتے تھے کہ اس طرح کا کام ان کو اس جہان میں مسلمانوں کے ظلم اور اُس جہان میں خُدا کے غضب میں گرفتار کرے گا اور اس کے برخلاف اگر محمدؐ سے ضد نہ کرتے اور اُس کا کہا مان لیتے تو محمدیوں کے ظلم سے بچ کر مسلمانوں کی ولایت میں آرام سے رہتے اور محمدؐ کے جہاد و غزوات میں عزت و اعتبار حاصل کر کے دشمنوں کی لوٹ کے مال میں سے بھی حصہ پاتے۔

پس اگر فی الحقیقت مسیحی اور یہودیوں کی مقدس کتابوں میں محمدؐ کی خبریں تھی تو البتہ انہیں کوئی سبب نہ تھا کہ محمدؐ کا انکار کر کے اپنی کتابوں میں تحریف کریں اور یہ جو مسیحی اور یہودیوں نے محمدؐ کو قبول نہ کیا اور اس کے نہ قبول کرنے کے سبب نہایت سختیاں اُس کے اور اُس کے تابعداروں کی اُٹھائیں اس کا باعث صرف یہ تھا کہ ان کی کتابوں میں اس کی کچھ خبر نہ تھی اور انھوں نے اُس کی تعلیم کو بھی مقدس کتابوں کے موافق نہ پایا "

جواب میں کہتا ہوں کہ اس اعتراض میں جن چیزوں کی تردید ذکر کی گئی ہے وہ قطعاً درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسلمان ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ مقدس کتابوں میں، تحریف فقط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہی ظہور میں آئی ہے اور بس! بلکہ ان کا دعویٰ عام ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بارہا اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اس اعتراض سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقدس کتابوں میں تحریف کا فائدہ عام ہے، خواہ وہ فائدہ واقعۃً حاصل ہو رہا ہو یا یہ کہ تحریف کرنے والے کے گمان میں فائدہ کی توقع ہو۔ اور یہ کہ ہر گروہ کے لئے اپنا دین چھوڑنا مشکل ہوتا ہے خواہ وہ دین صحیح بھی نہ

ہو۔ نیز یہ کہ اکثر انسانوں کی بات خواہ غلط اور ناحق ہی کیوں نہ ہو وہ پھر بھی اس پر اڑے رہتے ہیں۔ ان وجوہ سے بہت سی بے ہودہ حرکتیں بھی کر بیٹھتے ہیں اور ان کو اپنے لئے فائدہ مند بھی خیال کرتے ہیں۔

پادری صاحب کی پہلی دلیل کا تجزیہ

پادری صاحب کے قول "چنانچہ موسیٰ کی پانچویں کتاب کے چوتھے باب کی ۲ آیت میں لکھا ہے الخ" کے بارے میں ہم عرض کرتے ہیں کہ جب مقدس کتابوں میں باب کے باب اور فقرے کے فقرے الحاقی ہیں اور ان کے الحاقی ہونے پر عیسائی علماء کا اعتراف موجود ہے جیسا کہ کتاب استثناء کا باب ۳۴ مکمل اور اسی کتاب کے باب ۳ کی آیت ۱۴، کتاب یشوع باب ۲۴ کی آخری پانچ آیات اور "آج کے دن تک" کے لفظ جو عہد عتیق کی کتابوں میں بیسیوں مقامات پر مذکور ہیں۔ نحمیاہ باب ۱۲ کی ۲۶ آیات، کتاب امثال کے آخری سات ابواب اور کتاب یرمیاہ کا باب ۵۲ وغیرہ جن کی تفصیل گذشتہ صفحات[1] پہ مذکور ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب کون سی ایسی دلیل ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ آیت الحاقی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہودیوں نے دل کھول کر تحریف کرنے کے بعد عوام کو بہکانے کے لئے اس آیت کا بھی اضافہ کر دیا ہو۔

پادری صاحب کا یہ قول کہ "پھر مکاشفات کی ۲۲ فصل کی ۱۸، ۱۹ آیت میں لکھا ہے "الخ" اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ کتاب مکاشفات چوتھی صدی عیسوی کے آخر تک جمہور عیسائیوں کے نزدیک واجب التسلیم اور الہامی شمار نہیں ہوتی تھی اور اس کے یوحنا کی تصنیف ہونے میں شبہ پایا جاتا تھا۔ پروٹسٹنٹ فرقے کے بیشتر علماء

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب ہذا کے صفحہ ۳۲۵ تا صفحہ ۵۰۹

نے اس کتاب کو جعلی اور جھوٹی شمار کیا ہے۔ اور سریانی اور عرب کلیساؤں نے اس کو تسلیم نہیں کیا، بعض علماء کے نزدیک یہ سرن تھس ملحد کی تصنیف ہے جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے مقدمہ کی فصل دوم کے شروع میں ذکر کیا ہے۔

لہٰذا اس میں اگر یہ بات درج بھی ہو تو بھی تحریف کرنے والوں کے نزدیک اس کا کچھ اعتبار نہ تھا وہ تو اس کو ایک بے ہودہ کلام سمجھتے تھے۔ اور اگر کارتیج کونسل نے ۳۹۷ء میں تقریباً تین سو سال بعد اس کو الہامی کتاب تسلیم بھی کر لیا تو بھی اس کا کچھ اعتبار نہیں، کیونکہ اس کونسل نے تو کتاب یہودیت، کتاب نصائح، کتاب طوبیا کتاب بادوق اور کتاب انکلیز یا سٹکیس کو بھی الہامی کتابوں میں داخل کر کے واجب التسلیم قرار دے دیا تھا اور رومن کیتھولک اب تک ان کو الہامی کتابیں مانتے ہیں، مگر پادری صاحب اور اُن کا سارا فرقہ ان کتابوں کو الہامی تسلیم نہیں کرتا۔ لہٰذا جس طرح پادری صاحب اور اُن کے فرقہ کے نزدیک ان کتابوں کے بارے میں اس کونسل کا حکم ناقابلِ تسلیم ہے اسی طرح کتاب مشاہدات کے بارے میں بھی اس کونسل کا حکم ہمارے نزدیک ناقابلِ تسلیم ہوگا۔

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "پس اس حال میں کس طرح" الخ۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ آیات الہامی تھیں تو بھی تحریف کا وقوع بعید نہیں، جیسا کہ جمہور عیسائیوں کی رائے کے مطابق کتاب استثناء باب ۳۱ کی آیت ۲ کے موجود ہونے کے باوجود سامریوں نے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے پانچ سو برس بعد کتاب استثناء کے باب ۲۷ کی آیت ۴ میں اور بزرگوں کی عمروں کے برسوں کی تعداد اور دیگر مقامات میں تحریف کی ہے اور متقدمین عیسائی علماء کی رائے یہ ہے کہ یہودیوں نے برسوں کے شمار اور دوسرے مقامات جن کی تفصیل ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں تحریف کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آدمی جب بے ایمانی

پر کر باندھے تو اس طرح کے ایک دو اقوال اس کو بھلا کب روک سکتے ہیں۔

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "اس کا باعث صرف یہ تھا الخ" تو یہود بھی حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ وہ مسیح ہرگز نہیں ہے جس کے ہم منتظر ہیں۔ اس نے مسیح ہونے کا محض جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور اس کی تعلیم بھی ہماری مقدس کتابوں کے مطابق نہیں ہے۔

دوسری دلیل

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

"قطع نظر اس سے کہ مقدس کتابوں کی تحریف ہونے کا کوئی سبب نہ تھا اگر کبھی کوئی ایسی نالائق فکر کرتا بھی تو اوسکا انجام ممکن نہ تھا کیونکہ محمدؐ کے وقت میں بلکہ اس سے کتنے برس آگے مسیحی دین اکثر ملکوں میں پھیلا تھا اس طرح پر کہ اناطولی اور شام اور مصر اور یونان اور افریکہ کے اوپر طرف والے سب مسیحی تھے اور سوائے اس کے عرب اور عجم اور ہندوستان میں بھی مسیحی رہتے تھے۔ ایطلیہ اور فرنس اور ہسپانیہ اور انگلش کے ملک کے رہنے والوں اور جرمنی کے ملک کے اکثر حصہ کے لوگوں نے دین مسیحی کو قبول کیا تھا۔ پس یہ ہزاروں مسیحی جو دور اور نزدیک ملکوں کے چاروں طرف تھے کس طرح ہو سکتا تھا کہ ایسے بجرے کام کے لئے متفق ہوں اور اوسکے سوائے یہودی اور مسیحی ہمیشہ آپس میں ایسی عداوتیں رکھتے تھے کہ کبھی ممکن نہ تھا کہ وے ایسے کام میں سب ایک دل ہو جاویں۔ اور بالفرض اگر متفق ہوتے بھی تو دونوں طرف ایسے ایسے لوگ بھی تھے جو اس بات کو ظاہر کر کے پردہ فاش کر دیتے۔"

جواب

ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ "اونکا کوئی سبب نہ تھا الخ" اس کی حقیقت گذشتہ صفحات میں مستند حوالوں سے گزر چکی ہے اور ان کا یہ کہنا کہ

"تو اوس کا انجام نہ ممکن تھا الخ" تو مقدمہ کی تیسری فصل میں مذکور اسباب کے مطابق دسویں صدی تک اس کا وقوع پذیر ہونا بالکل ممکن تھا اور خاص طور پر ساتویں صدی تک تو بہت ہی ممکن اور آسان تھا۔ اور پھر عیسائی مذہب کے محققین علماء کے اعتراف کے مطابق اکثر مقامات پر بلاشبہ تحریف واقع ہوئی ہے۔

تیسری دلیل | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

"اور اوس کے سوا محمد کے وقت میں اور اوس کے زمانے سے پیشتر خود مسیحی بھی ایسی غیرت اور آپس کی حجت اور نگہبانی میں پڑے تھے کہ جب کبھی ایک فرقہ نے دوسرے فرقہ کی تعلیم میں کچھ برخلافی پائی اوسی وقت بیان وظاہر کر دیا۔ پس ظاہر ہے کہ ایسی کوشش و باریک بینی اور استقدر طرفداری کے ساتھ کیونکر ہو سکتا تھا کہ وے سب دور و نزدیک کے رہنے والے اپنی اپنی مقدس کتابوں کی تحریف کرنے کے لئے جمع اور متفق ہوئے ہوں اور فرض کیا کہ اگر بعض مسیحی مثلاً وے جو عرب و شام میں رہتے تھے انجیل کی تحریف میں قدم بڑھاتے بھی تو دوسری ولایت کے مسیحی جلد اس بات کو دریافت کر کے ظاہر کر دیتے۔ لیکن اگلوں کی تواریخ میں جن میں اگلے مسیحیوں کے سب احوال کی کیفیت اور اون کی آپس کی حجت وتکرار جو بیجا و نامناسب حرکتیں تھیں صاف بیان ہوتی ہیں، ایسی تحریف کی کچھ خبر نہیں۔ ان سے فقط اتنا سمجھا جاتا ہے کہ ان کے جھگڑوں کا سارا سبب یہ تھا کہ بعض معلموں اور مفسروں نے کتب مقدسہ کی بعض آیات کو اور طرح اور بعض نے اور طرح پر شرح کیا ہے۔ مگر کتب مقدسہ کی تحریف ہونے کی بابت کبھی کچھ حجت اور جھگڑا انہیں پڑا۔ پس ان باتوں سے ظاہر و یقین

ہے کہ ممکن نہ تھا کہ کوئی کتب مقدسہ کو تحریف و تبدیل کرے۔ جیسا کہ اب محمدیوں کے لئے غیر ممکن ہے کہ اوس سب غیرت و تعصب کو جو اون کے مختلف فرقوں میں اب واقع ہے چھوڑ کر سارے قرآن کو جو نزدیک اور دور کے ملکوں میں محمدیوں کے پاس ہے تحریف کرنے کے واسطے جمع کریں اور تحریف کر کے اس طرح پھر بھیجیں کہ معلوم نہ ہووے اور کبھی بھی اس بات سے آگاہ نہ ہوں۔ پس جیسے کہ یہ بات ناممکن ہے اسی طرح مسیحیوں کے واسطے بھی محمد کے وقت اور اور ایام میں اپنی مقدس کتابیں تحریف کرنا محال و غیر ممکن تھا۔"

جواب ہم کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اور آپؐ کے عہد سے پہلے بھی خود مسیحی حضرات باآواز بلند چلاتے تھے کہ یہودیوں نے عہدِ عتیق کی مقدس کتابوں میں تحریف کی ہے اور ان کا یہ کہنا کہ "جیسا کہ اب محمدیوں کے لئے غیر ممکن ہے الخ" قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ قرآن کے ہر ہر لفظ کے متواتر ہونے اور اس کی عبارت کے بلاغت کے اعلیٰ ترین معیار پر ہونے کے سبب اس میں کسی کی تحریف چل نہیں سکتی تھی۔ اس کے برعکس مقدس کتابوں کے الفاظ نہ تو تواتر سے منقول ہیں اور نہ ہی ان کی عبارت بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے۔ اس سبب سے ان میں تحریف کی گنجائش تھی اور خصوصاً ان اسباب و حادثات کی بنا پر بھی جو مقدمہ کی تیسری فصل میں مذکور ہو چکے ہیں۔

چوتھی دلیل پادری صاحب کہتے ہیں کہ:-

"اور یہ بات کہ نئے اور پرانے عہد کی مقدس کتابیں حقیقت میں تحریف و تبدیل نہیں ہوئیں۔ اگلے نسخوں کی طرف رجوع کرنے سے صاف ظاہر و ثابت

ہوتی ہے۔ کیونکہ اب مقدس کتابوں کے ایسے نسخے موجود ہیں جو محمدؐ کے زمانہ سے بہت پہلے یونانی زبان میں انجیل کی اصل زبان ہے قلم سے پوستین کے کاغذ پر مرقوم ہوکر اب تک برقرار ہیں کہ اون میں سے بعضوں میں پرانے اور نئے عہد کی سب کتابیں لکھی گئیں اور بعضوں میں صرف کتنی حصے نئے اور پرانے عہد کی کتابوں کے لکھے گئے ہیں۔ چنانچہ ان میں ایک جلد جو ہجرت سے دو سو پچاس برس پہلے لکھی گئی اور ہمارے وقت تک باقی اور اوس کا نام قدکس واطیکانوس[1] (ویٹی کن) ہے شہر روم واقع ولایت اطالیہ کے کتب خانہ میں ہے اور ایک جلد جو ہجرت سے دو سو برس پہلے لکھی گئی شہر لندن میں موسوم برطینیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے اور اوسے قدکس الکسندرینوس[2] کہتے ہیں۔ پھر ایک اور جلد کہ اوس کتاب کی مانند پرانی ہے پارس شہر کے ایک کتب خانہ میں موجود ہے اور اسے قدکس افریمی کہتے ہیں اور ان نسخوں کے سوا اس طرح کے اور بہت سے نسخے مسیحیوں کے پاس ہیں کہ محمدؐ سے پہلے اور بعضے اوسی وقت میں اور بعضے اوس کے بعد یونانی و عبری زبان میں لکھے گئے تھے اور جو کہ عبری زبان میں لکھے گئے پرانے عہد کی کتابیں ہیں اس لئے کہ وے در اصل اوسی زبان میں لکھی گئیں اور اون سب نوشتوں کا سارا احوال یہاں بیان کرنا ضرور نہ جان کے ہم نے اسی قدر ظاہر کرنے پر کفایت کی اور اگر اون نسخوں کو جو محمدؐ سے پہلے لکھے گئے اور ان نسخوں سے جو بعد لکھے گئے اور کتب مقدسہ کے ان نسخوں

---

[1] کوڈکس واطیکانوس (CODEX VAICUN)

[2] کوڈکس الکسندرنیوس (CODEX ELEXNDRIA)

سے جواب یحییوں میں رائج ہیں ملادیں اور مقابلہ کریں تو ثابت ہوتا ہے کہ قدیم نسخے باہم موافق اور اس زمانہ کے مروج نسخوں سے مطابق ہیں۔ چنانچہ اس راہ سے بھی ظاہر اور روشن ہے کہ نئے اور پرانے عہد کی مقدس کتابوں میں کبھی کچھ تحریف نہیں ہوئی۔"

چوتھی دلیل کا تجزیہ و جواب

ہم کہتے ہیں کہ اس جگہ پادری صاحب نے قدیم نسخوں کو بطور دلیل پیش کیا ہے اور عیسائیوں کے نزدیک اپنی قدامت کے اعتبار سے ان نسخوں میں سے بھی جو کچھ تھوڑے سے بہت قابل اعتبار سمجھے جاتے ہیں تو یہی تین نسخے کوڈیکس واٹیکانوس، کوڈیکس الگزنڈریانوس اور کوڈیکس افریمی ہیں جن کو پادری صاحب نے صراحتہ ذکر کیا ہے۔

پہلے دونوں کا حال تو مقصد دوم آخر میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں ان دونوں کا تو اجمالی تذکرہ ہوگا اور تیسرے کوڈیکس افریمی کا حال ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔

کوڈکس واٹیکانوس (ویٹی کن)، پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "چنانچہ اون میں سے ایک جلد جو ہجرت سے دو سو پچاس برس پہلے لکھی گئی الخ" محض دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کسی اچھی دلیل سے اس نسخہ کی ایسی قدامت اب تک ہرگز ثابت نہیں ہوئی بلکہ عیسائیوں کے محققین علماء کے درمیان اس میں زبردست اختلاف موجود ہے۔ بعض چوتھی صدی کے اخیر کی تحریر بتاتے ہیں، بعض پانچویں صدی، بعض چھٹی صدی کی اور بعض ساتویں کا لکھا ہوا بتاتے ہیں اور ہر گروہ کی رائے بھی حتمی نہیں بلکہ کاغذ وغیرہ کا اندازہ کرکے محض اٹکل سے مدت سے تعین کرتے ہیں کہ شاید فلاں صدی کا لکھا ہوا ہوگا۔ اس کے علاوہ وہ نسخہ پرانا ہونے کے سبب بہت ہی بوسیدہ ہوگیا تھا اور اکثر مقامات کے حروف بالکل مٹ گئے تھے جن کو از سر نو لکھا گیا اور عبارتیں کی عبارتیں اس میں داخل ہوئیں

اور بعض مقامات پر لفظوں کو چاقو سے چھیل ڈالا گیا ہے۔

کوڈکس الگزنڈریانوس

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "اور ایک جلد جو ہجرت سے دو سو برس" الخ بھی سابقہ قول کی طرح ایک دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس نسخہ کی مدت تحریر میں بھی عیسائی علماء میں شدید اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک چوتھی صدی کی تحریر ہے اور بعض ساتویں صدی کا لکھا ہُوا بتاتے ہیں اور بعض آٹھویں اور بعض دسویں صدی میں اس کے تحریر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ بھی محض ان کا اندازہ اور اٹکل ہے یقینی بات کچھ نہیں کہتے۔

ماؤنٹ فاکن کہتا ہے کہ چھٹی صدی سے پہلے کا کوئی نسخہ لکھا ہوا نہیں نہ کوڈکس الگزنڈریانوس اور نہ کوئی دوسرا یونانی نسخہ۔

میکالس کہتا ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی سے قبل کا لکھا ہوا نہیں۔ اودن اس کو دسویں صدی کا لکھا ہُوا بتاتا ہے۔ بہت سے عیسائی علماء نے اس نسخہ کی شدید مذمت کی ہے۔ اس نسخہ اور کوڈکس واطیکانوس میں باہم ایسے اختلاف ہیں کہ کوئی دوسرے دو نسخے آپس میں ایسے مختلف نہیں ہیں۔

کوڈکس افریمی

پادری صاحب کہتے ہیں کہ "پھر ایک اور جلد کہ ادھی کتاب کی مانند پرانی ہے" الخ یہ نسخہ بھی پادری صاحب کے نزدیک تقریباً دو سو سال پہلے کا لکھا ہُوا ہے۔ مگر یہ بھی پادری صاحب کا محض ایک دعویٰ ہی ہے اور کچھ نہیں۔

چنانچہ ہورن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے صـ ۹۴، صـ ۹۵ پر عہد جدید کے پرانے نسخوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

"اس نسخہ کے عہد جدید میں بہت ساری کوتاہیاں ہیں جن کا سب سے پہلے وٹسٹین نے اظہار کیا اور پھر میکالس اور گریس بیک نے وٹسٹین کے حوالے سے

ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کوتاہیوں کے علاوہ بہت سے مقامات سے پڑھا بھی نہیں جا سکتا۔ وسٹیئن کا خیال ہے کہ یہ نسخہ ان نسخوں میں سے ایک ہے جو اسکندریہ میں سریانی ترجمہ کے مقابلہ میں مرتب کئے گئے تھے، لیکن اس پر وہ کوئی دلیل پیش نہیں کرتا۔ بلکہ عبرانیوں کے نام خط کے باب ۸ کی آیت ۸ پر ایک حاشیہ لکھا ہوا ہے صرف اس سے یہ محقق یہ استدلال کرتا ہے کہ یہ نسخہ ۵۴۳ء سے پہلے کا لکھا ہوا ہے لیکن میکالس اس کے پورے استدلال کو تسلیم نہیں کرتا اور صرف اتنا مانتا ہے کہ یہ نسخہ پرانا ہے۔ بشپ مارش ساتویں صدی کا لکھا ہوا کہتا ہے۔ اس کی عبارت لاطینی ترجمے سے ملتی ہے لیکن یہ اس کی کوئی دلیل نہیں، ہو سکتا ہے اس میں تحریف کر کے لاطینی ترجمہ کے موافق بنا لیا گیا ہو اور اس نسخہ میں کسی محقق نے تبدیلی کی ہے گریس بیک یہ سمجھتا ہے کہ یہ تبدیلی اس نسخہ کے لکھے جانے کے بہت عرصہ بعد میں ہوئی ہے اور اس نے بہت سی پرانی عبارتوں کو چھیلا بھی ہے"۔ انتہی ملخصاً۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس نسخہ میں صرف عہد جدید ہے اور اس میں بھی بہت کوتاہیاں ہیں۔ اس کے باوجود وہ بہت سے مقامات سے پڑھا بھی نہیں جا سکتا اور اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ کس صدی کا لکھا ہوا ہے۔ بشپ مارش ساتویں صدی کا لکھا ہوا بتاتا ہے۔ اور ایک عرصہ کے بعد کسی نے اس میں تحریف بھی کی ہے اور بہت سی پرانی عبارتوں کو چھیل بھی ڈالا ہے۔

لہٰذا جب کسی قوی اور اچھی دلیل سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ تینوں نسخے کس عہد کے لکھے ہوئے ہیں بلکہ بعض عیسائی علماء کے بقول پہلا نسخہ ساتویں صدی کا، دوسرا آٹھویں یا دسویں کا اور تیسرا ساتویں صدی کا لکھا ہوا ہے تو اس صورت میں پادری صاحب

کا یہ دعویٰ کہ پہلا نسخہ ہجرت سے اڑھائی سو سال پہلے کا اور دوسرا و تیسرا نسخہ دو سو سال پہلے کا لکھا ہوا ہے کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ دسویں صدی تک عیسائی حضرات کے ہاں جس جعلسازی کا بڑا زور رہا ہے اور دوسری صدی سے ایسے جھوٹ کا بولنا اور ایسا فریب دینا جس میں دین عیسوی کی بھلائی کا پہلو نکلتا ہو۔ مسیحی علماء میں دینی استحباب کا درجہ اختیار کر گیا تھا۔ کسی پوپ یا اس کے حاشیہ برداروں نے، جن کی دیانت و امانت کا حال پادری صاحب اور ان کے فرقہ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اسلام کی روز بروز ترقی دیکھ کر ایسے جعلی نسخے بنا کر رکھ دیا ہوگا کہ یہ نسخے ہجرت سے پہلے کے لکھے ہوئے ہیں تاکہ عیسائی عوام ان کے جال میں پھنسے رہیں۔

اس جعلسازی کی کیا شکایت کریں۔ عیسائیوں نے تو کچھتر انجیلیں اپنی طرف سے وضع کر کے بنا ڈالیں تھیں جیسا کہ مقصد سوم کی فصل اول میں موشیم کی منقول عبارت سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔[1]

مسیحی مشائخ کی کتابوں سے صداقت انجیل کی حقیقت

پادری صاحب کہتے ہیں :-

"اوپر کا مطلب ثابت کرنے کے واسطے ایک اور دلیل ان معلموں اور دین کے خادموں کی کتابوں سے جو حواریوں کے بعد تھے حاصل ہوتی ہے اور یہ مسیحیوں کے معلم محمد سے بہت مدت آگے ہوئے اور بہت سی کتابیں لکھیں کہ ان میں سے

---

[1] ملاحظہ ہو ص ۲۹۲ اکسیوہا کے مصنف کی فہرست۔ ۱۲ من المصنف۔

اکثر اب تک مسیحیوں کے درمیان موجود ہیں۔ اب اس جگہ ہم ان میں سے کئی
ایک اشخاص کا ذکر کر کے اون کے زمانوں کو بھی متعین کرتے ہیں اس طرح پر
کہ سنہ عیسی پہلی اور دوسری صدی میں کلمنس نامی اسقف اور بگناٹیوش اور
یوسطینوس شہید اور ایرینوس اور کلمنس الکسندریہ اور ترطولیانوس نے
کتنی کتابیں تصنیف کیں کہ اب تک ان میں سے بعض تمام اور بعض کسی قدر
موجود ہیں۔ اور ان معلموں میں سے بعض تو حواریوں کے شاگرد اور بعض
حواریوں کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ غرض کہ صعود مسیح کے نوہ برس بعد
سے دو سو برس تک یعنی سنہ ہجری کے چار یا پانچ سو برس پہلے اونھوں نے
یے کتابیں لکھیں اور پھر سنہ عیسی کے تیسری صدی میں یعنی سنہ ہجری کے
تین سو برس پہلے اوریگنس وکبریانوس نے بعضی کتابیں بنائیں جو اب تک ہیں
اور اسی طرح ایسے اشخاص یعنی ایتزبیوس والعرم شامی وامبروشیتوش
وباسیلیوس وخرسیوسطوس وجیرونیموس، واکوستنبوس بھی جو مسیحی قوم میں
بڑے مشہور معلم تھے سنہ ۴۰۰ و ۵۰۰ عیسی میں یعنی سنہ ہجری سے
۲۰۰،۱۰۰ برس آگے بہت سی کتابیں بنا کر چھوڑ گئے جو اب تک باقی
ہیں اور وے سب کتابیں مسیحی دین کے بیان میں لکھی گئیں اور اکثر ان میں
سے نئے اور پرانے عہد کی کتابوں کی شرح وتفسیر پر شامل ہیں اور اسی
سبب پرانے اور نئے عہد کی کتابوں کے بہتیرے مقام اون میں لکھے ہیں
اور مقدس کتابوں کے وے مقام جو اون میں ہیں اگر ہم ان کو کتب مقدسہ
کے اون نسخوں سے جو اب مسیحیوں میں لا یخ ہیں مقابلہ کریں تو وے بہت
آیتیں جن کا ذکر اُن معلموں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے ٹھیک ویسی ہی ہیں
جیسی اب مسیحیوں کے مروج نسخوں میں لکھی ہیں۔ پس اس سے بھی بالیقین

معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کسی وقت میں تحریف نہیں ہوئی اور اس انجیل کے سوا جو اب مسیحیوں کے پاس ہے کوئی اور انجیل نہ تھی اور اصل انجیل یہی ہے۔"

جواب ہم کہتے ہیں کہ اس جگہ پادری صاحب نے مشائخ کی کتابوں سے استدلال کیا ہے۔ مگر یہ استدلال بھی ضعیف ہے اور اگر اس استدلال کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی مسلمانوں کے مذکورہ بالا دعویٰ کے منافی نہیں۔

پادری صاحب نے پانچویں صدی تک کے علماء میں سے جن کے اقوال میں قوت دیکھی ان کے نام یہاں لکھ دیئے ہیں اور مسیحی حضرات کے ہاں درحقیقت انہی حضرات کا قول مستند سمجھا جاتا ہے۔ طوالت کے خوف سے یہاں ہم پہلی صدی کے صرف دو علماء جو حواریوں کے شاگرد کہلاتے ہیں اور پادری صاحب نے ان کو معتبر سمجھتے ہوئے سب سے پہلے انہی کے نام لکھے ہیں۔ باوجودیکہ دوسری اور تیسری صدی سے دین عیسوی کی بہبود و ترقی کے لئے مسیحی حضرات کے ہاں جھوٹ بولنا دینی مستحبات کا درجہ اختیار کر گیا تھا تو اس دور کے علماء کے اقوال کی صداقت بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔

کلیمنس اور اگناشس کے حالات لکھتے ہیں:-

کلیمنس کے حالات پادری صاحب کے نزدیک سب سے مستند ترین حیثیت کلیمنس کی ہے جو روم کا اسقف تھا۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس کا صرف ایک خط ملتا ہے جو کلیسا روم کی طرف سے کرنتھیوں کے کلیسا کے نام لکھا گیا تھا۔ اس کے سن تحریر میں اختلاف ہے۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سنہ ۹۶ء تک کا لکھا ہوا ہے۔ آرچ بشپ آف کنٹربری کے نزدیک یہ خط سنہ ۶۴ء اور سنہ ۷۰ء کے درمیان لکھا گیا۔ لیکلرک کے نزدیک سنہ ۶۹ء

ہیں اور ڈاڈویل کے نزدیک سنہ ۶۳ء میں لکھا گیا ہے۔ ڈیو پن اور ٹلی منٹ کا کہنا ہے کہ سنہ ۹۱ء یا سنہ ۹۳ء تک کلیمنس بشپ بھی نہیں بنا تھا۔ لارڈنر نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ خط سنہ ۹۶ء میں تحریر ہوا ہے۔

اول تو اس امر کی کوئی سند نہیں کہ یہ خط کس سنہ میں لکھا گیا۔ اس کے علاوہ اس پورے خط میں کسی جگہ صراحت کے ساتھ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اس جگہ وہ کسی انجیل کا حوالہ ذکر کرتا ہے۔ بلکہ اس کی چند عبارتیں جو اتفاقاً کسی انجیل کی عبارت کے مضمون کے موافق پڑ گئی ہیں تو ان کے بارے میں عیسائی علماء نے یہ زبردستی کا دعویٰ کیا ہے کہ ان عبارتوں کو اس نے انجیلوں سے لیا ہوگا، اگرچہ صریح حوالہ کا ذکر نہیں کیا۔

ہم یہاں پہلے تو بطور نمونہ کے ایک عبارت نقل کر کے ان لوگوں کا تحکم ظاہر کر دیتے ہیں اس کے بعد وہ دوسری عبارتیں جن کو کتب اسناد والے انتہائی مستند سمجھتے ہیں نقل کریں گے۔ ان کے علاوہ اس خط میں کوئی عبارت مستند کہلانے کے لائق نہیں۔ اسی لئے پیلی نے اپنی کتاب میں بطور تصریح کے انھی دو عبارتوں کو لیا ہے۔

اب ہم اس کے بارے میں ان کی معتبر کتابوں سے رائے نقل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ قولِ فیصل بھی ذکر کریں گے۔

مسٹر جونس کہتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کلیمنس نے اس فقرے میں "جو عیسیٰ کو پیار کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ اس کے حکم پر عمل کرے" یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵ سے حوالہ لیا ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ آیت موجودہ ترجمہ میں یوں ہے :-

"اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو"

اس جگہ اگرچہ سب لفظوں میں موافقت نہیں مگر مسٹر جونس نے پھر بھی محض اس لحاظ

ہے کہ دونوں فقروں میں مضمون کے اتحاد کا اعتبار کرتے ہوئے استدلال کیا کہ اس جگہ کلیمنس نے یوحنا کی انجیل سے حوالہ لیا ہے۔ اور اپنے گمان میں اس کو اس دور میں انجیل یوحنا کے وجود کی سند قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس کے اس گمان کی وہم سے زیادہ حیثیت نہیں۔ کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ یہ خط ۹۶ء تک کا ہے اور یہی مسٹر جونس کہتا ہے کہ یوحنا نے اپنی انجیل ۹۸ء میں لکھی ہے جس کی تصریح ہورن نے اپنی تفسیر کی جلد ۴ صفحہ ۳۰۷ پر یہ لکھ کر کی ہے کہ:-

دو کریزاسٹیم اور ایپی فانیس جیسے متقدمین اور ڈاکٹر مل، فی بری شئش ایلکلرک اور بشپ ٹاملائن جیسے متاخرین علماء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ یوحنا نے اپنی انجیل ۹۷ء میں لکھی تھی اور مسٹر جونس کے نزدیک ۹۸ء میں لکھا ہے۔"

لہٰذا جب اُس کے نزدیک وہ انجیل ۹۸ء میں تصنیف ہوئی ہے تو پھر ۹۶ء یا اس سے پہلے کلیمنس نے اس سے کس طرح حوالہ لیا ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ کلیمنس حواریوں کا صحبت یافتہ تھا اور اس نے بارہا ان کا وعظ بھی سنا تھا تو یہ بات بھی وعظ میں کئی دفعہ سُنی ہوگی اور اسی سنی ہوئی بات کو لکھا ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بات کچھ سننے پر بھی موقوف نہیں بلکہ یہ بدیہی امر ہے کہ محب وہی ہوتا ہے جو اپنے محبوب کے حکموں پر عمل کرتا ہے ورنہ تو محبت کا دعویٰ ہی غلط ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ کلیمنس نے یہ بات اپنی طرف سے لکھی ہو ورنہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ اس فقرہ کو انجیل یوحنا سے لے کر لکھا ہے۔ اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تھوڑی سی مناسبت سے ہی نقل ثابت ہو جاتی ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ انجیل میں موجود اکثر مسیحی اقوال حکماء اور بت پرستوں کی کتابوں سے منقول ہوئے ہیں اور ملحدین کا یہ طعن کہ انجیل میں جو اخلاق کی تین چار باتیں اچھی پائی جاتی ہیں انہی کتابوں سے منقول ہیں بجا ہو۔

اکسی ہومو کا مصنف لکھتا ہے کہ :-

"عہد جدید میں مندرج وہ اخلاق جن پر عیسائی بڑا فخر کرتے ہیں مسیح سے تقریباً چھ سو سال پیشتر کی تصنیف کنفیوشس[1] کی کتاب اخلاق سے لفظاً لفظاً منقول ہیں، مثلاً خلق ۲۴ کے ذیل میں یوں مرقوم ہے :

(دوسرے سے وہ کر جو تم چاہتے ہو کہ وہی تم سے کیا جائے اور وہ نہ کر جو تم اپنے ساتھ کیا جانا پسند نہیں کرتے۔ تمہیں صرف اسی خلق کی حاجت ہے اور یہ سب اخلاق کی اصل ہے"

اور خلق ۵۱ کے ذیل میں مرقوم ہے :-

"اپنے دشمن کی موت کے خواہشمند نہ ہو، اس لئے کہ وہ ایک بے فائدہ خواہش ہے اور اس کی زندگی خدا کے اختیار میں ہے"

اور خلق ۵۳ کے ذیل میں ہے :-

"نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ کرو اور کبھی بدی کے بدلے میں بدی نہ کرو"

اور خلق ۶۳ کے تحت درج ہے :-

"ہم دشمن سے بغیر انتقام لئے ہوئے بھی اعراض کر سکتے ہیں اور طبیعت کے خیال ہمیشہ گناہ گار نہیں"

مگر حق بات یہ ہے کہ محض مناسبت سے نقل ثابت نہیں ہوتی اور ملحدین کا مذکورہ

---

[1] کنفیوشس (CONFUCIUS) اخلاقیات کا مشہور فلسفی جو چین کے مذہب و اخلاق پر بے حد اثر انداز تھا (پیدائش ۵۵۱ء ق م، وفات ۴۷۹ء ق م) اس کی نسبت سے چین کے سابقہ نظریۂ حیات کو "کنفیوشزم" کہا جاتا ہے۔ ۱۲ تقی

دعویٰ غلط[1] ہے۔ اس مقام پر لارڈ نر نے انصاف سے کام لیا اور مسٹر جونس کی بلاوجہ حمایت کو اچھا نہیں سمجھا۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۴۰ پر لکھتا ہے کہ :-

"میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالہ میں شبہ ہے۔ کیونکہ کلیمنس حواریوں کی صحبت میں رہنے اور ان کے وعظ سننے کی وجہ سے اس بات سے خوب واقف تھا کہ عیسیٰ سے عشق کا اقرار لوگوں سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کے حکموں پر عمل کریں"

اب دوسری دو انتہائی مستند عبادتوں کا حال سنئے۔ پہلی عبارت اس خط میں اس طرح ہے :-

"اور ہم اسی طرح کریں جس طرح لکھا ہوا ہے۔ اسی لئے روح القدس نے اس طرح کہا ہے کہ دانا آدمی اپنی دانائی پر فخر نہ کرے، خصوصاً خداوند یسوع کے وہ الفاظ یاد رہیں جو انہوں نے بردباری اور مجاہدہ کی تعلیم دیتے ہوئے یوں فرمائے تھے" رحم کرو تم پر رحم کیا جائے، معاف کرو تاکہ تمہیں معاف کیا جائے، جیسا تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا جیسا تم دو گے ویسا ہی تمہیں دیا جائے گا جیسی عیب جوئی تم کرو گے ویسے ہی

---

[1] "اسی طرح میزان الحق باب ۳ فصل سوم میں پادری صاحب کا قرآن شریف کے بعض مضامین کے بارے میں دعوے محض غلط ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پادری صاحب نے ایسا دعویٰ ان ملحدوں سے سیکھا ہے۔ اور اگر بالفرض قرآن کے بارے میں پادری صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں تو پھر ان ملحدوں نے کون سا گناہ کیا ہے کہ وہ انجیل کے بارے میں اپنے دعوے میں جھوٹے قرار دیئے جائیں۔ ۱۲ من المصنف"

تمہاری عیب جوئی کی جائے گی۔ جیسی تم مہربانی دکھاؤ گے تمہیں بھی ویسی ہی مہربانی دکھائی جائے گی اور جس پیمانہ سے تم ناپو گے اسی پیمانہ سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔"

اس خط کے مندرجات کے بارے میں عیسائی علماء کا کہنا ہے کہ کلیمنس نے یہ الفاظ لوقا کے باب ۶ کی آیت ۳۶، ۳۷، ۳۸ سے اور متی کے باب ۷ کی آیت ۱، ۲ اور ۱۲ سے نقل کئے ہیں اور لوقا باب ۶ کی آیت ۳۶، ۳۷، ۳۸ کی عبارت سنہ ۱۹۵۹ء و ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے[1] :-

"جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحمدل ہو۔ عیب جوئی نہ کرو، تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے گی، مجرم نہ ٹھہراؤ تم بھی مجرم نہ ٹھہرائے جاؤ گے خلاصی دو تم بھی خلاصی پاؤ گے، دیا کرو تمہیں بھی دیا جائے گا۔ اچھا پیمانہ داب داب کر اور ہلا ہلا کر اور لبریز کر کر کے تمہارے پلہ میں ڈالا جائے گا کیونکہ جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔"

اور متی باب ۷، آیت ۱، ۲، ۱۲ کی عبارت سنہ ۱۹۵۹ء، سنہ ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یوں ہے[2] :

"عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے۔ کیونکہ جس طرح تم

---

[1] سنہ ۱۸۲۳ء کے اردو ترجمہ میں الفاظ یہ ہیں: "رحم کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے، بخشو تاکہ تم بخشے جاؤ، جیسا تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا، جیسا تم دو گے، ویسا ہی تمہیں دیا جائے گا، جیسی تم عیب گیری کرو گے ویسی تمہاری عیب گیری کی جائے گی جیسی تم مہربانی دکھلاؤ گے ویسی ہی تم کو مہربانی دکھائی جائے گی۔ اور جس پیمانہ سے تم ناپو گے اوسی پیمانہ سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔" ۱۲ نجیب

[2] سنہ ۱۸۲۳ء کے ترجمہ میں الفاظ یوں ہیں: "ابن آدم جیسا کہ اوس کے حق میں لکھا ہے چلا جاتا لیکن اوس شخص پر جس کے ہاتھ سے ابن آدم پکڑوا دیا جاوے واویلا ہے۔ اوس شخص کے لئے بہتر تھا کہ وہ پیدا نہ ہوتا۔" ۱۲ نجیب

عیب جوئی کرتے ہو، اسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔" پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے [۱]"

کلیمنٹ کے مذکورہ خط کی دوسری عبارت جو اُس نے اپنے خط کے باب ۴۶ میں نقل کی ہے۔ اس طرح ہے کہ :-

"خداوند یسوع مسیح کے الفاظ یاد رکھو، اس لئے کہ اس نے کہا ہے اس آدمی پر افسوس (جو جرم کا ارتکاب کرتا ہے) اس کے لئے یہ کسی برگزیدہ کو دکھ دینے سے بہتر یہی تھا کہ وہ پیدا ہی نہ ہوتا اور میرے کسی ساتھی کو چھوٹے بچوں سے تکلیف پہنچانے کے لئے اس کے لئے یہ کہیں بہتر تھا کہ اس کی گردن میں چکی کا پاٹ باندھ کر اس کو سمندر میں ڈبو دیا جاتا۔"

مسیحی حضرات کہتے ہیں کہ یہ جملے انجیل متی باب ۲۶ آیت ۲۴، باب ۱۸ آیت ۶ انجیل مرقس باب ۹ آیت ۴۲ اور لوقا باب ۱۷ کی آیت ۲ سے ماخوذ ہیں۔ ان آیات کی عبارت درج ذیل ہے :-

متی باب ۲۶ کی آیت ۲۴ سنہ ۱۹۵۹ء، سنہ ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ

---

[۱] ۱۸۴۴ء کے ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں "نکتہ چینی نہ کرو تاکہ تمہاری نکتہ چینی نہ کی جائے۔ کیونکہ جو نکتہ چینی تم کرو گے ویسی ہی تمہاری نکتہ چینی کی جائے گی اور جس پیمانے سے تم پیمائش کرتے ہو اسی سے تمہارے واسطے بھی پیمائش کی جائے گی۔ پس جو سلوک تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے کریں تم بھی اُن سے وہی کرو کہ شرع اور انبیاء یہی ہیں" ۱۲ نجیب

یُوں یوں ہے :-

"ابن آدم تو جیسا اس کے حق میں لکھا ہے جاتا ہی ہے لیکن اس آدمی پر افسوس جس کے وسیلہ سے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے۔ اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا ہوتا[1]"

متی باب ۱۸ کی آیت ۶ کی عبارت اس طرح ہے :-

"لیکن جو کوئی ان چھوٹوں میں سے جو مجھ پر ایمان لائے ہیں کسی کو ٹھوکر کھلاتا ہے اس کے لئے یہ بہتر ہے کہ بڑی چکی کا پاٹ اس کے گلے میں لٹکایا جائے اور وہ گہرے سمندر[عہ] میں ڈبو دیا جائے[2]"

مرقس باب ۹ کی آیت ۴۲ کی عبارت یہ ہے :-

"اور جو کوئی ان چھوٹوں میں سے جو مجھ پر ایمان لائے ہیں کسی کو ٹھوکر کھلائے اس کے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک بڑی چکی کا پاٹ اس کے گلے میں لٹکایا جائے اور وہ سمندر[عہ] میں پھینک دیا جائے[3]"

---

[1] ۱۸۲۳ء کے ترجمہ میں الفاظ یوں ہیں: "ابن آدم جیسا کہ اوس کے حق میں لکھا ہے چلا لیکن اوس شخص پر جس کے ہاتھ سے ابن آدم پکڑوایا جاتے والا ہے اوس شخص کے لئے یہ بہتر تھا کہ پیدا نہ ہوتا" ۱۲ نجیب

[2] ۱۸۲۳ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں "پر جو کوئی کہ ایک کو ان لڑکوں سے جو میرے معتقد ہیں ٹھوکر کھلاوے یہ اوس کے لئے بہتر تھا کہ ایک چکی کا پاٹ اوس کی گردن میں باندھا جاتا اور وہ دریا میں تہہ تک پہنچایا جاتا" ۱۲ نجیب

[3] اردو ترجمہ میں ہے :- "اور جو کوئی ان چھوٹوں میں جو مجھ پر اعتقاد رکھتے ہیں ایک کو ٹھوکر کھلاوے اوس کے لئے بہتر تھا کہ ایک چکی کا پاٹ اوس کے گلے میں لٹکایا جاتا اور وہ دریا میں ڈبو دیا جاتا" ۱۲ نجیب

عہ، عہ - قدیم ترجمہ میں سمندر کی بجائے دریا کا لفظ استعمال ہے - ۱۲ ت

لوقا باب ۱۷ کی آیت ۲ کی عبارت یوں ہے :-

"۲۔ ان چھوٹوں میں سے ایک کو ٹھوکر کھلانے کی بہ نسبت اس شخص کے لئے یہ مفید ہوتا کہ چکی کا پاٹ اس کے گلے میں لٹکایا جاتا اور وہ سمندر[1] میں پھینکا جاتا"[2]

لارڈ نر اپنی تفسیر کی جلد دوم کے صفحہ ۳۷ میں کلیمنس کی اس عبارت کو نقل کر کے اور انجیل کی مذکورہ بالا آیات کا حوالہ درج کر کے لکھتا ہے کہ :-

"میں نے (اس عبارت کے) مقابلہ میں انجیل کے کئی مصنفین کے الفاظ اس لئے دکھ دیئے ہیں تا کہ ہر شخص اچھی طرح سمجھ لے، لیکن عام خیال یہ ہے کہ اس عبارت کا جز اخیر لوقا کے باب ۱۷ کی آیت ۲ سے لیا گیا ہے"

غور سے دیکھئے دونوں مقامات میں کلیمنس کی عبارت کے تمام فقرے انجیلوں کی عبارت سے لفظی موافقت نہیں رکھتے اور بعض فقروں میں تو مضمون میں بھی پورا اتحاد نہیں نکلتا، مثلاً کلیمنس کا پہلی عبارت کا ایک فقرہ مسیحی اقوال سے اس طرح لیا گیا ہے "رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا" اور لوقا باب ۶ کی آیت ۳۶ یوں ہے کہ "جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحمدل ہو" اور یہ فقرہ کہ "جیسی مہربانی تم دکھاؤ گے ویسی ہی مہربانی تم کو دکھائی جائے گی" کلیمنس کی عبارت میں تو موجود ہے لیکن متی اور لوقا میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہ جملہ کہ "مجرم نہ ٹھہراؤ تم بھی مجرم نہ ٹھہرائے جاؤ گے" لوقا میں تو ہے مگر

---

[1] قدیم ترجمہ میں سمندر کی بجائے دریا کا لفظ ہے۔ ۱۲ نجیب

[2] ۱۹۴۲ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں "اگر چکی کا پاٹ اوس کی گردن میں لٹکایا جاتا اور دریا میں پھینک دیا جاتا تو اوس کے لئے اوس سے بہتر ہوتا کہ وہ اون چھوٹوں میں سے ایک کو ٹھوکر کھلاوے" ۱۲ نجیب

کلیمنس کی عبارت میں اس کا وجود نہیں ہے۔ اسی طرح اس کی دوسری عبارت کا حال بھی کچھ ایسا ہی خراب ہے۔

پس انجیل سے نقل کا دعویٰ سراسر بے جا ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ انجیل سے نقل کرتا تو اس کا نام لیتا اور اگر نام نہ بھی لیتا تب بھی عبارت میں تو موافقت ہوتی اور اگر یہ بھی نہ کرتا تو کم از کم یہ تو ہوتا کہ اس پورے مضمون میں تو موافقت ہوتی۔ البتہ دونوں مقامات سے اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ کلیمنس کے نزدیک یہ دونوں قول جناب مسیح کے ارشادات میں سے تھے اور پھر کلیمنس حواریوں کا صحبت یافتہ تھا اور ان کی صحبت کے اثر سے حواریوں اور دوسرے مریدوں کی طرح واقف تھا تو یہ کہاں سے ثابت ہو سکتا ہے کہ اس نے متی یا لوقا یا مرقس کی انجیل سے دیکھ کر لکھا ہے ؟ اسی لئے بشپ پیٹرسن نے اس دعویٰ سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ کلیمنس نے حوالہ نہیں لیا۔

لارڈ نر ان دونوں عبارتوں کے بارے میں اپنی تفسیر کی جلد دوم میں لکھتا ہے کہ :-

"جن لوگوں نے ہمارے خداوند کے حواریوں اور مریدوں کی صحبت پائی تھی اور ہمارے خداوند کے احکام اور تاریخ سے ایسے واقف تھے جیسے انجیل نویس ان کے ملفوظات دیکھنے سے ان مقامات میں جہاں ان کے حوالے صریح اور ظاہر نہیں ہوں اکثر ایک مشکل واقع ہوا کرتی ہے اور یہاں وہ مشکل یہ ہے کہ ان مقامات پر کلیمنس آیا ان عیسوی الفاظ کی طرف رجوع کرتا ہے جو تحریر میں آچکے تھے یا کرنتھیوں کو وہ الفاظ عیسوی یاد دلاتا ہے جو اس نے اور انھوں نے خداوند کے حواریوں اور مریدوں سے سنے ہوں گے۔ لیکلرک نے پہلی توجیہ کو اختیار کیا ہے اور بشپ پیٹرسن نے دوسری کو۔ اور میرا نقطۂ نظر یہ ہے

کہ پہلی تینوں انجیلیں اس وقت سے پہلے لکھی گئی تھیں اور کلیمنس کا ان کی طرف رجوع ممکن ہے اگرچہ وہ لفظوں اور عبارت میں صحیح موافقت نہیں رکھتا لیکن یہ بات کہ اس نے یقیناً رجوع کیا ہے اس کا فیصلہ کرنا آسان نہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو انجیلوں کے لکھے جانے سے پہلے بھی ان چیزوں سے واقف تھا اور ان کے لکھے جانے کے بعد بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی سابقہ عادت کے مطابق انجیلوں کی طرف رجوع کئے بغیر ان چیزوں کو جن سے وہ اچھی طرح واقف تھا بیان کرتا ہو لیکن دونوں صورتوں میں انجیلوں کی سچائی محبوسیت مضبوط کرتا ہے اس لئے رجوع کی صورت میں تو مقدار صاف ہے اور عدم رجوع کی صورت میں بھی انجیلوں کی تصدیق ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ ان الفاظ کے موافق ہیں جو کہ تمیوں کے پاس بھی لکھے ہوئے موجود تھے اور ایسے مشہور تھے کہ وہ اور کرنتی ان کو جانتے تھے۔ پس کلیمنس نے ہمیں یقین دلایا کہ ہمارے انجیل نویسوں نے ان الفاظ کو جو ہمارے خداوند نے ان کو بردباری اور ریاضت کی تعلیم کے وقت ارشاد فرماتے تھے۔ ٹھیک ٹھیک اور سچ سچ لکھا ہے اور یہ الفاظ اس لائق ہیں کہ بڑے ادب سے یاد رکھے جائیں۔ اور اگرچہ یہاں مشکل ہے لیکن پھر بھی میرا خیال ہے کہ اکثر فضلاء کی رائے لیکلرک کی رائے کے موافق ہوگی۔ البتہ پولس اعمال باب ۲۰ کی آیت ۳۵ میں بعض کو اس طرح نصیحت کرتا ہے کہ "اور خداوند یسوع کی باتیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نے خود کہا دینا لینے سے مبارک ہے"! مجھے یقین ہے کہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اس جگہ پولس کسی لکھے ہوئے شے کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ ان الفاظ عیسوی کی طرف رجوع کرتا ہے جن سے یہ اور وہ واقف تھے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مراجعت کے اس طور کو ہمیشہ ایسا ہی سمجھا جائے۔ بلکہ یہ طور تو لکھے ہوئے

اور غیر لکھے ہوئے سب کی طرف مراجعت میں استعمال ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ہم
پالی کارپ کو دیکھتے ہیں کہ وہ بھی انداز استعمال میں لاتا ہے اور غالباً بلکہ یقیناً
لکھی ہوئی انجیلوں کی طرف رجوع کرتا ہے"۔

ہم کہتے ہیں کہ ان کے علماء کے نزدیک یہ امر بطور یقین کے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا
کہ کلیمنس نے ان عبارتوں کو انجیلوں سے نقل کیا ہو۔ بشپ پیٹرسن تو اس امر کا صاف
انکار کرتا ہے اور حق بات بھی اسی کی ہے۔ کیونکہ :-

- اولاً تو کلیمنس حالات اور اقوال مسیحی سے اچھی طرح واقف تھا۔
- ثانیاً عبارت اور الفاظ میں بھی موافقت نہیں پائی جاتی۔
- ثالثاً اس کے کلام میں کوئی ایسا واضح اشارہ موجود نہیں جس سے یہ باور کیا جاسکے کہ اس نے حوالہ لیا ہے۔

مقدس پولس کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ بھی اعمال باب ۲۰ کی آیت ۳۵ میں کلیمنس ہی
کی طرح کہتے ہیں۔ اس کے باوجود مسیحی علماء کے نزدیک بالاتفاق وہ کسی تحریر کی طرف رجوع
نہیں کرتے۔ پس ایسا ہی کلیمنس کو سمجھنا چاہیئے۔

اور لارڈنر کا یہ کہنا کہ "دوسری صورت میں بھی انجیلوں کی تصدیق ہے الخ" انتہائی
تعجب خیز ہے۔ اس لئے کہ بعض فقروں کے مضمون میں موافقت پیدا ہو جانے سے
تمام انجیلوں کی تصدیق کہاں سے نکل سکتی ہے۔ اور بالفرض اگر تصدیق ہو بھی تو صرف
اسی قدر ہو گی کہ یہ فقرے ان انجیلوں میں قول عیسوی سے منقول ہوگئے ہیں اور اس کا
یہ کہنا کہ "ہم پالی کارپ کو دیکھتے ہیں کہ وہ بھی انداز استعمال میں لاتا ہے الخ" ناقابل تسلیم
ہے۔ اس لئے پالی کارپ بھی تابعی، یوحنا کا شاگرد اور کلیمنس کی طرح تمام حالات مسیحی
سے واقف تھا تو اس کا حال بھی کلیمنس کی ہی طرح ہے۔ اور جس جگہ وہ یہ انداز اختیار
کرتا ہے اس جگہ ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی کلیمنس اور پولس کی طرح لکھی ہوئی انجیلوں کی طرف

رجوع نہیں کرتا۔

بحمداللہ پادری صاحب کے نزدیک جو بمنزلہ بسم اللہ کے اور مستند ترین شخص تھا اس کے کلام سے انجیلوں کے ثبوت کی کچھ بھی سند نہ نکلی۔

اگناشس کے حالات

پادری صاحب کے نزدیک دوسری مستند ترین حیثیت اگناشس کی ہے۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے سینتیس[۳۷] سال بعد انطاکیہ کا اسقف مقرر ہوا تھا۔ اور وہ حواریوں کے تابعین میں سے تھا۔

لارڈنر اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے کہ:۔

یوسی بیس اور جیرُوم نے اس کے سات خطوط کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ کچھ اور خطوط بھی اس کی طرف منسوب ہیں جن کو جمہور علماء جعلی سمجھتے ہیں اور میرے نزدیک بھی ظاہر یہی ہے۔ ان سات خطوط کے دو نسخے ہیں ایک بڑا ہے اور ایک چھوٹا مشر وشتن اور اس کے دو، چار متبعین کو چھوڑ کر باقی سب کی رائے یہی ہے کہ بڑے نسخہ میں الحاق ہوا ہے۔ البتہ چھوٹا نسخہ اس قابل ہے کہ اس کی طرف منسوب کیا جا سکے۔ میں نے دونوں نسخوں کا بغور موازنہ کیا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ چھوٹے نسخہ میں الحاق کر کے بڑا نسخہ بنا لیا ہے۔ یہ نہیں کہ بڑے نسخے کو مختصر کر کے چھوٹا نسخہ تیار کر لیا گیا ہو۔ اور متقدمین کے حوالے بھی بڑے نسخے کی نسبت چھوٹے نسخے سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ آیا چھوٹے نسخے میں مندرج خطوط بھی حقیقت میں اگناشس کے ہیں یا نہیں؟ اس میں زبردست اختلاف ہے۔ بڑے بڑے محققین نے اس بارے میں خامہ فرسائی کی ہے۔ جانبین کی تحریروں کو پڑھنے کے بعد میں بھی اس سوال کو مشکل سمجھتا ہوں۔ البتہ میرے نزدیک اتنی بات ثابت ہے کہ یہ خطوط

وہی ہیں جن کو یوسی بیس نے پڑھا ہے اور اُرجِن کے وقت میں موجود تھے۔ ان خطوط میں بعض فقرے اگناشس کے عہد سے مناسبت نہیں رکھتے اس صورت میں معقول بات یہ ہے کہ ان فقروں کو الحاقی قرار دے دیں نہ یہ کہ ان تمام خطوط کو ہی رد کر دیں۔ اور خاص طور سے ایسی صورت میں جیسا کہ ہمیں آج تک نسخوں کی کمیابی کا سامنا ہے۔ بڑے خطوط میں جس طرح کسی ایرین نے الحاق کیا ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ چھوٹے خطوط میں بھی کسی ایرین یا دین دار نے یا دونوں نے ہی دست اندازی کی ہوگی۔ اگرچہ میرے نزدیک اس دست اندازی سے کوئی بڑی خرابی پیدا نہیں ہوئی"۔ انتہی ملخصاً

کتاب چیلی کا محشی اس کتاب کے حاشیے میں لکھتا ہے :۔

"پچھلے دنوں میں اگناشس کے تین خطوط کا سریانی زبان میں ترجمہ دریافت ہوا ہے جس کو کیوریٹن نے طبع کرایا ہے"۔

اور اس نئے ملفوظ نے اس امر کو اور بھی تحقیقی بنا دیا کہ یونانی زبان میں موجود چھوٹے خطوط جن کو آشر نے درست کیا ہے ان میں الحاق ہوا ہے۔ اس کے بعد اس الحاق پر چار دلائل ذکر کرتا ہے جس کو منظور ہو اس میں دیکھ لے۔

جب اس کے خطوط کا یہ حال ہے تو ہم اس کے فقرے نقل کر کے ان کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب دو تین علماء کے سوا تمام مسیحی علماء اگناشس کے بڑے خطوط کو بالاتفاق غیر معتبر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایرین فرقہ کے کسی شخص نے اُن میں الحاق کیا ہے تو اس صورت میں مسیحی حضرات کے نزدیک بھی ان کی کوئی مستند حیثیت نہ رہی۔ باقی رہے چھوٹے خطوط تو اُن کے اصلی یا جعلی ہونے میں بڑے بڑے محققین میں زبردست اختلاف ہے۔ لہٰذا ہمارے

نزدیک ان خطوط کا بھی اگناشس کے ہونا مسلّم نہیں۔ بلکہ دوسری تیسری صدی میں جبکہ دینِ عیسوی کی فلاح و ترقی کی غرض سے جھوٹ بولنا اور فریب دینا بمنزلہ مستحبات کے قرار پا گیا تھا ان کو بھی کسی نے بنا لیا ہوگا۔ اگناشس کے ان سات خطوط کی تو حقیقت ہی کیا ہے، ان لوگوں نے حضرت مسیح، مریم اور حواریوں کی طرف منسوب کر کے تقریباً پچھتر انجیلیں گھڑ ڈالی تھیں۔ اور اگر اگناشس کی طرف ان کی نسبت کو بالفرض صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی عیسائی علماء کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ ان چھوٹے خطوط میں کئی فقرے الحاقی ہیں۔ اور لارڈنر نے تو اقرار کیا ہے کہ ان چھوٹے خطوط میں کئی فقرے الحاقی ہیں اور ممکن ہے کہ کسی ایرین یا دیندار عیسائی یا دونوں نے ان میں الحاق کیا ہو۔ جب یہ امر تسلیم کر لیا گیا اور پھر دیندار حضرات بھی اپنی عاقبت سنوارنے کو ایسے کام کے درپے تھے تو پھر ان خطوط کا کیا اعتبار رہا۔ اور ہو سکتا ہے کہ دیندار حضرات نے بعض اس قسم کے فقرے بھی الحاق کر دیئے ہوں۔

بہرحال بحمد اللہ پہلی صدی کے علماء میں سے تو کسی کے کلام سے بھی انجیلوں کی سند نہ نکل سکی۔ اور پادری صاحب کے دو مستند علماء کے کلام سے تو ان انجیلوں کی بھی کچھ سند ثابت نہ ہو سکی اور عہد جدید کے پورے مجموعے کی سند تو بعد کی بات ہے۔

پادری صاحب کا پہلا استدلال پادری صاحب کہتے ہیں :۔

"اور اگر کوئی یہ دعوے کرے کہ جب محمدؐ کے وقت میں کتب مقدسہ قدیمہ کو تحریف کیا تو اون معلموں کی کتابوں کو بھی تحریف کر ڈالا۔ سو اس کے واسطے ہمارا یہ جواب ہے کہ پہلے تو اس دعویٰ کے ثابت کرنے کی کوئی دلیل

نہیں محض دعویٰ ہے اور بس۔ دوسرے جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ مسیحیوں کو کوئی سبب نہ تھا کہ محمدؐ کے وقت میں پرانے اور نئے عہد کی کتابوں کو تحریف کریں اسی طرح ان قدیم کتابوں کے تحریف کرنے کا بھی کوئی سبب نہ تھا۔ تیسرے جس طرح محمدؐ کے وقت میں کتبِ مقدسہ کے سادے نسخوں کا تحریف کرنا غیر ممکن تھا۔ اسی طرح یہ دعویٰ بھی ہرگز واقع نہیں ہو سکتا اور جیلے کہ اب فی زمانا ادن سب کتبِ دینیہ کی جو محمدیوں کے پاس ہیں تحریف کرنا اور ادن مقاموں کا جن میں محمدؐ کے واسطے اشارے ہیں نکال ڈالنا غیر ممکن ہے۔ ایسے ہی محمدؐ کے وقت میں مسیحیوں کی بے شمار کتابوں کی تحریف بھی ممکن نہ تھی "۔

جواب میں کہتا ہوں کہ اول تو مسلمان اس بات کے قائل نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر مقدس کتابوں میں تحریف نہیں ہوئی تھی۔ تاکہ پادری صاحب کا یہ کلام قابلِ التفات ہو۔ لہٰذا پادری صاحب کے مذکورہ تینوں جواب غلط ہیں۔ اس لئے کہ نہ تو مسلمانوں کا دعویٰ بلا دلیل ہے اور نہ یہ بات سچ ہے کہ مسیحیوں کے لئے تحریف کا کوئی سبب موجود نہ تھا۔ چنانچہ ان دونوں امور کی سچائی اس کتاب کے قاری پر بالکل عیاں ہو چکی ہے۔ اسی طرح یہ بات کہ کتبِ مقدسہ میں تحریف ناممکن تھی اگناشس کے خطوط کے بڑے مجموعہ ہی کو ملاحظہ کیجئے کہ جمہور عیسائی علماء اور محققین کے نزدیک جعلی اور محرّف ہے۔ اور لارڈنر اس میں فرقہ ایرین کی تحریف کا قائل ہے اور خطوط کے مجموعہ کی چھوٹی کتاب بھی بعض محققین کے نزدیک جعلی ہے۔ اور بعض کے نزدیک اگرچہ جعلی نہیں مگر لارڈنر کی تحریر کے مطابق اس میں بھی الحاق ہوا ہے اور وہ بھی ایرین فرقہ کے دیندار عیسائیوں کی دست بُرد کے شبہ سے محفوظ نہیں اور ان مشائخ کی کتابوں کے نسخے بھی بلاشبہ انتہائی قلیل پائے جاتے تھے اس سے

قطع نظر ڈیونی سٹس بشپ آف کورنتھ، دوسری صدی میں باواز بلند چلاتا ہے کہ میں نے بھائیوں کے لئے خط لکھے تھے لیکن ان شیطان کے خلیفوں نے میرے خطوط کو بگاڑ ڈالا۔ تو ایسی صورت میں بعض لوگوں نے کتب مقدس کو مسخ کر ڈالنے پر کمر باندھ رکھی ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ چنانچہ گذشتہ صفحات میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔

اب ذرا غور فرمائیے کہ جب ڈیونی سٹس کی زندگی میں ہی اس کے خطوط کا یہ حال بنا ڈالا تو اس کی موت کے بعد تو خدا ہی جانے ان کی کیا درگت بنائی ہوگی اور دوسرے مشائخ کی کتابوں کی حالت بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ جیسا کہ لارڈ نر کے قول سے سمجھا جا سکتا ہے۔

پادری صاحب کا دوسرا استدلال

پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

"قطع نظر ان سب باتوں سے محمد کے مرنے کے بعد عمر خلیفہ نے اوس وقت کے مسیحیوں کے کئی ایک بڑے بڑے کتب خانے اپنے قبضہ میں کر لیے۔ ان میں سے شام کی ولایت میں قیصریہ کا کتب خانہ اور مصر میں اسکندریہ کا کتب خانہ تھا۔ اُن کتب خانوں میں کتب مقدسہ کے قدیم نسخے اور اکثر مسیحی معلموں کی کتابیں تھیں جیسا کہ اگلی تواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں محمدیوں کو آسان تھا کہ مقدس کتابوں کے قدیم نسخے اور قدیم معلموں کی کتابیں ظاہر کر کے تحریف کا دعویٰ ثابت کرتے حالانکہ کتب خانوں کے چھین لینے کے بعد عمرؓ نے ان کے جلا دینے کا حکم دیا اور اس وقت کے اور محمدیوں کا بھی یہ حال تھا کہ جو پرانی کتابیں پاتے تھے برباد کرتے۔ سو اس برباد کرنے میں یا تو پرانی کتابوں کی قدر نہیں جانتے تھے یا یہ سمجھتے تھے کہ اونکا مضمون قرآن کے خلاف ہونے

پر گواہی دیتا ہے اور یہی قدیم کتابوں کا برباد کرنا محمدیوں کی ایسی بے خبری کا باعث ہوا ہے کہ وے مسیحیوں کے اگلے حالات اور اور قوموں کی کیفیت و حقیقت سے جو محمد کے پہلے تھے اتنی خبر و آگاہی نہیں رکھتے کہ ایسے ایسے دعوے کرتے ہیں۔ مثل دعوی تحریف کتب مقدسہ وغیر ذلک۔ اور اس لئے کہ محمدی قدیم کتابوں اور مسیحیوں کی تاریخوں سے کچھ اطلاع نہیں رکھتے۔ پھر اون کے واسطے تاریخ سے دلیل لانا مشکل ہے اور سوائے اس کے محمدیوں نے اون کتابوں کی تلاش و جستجو اب تک نہیں کی جو فرنگستان کے مسیحیوں کے پاس ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے محمدی اگر باپ دادوں کے تعصب کو کنارے رکھ کر انصاف کی راہ سے ایام گذشتہ کا عوض کیا چاہیں تو فرنگستان میں جا کر وہاں کے کتب خانوں کو دیکھیں کہ اون میں کتب مقدسہ کے وے پرانے نسخے اور مسیحی معلموں کی وے کتابیں جو ہم نے ذکر کیں دیکھ سکتے ہیں اور اگر اون کتابوں کی زبان سیکھ لیں تو اون کا پڑھنا بھی اون پر آسان ہو جائے گا اور اون کتب خانوں میں ایسی کتابیں بہت پاویں گے جن میں یہ مطالب جو ہم نے اس فصل میں لکھے مفصل و مشرح مذکور ہیں اور کتب سابق الذکر کے قدیم ہونے کی اسناد بھی اون میں بتفصیل بیان ہوئی ہے۔"

جواب ہم کہتے ہیں کہ اُس وقت تک سینکڑوں یہودی اور عیسائی فضلاء مسلمان ہو چکے تھے اور انہوں نے اپنی کتابوں کے موافق اسلام کی حقانیت پر گواہی دی تھی۔ اور اُس وقت عیسائیوں میں پوپ کی حکومت کی دھاک تھی۔ اس کے متعلقین خود عہدِ عتیق کی عبرانی زبان کی کتابوں میں تحریف کے قائل تھے تو مسلمانوں کے لئے ان کتابوں سے کوئی چیز ثابت کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

باقی رہا ان کتابوں کو جلا ڈالنے کا معاملہ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ ان کتب خانوں میں ہر قسم کی کتابیں تھیں۔ لہٰذا جو علم فلسفہ کی کتابیں تھیں ان کے جلا دینے میں کچھ بھی حرج نہ تھا۔ مقدس پولس کے زمانے میں بھی ان لوگوں نے جو پہلے یہودی یا یونانی تھے تقریباً پچاس ہزار روپے قیمت کی اسی قسم کی کتابیں جلا ڈالی تھیں۔ اس پر نہ تو مقدس پولس نے ان کو منع کیا تھا اور نہ یہ کہا تھا کہ ان کتابوں کو اس لئے باقی رہنے دیا جائے تاکہ مسیحی مذہب قبول نہ کرنے والوں کے خلاف ان کتابوں سے استدلال کیا جا سکے اور نہ ہی ان کو جلا ڈالنے پر کوئی اعتراض کیا تھا۔ چنانچہ اعمال باب ۱۹ کی آیت ۱۸، ۱۹ میں سنہ ۱۹۵۹ء ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یوں موجود ہے کہ :-

"اور جو ایمان لائے تھے اُن میں سے بہتیروں نے آکر اپنے کاموں کا اقرار اور اظہار کیا۔ اور بہت سے جادوگروں نے اپنی اپنی کتابیں اکٹھی کر کے سب لوگوں کے سامنے جلا دیں اور جب ان کی قیمت کا حساب ہوا تو پچاس ہزار روپے کی نکلیں[1]"

لہٰذا اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کسی طرح کا بھی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اور ان کتب میں جو دینی کتابیں تھیں وہ اکثر ترجمے تھے جو تمام کے تمام بگاڑ سے خالی نہیں تھے۔ ان کا جلا دینا بھی کوئی قابل اعتراض نہ تھا۔

کتاب واٹسن مطبوعہ سنہ ۱۸۹۱ء کی جلد سوم میں ہے :-

---

[1] سنہ ۱۸۲۳ء کے اُردو ترجمے کے الفاظ یہ ہیں :-

"اور بہتیروں نے اون میں سے جو ایمان لائے تھے آگے اپنے کاموں کو قبول دیا اور ظاہر کیا اور بہتوں نے جو جادو کرتے تھے اپنی کتابیں اکٹھی کر کے لوگوں کے آگے جلا دیں اور جب اون کی قیمت کا حساب کیا تو پچاس ہزار روپے ٹھہرے۔" ۱۲ نجیب

"جب وکلف[1] کے ترجمہ کو جلا دینے کا حکم نافذ ہو چکا تو شلر نے ۱۴۰۸ء میں ایک کتاب لکھی اور ۱۴۲۸ء میں ایک کونسل قائم ہوئی۔ اس کے حکم سے وکلف کی ہڈیاں نکال کر جلائی اور دریا میں بہائی گئیں۔ ۱۵۲۶ء میں کارڈنل ولسی اور بشپ حضرات نے حکم دیا کہ ٹنڈل کا ترجمہ نہ پڑھا جائے۔ اور اس کی ممانعت کے لئے اپنے اپنے علاقوں میں اس مضمون میں اشتہار جاری کیا کہ :-

"لوتھر کے بعض پیروؤں نے غلط ترجمہ کیا ہے اور خدا کے کلام کو جھوٹے ترجمے اور الحادی حاشیوں سے خراب کیا ہے اس لئے وہ ترجمہ جس کے پاس ہو تیس دن کے اندر اندر وائکر جنرل کے سامنے پیش کر دے ورنہ کلیسا سے نکال دیا جائے گا اور اس پر بدعتی ہونے کا جرم عائد ہو جائے گا۔"

اور اسی سال لندن کے بشپ ٹونسٹل اور تھامس مور نے تقریباً تمام نسخوں کو خرید کر پال کے کراس میں جلا دیا۔ ۱۵۲۹ء میں ٹونسٹل نے آسٹن پیکنگٹن سوداگر کے ذریعہ اس ترجمہ کے نسخے خرید کر چیپ سائڈ کے مقام پر علی الاعلان جلا دیئے۔ اس کے بعد ٹنڈل نے اس ترجمہ پر نظر ثانی کر کے جب دوبارہ ۱۵۳۰ء میں طبع کرایا اور اپنے بھائی جان ٹنڈل اور دیگر لوگوں کے ذریعہ خفیہ طور پر ان کو ہر جگہ پھیلا دیا تو اس پر بشپ لندن نے ان سب پھیلانے والوں کو

---

[1] وکلف Wycliff : متوفی ۱۳۸۴ء، ۷۸۶ھ) کلیسا کی ایجاد کردہ بدعتوں کا دشمن تھا اور نیک و پرہیزگار پاپاؤں کے انتخاب کا داعی، اس نے سب سے پہلے بائبل کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو ۱۳۸۵ء، ۷۸۷ھ میں شائع ہوا۔ حالانکہ اس سے پہلے بائبل کا کسی اور زبان میں ترجمہ کرنا ایک سنگین جرم سمجھا جاتا تھا۔ اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس کے بعد جان ہس (John Huss) اور جیروم (Jerome) اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے۔

(مقدمہ اظہار الحق اردو صفحہ ۹۰) ۱۲ نجیب

طلب کر کے اور ہر جگہ تشہیر کر کے انہی لوگوں کے ہاتھ سے سب نسخوں کو چیپ سائڈ میں جلا ڈالا۔ اور ان لوگوں پر اٹھارہ ہزار آٹھ سو چالیس پونڈ دس پنس کا جرمانہ عائد کیا گیا۔ یہ رقم ہمارے ملک کی کرنسی کے مطابق تقریباً ایک لاکھ اٹھاسی ہزار چار سو روپے ساڑھے چھ آنے بنتی ہے۔[1] ۱۵۴۶ء میں شاہ ہنری ہشتم نے حکم نافذ کیا کہ ٹنڈل، کورڈیل کے ترجموں کے علاوہ وہ ترجمے جن کی پارلیمنٹ نے اجازت نہیں دی اور فرتھ اور وکلف[2] وغیرہ حضرات کی کتابیں نہ پڑھی جائیں۔ بلکہ جلا ڈالنے کے لئے حکومت اور کلیساؤں کے افسروں کے حوالے کر دی جائیں۔ چنانچہ بشپ لندن کے حکم کے مطابق پال کراس میں جلا دی گئیں۔ ۱۵۴۸ء میں ٹنڈل کی کتاب انجیل کے ساتھ جلائی گئی۔ ۱۵۵۵ء میں اس مضمون کا اشتہار شائع ہوا کہ

"بدعتی کتابیں نہ کہیں بھیجی جائیں نہ پڑھی جائیں اور نہ ہی کوئی شخص اپنے پاس رکھے۔"

پھر اسی جلد میں آگے چل کر لکھا ہے کہ :-

"ٹی شین کی ہارمنی تھیوڈوریٹ کے وقت میں موجود تھی اور سب کلیسوں میں پڑھی جاتی تھی۔ لیکن اس نے اسی لئے اس کے تمام نسخے ضائع کر دیئے تاکہ اس کی جگہ انجیل کو رائج کر سکے۔"

پروٹسٹنٹ فرقہ والوں نے جس میں پادری صاحب خود داخل ہیں اپنے غلبہ کے ابتدائی دور میں کیتھولک فرقہ کے بہت سے ایسے کتب خانے جلا ڈالے تھے جن میں بیشتر دینی کتابیں ہی تھیں اور آج تک کیتھولک حضرات ان کے غم

---

[1] اور ہمارے ملک کی کرنسی کے مطابق یہ رقم

[2] وکلف WYCLIFF متوفی ۱۳۸۴ء (عیسائیت کیا ہے صد ۲۹) ۱۲ انجیب

میں مبتلا ہیں۔

لہٰذا اگر مطلقاً کسی کتاب کا جلا دینا قابل الزام ہے تو عیسائی حضرات بدرجہ اولیٰ ملزم قرار پائیں گے۔ اور عیسائی حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جو تہمت لگاتے ہیں وہی تہمت بلکہ اس سے بھی بڑھ کر الٹی ان پر آئے گی۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے تو تحریف شدہ کتابیں جن کو عیسائی حضرات بھی ایسا ہی سمجھتے تھے جلوائیں۔ بخلاف عیسائیوں کے کہ انھوں نے تو وہ کتابیں ضائع کیں جنہیں وہ لوگ خدا کا خالص کلام تسلیم کرتے تھے۔

پادری صاحب کا یہ قول کہ "لیکن اس زمانہ کے محمدی اگر باپ دادوں کے الخ" میں کہتا ہوں کہ غریب مسلمانوں کو انگلستان جانے اور ان نسخوں کو دیکھنے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ آپ کی کتب اسناد کے مصنفوں نے، ان کے حامی ہونے کے باوجود، ان کے بہت کچھ احوال سے ہمیں مطلع کر دیا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ ان حضرات کی تحریروں کے اعتبار سے پادری صاحب کا دعویٰ ایک مغالطے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اور پادری صاحب کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ یقینی طور پر یہ بات ثابت کر دیں کہ وہ نسخے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے بیشتر کے لکھے ہوئے ہیں۔

پادری صاحب کا تیسرا استدلال

پادری صاحب کہتے ہیں کہ:-

> "جس حال میں ہم دلیل لا چکے کہ مقدس کتابیں نہ محمدؐ کے وقت میں اور نہ اوسکے بعد تحریف و تبدیل ہوئیں۔ پس ہم نے محمدیوں کے دعویٰ کے خلاف ہونے کو بجواب شافی ثابت کر دیا اور اب ہو سکتا تھا کہ ہم بے تامل اس مطلب کو چھوڑ کر دوسرے باب کے مطالب بیان کرتے لیکن درحالیکہ بعضے محمدی کبھی کبھی قرآن کے معنی نہ سمجھنے سے یا تعصب و کج بحثی کی راہ سے کہتے ہیں کہ کتب مقدسہ محمدؐ کے

وقت سے پہلے تحریف ہوئے ہیں اور حال آنکہ ایسی بات قرآن کے بھی برخلاف ہے۔ مگر اب ہم اس حجت کا بھی مختصر جواب دیں گے۔ اس طرح سے اوّلاً مخفی نہ رہے کہ جو کچھ ہم نے اب تک پرانے اور نئے عہد کی کتابوں کے تحریف نہ ہونے کی بابت ذکر کیا۔ اس حجت کے رد میں بھی جواب کافی ہے۔ کیونکہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مسیحوں میں کتب مقدسہ اور قدیم معلموں کی کتابوں کے ایسے نسخے اب تک موجود ہیں جو محمد کے زمانے سے کچھ مدت آگے اور بعضے ان میں سے خود حواریوں کے زمانے کے نزدیک لکھے گئے اور یہ بھی ہم نے انہیں جگہوں میں بیان کیا ہے کہ کتب مقدسہ کے وہ (وہ) قدیم نسخے اُن نسخوں سے جو اب مسیحیوں کے درمیان ہیں خوب ملتے ہیں۔ پس صاف معلوم ہو گیا کہ کتب مقدسہ محمدؐ سے پہلے اور ہر وقت ایسی ہی تھیں جیسے اب ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگلے مسیحیوں نے حواریوں کے وقت سے تین سو برس تک مسیح پر ایمان لانے اور انجیل قبول کرنے کے سبب یہودیوں اور بت پرستوں سے بہت ظلم اور دکھ سہے۔ چنانچہ لوگ اُن سے دشمنی رکھتے اور دکھ دیتے اور ان کا مال و متاع زبردستی سے چھین لیتے تھے اور ان رنجوں اور مصیبتوں سے صرف ایک اتنی تسلّی ان کے لئے باقی تھی کہ مسیح پر اعتقاد اور انجیل کے مضمون سے تسلّی دلی اور خوشحالی روحانی انہیں حاصل تھی۔ پھول کی خاطر خلش خار کے متحمل ہوتے اور خوش رہتے تھے۔ لہٰذا اس دنیا میں ان کا بڑا خزانہ یہی انجیل تھی اور بس۔ سو اس سبب سے اپنی دولت و مال اور ہر چیز خوشی سے دے ڈالتے تھے تاکہ اس خزانے کی نگہبانی کریں۔ یہاں تک کہ بعض اُن میں سے اپنا قتل ہونا اس سے بہتر سمجھتے تھے کہ بت پرست اُن کی انجیل کو جلا دیویں۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسے مسیحی اپنی کتب مقدسہ

کی تحریف و تبدیل پر راضی ہوتے ہوں۔ اس صورت میں ایسی حجت اور بحث درمیان میں لانا بڑی بے خبری اور کم عقلی ہے۔ پس بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ محمد ؐ سے پہلے بلکہ حواریوں کے زمانے تک بھی کبھی مسیحیوں کی مقدس کتابوں سے تحریف ہونے کا اتفاق نہیں ہوا اور پرانے اور نئے عہد کی کتابیں جیسی اصل میں تھیں اب تک ویسی ہی ہیں "

جواب ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ " پس ہم محمدیوں کے دعویٰ کو الخ " صحیح نہیں ہے اور مسلمانوں کا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تمام مقدس کتابوں کے نسخے تحریف سے محفوظ اور پاک تھے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ظہور کے بعد ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بشارتوں میں ہی تحریف ہوئی ہے اور بس۔ بلکہ ان کا دعویٰ عام ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور دسویں صدی عیسوی تک عیسائیوں کے ہاں جھوٹ اور جعلسازی کا بازار بہت ہی گرم تھا، تو اس وقت تک بلاشبہ ان کتابوں میں بہت کچھ خرابیاں ہوئی ہیں۔

پادری صاحب کے قول " لیکن درحالیکہ بعض محمدی قرآن کے معنی نہ سمجھنے سے یا تعصب اور کج بحثی کی راہ سے الخ " کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ غریب محمدی تو قرآن کے معنی سمجھتے ہیں اور انہوں نے تعصب اور کج بحثی نہیں کی مگر پادری صاحب یا تو عربی زبان میں مہارت نہ ہونے کے سبب قرآن کے معنی غلط سمجھ گئے ہیں اور اسی سبب کی بناء پر وہ قرآن کے معنی سمجھنے میں اکثر غلطی کرتے ہیں جیسے کہ " ازالۃ الشکوک [1] " کے مقدمہ میں اور دیگر مقامات میں بھی صراحتہً معلوم ہوا ہے اور تحریف کے بارے

---

[1] ازالۃ الشکوک، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ کی اردو زبان میں ۲ جلدوں پر مشتمل تصنیف جس میں عیسائیوں کے ۴۹ سوالات کے جواب ہیں، کل صفحات ۱۱۱۶ ہیں۔ مقدمہ بائبل سے قرآن تک صفحہ ۲۱۲/۱

میں مسلمانوں کا وہی دعوائے عام ہے جو پیچھے مذکور ہوا ہے۔

پادری صاحب کہتے ہیں "مگر اب ہم اس حجت کا مختصر جواب دیں گے الخ" لہٰذا ہم بھی پادری صاحب کی دونوں وجوہ کا یوں مختصر جواب دیتے ہیں کہ مقدس کتابوں کا کوئی بھی اتنا نسخہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں یہ یقین کیا جاسکے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے کا ہے اور پادری صاحب کا گمان ہمارے کام کا نہیں۔ اور پھر قرونِ اولیٰ میں بھی تو تحریف ہوئی ہے۔

پادری صاحب کا کہنا کہ "اس صورت میں ایسی حجت اور بحث درمیان میں الخ" تو مسلمانوں کا دعویٰ تو بفضل اللہ صحیح ہے اور پادری صاحب کی حجت اور بحث بے جا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ بے خبر اور بے عقل کون ہے؟

پادری صاحب کا قول ہے کہ "پس بالیقین معلوم ہوتا ہے الخ" چنانچہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے بھی تحریف کا ہونا ثابت ہو گیا تو پادری صاحب کا یہ یقین درحقیقت جہل مرکب کے سوا کچھ نہیں۔

چوتھا استدلال | پادری صاحب کہتے ہیں :۔

"خلاصہ۔ بعضے شخصوں کے اس قول پر بھی ہم متوجہ ہو کر تحقیق کرتے ہیں کہ گویا یہودیوں نے مسیح کے وقت میں دشمنی کے سبب اُن مقاموں کو جن میں مسیح کا اشارہ تھا پرانے عہد کی کتابوں سے نکال ڈالا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح محمدیوں کا وہ اگلا دعویٰ بے دلیل تھا اسی طرح یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوا بلکہ صرف ایک خیال ہے بے بنیاد، کیونکہ اگر یہودی مسیح کی خبریں اپنی مقدس کتابوں سے نکالتے تو پہلے اُن آیتوں کو نکالتے جو صریح اور صاف گواہی دیتی ہیں کہ مسیح جس کا وعدہ یہودیوں کو دیا گیا تھا سو یسوع ہے

مثلاً اشعیاہ کی فصل ۷ کی ۱۴ آیت[1] اور اُسی کتاب کی تمام فصل اور دانیال کی ۹ فصل کی ۲۴ آیت سے ۲۷ تک[2] اور موسیٰ کی پہلی کتاب کی ۴۹ فصل کی ۹ آیت سے ۱۲ تک[3]

---

[1] "لیکن خداوند آپ تم کو ایک نشان بخشے گا، دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی۔" (یسعیاہ ۷ : ۱۴) بائبل اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۶۲ء ص ۶۶۹

[2] ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیات یوں ہیں "تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کے لئے ستر ہفتے مقرر کئے گئے کہ خطا کاری اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے۔ بدکرداری کا کفارہ دیا جائے ابدی راستبازی قائم ہو رویا و نبوت پر مہر ہو اور پاک ترین مقام ممسوح کیا جائے۔ پس تو معلوم کر اور سمجھ لے کہ یروشلم کی بحالی اور تعمیر کا حکم صادر ہونے سے ممسوح فرمانروا تک سات ہفتے اور باسٹھ ہفتے ہوں گے۔ تب پھر بازار تعمیر کئے جائیں گے اور فصیل بنائی جائے گی۔ مگر مصیبت کے ایام میں اور باسٹھ ہفتوں کے بعد وہ ممسوح قتل کیا جائے گا اور اُس کا کچھ نہ رہے گا اور ایک بادشاہ آئے گا جس کے لوگ شہر اور مقدس کو مسمار کریں گے اور اُن کا انجام گویا طوفان کے ساتھ ہوگا اور آخر تک لڑائی رہے گی، بربادی مقرر ہو چکی ہے اور وہ ایک ہفتہ کے لئے بہتوں سے عہد قائم کرے گا اور نصف ہفتہ میں ذبیحہ اور ہدیہ موقوف کرے گا اور فصیلوں پر اجاڑنے والی مکروہات رکھی جائیں گی یہاں تک کہ بربادی کمال کو پہنچ جائے گی اور وہ بلا جو مقرر کی گئی ہے اس اجاڑنے والے پر واقع ہوگی۔" لاجیب

[3] ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیات یوں ہیں :-

"یہوداہ شیر ببر کا بچہ ہے۔ اے میرے بیٹے! تو شکار مار کر چل دیا ہے وہ شیر ببر بلکہ شیرنی کی طرح دبک کر بیٹھ گیا کون اسے چھیڑے، یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا جب تک شیلوہ نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی وہ اپنا جوان گدھا انگور کے درخت سے اور اپنی گدھی کا بچہ اعلیٰ درجہ کے انگور

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور میکاہ کی ۵ فصل کی ۱، ۲ آیت[1] اور ذکریا کی ۱۲ فصل کی ۱۰ آیت[2] ۲۲ زبور کی ۱۶، ۱۷، ۱۸ آیت[3] سوائے اس کے درحالیکہ خدا نے یہودیوں کو تاکید

(بقیہ حاشیہ صفحہ سے آگے) کے درخت سے باندھا کرے گا وہ اپنا لباس مے میں اور اپنی پوشاک کو آبِ انگور میں دھویا کرے گا۔ اس کی آنکھیں مے کے سبب سے لال اور اس کے دانت دودھ کے وجہ سے سفید ہوں گے۔" (پیدائش ۴۹ - ۹ : ۱۲) ۱۲ مجیب

پیدائش کے اس مذکورہ حوالے سے بعثت مسیح کی طرف ادنیٰ اشارہ بھی نہیں پایا جاتا چہ جائیکہ صراحت وصاف گواہی کا دعویٰ کیا جائے۔ ۱۲ مجیب

[1] آیات یہ ہیں :۔ "اے بنت افواج اب فوجوں میں جمع ہو ہمارا محاصرہ کیا جاتا ہے۔ وہ اسرائیل کے حاکم کے گال پر چھڑی سے مارتے ہیں لیکن اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا اور اس کا مصدر زمانہ سابق ہاں قدیم الایام سے ہے۔" (میکاہ ۵ : ۱، ۲)

اس جگہ پادری صاحب کا ظہور مسیح پر استدلال تعجب خیز ہے۔ ۱۲ مجیب

[2] اردو ترجمہ ۱۹۶۳ء میں آیت یوں ہے "اور میں داؤد کے گھرانے اور یروشلیم کے باشندوں پر فضل اور مناجات کی روح نازل کروں گا اور وہ اس پر جس کو انہوں نے چھیدا ہے نظر کریں گے اور اس کے لئے ماتم کریں گے جیسا کوئی اپنے اکلوتے کے لئے کرتا ہے اور اس کے لئے تلخ کام ہوں گے جیسے کوئی اپنے پہلوٹھے کے لئے ہوتا ہے۔" ۱۲ مجیب

[3] اردو ترجمہ ۱۹۶۳ء میں یہ آیات یوں ہیں :۔ "کیونکہ کتوں نے مجھے گھیر لیا ہے، بدکاروں کی گروہ مجھے گھیرے ہوئے ہے، وہ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدتے ہیں میں اپنی سب ہڈیاں گن سکتا ہوں۔ وہ مجھے تاکتے اور گھورتے ہیں۔ وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں اور میری پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں۔" ۱۲ مجیب

کے ساتھ فرمایا تھا کہ اپنی کتابوں میں کچھ کمی بیشی نہ کریں۔ جیسا کہ موسیٰ کی ۵ کتاب کی ۱۲ فصل کی ۳۲ آیت[1] میں لکھا ہے۔

پس اس حکم کے بموجب یہودی کتب مقدسہ کی محافظت پر ایسے متوجہ ہوئے ہیں کہ انھوں نے پرانے عہد کی ہر ایک کتاب کے تمام لفظ اور حرف گن گن کر جمع کئے ہیں کہ مبادا ایک لفظ یا ایک حرف کم و بیش ہو جائے اور اگر پرانے عہد کی کتابوں کے وے (وہ) نسخے جو مسیحیوں کے پاس موجود ہیں اُن نسخوں سے جو یہودیوں میں رائج ہیں مقابلہ کئے جائیں تو ثابت ہوتا ہے کہ بلا کم و بیش ٹھیک ٹھیک آپس میں موافق ہیں۔ پھر پہلے مسیحی اکثر یہودی تھے۔ پس اگر یہود کے معلم مسیح کے زمانے میں یا اُس سے پہلے پرانے عہد کی مقدس کتابوں کو تحریف کرتے تو وے (وہ) البتہ اس بات سے آگاہ ہو کر مسیحی ہونے کے بعد اُس کو ظاہر کرتے حالانکہ مسیحیوں کی کتابوں میں کچھ خبر نہیں ہے کہ یہودیوں نے مقدس کتابوں کی ان پیشین گوئیوں کو جو مسیح کی طرف اشارہ کرتی تھیں نکال ڈالا ہو۔ ہاں مگر مسیحی دین کے پہلے معلم فقط یہی متواتر دعوے کرتے ہیں کہ یہودیوں نے ان آیات کو جن میں یسوع مسیح کا اشارہ ہے نالائق اور نامناسب طور پر تفسیر اور خلاف بیان کیا ہے۔"

٭

---

[1] ۱۹۶۲ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے :-
"جس جس بات کا میں حکم کرتا ہوں تم احتیاط کر کے اس پر عمل کرنا اور تو اس پر نہ تو کچھ بڑھانا اور نہ اس میں سے کچھ گھٹانا۔"

جواب میں کہتا ہوں کہ پادری صاحب کا "بعض شخصوں کی" الخ کہنا صحیح نہیں کیونکہ یہ بعض کی نہیں بلکہ متقدمین مسیحیوں کی عام رائے تھی کہ عبرانی نسخے کے بعض مقامات میں یہود نے قصداً تحریف کی ہے۔ اور آپ کے بڑے بڑے مشائخ نے یہودیوں کے اوپر ہی تحریف کا الزام عائد کیا ہے۔

جسٹن شہید نے تو کئی ایسی پیشین گوئیاں پیش کی ہیں جن کو یہودیوں نے مقدس کتابوں سے نکال ڈالا ہے۔ دوسرے مشائخ نے بھی اسی طرح کیا ہے جیسا کہ کریزاسٹم کہتا ہے کہ "یہودیوں نے بہت سی کتابیں گم کر دیں، بعض پھاڑ ڈالیں اور بعض جلادیں"۔ آگسٹائن نے الزام عائد کیا ہے کہ یہودیوں نے بزرگوں کی عمر کی تاریخوں کو بدلا ہے۔

پس اگر پادری صاحب کے نزدیک یہودی پاک دامن ہیں تو پھر ان کے یہ پیشوا محرّف و مفتری تھے کہ اپنی طرف سے پیشین گوئیاں گھڑ کے پیش کرتے اور دعویٰ یہ کرتے کہ یہ مقدس کتابوں میں تھیں مگر یہودیوں نے ان کو نکال ڈالا ہے۔ پادری صاحب اگر یہیں ارشاد فرمائیں تو ہم یہودیوں کو پاکدامن سمجھ کر تحریف کی نسبت آپ کے مقتداؤں کی طرف کیا کریں۔

پہلی پیشین گوئی پادری صاحب کے قول "تو پہلے ان آیتوں کو نکالئے جو صریح اور صاف گواہی دیتی ہیں الخ" کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ اول تو ان میں گواہی، صریح اور صاف نہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ایک بھی ایسی صریح نہیں ہے کہ بلا تکلف حضرت عیسٰی پر چسپاں ہو سکے۔ مثلاً یسعیاہ (اشعیا) کے ساتویں باب کی آیت ۱۴ کے معنی میں خود علمائے اہل کتاب کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس آیت میں حضرت یسعیاہ نے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ لڑکا جنے گی، وہ لڑکا اچھی طرح ہوش سنبھالنے نہ پائے گا کہ آحاز کے دشمن پامال ہو جائیں گے۔ چنانچہ ڈاکٹر بنسن نے اس بارے میں یہی لکھا ہے اور یہی

معنی قرین قیاس بھی ہیں۔ کیونکہ ربطِ کلام اسی بات کا مقتضی ہے اور آیت ۱۶[1] بھی اسی بات کی تصدیق کرتی ہے۔ ورنہ اس آیت کے کچھ معنی ہی نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ حضرت یسعیاہ بادشاہ احاذ کو تسلی دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس لڑکے کے ہوتے ہی چند روز بعد اس کے دشمن ہلاک ہو جائیں گے۔ لہٰذا یہاں اگر حضرت مسیح مراد لئے جائیں تو احاذ کو اس سے کیا تسلی ہوتی؟ کیونکہ اس کے زمانے سے حضرت عیسٰی تک سات سو برس سے بھی زیادہ کا عرصہ ہے۔ اس سے قطع نظر اسی باب کی آیت ۸[2] میں اس کے وقوع کی میعاد ۶۵ برس کے اندر مقرر ہوتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ باتیں اس مدت کے اندر ہونی چاہئیں۔ نہ یہ کہ ان کا وقوع سات آٹھ سو سال کے بعد ہو۔

---

[1] آیت مذکور فارسی ترجمہ ۱۸۳۸ء میں یوں ہے:" زیرا کہ پیش از آنکہ آن کودک بر ملفوظ بدی و برگزیدن بولی را بداند از جہنیکہ از آن ناخوشنت می آید از ہر دو پادشاہش متروک خواہند ماند۔ ۱۲ من المصنف

جدید فارسی ترجمہ میں آیت اس طرح ہے:" زیرا قبل از آنکہ پسر ترک نمودن بدی و اختیار کردن خوبی را بداند زمینیکہ شما از ہر دو پادشاہ آن میترسید متروک خواہد شد" ۱۲ مجیب

[2] آیت مذکورہ فارسی ترجمہ ۱۸۳۸ء میں اس طرح ہے:" زیرا کہ سرِ ارام دمشق است و رأس دمشق رصین است و در مرور شصت و پنج سال افریم اینچنان شکست بیابد کہ دیگر قومے نباشد" ۱۲ من المصنف

جدید اُردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے:" کیونکہ ارام کا دارالسلطنت دمشق ہی ہوگا اور دمشق کا سردار رضین اور پینسٹھ برس کے اندر افرائیم ایسا کٹ جائے گا کہ قوم نہ رہے گا" (۷:۸) ۱۲ مجیب

باقی رہا وہ لفظ جس کے معنی "کنواری" ترجمہ ہوتے ہیں۔ اور وہ عیسائیوں کے زعم میں گویا بڑی قوی دلیل ہے۔ تو اسی لفظ کا ترجمہ سمیکس، اکویلا اور تھیوڈوشن نے جوان عورت کیا ہے۔ اب اس صورت میں یہ پیشین گوئی کسی حالت میں ایسی صریح نہیں کہ بلا تکلف اس کو حضرت عیسٰی پر چسپاں کیا جا سکے۔

دوسری پیشین گوئی اور دوسری پیشین گوئی جو یسعیاہ باب ۵۳ میں ہے اس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس میں حضرت یسعیاہ حضرت یرمیاہ کے غم کا بیان کرتے ہیں۔

تیسری پیشین گوئی اور تیسری خبر دانی ایل کے نویں باب کی بھی حضرت مسیح پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ اس معینہ میعاد[1] کے اندر حضرت عیسٰی کا ظہور نہیں ہوا۔ بالفرض یہ بھی مان لیں کہ یہاں دن سے مراد سال ہے جیسا کہ اب عیسائی حضرات توجیہ پیش کیا کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی ان لوگوں کی محض ہٹ دھرمی ہے۔ تو بھی یہ خبر حضرت عیسٰی پر چسپاں نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسی باب کی آیت ۲۵ میں ان کے آنے کی میعاد ۶۹ ہفتے، جس کے ۴۸۳ دن ہوتے ہیں، مقرر ہوئی تھی۔ پس اگر ان دنوں کو سال بھی قرار دیں تب بھی بادشاہ قرش نے جو عزرا کو پہلا فرمان دیا تھا، اس وقت سے حضرت مسیح تک مذکورہ ایام کے برابر سال نہیں ہوتے بلکہ اس وقت تک ۵۳۶ سال بنتے ہیں۔ اور مورخ یوسیفس کے نزدیک تو اس فرمان سے حضرت عیسٰی تک چھ سو برس کے قریب گزرے ہیں۔ علاوہ بریں اس میں ختم نبوت کا بھی ذکر ہے۔ تو اس صورت میں پھر حواریوں کی نبوت کہاں سے ثابت ہوگی۔ لہٰذا عیسائی حضرات کو چاہیے کہ اس دعویٰ سے دستبرداری اختیار کر لیں۔

---

[1] یہ معینہ مدت ستر ہفتے رکھی گئی تھی۔ ملاحظہ ہو دانی ایل باب ۹ آیت ۲۴ ترجمہ اردو جدید ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۲ء - ۱۲ نجیب ۰

چوتھی پیشین گوئی اور چوتھی پیشین گوئی جو عیسائیوں کے زعم میں بڑی قوی دلیل ہے یعنی حضرت موسیٰ کی پہلی کتاب کی خبر۔ سو وہ بھی حضرت عیسیٰ پر مندرجہ ذیل کسی وجوہ سے صادق نہیں آتی۔

اوّل:۔ یہ کہ سپٹر یعنی ریاست کی جبریت اور لاگور یعنی حاکم کے لفظ اس بات کے مقتضی ہیں کہ حضرت مسیح کے آنے تک اُس قوم میں حکومت رہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ پیدائشِ مسیح سے چھ سو برس پیشتر وہ پوری قوم قید ہوکر بابل کو گئی۔ اور اسی طرح مصریوں اور رومیوں کی غلامی کرتی رہی۔ انتھیوکس کے عہد میں تو بڑے مصائب میں مبتلا تھی۔

دوم:۔ یہ کہ بالفرض اگر یہ بھی تسلیم کرلیں کہ لفظ عصا (یعنی جریب ریاست) اور حاکم سے شناخت قوم مراد ہے۔ جیسا کہ اب عیسائی لاچار ہوکر تاویل کرتے ہیں۔ تو بھی کچھ بات نہیں بنتی۔ کیونکہ یہ بات تو حضرت عیسیٰ کے بعد تک بھی موجود رہی چنانچہ تواریخ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک یہود عرب میں ہی بہت سے علاقوں پر قابض اور خود مختار و آزاد تھے۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان پر ایسی تباہی آئی کہ پھر ان میں کوئی حکمران نہیں ہوا۔ اور جہاں کہیں بھی رہے دوسری اقوام کے مطیع ہوکر رہے ہیں۔ پس اس پیشین گوئی میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لئے جائیں تو معاملہ ٹھیک ہوگا۔

سوم:۔ یہ لفظ شیلوح کے معنی میں اختلاف ہے۔ لاطینی میں "دگمیت مین" (وہ جو بھیجا جانے کو ہے) ترجمہ ہوا ہے۔ اور سپواجنٹ میں "چیزیں اُس کے لئے رکھی ہیں" یا "وہ جس کے لئے وہ رکھا ہے" ترجمہ کیا گیا ہے۔ سریانی میں اس لفظ کا "وہ جس کا وہ ہے" ترجمہ ہوا ہے۔ مشہور اور عظیم عیسائی محقق و مفسر لیکلرک اُس لفظ کا ترجمہ "اُس کا انجام" یا "موقوف ہونا" کرتا ہے۔

لہٰذا اس حالت میں تو یہ خبر حضرت عیسیٰ پر ہرگز چسپاں نہیں ہوتی۔ بہرحال یہ پیشین گوئی

بھی ایسی صریح نہیں ہے کہ بلا تکلف حضرت عیسیٰ پر صادق آ سکے۔

باقی تین پیشین گوئیاں جن کو پادری صاحب نے صریح قرار دے کر یہاں نقل کیا ہے ان کا حال مذکورہ بالا پیشین گوئیوں سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ میکاہ کی عبارت میں وعدہ ہے کہ شخص موعود حاکم ہو گا اور حضرت عیسیٰ حاکم نہیں تھے۔ چنانچہ اسی سبب سے یہود حضرت عیسیٰ کو مسیح برحق تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کا گمان تھا کہ مسیح دنیا میں بادشاہت اور داؤدی سلطنت کو قائم کرے گا اور ان کے عہد مبارک میں بنی اسرائیل کے بارہ[1] قبیلے سب کے سب جمع ہو کر یکجا رہیں گے۔ حواری بھی حضرت عیسیٰ کی زندگی میں ان کی دنیاوی بادشاہت کے منتظر رہے۔ زکریا کی خبر میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں جو کہ حضرت عیسیٰ پر صادق آتا ہو۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالےٰ خود متکلم ہے اور زبور ۲۲ میں حضرت داؤد اپنا حال بیان کرتے اور خدا تعالیٰ سے مناجات کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کا حضرت عیسیٰ سے کچھ تعلق نہیں۔ چنانچہ آیت ۱۶ کی شرح میں ارچہ بکین دانڈلٹ نے لاچار ہو کر یوں لکھا ہے کہ اتنا تو سچ ہے کہ داؤد کے دشمنوں نے اس کا مال لوٹ لیا اور سامان تباہ کر دیا۔ اسی طرح محررین نے بھی آیت ۱۶ کی شرح میں بیان کیا ہے کہ ایک معنی کے لحاظ سے تو یہ الفاظ حضرت داؤد پر صادق آتے ہیں لیکن پورے حضرت عیسیٰ پر ہوتے۔

بہرحال ان میں سے بھی کوئی پیشین گوئی ایسی صریح نہیں کہ بلا تکلف حضرت عیسیٰ پر صادق آ سکے۔ اس پر بھی لطف یہ ہے کہ یہودیوں نے ان میں سے بھی بعض میں تحریف کر ڈالی۔ مثلاً زبور ۲۲ جس کا تذکرہ زبور ۲۲ میں صفحہ[1] پر گزرا ہے اور میکاہ کے باب ۵ کی آیت صفحہ[2] میں گزری اور دانی ایل کی پیشین گوئی میں ایک

---

[1] یہ صفحہ اس سودہ کا ہے اعجاز عیسوی کے اصل نسخے میں صفحہ ۱۰۶ درج ہے۔ ۱۲۔ ن

[2] " " " " " صفحہ ۱۳۱ " ۱۲۔ تقیب

اہا دے کر اس کو ایسا بگاڑ ڈالا کہ اب حضرت عیسیٰ پر ہرگز چسپاں نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ڈاکٹر بریٹ اپنے رسالہ میں جو واٹسنتن کی تیسری جلد میں شامل ہے، یہی لکھتا ہے۔ ثانیاً اگر صریح ہوتا ان کا ماننا بھی لیں تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ اگر بعض مقامات پر ایسی پیشین گوئیاں بچ رہی ہیں تو دوسرے مقامات میں تحریف نہ ظہور پذیر ہوتی ہو اور ممکن ہے کہ اس سے صریح پیشین گوئیاں نکال ڈالی گئی ہوں جیسا کہ جسٹن نے واضح کیا ہے اور کچھ محض قدرتِ خداوندی سے ان کی ایسی بے ایمانی کے باوجود ان پر الزام کے لئے باقی رہ گئی ہوں۔ ثالثاً آپ کے متاخرین مفسرین نے مجبور ہو کر بعض مقامات میں تحریف کا برملا اعتراف کیا ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "یہودی کتبِ مقدسہ کی محافظت پر الخ" کے بارے میں ہم پوچھتے ہیں کہ انہوں نے ایسی محافظت پر کس وقت توجہ دی ہے۔ اگر یہ توجہ ولادتِ مسیح سے قبل یا ابتدائی صدیوں میں کی ہوتی۔ تو پھر ان کتابوں میں کیونکر وہ غلطیاں پیدا ہوتیں جن میں سے کچھ کا اقرار آپ کی مستند ترین کتابوں میں بھی موجود ہے۔ اور اس بگاڑ کے اسباب میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں۔ کیونکہ ایسی محافظت کی وجہ سے یہ ناممکن تھا کہ تمام جہان کے نسخوں میں غلطی واقع ہو جاتی جسکو بعض مقامات پر کاتبوں کے سر اور بعض جگہوں میں اوروں کے سر تھوپا جاتا ہے۔ اسی طرح الحاقی فقروں کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہوتا کہ فلاں وقت میں فلاں شخص نے فلاں جگہ میں فلاں لفظ یا فقرہ زیادہ کیا ہے۔ حالانکہ مستند کتب کے مصنفین میں سے کسی کو بھی ایسی بات معلوم نہ ہو سکی۔ اور ایسی محافظت میں یہ بھی ممکن نہ تھا کہ کسی ایک نسخہ میں مصنف کی اصل عبارت اول سے آخر تک محفوظ نہ رہتی۔ حالانکہ ہورن صاحب اقرار کرتے ہیں کہ کسی ایک نسخہ میں اول سے آخر تک سب کی سب اصل عبارتِ مصنف کی محفوظ نہیں رہی اور اگر ایسی محافظت اب پچھلے زمانے میں کی ہے تو مسلّم۔ مگر

ایسی محافظت کس کام کی۔ کیونکہ چودہ صدی تک تو اس موجودہ طرز کے باب اور آیات متعین نہیں کئے گئے تھے، حروف کی گنتی کا تو ذکر ہی کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسحاق ناتھان یہودی نے پندرہویں صدی میں آیات کے نشان مقرر کئے۔ چنانچہ ہورن صاحب نے اپنی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۵۰ میں اس کا حال بیان کیا ہے۔ پس اگر اس کے بعد محافظت ہوئی بھی تو کیا فائدہ؟ یہود تو اپنا کام پہلے ہی کر چکے تھے۔

ان کا یہ کہنا کہ "مچر پہلے مسیحی .... الخ" تو میں کہتا ہوں کہ ان بے چاروں نے تو بہت شور مچایا کہ یہود نے تحریف کی ہے جیسا کہ جسٹن، کریزاستیم اور آگسٹائن اور دیگر قدماء کے بارے میں گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

ان کا یہ قول کہ "حال آنکہ مسیحیوں کی کتابوں میں الخ" ان کا علم وفضل اور ان کی دیانت وصداقت کو روشن اور ظاہر کرتا ہے، کیونکہ یہودیوں کی تحریف کرنے کا حال تو جسٹن، کریزاستیم اور آگسٹائن وغیرہ کی کتابوں میں موجود ہے اور ان سے ہورن، تفسیر ہنری واسکاٹ کے جامعین، ڈاکٹر بریٹ، ہمفرے اور واٹی ٹیکر وغیرہ متاخرین حضرات نے نقل کیا۔

پس میں پوچھتا ہوں کہ پادری صاحب نے ان میں سے کوئی کتاب دیکھی ہے یا نہیں؟ پہلی صورت میں تو پادری صاحب کی دیانت وصداقت کا حال آشکارا ہو جاتا ہے کہ حقیقت جاننے کے باوجود حق کو چھپاتے ہیں اور دوسری صورت میں افسوس کی بات یہ ہے کہ پادری صاحب کا حال تو یہ ہے کہ اپنی مشہور کتابوں سے بھی واقفیت نہیں رکھتے اور اس پر طرہ یہ کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں آ کر قرآن شریف کی خلاف واقع تفسیر کر کے اس کو مفسرین کے سر تھوپتے ہیں۔ سبحان اللہ! چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق ٹھہرتے ہیں۔ ایسی صورت میں پادری صاحب مسلمانوں کے

ردو میں کتاب لکھنے پر کس برتے پر مستعد ہوتے ۔ یہ منہ اور یہ مسالہ ۔ دوستو! ڈرنے کا مقام ہے ۔ عجب زمانہ آیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں قلم کاغذ ہوتا ہے جو جی میں آتا ہے لکھتا چلا جاتا ہے ۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ مسیح یا حواریوں نے کسی مقام پر ایسی کوئی بات نہیں کہی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہودیوں نے مقدس کتابوں میں تحریف کی ہے بلکہ اس کے برعکس اس بات کی گواہی دی ہے کہ عہدِ عتیق کی مقدس کتابیں خدا کا کلام ہے ۔ نیز اس کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا حکم دیا ہے ۔ مثال کے طور پر اس طرح کہ یوحنا باب ۵ کی آیت ۳۹ میں مسیح نے فرمایا ہے :-

"تم کتاب مقدس میں ڈھونڈتے ہو کیونکہ سمجھتے ہو کہ اس میں ہمیشہ کی زندگی تمہیں ملتی ہے اور یہ وہ ہے جو میری گواہی دیتی ہے "۔ [1]

اور ۲ ۔ تیمتھیس باب ۳ کی آیت ۱۶ میں یوں ہے :-

" ہر ایک صحیفہ جو خدا کے الہام سے ہے تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لئے فائدہ مند بھی ہے " [2]

متی باب ۵ کی آیت ۱۷، ۱۸ میں مسیح نے یہودیوں سے کہا :-

" یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں ۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب

---

[1] ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں : " کتابوں میں ڈھونڈو کیونکہ تم گمان کرتے ہو کہ ان میں تمہارے لئے ہمیشہ کی زندگی ہے اور یہ وہی ہیں جو میرے لئے گواہی دیتی ہیں " ۱۲ نجیب

[2] ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں : " ساری کتاب (یعنی عہد عتیق کی ساری کتاب) الہام سے ہے اور تعلیم اور الزام اور سدھارنے اور راستبازی میں تربیت کے واسطے فائدہ مند ہے " ۱۲ نجیب

تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ مٹے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"۔[1]

پھر یوحنا باب ۵ کی آیت ۴۶، ۴۷ میں مدرج ہے ان سے فرمایا :-

"کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے۔ اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے۔ لیکن جب تم اس کے نوشتوں کا یقین نہیں کرتے تو میری باتوں کا کیونکر یقین کرو گے"۔[2]

متی باب ۲۲ کی آیت ۳۱، ۳۲ میں یوں کہا ہے :-

"مگر مردوں کے جی اٹھنے کی بابت جو خدا نے تمہیں فرمایا تھا کیا تم نے وہ نہیں پڑھا کہ میں ابراہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں؟ وہ تو مردوں کا خدا نہیں بلکہ زندوں کا ہے"۔[3]

---

[1] ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں: "یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے آیا۔ میں منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پوری کرنے آیا کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائے ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو"۔ ۱۲ مجیب

[2] ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں: "اگر تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھ پر بھی ایمان لاتے اس لئے کہ اوس نے میرے حق میں لکھا ہے لیکن جب تم اوس کے لکھے ہوتے پر ایمان نہیں لاتے تو میری باتوں کو کیونکر یقین کرو گے"۔ ۱۲ مجیب

[3] ۱۸۴۴ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں: "مردوں کے جی اٹھنے کی بابت خدا نے جو تمہیں فرمایا کیا وہ تم نے نہیں پڑھا کہ میں ابراہام کا خدا اور اسحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں؛ خدا مردوں کا نہیں بلکہ زندوں کا خدا ہے"۔ ۱۲ مجیب

پھر یوحنا باب ۱۰ کی آیت ۳۵ میں یہودیوں کے بارے میں فرمایا :-

"جبکہ اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا الخ"[1]

اور لوقا باب ۲۴ کی آیت ۲۵ تا ۲۷ میں اپنے شاگردوں سے کہا :-

"۔۔۔۔ اے نادانو اور نبیوں کی سب باتوں کے ماننے میں سست اعتقادو! کیا مسیح کو یہ دکھ اٹھا کر اپنے جلال میں داخل ہونا ضرور نہ تھا پھر موسیٰ سے اور سب نبیوں سے شروع کر کے سب نوشتوں میں جتنی باتیں اس کے حق میں لکھی ہوئی ہیں وہ ان کو سمجھا دیں"[2]

اور لوقا باب ۱۶ کی آیت ۲۹، ۳۱ میں مرقوم ہے کہ مسیح نے ایک تمثیل میں فرمایا :-

"ابرہام نے اس سے کہا ان کے پاس موسیٰ اور انبیاء تو ہیں ان کی سنیں۔۔۔ اس نے اس سے کہا کہ جب وہ موسیٰ اور نبیوں ہی کی نہیں سنتے تو اگر مردوں میں سے کوئی جی اٹھے تو اس کی بھی نہ مانیں گے"[3]

---

[1] یہ آیت قدیم ترجمہ میں یوں ہے "۔ ان کے پاس خدا کا کلام آیا"

[2] یہ آیت قدیم ترجمہ میں یوں ہے :- "اے نادانوں اور نبیوں کی ساری باتوں کے ماننے میں سست مزاجو کیا ضرور نہ تھا کہ مسیح دکھ اٹھاوے اور اپنے جلال میں داخل ہو اور موسیٰ اور سب نبیوں کی وے باتیں جو سب کتابوں میں ہیں شروع سے اس کے لئے بیان کیں" ۱۲ مجیب

[3] ۱۸۴۴ء کے ترجمہ میں یوں ہے "ابراہیم نے اس سے (یعنی دولت مند سے) کہا کہ اون کے پاس موسیٰ اور نبی ہیں چاہیئے کہ وے اون کی سنیں" پھر فرمایا کہ "جب وے موسیٰ اور نبیوں کی نہ سنیں گے تو مردوں میں سے کوئی اٹھے اوس کی نہ مانیں گے" ۱۲ مجیب

ہم کہتے ہیں کہ مسیح اور حواریوں نے تو کہیں یہ بھی نہیں کہا کہ سامریوں نے اپنی توریت کے نسخہ میں تحریف کی۔ لہٰذا پادری صاحب کے نزدیک وہ بھی غیر محرف ہونا چاہیے۔ حالانکہ جمہور یہودی اور عیسائی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان لوگوں نے عیبال کی جگہ گرزیم بنالیا ہے اور احکام عشرہ میں ایک حکم اپنی طرف سے گھڑ کے داخل کر دیا۔ پس حضرت مسیح اور حواریوں کا اس امر میں خاموش رہنا اور یہود کو تحریف کا الزام نہ دینا عدم تحریف کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

پادری صاحب کا قول کہ "بلکہ اوس کے برعکس گواہی دی۔۔۔ الخ" ہم کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے پادری صاحب کا استدلال کرنا کئی وجوہ سے غلط ٹھہرتا ہے:۔

اوّلاً: یہ کہ عہد جدید کی کتابیں بلاسند اور غیر متواتر ہیں۔ ان میں الحاق ہوا ہے اور وہ محرّف بھی ہو گئیں لہٰذا ان سے سند پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً:۔ یہ کہ اگر بالفرض یہ بھی مان لیا جائے کہ ان خاص آیتوں میں تحریف نہیں ہوئی اور یہ الحاقی بھی نہیں ہیں تب بھی ان سے عہدِ عتیق کا استناد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان میں سے ایک آیت میں بھی نہ تو سب کتابوں کے نام مذکور ہیں اور نہ ہی اُن کی تعداد بتائی گئی ہے۔ تو کس طرح یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کتابیں جن کی طرف ان آیتوں میں اشارہ ہے یہ وہی کتابیں ہیں جو اب عیسائیوں کے ہاں مستعمل ہیں۔ اور اگر پادری صاحب یہ کہیں کہ یہودیوں کے ہاں یہی کتابیں الہامی مانی جاتی تھیں تو یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ کے ہمعصر یہود کتاب دانی آیل کو وحی سے لکھی ہوئی نہیں مانتے تھے اور نہ ہی دانی آیل کو پیغمبر ہی تسلیم کرتے تھے۔ اسی طرح عیسائی متقدمین عیسائی حضرات کے نزدیک کتاب آستر بھی مشتبہ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ ملیٹو کی قانونی کتابوں کی فہرست میں بھی داخل نہیں۔ اور کتاب حزقی آیل کے بارے میں بھی سنہدرم کے علماء کو شبہ تھا کہ قانون میں داخل کی جائے یا نہیں؟ چنانچہ ان کتابوں

کا مفصل حال مقدمہ کی فصل اول میں گزر چکا ہے۔

مشہور مورخ یوسیفس[1] جس کی گواہی عہد عتیق کے بارے میں انتہائی معتبر سمجھی جاتی ہے وہ سنہ ۹۳ء میں ہوا ہے۔ وہ صرف اتنا لکھتا ہے:

"ہمارے یہاں ہزاروں کتابیں نہیں ہیں کہ ایک دوسری کی مخالف اور جنتا آمیز ہوں بلکہ ہمارے ہاں صرف بائیس کتابیں ہیں اور ان میں تمام گذشتہ زمانوں کا حال ہے اور وہ الہامی خیال کی جاتی ہیں۔ ان میں سے پانچ موسیٰ کے ذریعہ آئی ہیں۔ ان میں آئین اور عالم کی پیدائش سے موسیٰ کی وفات تک کا احوال ہے۔ ان کی وفات کے بعد سے اردشیر بادشاہ تک پیغمبروں نے اپنے اپنے وقت کا حال تیرہ کتابوں میں تحریر کیا ہے۔ باقی چار کتابیں خدا کی حمد و ثناء پر مشتمل ہیں"

پس اگر اس گواہی کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوسیفس حضرت موسیٰ کی تصنیف پانچ کتابیں بتاتا ہے اور انہیں مانتا بھی ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ یہی موجودہ پانچ کتابیں ہیں۔ یا وہ پانچ کتابیں ان موجودہ کتب کے لفظاً لفظاً موافق تھیں۔ بلکہ اس کی تاریخ سے تو اس کے برخلاف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بزرگوں کی تاریخوں کے احوال میں گزر چکا ہے اور باقی کتابوں کی نسبت تو اس گواہی سے کچھ سند نہیں نکل سکتی۔ کیونکہ یوسیفس کہتا ہے کہ موسیٰ کی موت سے اردشیر کے زمانہ تک کا سب پیغمبروں نے تیرہ کتابوں میں حال لکھا ہے۔ اور باقی چار کتابیں حمد و ثناء پر مشتمل ہیں جن کا مجموعہ سترہ ہوتا ہے۔ مگر

---

[1] یہ ایک یہودی کاہن تھا اور اپنے عہد کے بادشاہوں کا منظورِ نظر، اس نے یونانی زبان میں اپنی قوم کی تاریخ لکھی ہے۔ ۱۲ تقی

اب حال یہ ہے کہ موسیٰ کی پانچ کتابوں کے علاوہ عہدِ عتیق میں چونتیس کتابیں شامل ہیں، قطع نظر اس کے کہ کتاب ایوبؑ کو بعض علماء حضرت موسیٰؑ سے پہلے کی تصنیف بتاتے ہیں چنانچہ اس کا مفصل تذکرہ مقدمہ کی پہلی فصل میں گزر چکا ہے۔

علاوہ بریں اُس دور میں اور بھی بہت سی کتابیں تھیں اور انہیں متقدمین عیسائی بھی تسلیم کرتے تھے۔ مثلاً کتاب طوبیا، کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب باروخ اور کلیسائی پند و نصائح وغیرہ۔

مگر اب وہ جعلی قرار پا کر پروٹسٹنٹوں کے نزدیک واجب التسلیم نہیں ہیں۔ پس ممکن ہے کہ یہاں وہ بھی مراد ہوں۔ لہٰذا رومن کیتھولک اور یونانی فرقوں کے لئے ان کتابوں کے مستند ہونے پر بڑی دلیل ہوگی۔ قطع نظر اس سے کہ ان میں بہت سی کتابیں اب بھی گمشدہ ہیں اور مذکورہ گواہی میں ان کتابوں کی طرف اشارہ نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ یہی یوسیفس جو عیسائیوں کے نزدیک انتہائی معتبر مؤرخ ہے، حضرت حزقی ایل کی طرف دو اور کتابیں منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حزقی ایل نے یروشلیم کی تباہی اور صدقیاہ کے بابل کو نہ دیکھنے کے بارے میں پیشین گوئی کر کے اس ملفوظ کو یروشلیم میں بھیج دیا۔ پس اب وہ ملفوظ کہاں ہے۔ اسی طرح اور بھی کتابیں گم ہیں۔ چنانچہ ان کا حال مقصد دوم کی پہلی فصل میں گزر چکا ہے۔

ثالثاً: یہ کہ بالفرض اگر یہ بھی تسلیم کر لیں کہ ان آیات میں انہی کتابوں کی طرف اشارہ ہے تو بھی ان سے عہدِ عتیق کی عدم تحریف کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور یہ گواہی ہمارے دعوے کے مخالف نہیں پڑ سکتی۔ کیونکہ ان آیات سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ یہ کتابیں اس وقت میں مروج اور یہودیوں کے یہاں واجب التسلیم تھیں۔ چنانچہ پیلی جن کی کتاب کو پادری صاحب نے بھی بہت مستند قرار دے کر حل الاشکال کے صفحہ ۵۰ میں کتاب اسناد میں ذکر کیا ہے۔ اپنی کتاب میں تیسرے حصّے کے

تیسرے باب میں یوں لکھتا ہے :-

"ہمارے شفیع نے بلاشبہ آئین موسوی کو من جانب اللہ کہا ہے اور میں اس بات کو مشکل سمجھتا ہوں کہ اس کا آغاز اور وجود اور کی طرف سے ہو خصوصاً اس حال میں کہ یہود کا لوگ جو مذہب میں آزادی اور اور چیزوں میں مثل فن لڑائی اور علم کے لڑکے تھے، توحید خدا کے ساتھ چمٹے ہوئے ہوں اور خدا کے بارے میں ان کے مسائل بہتر ہوں اور دوسرے لوگ بہت سے معبودوں کے قائل ہوں اور بلاشبہ ہمارے شفیع نے ان کے اکثر لکھنے والوں کی سچائی کو تسلیم کیا ہے اور اس حد تک ہم عیسائیوں کو جانا واجب ہے اور پورا عہدِ عتیق، یا ہر ہر فقرہ کی سچائی اور ہر کتاب کے اصل ہونے اور تحقیق کر کے لکھنے والے کے لئے دینِ عیسوی کو مدعا علیہ کرنا (یعنی اس کی حقانیت کے خلاف دعوی کرنا) زیادہ تو میں نہیں کہتا لیکن بلا ضرورت تمام سلسلہ کو مشکل میں ڈالنا ہے۔ یہ کتابیں عام پڑھی جاتی تھیں اور ہمارے شفیع کے ہمعصر یہودی ان کو مانتے تھے۔ اس نے اور اس کے حواریوں نے تمام یہودیوں سمیت ان کی طرف رجوع کیا ہے اور اشارہ کیا ہے اور استعمال میں لائے ہیں۔ پھر بھی اس استعمال اور رجوع سے سوائے اس کے اور کچھ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جہاں حضرت عیسٰی نے کسی پیشین گوئی کے بارے میں صاف کہہ دیا کہ یہ من جانب اللہ ہے وہ تو الہامی ہے۔ وگرنہ فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت میں یہ کتابیں مشہور اور مسلم تھیں۔ اور ہماری مقدس کتابیں یہود کی کتابوں کے لئے بہترین گواہی ہیں۔ مگر اس گواہی کی حقیقت بھی سمجھنی چاہیئے کہ وہ یقیناً عام طور پر بیان کی گئی خاصیت سے مختلف ہے۔ یعنی استحکام خصوصی ہر معاملہ اور ہر دا سے کا بلکہ ہر کام کی علت موجبہ

اس علت سے قیاس کے بھی۔

یعقوب اپنے خط میں کہتا ہے کہ تم نے ایوب کا صبر سنا ہے اور خداوند کا مطلب دریافت کیا ہے۔ اس کے باوجود مذہب عیسائی کے علماء میں ایوب کے حالات کی حقیقت بلکہ ایسے شخص کے وجود پر بھی ہمیشہ نزاع اور گفتگو رہی ہے اور یعقوب کی گواہی اتنی ہی خیال کی گئی ہے کہ اس وقت میں یہودی اس کتاب کو بھی مانتے تھے اور بس۔

پولُس تیمتھیس کے نام دوسرے خط میں ایسی ہی مناسبت رکھتا ہے اور جس طرح یاناس اور یمبراس نے موسیٰ کی مخالفت کی اسی طرح وہ صدق کے مخالف ہیں اور یہ نام عہدِ عتیق میں موجود نہیں ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ پولُس نے ان کو کسی جھوٹے ملفوظوں سے لیا ہے یا باعتبار روایت کے معلوم کیا ہے۔ لیکن کسی نے بھی یہاں تحقیق نہیں کی کہ اس جگہ پولُس ملفوظ سے سند لیتا ہے۔ اگر وہ احوال لکھا ہوا تھا جس کو اس نے نقل کیا یا وہ اپنی طرف سے اس روایت کی سچائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ چہ جائیکہ اس نے ان سوالوں کے سبب سے اپنے تئیں مبتلا کیا ہو کہ اس کی تاریخ اور رسالت اس حال کے تحقیق پر موقوف ہے کہ آیا یاناس اور یمبراس موسیٰ کے مقابلے میں آئے تھے یا نہیں؟ پھر کس سبب سے چاہیئے کہ اور حالات کی تحقیق کی جائے۔

میری اس تقریر سے یہ غرض نہیں کہ یہودیوں کی تاریخ کے اور فقرے بہ نسبت تاریخ ایوب اور یاناس اور یمبراس کی بہتر گواہی نہیں رکھتے۔ بلکہ میں دوسری طرح خیال کرتا ہوں۔ اور میری مراد یہ ہے کہ عہدِ جدید میں سے کسی فقرہ کا عہدِ عتیق کی طرف رجوع، اس فقرہ کی ایسی صداقت مقرر نہیں کردیتا کہ اس کے

با اعتبار ہونے یا اس کی دلیل خارجی جو اس کے اعتبار کی بنیاد ہے اس کی تحقیق کی حاجت ہی نہ ہو۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ یہودیوں کی تاریخ کی نسبت یہ قاعدہ مقرر کریں کہ یہود کی کتابوں کی ہر بات کو سچ ہونا چاہیئے اور نہ یہ کہ وہ سب کتابیں جھوٹی ہیں کیونکہ یہ قاعدہ کبھی دوسری کتاب کے لئے مقرر نہیں ہوا۔ اس امر کا بیان میں نے اس لئے ضروری سمجھا کہ والٹیر اور اس کے شاگردوں نے گزشتہ کچھ دنوں سے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ دین عیسوی پر یہود کے ہمنوا بن کر حملہ کرتے ہیں۔ ان کے بعض اعتراضات غلط ترجمہ پر مبنی ہیں اور بعض مبالغہ کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے اعتراضوں کا مبنیٰ یہی ہے کہ حضرت مسیح اور پہلے معلموں کی گواہی موسیٰ اور دیگر پیغمبروں کی رسالت پر یہودیوں کی تاریخ کی ہر ہر بات اور ہر ہر چیز کی تصدیق کرتی ہے اور دینِ عیسوی پر عہد عتیق کے ہر حال کی سچائی کی ضمانت واجب ہے" انتہی

ملاحظہ کیجئے کہ پیلی کے اقرار کے مطابق مسیح اور حواریوں کی گواہی اور یہودیوں کی کتابوں کی طرف ان کے رجوع سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جہاں کسی پیشین گوئی کے حق میں صاف کہہ دیا ہے کہ یہ من جانب اللہ ہے وہ تو الہامی ہے۔ ورنہ اتنا سمجھنا چاہیئے کہ اس وقت میں یہ کتابیں مشہور تھیں۔ اور کسی فقرہ کی طرف رجوع سے اس فقرہ یا اس کی دلیل کی ایسی صداقت ثابت نہیں ہوتی کہ پھر اس میں تحقیق کی حاجت ہی نہ رہے۔ جیسا کہ اس پر یعقوب اور پولس کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اور پیلی سچ کہتا ہے۔ مقدمہ کی پہلی فصل میں ہم اس کی بائیس وجوہات گزر چکی ہیں کہ ایوب کی کتاب میں اختلاف ہے۔ اور اگر یعقوب کی گواہی کافی ہو جاتی تو اس قدر اختلاف کیوں واقع ہوتا۔

ساتواں : یہ کہ اگر بالفرض ہم یہ بھی مان لیں کہ پیلی نے بھی یہاں غلط سمجھا اور پادری صاحب ٹھیک کہتے ہیں تب بھی ہمارے دعوے کو اس گواہی سے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ حضرت عیسیٰ کے عہد تک وہ کتابیں محرف نہیں ہوئی تھیں اور ان میں یہود نے تحریف نہیں کیا تھا۔ لیکن کریزاسٹیم[1] ، آگسٹائن[2] اور جسٹن کی جو گواہی گذشتہ اوراق میں گزر چکی ہے اس کو پادری صاحب کیا کریں گے۔ کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کے بعد تحریف کی ہے اور ڈاکٹر کینی کاٹ اور بشپ والٹن پرانے نسخوں کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کی کونسل نے ساتویں آٹھویں صدی سے قبل کے لکھے ہوئے نسخوں پر غلطی کا الزام لگا کر جلا ڈالا۔ پس اس سے یہ گمان کہ یہودیوں نے یقیناً تحریف کی ہے اچھی طرح مضبوط ہوتا ہے۔

بہرحال یہ گواہی جسے پادری صاحب اپنے زعم میں بہت ہی معتبر سمجھے ہوئے تھے ہمارے دعویٰ کے منافی نہیں نکلی اور اس سے عہدِ عتیق کی کتابوں کی ذرا بھی سند ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن تعجب کی بات ہے اس بیان کے باوجود پادری صاحب کچھ اور ہی راگ الاپتے ہیں۔ ذرا سنئے وہ کیا خوب اونچی لیتے ہیں۔

---

[1] کریزاسٹم (CHRYSOSTOME) نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھا۔ ۳۴۷ء میں انطاکیہ میں پیدا ہوا۔ ایک عرصہ تک قسطنطنیہ کا سقف بھی رہا۔ ۴۰۷ء میں انتقال ہوا۔ (المنجد فی العلوم)

[2] آگسٹائن (AUGUSTINE) عیسائیوں کا مشہور بشپ اور فلاسفر جو افریقہ میں ۳۵۴ء کو پیدا ہوا ۳۹۶ء میں ہپّو کا بشپ مقرر ہوا اور ۴۳۰ء میں انتقال کر گیا۔ لاطینی زبان میں اس کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ حال ہی میں اس کی اہم تصانیف کا انگریزی ترجمہ نیویارک سے "بیسک رائٹنگس آف سینٹ آگسٹن" کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کے لیڈروں نے بہت حد تک اس کی تصانیف سے استفادہ کیا ہے۔ ۱۲ تقی

پانچواں استدلال پادری صاحب کہتے ہیں :-

"پس ان آیتوں میں مسیح نے کھلا کھلی اقرار کیا اور گواہی دی کہ پرانے عہد کی کتابیں جو ان دنوں یہودیوں میں مستعمل تھیں حق اور صحیح اور خدا کی طرف سے ہیں اگر یہودی ان میں کچھ دخل و تصرف یا تحریف و تبدیل کرتے تو مسیح ایسے امر قبیح کو مشہور کر کے تحریف کی ہوئی آیتیں سب بتا دیتا اور انہیں صحیح بھی کر دیتا اور اس بات سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جب بنی اسرائیل بابل میں قید ہوئے اُس وقت بھی کتب مقدسہ تحریف و تغیر سے بچی رہی ہیں۔ کیونکہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ایسا ہوا ہو اور مسیح نے اُس امر کی حقیقت بیان نہ کر کے جھوٹی حامی بھری ہو۔
الحاصل کتب عہد عتیق کی صحت اور حقیقت کے لئے مسیح کی گواہی ایک بڑی دلیل ہے۔ اس صورت میں ادعاء مذکورہ کی کچھ اصل نہیں اور خوب یقین ہے کہ یہودیوں نے اپنی کتب مقدسہ کو نہ مسیح کے عہد میں تغیر و تبدل کیا، نہ بابل میں قید ہونے کے زمانہ میں بلکہ اب تک ویسی ہی ہیں جیسی خدا کے ہاں سے پیغمبروں کی معرفت انہیں ملی تھیں۔"

جواب میں کہتا ہوں کہ مسیح نے تو کہیں بھی کھلم کھلا گواہی نہیں دی۔ چنانچہ اس کا حال ابھی گزر چکا ہے۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ "اگر یہودی اُن میں کچھ دخل و تصرف یا تحریف و تبدیل کرتے تو مسیح الخ" اس کے جواب میں میں پوچھتا ہوں کہ پھر مسیح نے سامریوں کی طرف سے توریت میں تحریف کرنے کے اس امر قبیح کو مشہور کر کے محرف آیتوں کی نشاندہی کیوں نہ کر دی اور انہیں صحیح کیوں نہ کر دیا۔ لہٰذا اس صورت میں کہ انہوں نے ایسا

نہیں کیا تو پادری صاحب کی تقریر کے بموجب لازم آتا ہے کہ توریت سامری بھی غیر محرف ہو، حالانکہ یہ بات جمہور یہودی و عیسائی علماء کے خلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰے کا اس معاملے میں خاموش رہنا عدم تحریف کی دلیل کسی طرح نہیں بن سکتا۔

پادری صاحب کا کہنا کہ "اور اس بات سے یہ بھی نکلتا ہے الخ" ہم کہتے ہیں کہ پادری صاحب نتیجہ تو خوب نکالتے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ان ہی کے علماء ان کو اس نتیجہ کی بابت جھٹلاتے ہیں۔ عظیم عیسائی فاضل بشپ ہارسلی کی کتاب بڑی مستند سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب کی تیسری جلد کے صفحہ ۵۸۵ پر یوں لکھتا ہے :-

"یہ بات یقیناً بالکل درست ہے کہ بخت نصر کے ہاتھوں ہیکل کی تباہی کے بعد بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زمانہ پیشتر عبرانی متن لوگوں کے پاس موجود نقلوں میں عزرا کی تصحیح کے بعد محرف ہو جانے کی بہ نسبت بہت بری تحریف کی حالت میں پایا جاتا تھا"

لہٰذا جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ لوگوں کے پاس موجود نسخے سب محرف تھے اور اصل نسخہ بخت نصر کے عہد میں تباہ ہو گیا۔ چنانچہ بشپ ہارسلی نے مذکورہ بالا صفحہ میں ہی لکھا ہے کہ "اصل نسخہ کھو گیا"۔ اور ملنر کی کتاب کی عبارت بھی نقل ہو چکی ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اصل نسخہ بخت نصر کے وقت میں ضائع ہو گیا اور عزرا کا صحیح کیا ہوا نسخہ انٹیوکس کے عہد میں ضائع ہو گیا[1]۔ تو اب بالبداہت یہ بات ظاہر ہوئی کہ جتنے نسخے باقی رہے ہیں وہ سب کے سب محرف ہیں۔ اسی لئے ہورن

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ کی "فصل سوم" میں "کتب مقدسہ میں تحریف کے اسباب و وجوہ" ۱۲ تقی

صاحب کہتے ہیں کہ "اب کسی نسخہ میں مصنف کی مکمل عبارت نہیں ہے بلکہ سب نسخوں میں باہم گڈمڈ ہوگئی ہے۔

پادری صاحب کے قول" کیونکہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ "الخ کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ مسیح نے تو کہیں بھی اس بات کی تصدیق نہیں کی ہے کہ وہ غیر محرف ہیں، بلکہ بعض آیتوں سے تو یہودیوں کی بے ایمانی کا برملا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ یوحنا باب ۵ کی آیت ۴۶، ۴۷ اور لوقا باب ۱۶ آیت ۲۹، ۳۱ وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے[1]

ہاں یہ بات مسلم ہے کہ جن کتابوں کا نام عیسائیوں نے "عہد جدید" رکھا ان میں یہ بیان نہیں ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو تحریف کا ملزم ٹھہرایا ہو۔ لیکن اس معاملہ میں حضرت عیسیٰ کے خاموش رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ کتابیں محرف نہیں ہیں، کیونکہ اس صورت میں تو سامری توریت کے لئے بھی یہ بات لازم آئے گی، اس لئے کہ حضرت عیسیٰ تو اس کے حق میں بھی سامریہ عورت کے سامنے خاموش رہے۔ حالانکہ اس قسم کے تذکرہ کا وہاں بہت بہترین موقع تھا، کیونکہ اس سامری عورت اسی گذرم پہاڑ جس کی بنا پر سامریوں پر تحریف کا الزام لگایا جاتا ہے یوں کہا تھا۔ (یوحنا باب ۴ آیت ۲۰) :-

"ہمارے باپ دادا نے اس پہاڑ پر پرستش کی اور تم کہتے ہو کہ وہ جگہ جہاں پرستش کرنا چاہیئے یروشلیم میں ہے"

لیکن اس کے جواب میں حضرت مسیح نے ان پر تحریف کا الزام لگائے بغیر آیت ۲۱ کے مطابق صرف اتنا کہا :-

"یسوع نے اس سے کہا اے عورت! میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے کہ

---

[1] گذشتہ اوراق میں یہ آیات گزر چکی ہیں۔ ۱۲ مجیب

تم نہ تو اس پہاڑ پر باپ کی پرستش کرو گے اور نہ یروشلیم میں"۔

پس اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اس معاملے میں خاموش رہنا چاہتے تھے۔ لہٰذا اس امر پہ عورت کی بات پر اعتراض نہیں کیا۔ اور اس سے یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں نے تحریف کی ہے اور جو یہود کہتے ہیں وہی حق ہے۔ تو اب یہ بخوبی ظاہر ہوا کہ حضرت مسیح کا خاموش رہنا اور یہود پر تحریف کا الزام عائد کرنا، عدم تحریف کی دلیل نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس بات سے پادری صاحب کا عدم تحریف پر استدلال کرنا اور نتیجہ نکالنا سب غلط ٹھہرا۔

واضح رہے کہ اس کے بعد پادری صاحب نے کتاب "استفسار" کے اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اور اس ناکام کوشش میں اپنی کتاب کے بہت سے صفحات سیاہ کر ڈالے اور خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کیا ہے۔ اس جواب میں مذکور پادری صاحب کے اعتراضات ہر چند قابلِ التفات نہ تھے اور نہ ایسی لغویات کے جواب میں مصروف ہو کر اپنی تضییع اوقات کو دل چاہتا تھا۔ لیکن اس پہلو کو دیکھتے ہوئے کہ جب تحریف کے متعلق پادری صاحب کی کتاب کی پوری فصل کا جواب لکھا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں کا بھی کچھ اجمالی جواب لکھ دیا جائے۔ اور درحقیقت صاحب "استفسار" نے پادری صاحب کی باتوں کا مفصل جواب لکھا ہے اور عنقریب پادری صاحب کی نظر سے بھی گزرے گا۔

کتاب "استفسار" پر اعتراضات کے جواب

پہلا اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں :-

"واضح پوشیدہ نہ رہے کہ کتاب "استفسار" کے مصنف نے بڑی جدوجہد کی تاکہ خواہ مخواہ کتب عہد عتیق و جدید کا تحریف ہونا ثابت کرے اور جتنے اعتراض کہ اس بات پر بعبارت طول وطویل اپنی کتاب میں اس نے پیش کئے ہیں اُن سب کا خلاصہ بارہؔ دلیل میں، ۲۲۷ صفحہ سے ۴۰۰ تک لکھا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ ان بارہؔ دلیلوں میں جنہیں مصنف نے نہایت معتبر جانا اور جابجا اُن پر رجوع کیا ہے، صرف ایک ہی دلیل بجا اور مطلب کے موافق ومناسب ہے باقی کوئی دلیل کتب مقدسہ کی تحریف سے علاقہ نہیں رکھتی چہ جائیکہ مثبت تحریف ہو۔ اس تفصیل سے کہ پہلی اور دوسری اور تیسری اور پانچویں دلیل میں تو وہی ایک اعتراض پیش کیا ہے یعنی بیبل (بائیبل) محض کلام اللہ نہیں ہے بلکہ اُس میں اوروں کا کلام بھی جابجا داخل ہے۔ اور ساتویں، اور آٹھویں اور نویں اور دسویں دلیل میں پھر اسی مطلب کا ذکر کیا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ توریت و انجیل کی بعض آیتوں کو خلاف بیان کر کے اپنے مطلب کے موافق بنایا۔ پس یہ آٹھ دلیلیں صرف اسی ایک بات پر رجوع کرتی ہیں کہ بیبل میں غیروں کا کلام مل کر اُس میں خرابیاں ہو گئی ہیں اور بہت جگہ یہ بھی کہا ہے کہ یہ خرابیاں ابتداء سے بلکہ اُن کتابوں کی تالیف کے وقت سے پڑی ہیں جیسا کہ ۲۴۰، ۳۰۱، ۳۵۰، ۳۹۵ وغیرہ صفحوں میں

اسی قسم کی باتیں لکھی ہیں۔ سو بالفرض اگر مصنف کا دعویٰ درست بھی ہو تب بھی اس سے یہ ثابت نہ ہو گا کہ کتب مقدسہ میں تحریف واقع ہوئی بلکہ یہ پایا جائے گا کہ وہ کتب کلام الٰہی نہیں ہیں۔ مگر کوئی شخص محمدی توریت و انجیل کے کلام اللہ ہونے سے منکر نہیں ہو سکتا ہے۔ اور تحریف صرف اُس وقت ثابت ہو گی جب معتبر دلیلوں سے مدلل و مبین ہو جائے کہ اب کی کتابیں اگلی کتابوں کے موافق و مطابق نہیں ہیں۔ حال آنکہ اس بات کے اثبات میں اُن دلیلوں کے درمیان ایک حرف بھی نہیں ہے۔ امر واقعی تو یوں ہے کہ کتب مقدسہ ہر وقت ایسی ہی تھیں جیسی اب ہیں اور مصنف نے بھی انجان اس بات کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ اُس نے مواقع مذکورہ میں اقرار کیا ہے کہ وہی خرابیاں جن کو اُس نے دلیل تحریف بنایا ہے ابتداء سے اور تالیف کے وقت سے ہوئی ہیں لیکن وہ کتابیں اگر ابتداء سے ایسی ہی تھیں جیسی اب ہیں تو ظاہر ہے کہ تحریف و تبدیل نہیں ہوئیں اور یہ کہنا کہ ابتداء سے کلام غیر داخل ہوا ہے تو یہ وہی بات ہے کہ توریت و انجیل کلام اللہ نہیں، حال آنکہ محمدی اتنا نہیں کہہ سکتے۔"

جواب ہم کہتے ہیں کہ صاحب استفسار کے تمام دلائل بالکل درست ہیں اور پادری صاحب کا یہ کہنا کہ اُن میں سے صرف ایک دلیل مطلب کے موافق و مناسب ہے اور باقی دلیلوں کا ثبوت تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے سراسر لغو و باطل ہے کیونکہ تحریف عام ہے خواہ قصداً ہوئی ہو خواہ عدم تواتر کی بنا پر کاتبوں کے سہو و نسیان وغیرہ کے ذریعہ وقوع پذیر ہو۔ غرض یہ ہے کہ خواہ کسی طرح بھی ہو مابہ المقصود یہ ہے کہ اس کتاب میں کسی غیر کی عبارت داخل ہو جائے اور صاحب "استفسار" کا مطلوب بھی یہی ہے۔ اس صورت میں

مقام تعجب ہے کہ پھر پادری صاحب یہ کیسے کہتے ہیں کہ ان دلیلوں کا ثبوت تحریف سے کوئی تعلق نہیں ۔

پادری صاحب کا قول " سو بالفرض الخ " ہرگز درست نہیں ہے ۔ کیونکہ یہ ایک قاعدہ کلیہ قرار پا چکا ہے کہ جب کوئی کتاب کسی مصنف کی تصنیف ثابت ہو جائے پھر اس میں ایسے جملے پائے جائیں جو اس کی تصنیف معلوم نہ دیتے ہوں ۔ خواہ باعتبار ابتداء کے ہوں خواہ محاورہ کے نقطۂ نظر سے ۔ تو ان جملوں کو یقیناً الحاقی تسلیم کیا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ جملے بعد میں ملائے گئے ہیں ۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ان جملوں کے باعث اس کتاب کو ہی رد کر کے یہ کہا جائے کہ ساری کتاب اصل مصنف کی تصنیف ہی نہیں ہے ۔ چنانچہ ہورن صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۶۰ پر لکھتے ہیں :-

" محققین اور اہل قواعد کے یہ کہنے سے کہ الیڈ اور اوڈیسی میں چند آیات الحاقی ہیں کسی نے ان کتابوں کے ہومر کی تصانیف ہونے سے انکار نہیں کیا ۔

لارڈنر جلد دوم صفحہ ۲۷ پر اگناشس کے خطوط کے چھوٹے نسخوں کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

" جو عبارتیں اگناشس کے عہد کے مطابق مناسب معلوم نہ ہوتی ہوں تو اس بات سے کہ ان سارے خطوط کو رد کر دیں ۔ یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے کہ ان فقروں کو الحاقی قرار دے دیں "

اسی طرح یوسیفس کی تاریخ کا بھی اس کی تصنیف ہونے سے کوئی شخص انکار نہیں کرتا ۔ اگرچہ اس میں بھی الحاق ہوا ہے ۔ مثال کے طور پر وہ جملہ جس میں حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے بے شک الحاقی تسلیم کیا گیا ہے ۔ جیسا کہ لارڈنر نے انتہائی ٹھوس دلائل سے ثابت کیا ہے ۔ علی ہذا القیاس متقدمین کی تصانیف کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا ۔ اگرچہ ان لوگوں کی کتابیں بھی الحاق سے محفوظ نہیں

رہ سکتی ہیں۔

پس جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ کوئی کتاب الحاق ہونے کے باعث مصنف کی تصنیف ہونے سے خارج نہیں ہوتی بلکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کتاب میں تحریف ہوئی ہے۔ لہٰذا صاحب استفسار کی آٹھوں دلیلیں درست ہیں۔ اور پادری صاحب کا جواب سراسر غلط۔ لیکن اگر پادری صاحب کے نزدیک یہ بات درست نہیں اور ان کے نزدیک بھی کسی کتاب میں الحاق ہو جانے کے سبب وہ کتاب مصنف کی تصنیف ہی نہیں رہتی تو اس میں ہمارا کچھ نقصان نہیں۔ پادری صاحب کو ہی بیشتر متقدمین کے کلام سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

پادری صاحب نے آگناشس کے کلام سے استدلال کر کے انتہائی غلطی کی ہے کیونکہ اس کے خطوط میں تو یقینی الحاق ہوا ہے۔ جیسا کہ لارڈنر اور پیلی کی کتابوں میں اس کو بڑی تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس عہدِ عتیق اور عہدِ جدید سے بھی دست بردار ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان میں الحاق ہونے کے بارے میں کسی طرح کا شک وشبہ باقی نہیں رہا ہے۔ چنانچہ ہم مقصد اول، دوم اور سوم میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کا ٹھوس ثبوت درج کر چکے ہیں۔

● پادری صاحب کا قول "مگر شخص محمدی توریت وانجیل کے کلام اللہ ہونے سے الخ" یا تو عدم واقفیت کا نتیجہ ہے اور یا پھر مغالطہ دینے کی کوشش ہے۔ کیونکہ محمدی تو اس توریت وانجیل کو تسلیم کرتے ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہما السلام پر نازل ہوئی تھیں۔ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کے اس مجموعہ کے قائل نہیں ہیں جس میں بہت سی ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جن کے مصنفین کی بھی کچھ خبر نہیں کہ کون ہیں۔

● پادری صاحب کے قول "تحریف صرف اس وقت ثابت ہو گی الخ" کے جواب

یہی میں کہتا ہوں کہ جب ہر لحاظ سے الحاق ثابت ہوگیا تو ثبوت تحریف کے لئے اب مزید کسی دلیل کی حاجت ہی نہیں رہی۔ اس لئے کہ سابقہ نسخوں کا موجودہ نسخوں سے فرق ثابت ہو گیا۔

دوسرا اعتراض پادری صاحب کہتے ہیں :۔

دو چوتھی دلیل میں کہا ہے کہ انجیل کی روایتوں میں اختلاف ہے اور گیارہویں دلیل میں کہا ہے کہ بائبل کے ترجمے جو مختلف بولیوں میں کئے ہیں مطابق نہیں ہیں لیکن اس سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ کتب مقدسہ میں تحریف وتبدیلی ہوتی ہے۔ اگر انجیل کی روایتوں میں فی الحقیقت اختلاف معنوی نکلتا تو اس سے یہ ثابت ہوتا کہ انجیل حق اور خدا کی طرف سے نہیں ہے، نہ یہ کہ تحریف ہوئی۔ اور ان اختلافوں سے جو ترجموں میں واقع ہوئے ہیں صرف مترجمین کا سہو معلوم ہوگا نہ یہ کہ کتب مقدسہ کے اصل نسخوں میں اختلاف پڑ گیا ہو۔ تحریف جیسا کہ مذکور ہوا صرف اس حالت میں ثابت ہوگی کہ اصل نسخہ یونانی وعبرانی کے درمیان اختلاف معنوی ہو۔ اور بارھویں دلیل میں مصنف نے محمد کے قول کو تحریف کی دلیل بنایا ہے۔ لیکن اوروں کے نزدیک محمدؐ کا قول دلیل نہ ہوگا جب تک کہ ان کی رسالت معتبر اور صحیح دلیلوں سے ثابت نہ ہوگی۔ پس یہ دلیل بھی بیجا اور بے مطلب ہے"

جواب: ہم کہتے ہیں کہ پادری صاحب کا جواب تب تو درست ہوتا جب کہ صرف ترجموں ہی میں کمی بیشی پائی جاتی۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اصل یونانی اور عبرانی نسخوں ہی میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر مل نے عہدِ جدید

کے چند نسخوں کا باہم مقابلہ کر کے عبارتوں کے تیس ہزار اختلافات کی نشاندہی کی ہے اور ڈاکٹر گریس باخ نے ڈیڑھ لاکھ اختلافات کی۔ ان کا مفصل حال ابھی فصل میں گزر چکا ہے۔

بس اب پادری صاحب کو چاہیئے کہ اب اپنے ہی قول کے موافق تحریف کا اعتراف کریں۔ کیونکہ اصل عبرانی اور یونانی نسخوں کا باہم مختلف ہونا اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ پادری صاحب نے بھی متعدد نسخوں میں عبارت کے تیس ہزار اختلاف، جسے وہ سہو کاتب سے تعبیر کرتے ہیں مجمع عام میں سب کے سامنے قبول کر لئے۔ بلکہ اس کے بعد ۱۰ اپریل کے تحریر کردہ ایک خط میں بصراحت کچھ اس طرح لکھا ہے کہ تحریف کا وقوع اچھی طرح ثابت ہو گیا۔ دوستو! انصاف کی نظر سے ملاحظہ کیجئے میں ان کی اس عبارت کو جوں کا توں نقل کئے دیتا ہوں۔ عبارت یوں ہے :-

"پھر ادعائے تحریف کے جواب میں ہمارے بات یہ تھی کہ تحریف و تبدیل از سہو کاتبان وغیرہ نکتوں اور حروف اور بعض آیتوں میں بھی ہوا ہے۔ اور یہ ہمارے علماء نے قدیم نسخوں سے تیس ہزار غلطیاں اس طرح کی نکالی ہیں"

اور پھر مورخہ ۲۴ اگست کے خط میں لکھتے ہیں :-

"ہاں میں وریریوس ریڈنگ یعنی کاتبوں کے سہو کا مقر ہوا"

بشپ ہورنسلے جلد سوم صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲ میں کتاب ہومیلیع کے متعلق لکھتا ہے :-

"مگر ارچ بشپ نیوکم اقرار کرتا ہے کہ ان محرف عبارتوں سے جو مطبوعہ متن کو خراب کئے ہوئے ہیں بڑی مشکلات واقع ہوتی ہیں"

بشپ ہورنسلے اگرچہ بشپ نیوکم کے اس قول پر اعتراض کرتا ہے لیکن پھر خود ہی یوں لکھتا ہے :-

"اور یہ کہ پاک متن میں تحریف ہوئی ہے یہ بات تو بلاشبہ ہے اور نسخوں

کے باہم اختلاف سے پُر ہے یہ بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے کہ مختلف عبارتوں
میں سے صرف ایک ہی درست ہو سکتی ہے۔ اور یہ بات بھی غالب بلکہ
حدِ یقین کو پہنچ چکی ہے کہ خراب سے خراب عبارت بھی بعض دفعہ چھپے
ہوئے متن میں راہ پا گئی ہے۔ مگر یہ کہ ہوسیع کی کتاب میں عہدِ عتیق کی دوسری
کتابوں سے زیادہ تحریفات ہیں، مجھے اس کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی۔
اور میں اس بات کا انکار کرتا ہوں کہ کسی جگہ اتنی بہت تحریفات ہیں یا
وہ ایسی ہیں کہ اس کتاب کی عبارت کے مبہم ہونے کا سبب بنتی ہیں"

پس اب پادری صاحب کو عدمِ تحریف کے دعوئی کے لئے کون سی دلیل باقی
رہی کیونکہ جس آڑ میں چھپتے تھے وہ آڑ تو اب ختم ہو گئی۔ لیکن باوجود اس کے پادری
صاحب کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ شاید اس وقت پادری صاحب کا یہ خیال ہو گا کہ
ہماری کتابوں سے کب کسی کو واقفیت ہو گی جو ہمیں اس کے سامنے اعتراف کرنا
پڑے گا۔ چنانچہ اسی زعم میں مبتلا

تیسرا اعتراض

پادری صاحب کہتے ہیں :-

وہ باقی رہی چھٹی دلیل سو ایک وہی مطلب کے موافق اور مطابق ہے اور وہ
یہ ہے کہ سرکیس پاردنی[1] نے جو مسیحی معلّموں میں سے تھا اور جس نے پوپ
اربانوس ثامن[2] کے زمانہ میں بیبل کے عربی ترجمہ کو صحیح کیا دیباچہ میں کہا

---

[1] شام کے بڑے پادری۔ اظہار الحق اردو ترجمہ میں (ص ۱۳۱/۲ ج) سرکیس ماروفی درج ہے اور یہی
درست ہے۔ یہ شام کے فرقہ مارونیہ کا مشہور عالم تھا۔ ۱۲ نجیب

[2] اربانوس ہشتم (Urbon VIII) ۱۶۲۳ء سے ۱۶۴۴ء تک پوپ رہا ہے یہ وہی پوپ
ہے جس نے مشہور سائنسدان گلیلیو کی مخالفت کی تھی (بریٹانیکا) ۱۲ تقی

ہے کہ کاتبوں کے سہو سے کتب مقدسہ کے اصل نسخے عبرانی و یونانی میں ایک تھوڑا سا خلل پڑ گیا ہے۔ چنانچہ معلم مذکور کا قول کتاب "استفسار" کے ۴۳ صفحہ میں نقل ہوا ہے کہ "من سهو الكاتبين فى اصل العبرانى واليونانى نقص يسيرا و غلط صغير الخ" یعنی کاتبوں کے سہو سے اصل کتاب عبرانی و یونانی میں تھوڑا سا نقصان و غلطیاں تھوڑی سی ہیں۔ اب اگرچہ مصنف مذکور نے مبالغہ کی راہ سے تھوڑے خلل کو بہت سا بیان کیا اور کج فہمی سے اس کو فساد و تحریف کی دلیل بنایا اور ۱۷ صفحہ میں کہا ہے کہ "ہر گاہ حمایت کرنے والا اس کتاب کا تھوڑے سے نقصان اور فساد کا اقرار کرتا ہے تو واقع میں نہ معلوم کتنا تھا جس کو وہ تھوڑا لکھتا ہے مگر اس سے بھی تحریف و تبدیل ثابت نہ ہو گی۔ کیونکہ ہر عاقل و منصف کو معلوم و یقین ہے کہ کاتبوں کے سہو سے کتاب کی تحریف و تبدیل ثابت نہیں ہوتی۔ سہو کاتب تو قرآن کے نسخوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس سبب سے کوئی یہ نہ کہے گا کہ قرآن تحریف پا گیا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اس زمانہ کے مسیحی معلموں نے ہزار طرح سے محنت کر کے قریب و بعید سے کتب مقدسہ کے سارے پرانے نسخے جو اب تک موجود رہتے آتے جمع کر کے بڑی دقت سے مقابلہ کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ کاتبوں کے سہو سے کتب مقدسہ کے مضمون و مطلب میں خلل پہنچا ہے کہ نہیں۔ سو اس مقابلہ سے ظاہر و ثابت ہو گیا کہ اگرچہ تیرہ سو چودہ سو برس کے عرصہ میں جو حواریوں کے عہد سے کتب مقدسہ کے چھپتے وقت تک منقضی ہوا کاتبوں کا سہو از قسم تبدیل اعراب و حروف کے اور بعض جگہ الفاظ کا بھی مقدم و موخر ہو جانا بہت سا وقوع میں آیا۔ پھر سب نسخے مطالب و مضمون میں موافق و مطابق

ہیں۔ چنانچہ جمیع روایات و احکام و تعلیمات و نصائح ہیں مطابق و یکساں ہیں۔ پس اس تحقیقات سے بھی ثابت ہوا کہ نئے اور پرانے عہد کی کتب مقدسہ نے کسی وقت تحریف و تبدیلی نہیں پائی۔ اب تک وہی ہیں جو قدیم سے تھیں اور ظاہر ہے کہ کتاب کی تحریف صرف اُس وقت ثابت ہوتی ہے کہ اُس کتاب کے معتبر اور مشہور نسخوں میں اختلاف پایا جائے چنانچہ قدیم نسخے کچھ اور ہوں اور اب کے مروج نسخے کچھ اور جیسا کہ بالفرض اگر کوئی کہے کہ درصورتیکہ قرآن میں سہو کاتب پایا جاتا ہے اور بعض اعراب و حروف و الفاظ کی قرأت میں اختلاف ہے مثلاً سورت یوسف کے اوائل میں یرتع و یلعب کی جگہ لفظ نرتع و نلعب پایا گیا اور ایسے ہی سورۃ الحج کے وسط میں بعض قرآن میں صواف کی جگہ لفظ صوافن واقع ہے اور سورۃ الفرقان کے وسط میں لفظ بشرا کی جگہ نشرا ہے اور سورۃ قاف کے آخر میں قرآن میں توعدون کی جگہ یوعدون پایا جاتا ہے اور سورۃ تکویر کے آخر بعض قرآن میں بضنین کی جگہ بظنین ملتا ہے۔ خلاصہ۔ قرآن کے دو نسخوں مع تفسیر کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا کہ سورۃ یوسف سے سورۃ تکویر تک ۳۲ لفظ ہیں جن میں حروف کا ایسا ہی اختلاف پڑ گیا ہے جیسا مذکور ہوا۔ اور شک نہیں اگر قرآن کے سو دو سو نسخے دیار قریبہ و بعیدہ سے جمع کر کے اول سے آخر تک مقابلہ کئے جائیں تو کاتبوں کی صدہا غلطیاں نکلیں گی۔ ماوراء اُن مشہور اختلافوں کے جو اعراب میں ہیں۔ پس اگر کوئی کہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں تحریف و تبدیل ہوئی ہے تو کیا محمدی نہ کہیں گے کہ درحالیکہ باوجود اختلاف مذکورہ

کے سب قرآن احکام و مطالب میں باہم موافق و مطابق ہیں۔ تو تیرا یہ اعتراض بے جا ہے و بے بنیاد ہے۔ پس جب تک کہ محمدی لوگ ایک ایسا قدیم و معتبر نسخہ جو روایات و احکام اور نصائح وغیرہ میں اب کی مروج کتب مقدسہ کے ماورائے ہو پیش نہ کریں۔ مسیحیوں کا جواب بھی اُن کے سارے اعتراضوں پر جو وہ بیبل کی تحریف کی بابت کرتے ہیں وہی اُن کا سا جواب ہو گا۔ اور اگر کوئی شخص تعصب کی راہ سے ویسا کہے جیسا مصنف "استفسار" نے ۴۴۹ و ۴۵۹ وغیرہ صفحوں میں کہا ہے کہ محال ہے کہ مسیحیوں میں ایسی کتاب اور ایسے قدیم نسخے جن کا ذکر ہوا اب تک موجود ہوں۔ تو ایسی بات کا یہ جواب ہے کہ فرنگستان میں جا کر مذکورہ کتب خانوں کی سیر کرے تاکہ اُن کتابوں کو اپنی آنکھوں دیکھ لے۔ اور اگر ضروری علم اور بولیاں سیکھ لے تو اُن کتب خانوں میں وہ کتابیں بھی اُسے ملیں گی جن میں وہ اسناد بیان ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قدیم کتابیں اُسی اگلے زمانے میں لکھی گئی ہیں۔ اور اگر یہ بات اُسے منظور نہ ہو تو واقف کاروں کی بات مانے اور بے جا گفتگو نہ کرے"۔

جواب ہم کہتے ہیں سبحان اللہ! پادری صاحب نے کیا چھوٹا نقصان سمجھ لیا ہے۔ اگر یہ نقصان تھوڑا ہی سا ہے تو بڑے نقصان کا خدا حافظ۔ غور کا مقام ہے کہ تین سو چھپن نسخوں میں، جن کو مکمل نسخے بتانے سے تقریباً سو نسخے ہی ہوں گے۔ عبارت کے ڈیڑھ لاکھ اختلاف نکلے۔ جن کو ہر نسخہ پر مساوی تقسیم کیا جائے تو فی نسخہ ڈیڑھ ہزار ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو بھی یقین کے ساتھ مصنف کی اصل عبارت قرار نہیں دے سکتے۔ چنانچہ اس کا بیان

تفصیل کے ساتھ پیچھے گزر چکا ہے۔ صاحب استفسار، جن کا قیاس بالکل حق اور بجا تھا پادری صاحب کو ان پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے ذرا بھی شرم و حیا نہیں آتی۔

• پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "مگر اس سے بھی تحریف و تبدیل ثابت نہ ہوگی الخ" اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ پادری صاحب کیا سمجھتے ہیں جو ایسی لغو باتیں کہتے جاتے ہیں۔ ہاں البتہ اگر تحریف کا مدار صرف سہو کاتب کو ہی قرار دیا جاتا تو یہ بات کہنے کی گنجائش تھی، پھر سہو کاتب تو اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص الف لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا سہواً "ب" لکھ گیا۔ یا "ل" لکھنا چاہتا تھا سہو سے "م" لکھ گیا۔ وعلی ہذا القیاس۔ چنانچہ اس طرح کے سہو کاتب قابل اصلاح ہیں اور ممکن ہے کہ درست ہو جائیں۔ بشرطیکہ مصنف کی اصل عبارت کسی نسخہ میں محفوظ ہو یا کسی کو یقینی طور پر معلوم اور یاد ہو۔ یہ ویریوس ریڈنگ جس کو پادری صاحب سہو کاتب کہتے ہیں اور جس کی تعریف بار بار آچکی ہے کہ یہ وہ عبارتیں ہیں جن میں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے مصنف کی عبارت کون سی ہے اور من گھڑت کون سی۔ البتہ ان کا صحیح ہونا محال ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ یہ اختلافات صرف کاتبوں کے سہو سے ہی وقوع پذیر نہیں ہوئے بلکہ بدنیتوں اور دینداروں نے بھی قصداً بہت سا تصرف کیا ہے۔ چنانچہ ہورن صاحب نے اپنی کتاب کی دوسری جلد کے آٹھویں باب میں ویریوس ریڈنگ کے بیان میں لکھا ہے :۔

"ان اختلافات کے چار سبب ہیں :

پہلا سبب :۔ کاتب کی غفلت اور سہو۔ اور یہ کئی وجوہ سے ہو سکتا ہے

• پہلی وجہ۔ لکھانے والے نے خود کچھ کا کچھ بتلایا، یا لکھنے والے نے بتانے والے کی بات کو تو سمجھا نہیں لہٰذا کچھ کا کچھ لکھ دیا۔

• دوسری وجہ۔ عبرانی اور یونانی حروف باہم مشابہ ہیں، لہٰذا ایک کے

بجائے دوسرا لکھا گیا۔

• تیسری وجہ - کاتب نے اعراب کو لکیر سمجھا، یا لکیر کو جس پر لکھا ہوا تھا اسے حرف کا جزو سمجھا یا اصل مطلب نہ سمجھتے ہوئے عبارت بنا دی اور اس طرح غلطی کر دی۔

• چوتھی وجہ : کاتب ایک عبارت کی جگہ دوسری لکھ گیا۔ بعد میں مطلع ہوا تو اس عبارت کو مٹایا نہیں بلکہ جہاں سے عبارت کا تسلسل چھوٹا تھا پھر وہیں سے لکھنا شروع کر دیا اور جو دوسری عبارت لکھ چکا تھا اس کو بھی وہیں جوں کا توں رہنے دیا۔

• پانچویں وجہ - کاتب درمیان میں کچھ عبارت چھوڑ گیا، کچھ لکھ لکھنے کے بعد خیال آیا تو اسی جگہ چھوٹی ہوئی عبارت درج کر دی۔ اس طرح ایک جگہ کی عبارت دوسری جگہ چلی گئی۔

• چھٹی وجہ - کاتب کی نظر چوک کر ایک سطر سے دوسری سطر پر جا پڑی اس طرح درمیان کی عبارت رہ گئی۔

• ساتویں وجہ - کاتب نے مخفف اور کوتاہ الفاظ کو کچھ کا کچھ سمجھ کر پورا لفظ لکھ دیا۔ اس طرح بھی غلطی ہو گئی۔

• آٹھویں وجہ - کاتبوں کی غفلت یا جہالت بھی ویریئس ریڈنگ کے وقوع کا بڑا منشاء و منبع ہوتی ہے۔ انھوں نے حاشیہ یا تفسیر کو بھی متن سمجھ کر متن میں داخل کر دیا۔

دُوسرا سبب :۔ اس نسخہ کا ناقص ہونا جس سے وہ نقل کی گئی اس کی بھی کئی صورتیں ہیں :

اوّل :۔ حروف سے حرکات اور شوشے اڑ گئے اور محو ہو گئے۔

ثانی :۔ دوسرے صفحے کے حرکات و شوشے چھوٹ کر اس صفحہ کے حروف کے ساتھ ایسے مل گئے کہ انہی حروف کا جزو سمجھ لئے گئے۔

ثالث :۔ کسی نسخہ میں کوئی فقرہ چھوٹ گیا اور کاتب نے اس کو حاشیہ میں بغیر اشارہ کئے لکھ دیا۔ چنانچہ اس نسخہ سے دوسرے لکھنے والے کو اشتباہ ہو گیا اور اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس حاشیہ کی عبارت کو کس جگہ داخل متن کرے۔

تیسرا سبب :۔ خیالی تصحیح اور اصلاح ہے۔ اس کی بھی کئی صورتیں ہوئیں :

اول۔ ایک عبارت حقیقت میں تو ناقص نہیں تھی مگر کاتب نے اس کو ناقص سمجھا اس کے مطلب سمجھنے میں غلطی ہو گئی۔ یا اس کے خیال میں اس عبارت میں اصول کی غلطی واقع ہوئی حالانکہ وہ خود غلطی پر تھا۔ یا اصول کی وہ غلطی جس کی وہ تصحیح کرتا ہے حقیقت میں مصنف ہی سے واقع ہوئی تھی۔

دوم۔ بعض محقق کاتبوں نے صرف اصول کی غلطی ہی درست نہیں کی بلکہ غیر فصیح کی جگہ فصیح عبارت لکھ دی۔ یا فضول اور مترادف الفاظ کو جن کا فرق ان کو معلوم نہ ہوا حذف کر دیا اور مٹا ڈالا۔

سوم۔ سب سے زیادہ صورت یہ ہوئی کہ مقابل[1] فقروں کو یکساں کر دیا اور انجیلوں میں اس طرح کا تصرف خاص طور پر ہوا ہے۔ اور اس صورت کے اختیار کرنے کے سبب پولس کے خطوط میں کثرت سے الحاق ہوا ہے تاکہ اس نے عہدِ عتیق سے جو حوالے دیئے ہیں وہ سپٹواجنٹ کے

---

[1] یعنی جہاں کہیں دو فقرے ایک بیان کے پائے گئے اور ان کے الفاظ میں کچھ فرق نظر آیا ان کو یکساں کر دیا۔ ۱۲ من المصنف۔

مطابق ہو جائیں۔

چھٹا سبب:- بعض محققین نے عہد جدید کو ولگیٹ (یعنی لاطینی) ترجمہ کے موافق بنا دیا۔

چوتھا سبب:- اختلاف عبارت کا قصداً تحریف ہے جو کسی نے اپنے مطلب کے لئے کی ہو، خواہ تحریف کرنے والا دیندار ہو یا بدعتی۔ قدیم بدعتیوں میں سے مارسیون[1] سے زیادہ کسی پر تحریف کا الزام نہیں لگایا گیا ہے اور

---

[1] مارسیون (Marcion) یا مرقیون، عیسائیوں کے فرقہ مارسیونیہ (یا مرقونیہ) کا بانی، پونٹس کے شہر سنوپ میں پیدا ہوا تھا، شروع میں بت پرست تھا، تقریباً ۱۳۰ء میں عیسائی ہوا اور ۱۴۴ء کے لگ بھگ اس نے اپنا الگ فرقہ قائم کیا جس کے نظریات یہ تھے کہ انسان کا خالق ایک بے رحم اور ظالم خدا ہے، ایک عرصہ تک غریب انسان پیدا ہو کر اس کے ظلم و ستم کا شکار رہی پھر ایک اور خدا نے جو منصف اور رحم دل تھا اپنے بیٹے یسوع مسیح کو دنیا میں بھیجا تاکہ وہ انسانوں کو نجات دلائے؛ اس کا کہنا تھا کہ "یسوع مسیح کی تعلیمات کو حواری بھی ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھے، صرف پولس وہ شخص تھا جس نے انہیں صحیح سمجھا اور اُسے درحقیقت یسوع مسیح نے ہی بھیجا تھا۔ لوگوں نے اس کی باتوں کو بھی کما حقہ نہیں سمجھا یہاں تک کہ وہ بھی رخصت ہو گیا۔ پھر منصف خدا نے مجھے رسول بنا کر بھیجا اور میں لوگوں کو مسیح اور پولس کا سچا پیغام سناتا ہوں" وہ مروجہ انجیل کو تحریف شدہ مانتا تھا اور اس نے ایک الگ انجیل بنائی تھی جسے وہ مسیحی انجیل کہتا تھا۔ اس فرقہ کے متبعین زیادہ تر شام اور فلسطین اور کچھ مغرب کے علاقوں میں تھے ۱۵۰ء سے ۲۵۰ء تک ان کا عروج رہا اور یہ کلیسائے اعظم کے لئے خطرہ بنے رہے۔ پھر ان کا زور ہلکا ہو گیا اور ساتویں صدی میں یہ فرقہ فنا ہو گیا۔

(از انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مقالہ "مرقیون" صفحہ ۸۷۸ ج ۱۴)

نہ ایسی ناشائستہ حرکت کی بنا پر اس سے زیادہ کوئی ملامت کا مستحق تھا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی تحقیق شدہ ہے کہ بعض قصداً کی گئی تحریفات اُن لوگوں سے وقوع میں آئیں جو دیندار کہلاتے تھے اور ان کے بعد انہی تحریفات کو اس بنا پر راجح قرار دیا گیا تاکہ مسئلہ مقبولہ کی تائید ہو یا اس اصل مسئلہ پر جو اعتراض وارد ہو سکتا تھا وہ ختم ہو جائے۔" انتہی ملخصاً

واضح رہے کہ ہورن صاحب نے ویریوس ریڈنگ کے واقع ہونے کے تمام اسباب کی بہت سی مثالیں بطور نمونہ کے درج کی ہیں مگر ان سب کا بیان موجب تطویل سمجھتے ہوئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ مگر پھر بھی ہورن صاحب نے دینداروں کی تحریف کے جو نمونے اپنی کتاب میں فاف صاحب کی کتاب سے درج کئے ہیں یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ لوقا باب ۲۲ کی آیت ۴۳ (جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) اور متی باب ۱ آیت ۱۸ میں یہ الفاظ "قبل اس کے کہ وے (وہ) ہم بستر ہوں اور آیت ۲۵ میں لفظ "اوس کا پہلوٹا بیٹا"، بعض نسخوں میں قصداً ترک کر دیئے گئے، تاکہ حضرت مریم کی ہمیشہ کی دوشیزگی پر شبہ نہ پڑے۔[1]

۲۔ کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱۵ کی آیت ۵ میں اس بنا پر بارہ[2] کو گیارہ بنا

---

[1] ہمارے پاس موجود جدید اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۴ء میں بھی یہ جملے نہیں ہیں البتہ متی باب کی آیت ۱۸ میں "ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے" کے الفاظ درج ہیں۔ "ہم بستر" کا لفظ اڑا دیا گیا ہے۔ ۱۲ نجیب

[2] ۱۹۶۴ء کے اردو ترجمہ میں "بارہ" مذکور ہے، آیت یوں ہے "اور کیفا کو اور اس کے بعد اُن بارہ کو دکھائی دیا۔ ۱۲ نجیب

دیا۔ تاکہ پولس پر جھوٹ کا الزام عائد نہ کیا جا سکے۔ کیونکہ اس وقت یہوداہ اسکریوتی مر چکا تھا۔

۳۔ مرقس باب ۱۳ کی آیت ۳۲ میں کچھ لفظ چھوڑ دیئے گئے اور بعض مرشدوں نے بھی ان الفاظ کو رد کیا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں وہ الفاظ ایرین فرقہ[1] کے مؤید تھے۔

۴۔ لوقا باب ۱ کی آیت ۳۵ میں سریانی، فارسی، عربی، ایتھوپک اور دوسرے ترجموں کے نسخوں اور بہت سے مرشدوں کے حوالوں میں فرقہ یوٹیکیس کے مقابلہ میں بڑھائے گئے، کیونکہ وہ فرقہ حضرت عیسیٰ کا دو صفتوں[2] کے ساتھ بیک وقت متصف ہونے کا منکر تھا۔

اب ناظرین انصاف کریں کہ مذکورہ بالا عبارت کی رُو سے تحریف کے واقع ہونے میں کوئی دقیقہ باقی رہا یا نہیں؟ اس عبارت سے یہ بات ظاہر و آشکارا ہے کہ وہم و قیاس میں تحریف کی جتنی صورتیں ممکن ہو سکتی تھیں ہورن صاحب نے سب کو بیان کر دیا اور ہر ایک کی مثالیں پیش کر کے یہ دکھا دیا کہ کتب مقدسہ میں تمام

---

[2] ایک صفت نبوت اور دوسری صفت الوہیت۔ ۱۲ نجیب

[1] فرقہ ایرین۔ وہ فرقہ جو آریوس کا پیرو تھا اور اس کے عقائد توحید کی طرف مائل تھے اور جسے نیقیہ کی کونسل میں رد کیا گیا۔ آریوس نے اپنے وقت کے کلیسا کے خلاف بڑی زبردست جنگ لڑی اور پوری عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اس کے نظریات کا خلاصہ جیمس مکین کے الفاظ میں یہ تھا:۔

"آریوس اس بات پر زور دیتا تھا کہ صرف خدا ہی قدیم اور حقیقی ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں، اسی نے بیٹے کو پیدا کیا جب کہ وہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صورتوں کی تحریف واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ اس صورت میں کہ دینداروں اور بدعتیوں نے قصداً تحریف کی اور کاتبوں کے وہم سے بھی اس طرح تحریف ہو گئی کہ کبھی حاشیہ کی عبارت کو متن میں داخل کر دیا اور کبھی متن سے کچھ عبارت خارج کر دی گئی۔ کبھی محققین نے عبارت کو اصول کے خلاف سمجھ کر کچھ کا کچھ بنا دیا اور کبھی غیر فصیح عبارت کو فصیح عبارت میں بدل دیا۔ کبھی دینداروں نے اپنی مطلب برآری کے لئے تحریف کی اور کبھی بدعتیوں نے اپنی منشاء کے مطابق کتاب کو بگاڑا۔ تو بھلا اب تحریف کی کون سی صورت باقی بچی۔

اگر پادری صاحب کو وقوع تحریف کی کوئی صورت معلوم ہے تو وہ بھی ذکر کر دیں، نہیں تو ایسی لغو باتیں کر کے لوگوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا کیوں موقع دیتے ہیں۔ ذرا تو دل میں سوچیں اور خدا کا خوف کر کے خیال کریں کہ وہ دینداروں اور بدعتیوں کی قصداً کی گئی تحریف محققین کی قیاسی اصلاح اور کاتبوں کے وہمی تصرف کو کس وجہ سے اور کون سی دلیل سے سہو کاتب میں داخل کر کے کہتے ہیں کہ سہو کاتب سے تحریف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ... سے آگے) پہلے معدوم تھا، للہذا نہ بیٹا جاودانی ہے اور نہ خدا ہمیشہ سے باپ ہے، کیونکہ ایک ایسا وقت تھا جس میں بیٹا موجود نہیں تھا بیٹا باپ سے بالکل الگ ایک حقیقت رکھتا ہے اور اس پر تغیرات واقع ہو سکتے ہیں۔ وہ صحیح معنی میں خدا نہیں ہے البتہ اس میں "مکمل" ہونے کی صلاحیت موجود ہے اور وہ ایک مکمل مخلوق ہے۔ ایک عقل مجسم جو ایک حقیقی انسانی جسم میں پائی جاتی ہے۔"

اس طرح اس کے نزدیک مسیح ایک ثانوی خدائی کا حامل ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ نیم دیوتا (Demigod) جو خدائی اور انسانیت دونوں کی صفات سے کسی قدر حصہ رکھتا ہے، لیکن بلند ترین معنی میں خدا نہیں ہے۔ from Christ of Constantive London 1936

ثابت نہ ہوگی۔ بھلا بتائیے یہ کہاں کا انصاف ہے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب جیسا نامنصف بھی کوئی نہ ہوگا۔ اس سب کے باوجود اگر پادری صاحب ان سب صورتوں کو سہو کاتب ہی کہنے پر مصر ہیں تو بھی ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہمارے اور پادری صاحب کے درمیان صرف لفظی نزاع ہی رہ جاتا ہے۔ یعنی ہم جس کو تحریف کہتے ہیں پادری صاحب اس کا نام سہو کاتب رکھتے ہیں۔ البتہ دونوں کا مقصود ایک ہی ہے۔ لیکن اتنی بڑی بڑی خرابیوں کو تھوڑا سا خلل قرار دے کر پادری صاحب کی طرف سے صاحب "استفسار" پر لے دے کرنا ان کی بے جا حرکت کے سوا کچھ نہیں۔

کتابتِ قرآن میں سہوِ کاتب کی حقیقت

پادری صاحب جو یہ کہتے ہیں کہ سہو کاتب تو قرآن کے نسخوں میں بھی پایا جاتا ہے" الخ تو خدا جانے ان کو خوفِ خدا بھی ہے یا نہیں؟ جو ایسی ایسی باتیں کہنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ معلوم نہیں پادری صاحب نادانستہ طور پر یا محض مغالطہ دینے کے لئے ایسا کہتے ہیں۔ اگر تو نادانستہ ایسا کہہ رہے ہیں تب تو معذور ہیں لیکن دل نہیں مانتا کہ پادری صاحب جیسا آدمی اس طرح کی ادنیٰ ادنیٰ باتوں سے بھی ناواقف ہوگا جن سے بچے تک واقف ہیں۔ اور اگر مغالطہ دینے کی غرض سے ایسی باتیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو شرم و حیا دے اور صراطِ مستقیم پر چلائے۔

ناظرین! ذرا سوچئے تو سہی کہ قرآن میں اس طرح کے سہو کاتب کا واقع ہونا کیسے ممکن ہے۔ اس لئے کہ قرآن شریف کے نہ صرف الفاظ بلکہ حروف اور حرکات تک سب تواتر کے ساتھ منقول ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کتابیں جن میں قرآن شریف کی آیات اور حروف و حرکات و سکنات وغیرہ کا حال مذکور ہے وہ کتابیں بھی عن فلاں عن فلاں کے ساتھ متواتر راویوں کے ذریعہ اس زمانہ

تک چلی آئی ہیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے آج تک لاکھوں افراد ہر زمانہ میں قرآن کے حافظ ہوئے ہیں اور قرآن شریف ایک سے دوسرے تک سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا۔ ایسی صورت میں اب اگر کوئی کاتب کسی نسخہ میں بالفرض کچھ غلطی بھی کر جائے تو اس کی تصحیح بہت آسان ہے اور ہم اسے یقیناً صحیح کر سکتے ہیں، مگر کتبِ مقدسہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ ان کی تصحیح کسی طرح ممکن ہی نہیں کیونکہ وہ نہ تو تواتر کے ساتھ منقول ہیں اور نہ ہی کسی زمانے میں اہلِ کتاب ان کے حافظ گزرے ہیں، تو اس صورت میں بھلا قرآن شریف میں ویریوس ریڈنگ کے واقع ہونے کی کہاں سے گنجائش نکلے گی۔ پادری صاحب اگر ایک جگہ بھی ویریوس ریڈنگ یعنی عبارت کے ایسے اختلاف کی نشان دہی کر دیں جس میں یہ شبہ ہو کہ اس میں کون سی عبارت اصل ہے اور کون سی اپنی طرف سے وضع کی گئی ہے، جیسا کہ ہم نے کتبِ مقدسہ کی نسبت دعویٰ کر کے ثابت کر دیا ہے تو ان کا دعوےٰ البتہ درست اور بجا ہے۔ مگر ایسا کرنا ناممکن ہے اور منہ سے ایسی بات نکالنا اور لغویات بکنا پادری صاحب ہی کی دیانتداری ہے۔

● پادری صاحب کا کہنا ہے کہ "پوشیدہ نہ رہے کہ اس زمانے کے مسیحی معلموں نے ..." الخ

ہم کہتے ہیں سبحان اللہ! پادری صاحب کتنے سچے ہیں کہ ان کو شرم بھی نہیں کہ ان چار پانچ سطروں میں صریحاً کئی مغالطے دیئے اور جھوٹ بولے ہیں۔

اول مغالطہ اور اُس کا جواب پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

"سارے پرانے نسخے جو اب تک موجود رہتے آئے جمع کر کے بڑی دقت سے مقابلہ کیا۔"

حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ ہزاروں نسخے اب بھی ایسے ہیں کہ ان کا آج تک کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ چنانچہ اس کا بیان صـ۵۹۳ میں گزر چکا ہے۔

دوسرا مغالطہ اور اس کا جواب | پادری صاحب کہتے ہیں :-

"کاتبوں کا سہو از قسم تبدیلِ اعراب اور حروف کے اور بعض جگہ الفاظ کا مقدم و موخر ہو جانا بہت سا وقوع میں آیا۔۔"

یہ ایک صریح مغالطہ ہے اور پادری صاحب نے عمداً امرِ حق کو مخفی رکھا ہے کیونکہ نہ صرف الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہوئی بلکہ بہت سی آیتوں میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ خود پادری صاحب نے بھی ۴ اگست ۱۸۵۵ء کے تحریر کردہ اپنے ایک خط میں صرف "عہدِ جدید" میں پندرہ آیتیں مشتبہ بتلائی ہیں۔

تیسرا مغالطہ اور اس کا جواب | پادری صاحب کہتے ہیں :-

"پھر سب نسخے مطالب و مضمون میں موافق و مطابق ہیں چنانچہ جمیع روایات و احکام و تعلیمات و نصائح میں مطابق اور یکساں ہیں"

یہ بھی کھلا دروغ ہے۔ اس لئے کہ نسخوں میں بہت سے احکام اور روایتوں میں فرق ہے۔ چنانچہ اس کا بیان صـ۵۹۲ میں بیان ہو چکا ہے۔

چوتھا مغالطہ اور اس کا جواب | پادری صاحب کہتے ہیں :-

"جیسا کہ بالفرض اگر کوئی کہے ۔۔۔ الخ"

اس جگہ پادری صاحب نے دو طرح کی چالاکی سے کام لیا ہے، ایک یہ کہ اختلافِ قرأت کو کاتب کی غلطیوں کے ساتھ ملا کر لکھا ہے۔ دوسری یہ کہ قرآن شریف

میں کتب مقدسہ کی طرح ویریوس ریڈنگ کے واقع ہونے کے خیال کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ ساتوں قراتیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر منقول ہیں اس کا ذکر گذشتہ صفحات میں کئی مقامات پر گزر چکا ہے۔

پانچواں مغالطہ اور اس کا جواب

پادری صاحب کا کہنا کہ :-

"جب تک محمدی لوگ الخ"

اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ محمدیوں (مسلمانوں) کے لئے یہ ضروری اور لازم نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسا نسخہ پیش کریں جیسا پادری صاحب مانگتے ہیں۔ اس لئے کہ جب والزاماً وتحقیقاً یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کا یہ مجموعہ بعینہٖ وہ توریت اور انجیل نہیں ہے جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھیں اس وجہ سے کہ ان میں غیر الہامی کلام بھی ملا ہوا ہے۔ بلکہ عہدِ جدید کے مجموعہ کا تو مکمل طور پر غیر الہامی ہونا ثابت ہو چکا اور وہ لوگ عیسائی علماء کے اقوال سے سند پیش کر کے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ قدیم نسخوں اور اب موجودہ نسخوں میں باہم فرق ہے۔ اس صورت میں تو پادری صاحب کے لئے یہ ضروری اور لازم ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کا یہی موجودہ مجموعے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے۔

اور اس وقت کا کوئی نسخہ پیش کر کے مقابلہ کریں اور دکھلا دیں کہ اُس میں اور اب موجودہ نسخہ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ نہ یہ کہ الٹا محمدیوں (مسلمانوں) سے ایسی کتاب کا مطالبہ کریں۔

٭

پانچواں مغالطہ اور اس کا جواب | پادری صاحب کہتے ہیں :-

"اگر کوئی شخص تعصب کی راہ سے ... الخ"

صاحب "استفسار" کا قول ہی پادری صاحب کو ایسا ناگوار گزرتا ہے کہ یہ بات کوئی بے چارے مصنف استفسار ہی نے نہیں کہی بلکہ عیسائی علماء میں سے کوئی تو ان قدیم نسخوں کو ساتویں صدی کا بتاتا ہے اور کوئی دسویں صدی کا۔ اس کا مفصل بیان گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔[1] مصنف استفسار نے اگر ایسا کہا تو کیا غضب ہو گیا۔

چوتھا اعتراض[2] | پادری صاحب کہتے ہیں :-

"وہ جو مصنف موصوف نے کتب عہدِ عتیق کی خرابیوں کی بابت بارہ دلیل کے ضمن میں اور اپنی کتاب کے اور مقاموں میں بھی کہا اور ادعا کیا ہے سو اس قسم کے سارے اعتراضوں کے لئے مسیح کی گواہی ایک کافی جواب ہے جو عہد عتیق کے حق و صحیح ہونے کی بابت انجیل میں مندرج ہے جیسا اوپر بیان ہو چکا۔ پس درحالیکہ مسیح نے توریت کی صحت و حقیقت پر گواہی دی ہے تو ظاہر و ثابت ہو گیا کہ وے (وہ) خرابیاں جو مصنف موصوف نے ذکر کی ہیں توریت میں نہیں پائی جاتیں بلکہ محض اُس کے فہم میں ہیں اور پس ایسا کہ اُس نے آیات کو یا تو قصداً یا سہواً خلافِ تفسیر بیان کیا ہے اور

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۳۳۶ ۔ ۱۲ نجیب

[2] یعنی کتاب "استفسار" پر چوتھا اعتراض ۔ ۱۲ نجیب

اسی طرح مصنف نے انجیل کی اُن آیتوں کو بھی جنہیں اپنی دلیل بنایا خلاف تعبیر و تفسیر کیا ہے۔ چنانچہ کتاب "حل الاشکال" میں کہ کتاب استفسار کا جواب ہے، بتفصیل مسطور و مذکور ہے۔ اب اس جگہ اتنی ہی بات پر کفایت کریں گے کہ انجیل کی آیتوں اور روایتوں میں اختلاف معنوی نہیں ہے جیسا کہ کتاب مذکور میں مفصل لکھا گیا اور انجیل و توریت میں کسی جگہ نہیں کہا کہ توریت میں یا انجیل میں تغیر و تبدل یا دخل و تعرف کیا ہے بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے جھوٹے معلّموں نے توریت و انجیل کی تعلیم میں دخل و تعرف کر کے اُن کے احکام و تعلیم کو خلاف بیان کیا اور بعض دفعہ فریب کی راہ سے الہام و نبوت کا دعویٰ کیا۔ لہٰذا ان آیتوں سے بھی مصنف کا مطلب حاصل نہیں ہوتا۔"

جواب ہم کہتے ہیں کہ مسیح نے تو کہیں بھی عہدِ عتیق کے غیر محرف ہونے کی گواہی نہیں دی اور نہ وہ آیتیں جو پادری صاحب نے اوپر نقل کی ہیں عہد عتیق کی کتابوں میں عدم تحریف کی دلیل بن سکتی ہیں۔ جیسا کہ ہم وہاں اس کے مقام پر ثابت کر چکے ہیں۔

- پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "اب اس جگہ ... الخ" یہ ان کا دعوے بلا دلیل ہے۔ ہم اس کا مفصل بیان مقصد سوم کی فصل سوم میں مدلل و مبین طور پر کر چکے ہیں۔
- اپنے قول "اور انجیل اور توریت میں ... الخ" میں الحمد للہ کہ یہاں پادری صاحب تحریف معنوی کا تو اعتراف کر رہے ہیں۔ باقی رہ گئی تحریف لفظی تو وہ اول تو صاحب استفسار کی نقل کردہ آیات ہی سے ثابت ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم کافی دلائل و وجوہ سے ان کو ثابت کر چکے ہیں تکرار

کی ضرورت نہیں۔

پانچواں اعتراض پادری صاحب کہتے ہیں :-

"اور وہ جو مصنف نے بیبل کے ترجموں کو اپنے مطالب کے لئے دلیل ٹھہرا کر کہا ہے کہ درحالیکہ ترجمے باہم متفق نہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل نسخوں میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ادنیٰ ظاہر ہے کہ ترجموں میں تھوڑا بہت فرق ہو گیا۔ کیونکہ ایک مترجم نے دوسرے سے بہتر ترجمہ کیا ہو گا۔ جیسا کہ قرآن کے فارسی اور اردو ترجموں میں بھی فرق ہے۔ اگرچہ قرآن کے ترجمے صرف تحت اللفظ ہیں مگر باوجود اس فرق کے پھر ابواب اور بیبل کا اصل مطلب سب ترجموں میں وہی ہے۔

ثانیاً اگر بالفرض کسی مترجم نے خلاف ترجمہ کیا تو اس سے اصل کو کیا نقصان ہو گا۔ دیکھو اگر محمدی علماء میں سے کوئی قرآن کا ترجمہ کرے یا قرآن کے دو ترجموں میں اختلاف ظاہری واقع ہو اور عیسویوں میں سے کوئی کہے کہ اس بات سے قرآن میں تحریف ثابت ہوتی ہے تو کیا محمدی نہ کہیں گے کہ جس حالت میں عربی نسخے سب مطابق ہیں تو تیرا اعتراض محض بے جا ہے اور تعصب ہے اور جب تک تُو اصل زبان نہ سیکھ لے ترجمہ کے باب میں کچھ مت بول۔ پس یہی جواب ہمارا جواب ہے۔ الی اصل یہ دعوے ابھی مصنف کے مطلب کو مفید نہ ہو گا"

جواب ہم کہتے ہیں کہ پادری صاحب کا جواب اس وقت درست ٹھہرتا کہ

صرف ترجموں ہی میں اختلاف پایا جاتا، حالانکہ اصل عبرانی اور یونانی نسخوں ہی میں فرق ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ بڑے غضب کی بات یہ ہے کہ پادری لوگ انہی لغو ترجموں کو کلام الٰہی قرار دے کر ہر جگہ تقسیم کرتے پھرتے ہیں اور ان کو اس بات پر بھی شرم نہیں آتی کہ ہر ترجمے کے سرورق پر لکھ دیتے ہیں کہ اصل عبرانی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

چھٹا اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں :-

"اور نبی کے حق میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ نبی اور حواری اگرچہ اور امور میں قابل سہو و نسیان ہوتے ہیں لیکن پیغام کی تبلیغ و تحریر میں معصوم ہیں اس جہت سے انبیاء و حواریوں کا لکھا سہو و نسیان سے مبرا ہے اگر ان کی کتاب میں کسی کو کہیں اختلاف یا محال عقل معلوم ہووے تو یہ اُس کی عقل و فہم کے نقص کی دلیل ہے نہ کلام کے نقص کی۔ کیونکہ عقل تو کتاب کی محکوم ہے حاکم نہیں ہے اور پرانے اور نئے عہد کی سب کتابیں ازراہ الہام انبیاء و حواریوں کی معرفت لکھی گئی ہیں۔ انجیل کے ان تین باب کے سوا یعنی مرقس اور لوقا اور اعمال کی کتاب جو مرقس اور لوقا حواریوں کے شاگردوں کی معرفت بموجب حکم و امداد پطرس و پولس حواری کے مرقوم ہوئی ہیں اور اس سبب سے یہ کتابیں بھی کتب الہامی ہیں اور اگرچہ پرانے عہد کی بعض کتاب کے لکھنے والے کا نام معلوم نہیں ہے لیکن مسیح کی گواہی سے اور اُن دلائل سے بھی جو کتب اسناد میں لکھے ہیں معلوم و یقین ہوتا ہے کہ وہ کتب بھی الہام کی راہ سے اگلے نبیوں میں سے کسی کے وسیلہ سے لکھی گئی ہیں اور حق و صحیح ہیں۔"

جاننا چاہیئے کہ سب نبیوں کا نام بھی نہیں لکھا گیا، چہ جائیکہ سب کا کام اور احوال بیان ہوا ہو۔ اور انبیاء و حواریوں نے بعض قول کو قال اللہ کے تحت میں داخل کیا ہے اور بعض کو غائب کے صیغہ سے لکھا ہے اور بعض وحی اور رویاء کی راہ سے اور بعض نصیحت و تعلیم کے طور پر مرقوم کیا ہے اور بعض کو گذارشات کی طرح پر کہ انہوں نے آپ دیکھا یا اوروں سے سنا اور گذارشات کی نسبت الہام کی راہ سے انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ کون سی گذارش کتاب میں داخل کریں اور حق و باطل میں فرق کریں اور مضمون و عبارت کو کس ترتیب سے لکھیں۔ پس اس مضمون سے گذارشات و روایات بھی کلام الٰہی ہیں۔ خلاصہ۔ ہم مسیحی لوگوں کا اعتقاد نبی اور الہام کے حق میں یہی ہے جو بیان ہوا۔"

جواب میں کہتا ہوں کہ یہ صرف پادری صاحب ہی کا اعتقاد ہے، دوسرے عیسائیوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے۔ اور نہ ہی کتب مقدسہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ عہد عتیق کی کتابوں سے تو اس کے برخلاف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ مقصد سوم کی چوتھی فصل میں بوڑھے نبی کا قصہ گذر چکا ہے، نیز عیسائی علماء نے بھی یہی لکھا ہے کہ حواری حضرات غلطیاں کرتے تھے جیسا کہ اس مذکورہ فصل میں واٹسن، ہیکر وغیرہ کے اقوال سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

● پادری صاحب کا یہ قول کہ "اور پرانے اور نئے عہد کی سب کتابیں الخ" ایک بلا دلیل دعویٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا فصل میں عہد جدید کا حال نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ وہ الہامی نہیں ہے اور یہ کہ لوقا اور مرقس کی انجیلیں پطرس اور پولس کی مدد سے نہیں لکھی گئیں۔ باقی رہا عہد عتیق کا

مجموعہ تو اس کا حال یہ ہے کہ اکہارن، وزن ملر، ٹو آتھ، شو تنٹے اور شوفرز وغیرہ کا یہ عقیدہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی پانچوں کتابیں الہام سے نہیں لکھی گئیں۔ چنانچہ ہورن صاحب نے اپنی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ ۷۹۰ اور ۸۱۸ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا جب مسیحی علماء کا حضرت موسیٰ کی کتابوں کے بارے میں یہ اعتقاد ہے تو باقی دوسری کتابوں کا تو ذکر ہی کیا کیا جائے۔ اس لئے کہ ان میں سے اکثر کے مصنفوں اور ان کے زمانۂ تالیف کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں۔ باقی رہا یہ دعویٰ کہ حضرت مسیح نے عہدِ عتیق کی کتابوں کی صداقت کے بارے میں گواہی دی ہے، اس کا تذکرہ صفحہ ۲۹۴ میں گزر چکا ہے۔

ساتواں اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں :-

"اگر تو سوال کرے کہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ محمد اور اس کے تابعدار ایسے جھوٹے دعویٰ میں پڑے ہوں کہ گویا پرانے اور نئے عہد کی مقدس کتابیں منسوخ و تحریف ہو گئی ہیں اور ایسے دعوی کا سبب کیا ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا دعویٰ کرنا اُن کو ضرور تھا کیونکہ اگر نہ کرتے تو البتہ محمد کی باتوں سے صاف خلاف ظاہر ہوتا۔ اس لئے کہ وہ ایک طرف سے اقرار کرتا تھا کہ پرانے اور نئے عہد کی کتابیں خدا کی جانب سے ہیں اور دوسری طرف سے اُن کتابوں کی تعلیمات کے برخلاف بیان کرتا۔ پس اس صورت میں تدبیر صرف اسی میں ٹھہری کہ یہ دعویٰ درمیان میں لاوے کہ نئے اور پرانے عہد کی کتابیں تحریف اور قرآن کے ظاہر ہونے سے منسوخ ہو گئی ہیں اور یہی سبب ہے کہ وہ کتابیں قرآن سے موافقت نہیں رکھتیں تاکہ اس طریق سے اپنے تئیں

ظاہری خلاف سے چھڑا دے اور اپنے کلام کو حق ٹھہرا دے اور اس دعوی کو قوت دینا محمد اور اُس کے تابعداروں کو اتنا مشکل نہ تھا کیونکہ عرب کے بت پرست مسیحیوں اور یہودیوں کی کتابوں سے بے خبر تھے اور ہرچند کہ شروع میں جیسا کہ قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے مسیحی اور یہودی محمدؐ کی دعوت کے جواب میں بہت گفتگو کرتے تھے۔ لیکن جب کہ بہت سے لوگ اس کے مطیع ہو گئے اور بزور شمشیر قوت پائی۔ پھر کسی کو مقابلہ میں گفتگو کی طاقت نہ رہی۔ پس محمدؐ کا دعوی مشہور و منتشر ہو گیا۔ مگر ظاہر ہے کہ حقیقت ثابت کرنا مار اور زور سے نہیں ہو سکتا "

جواب میں کہتا ہوں کہ اس مقام پر پادری صاحب نے ملحدانہ انداز میں گفتگو کی ہے، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہی کے طرز استدلال کے ذریعہ ہی اس کا جواب دیا جائے۔

مثلاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پولس اور اس کے پیروکار آخر کیوں اس جھوٹے دعوے کو لے کر اُٹھے کہ گویا عہد عتیق کی کتابیں پرانی اور نکمی ہو گئی ہیں۔ ان کے اس دعوے کا آخر کیا سبب ہوا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے لئے ایسا دعوی کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ اگر وہ یہ دعوی نہ کرتے تو پولس کی باتیں عہدِ عتیق کے بالکل خلاف نظر آتیں اس لئے کہ ایک طرف تو وہ یہ اقرار کرتا تھا کہ سب کتابیں الہامی ہیں اور دوسری طرف ان کتابوں کی تعلیمات کے خلاف بیان کرتا تھا۔ پس اس صورت میں یہی تدبیر بن پڑی کہ اس دعوے کو درمیان میں لائے کہ پرانے عہد کی کتابیں منسوخ اور نکمی ہیں اور ان میں نجات نہیں، اس لئے کہ اگر ان میں نجات ہوتی تو دوسری کی کیا حاجت تھی؟ اور یہ دعوے کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح اپنے تئیں عہدِ عتیق سے ظاہری مخالفت کے الزام سے چھٹکارا دلائے اور اپنے کلام

کو حق ثابت کر سکے۔ اور یہی بات کوئی حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہہ سکتا ہے اس اعتراض کا جو کچھ جواب پادری صاحب دیں گے وہی جواب ہمارا ہو گا۔

پادری صاحب کا یہ اعتراض کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو بالاتفاق ثابت ہے کہ جہاد کا حکم ہجرت کے بعد یعنی نبوت کے تیرہ چودہ برس بعد ہوا ہے اور اس عرصہ میں ہزاروں لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔

چنانچہ سیل صاحب لکھتے ہیں :-

"مدینہ میں قبل ہجرت کوئی گھر باقی ہو گا جس میں کوئی مسلمان نہ ہو۔"

دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

"یہ بات محض تہمت ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام صرف تلوار ہی کے زور سے پھیلا۔ کیونکہ بہت سے بلاد ایسے تھے جہاں تلوار کا نام بھی نہیں لیا گیا اور اسلام پھیل گیا۔" [1]

اور اگر پادری صاحب کو جہاد پر اعتراض ہے تو وہ حضرت موسیٰؑ، حضرت یوشعؑ (یشوع)، حضرت داؤدؑ کے فلسطینیوں، اموریوں اور کنعانیوں وغیرہ کے ساتھ سلوک کو سامنے رکھ کر خدا سے ڈریں اور ایسی لغو باتیں نہ کریں۔ اس موضوع پر ہم "ازالۃ الاوہام" میں مفصل بحث تحریر کر چکے ہیں۔ اور صاحب "استفسار" نے بھی اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔

آٹھواں اعتراض | پادری صاحب کہتے ہیں کہ :-

---

[1] ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے، مشہور مسیحی بادشاہ نجاشی کا اسلام قبول کرنا اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے۔ ۱۲ نجیب

"غرض کہ اس باب کے مطالب جن کا ذکر محمدیوں کے دعوے کے جواب میں ہو چکا اگر ہم مختصر طور پر پھر ان کو بیان کریں تو انہیں دلیلوں سے صاف ثابت و ظاہر ہے کہ محمدیوں کے دعوے بالکل بے اصل و بے بنیاد ہیں۔ بلکہ یقین کلی ہے کہ پرانے اور نئے عہد کی کتابیں نہ محمدؐ کے عہد میں نہ اُس سے پہلے نہ پیچھے یعنی کسی وقت میں نہ تحریف و تبدیل اور نہ کبھی منسوخ ہوئیں اور نہ ہوں گی۔ کیونکہ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے پر خدا کا کلام نہ ٹلے گا۔

پس وہ محمدی شخص جو حقیقت کا طالب ہے ان مقدس کتابوں میں خدا کا غیر منسوخ اور غیر محرف کلام پائے گا جس کے حکم و امر سارے لوگوں سے اور خود اس سے بھی نسبت رکھتے ہیں۔ ہاں صاف دل محمدی شخص کو لازم ہے کہ اس الہامی کلام کی نقلیں حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ نہیں تو جو شخص خدا کے کلام جاننے اور اُس کے حکموں پر عمل کرنے میں سستی اور غفلت کرے گا خدا کے غضب میں پڑے گا۔ اس لئے ہم نے صاف دل محمدیوں کی رہنمائی کو دوسرے باب کے لکھنے پر توجہ کی۔ اُس میں انجیل اور پرانے عہد کی عمدہ تعلیموں کو مختصر طور پر بیان کر کے ثبوت پہنچائیں گے کہ مقدس کتابیں اُن شرطوں کو جنہیں ہم نے الہام الٰہی کی پہچان کے واسطے شروع رسالہ میں لکھا ہے پورا کرتی اور آدمی کی روح کی خواہش و تقاضا حاصل کر کے اُسے حقیقی نیک بختی کو پہنچاتی ہیں۔ چنانچہ ان باتوں سے ہر طرح معلوم و ثابت ہوتا ہے کہ انجیل اور پرانے عہد کی کتابیں خدا کا کلام ہیں"

جواب میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کا دعویٰ تو ہرگز بے اصل نہیں ہے۔ البتہ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ مسلمانوں کا دعویٰ بے اصل ہے قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ چنانچہ آئندہ سطور میں ناظرین پر یہ بات بخوبی واضح اور آشکارا ہو جائے گی۔

● پادری صاحب کا یہ کہنا کہ "یعنی کسی وقت میں نہ تحریف و تبدیل نہ کبھی منسوخ ہوئیں غلط ہے۔ کیونکہ تحریف کا ہونا تو یقینی ہے جیسا کہ اس کتاب میں ثابت و بیان ہو چکا ہے۔ باقی رہی احکام کی منسوخیت تو پادری صاحب اس کا حال بھی ذرا سُن لیں۔

بائبل کے احکام کی منسوخی

دینِ عیسوی میں توریت کے بہت سے احکام منسوخ ہو گئے۔ مثلاً :-

۱۔ یوم السبت کے عزت و احترام کا حکم

یوم السبت کی تعظیم کا حکم اور اس کو قابلِ احترام تسلیم کرنے کی تاکید عہدِ عتیق کی کتابوں میں بہت سے مقامات میں مذکور ہے۔

چنانچہ کتاب پیدائش باب ۲ آیت ۳ اردو ترجمہ ۱۹۲۲ء میں یوں ہے[1] :-

"اور خدا نے ساتویں دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا کیونکہ اس میں خدا نے ساری کائنات سے جسے اس نے پیدا کیا اور بنایا فارغ ہوا۔"

---

[1] قدیم ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں: "اور خدا نے ساتویں دن کو مبارک کیا اور مقدس ٹھہرایا اس لئے کہ خدا نے اوس دن اپنے سب کام سے جو کیا اور بنایا تھا آرام پایا۔" ۱۲ نجیب

خروج باب ۲۰ آیت ۱۰، ۱۱ اردو ترجمہ ۱۹۲۲ء میں ہے[1] :-

"لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں نہ تو کوئی کام کرے نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی نہ تیرا چوپایہ نہ کوئی مسافر جو تیرے ہاں تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو۔ کیونکہ خداوند خدا نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ اُن میں ہے وہ سب بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اُسے مقدس ٹھہرایا۔"

خروج باب ۳۱ آیت ۱۳ اردو ترجمہ ۱۹۲۲ء میں درج ہے[2] :-

"تو بنی اسرائیل سے یہ بھی کہہ دینا کہ تم میرے سبتوں کو ضرور ماننا۔ اس لئے کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان تمہاری پشت در پشت ایک نشان رہے گا تا کہ تم جانو کہ میں خداوند تمہارا پاک کرنے والا ہوں۔"

---

[1] قدیم ترجمہ یوں ہے :- "لیکن ساتواں دن خدا اپنے خداوند کا ہے اوس میں کوئی کچھ کام نہ کرے، نہ تو تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا خدمت کرنے والا، نہ تیری خدمت کرنے والی نہ تیرے مواشی نہ تیرے مسافر جو تیرے دروازے کے اندر ہے۔ اس لئے کہ خداوند نے چھ دن میں آسمان و زمین و دریا اور سب جو کچھ ان میں ہے بنائے اور ساتویں دن آرام لیا اس واسطے خداوند نے یوم السبت کو مبارک کیا اور اوسے مقدس ٹھہرایا۔" ۱۲

[2] قدیم ترجمہ یوں ہے :- "تو اسرائیل کو امر کر اور اون کو کہہ کہ تم میرے سبت کو مانو اس لئے کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان تمہارے قرنوں میں نشانی ہے۔" ۱۲ مجیب

اسی باب کی آیت ۱۶ میں ہے[۱] :-

"پس بنی اسرائیل سبت کو مانیں اور پشت در پشت اُسے دائمی عہد جان کر اس کا لحاظ رکھیں۔"

کتاب استثناء باب ۵ کی آیت ۱۵ اردو ترجمہ ۱۹۶۳ء میں اس کی تاکید کی گئی ہے کہ[۲] :-

"اور یاد رکھنا کہ تو ملک مصر میں غلام تھا اور وہاں سے خداوند تیرا خدا اپنے زور آور ہاتھ اور بلند بازو سے تجھ کو نکال لایا۔ اس لئے خداوند تیرے خدا نے تجھ کو سبت کے دن کو ماننے کا حکم دیا۔"

خروج باب ۱۶ کی آیت ۲۹، ۳۰ اردو ترجمہ ۱۹۶۳ء میں یوں حکم دیا گیا ہے :-[۳]

"دیکھو چونکہ خداوند نے تم کو سبت کا دن دیا ہے اسی لئے وہ تم کو چھٹے دن دو دن کا کھانا دیتا ہے۔ سو تم اپنی اپنی جگہ رہو اور ساتویں دن کوئی اپنی جگہ سے باہر نہ جائے۔ چنانچہ لوگوں نے ساتویں دن آرام کیا۔"

۱؎ قدیم ترجمہ یہ ہے :- "پس بنی اسرائیل سبت کو مانیں اور اُسے پشت در پشت عہد ابدی جان کے اوس میں ثبات کریں۔" ۱۲

۲؎ قدیم ترجمہ یوں ہے :- "یاد کر کہ تو مصر کی زمین میں غلام تھا اور خداوند تیرا خدا اپنے زور آور ہاتھ اور بالادستی سے تجھ کو وہاں سے نکال لایا اس لئے خداوند تیرے خدا نے تجھ کو فرمایا کہ سبت کے دن کی محافظت کر۔" ۱۲

۳؎ قدیم ترجمہ اس طرح ہے :- "دیکھو ازبسکہ خداوند نے تم کو سبت دیا اس لئے وہ تمہیں چھٹے دن دو دن کی روٹیاں دیتا ہے ہر ایک تم سے اپنی جگہ گوشہ گیر رہے ساتویں دن کسی کو رخصت نہ دے کہ اپنی جگہ سے باہر جاوے چنانچہ لوگوں نے ساتویں دن آسائش کی۔" ۱۲

یوم السبت کے احترام کا حکم نہ ماننے والوں کی سزا

خروج باب ۳۱ آیت ۱۴ میں اس روز کے نہ ماننے والوں کی سزا کے بارے میں یہ حکم ہے :-

"پس تم سبت کو ماننا اس لئے کہ وہ تمہارے لئے مقدس ہے جو کوئی اس کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے جو اس میں کچھ کام کرے وہ اپنی قوم میں سے کاٹ ڈالا جائے۔" [۱]

اسی کتاب (خروج) کے باب ۳۵ آیت ۲ میں یہ حکم ہے :-

"چھ دن کام کاج کیا جائے لیکن ساتواں دن تمہارے لئے روزِ مقدس یعنی خداوند کے آرام کا سبت ہو۔ جو کوئی اس میں کچھ کام کرے وہ مار ڈالا جائے۔" [۲]

حکم عدولی کی سزا کا اجراء

چنانچہ یہ حکم یعنی قتل کرنے کی سزا جو سبت کے نہ ماننے والوں کے لئے تجویز ہوئی تھی اس زمانہ میں جاری بھی ہو گئی۔ چنانچہ کتاب گنتی باب ۱۵ کی آیت ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، اور ۳۶ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء [۳] میں یوں مذکور ہے :-

---

[۱] قدیم اردو ترجمہ ۱۹۳۲ء اس آیت کا یوں ہے :- "پس تم سبت کو مانو اس لئے کہ وہ تمہارے لئے مقدس ہے جو کوئی اس کو پاک نہ جانے وہ مار ڈالا جائے جو اوس میں کچھ کام کرے وہ اپنی قوم سے کٹ جاوے۔"

[۲] قدیم ترجمہ یوں ہے :- "چھ دن تک کاروبار کیا جاوے اور ساتواں دن تمہارے لئے روز مقدس خداوند کی راحت کا سبب ہوگا جو کوئی اوس میں کام کرے گا مار ڈالا جائے گا۔" ۱۲ مجیب

"اور جب بنی اسرائیل بیابان میں رہتے تھے ان دنوں ایک آدمی ان کو سبت کے دن لکڑیاں جمع کرتا ہوا ملا اور جن کو وہ لکڑیاں جمع کرتا ہوا ملا وہ اسے موسیٰ اور ہارون اور ساری جماعت کے پاس لے گئے۔ انھوں نے اُسے حوالات میں رکھا کیونکہ ان کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے۔ تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ یہ شخص ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت لشکر گاہ کے باہر اُسے سنگسار کرے۔ چنانچہ جیسا خداوند نے موسےٰ کو حکم دیا تھا اس کے مطابق ساری جماعت نے اُسے لشکر گاہ کے باہر لے جا کر سنگسار کیا اور وہ مر گیا۔" [۱]

یوم السبت کے بارے میں حکم کا استمرار

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی "یوم السبت" کی فضیلت اسی طرح جاری رہی۔ چنانچہ کتاب نحمیاہ باب ۹ آیت ۱۴ اردو ترجمہ ۱۹۶۳ء میں یوں فرماتے ہیں :-

---

[۱] قدیم ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں :-

"اور جب بنی اسرائیل بیابان میں تھے انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سبت کے دن لکڑیاں جمع کرتا تھا تب وے اوس کو جو لکڑیاں جمع کر رہا تھا پکڑ کے موسیٰ اور ہارون اور ساری جماعت کے پاس لائے اونھوں نے اوسے قید میں ڈالا کیونکہ اُن کو بیان نہیں کیا گیا تھا کہ اوسے کیا کیا جاوے۔ تب خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ یہ شخص مار ڈالا جاوے ساری جماعت خیمہ گاہ کے باہر اوس پر پتھراؤ کرے چنانچہ ساری جماعت اوسے خیمہ گاہ کے باہر لے گئی اور اوسے سنگسار کیا کہ وہ مر گیا جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا۔" ۱۲ نجیب

"اور ان کو اپنے مقدس سبت سے واقف کیا اور اپنے بندہ موسیٰ کی معرفت
ان کو احکام اور آئین اور شریعت دی[1]"

حزقی ایل باب ۲۰ آیت ۱۱، ۱۲ میں یوں حکم دیا گیا ہے :-

"اور میں نے اپنے آئین ان کو دیئے اور اپنے احکام اُن کو سکھائے کہ
انسان ان پر عمل کرنے سے زندہ رہے اور میں نے اپنے سبت بھی ان کو
دیئے تاکہ وہ میرے اور ان کے درمیان نشان ہوں تاکہ وہ جانیں کہ میں
خداوند ان کا مقدس کرنے والا ہوں[2]"

یرمیاہ کی معرفت باب ۱۷ آیت ۲۲ میں یوں فرمایا :-

"اور تم سبت کے دن بوجھ اپنے گھروں سے اٹھا کر باہر نہ لے جاؤ اور
کسی طرح کا کام نہ کرو بلکہ سبت کے دن کو مقدس جانو۔ جیسا میں نے
تمہارے باپ دادا کو حکم دیا تھا[3]"

---

[1] ۱۸۲۲ء کے اردو ترجمہ کے الفاظ اس طرح ہیں :- "اور اپنا مقدس سبت انہیں سکھلایا اور اپنے بندہ موسیٰ کے ہاتھ سے اونہیں احکام اور حقوق اور فرائض فرمائے" ۱۲

[2] قدیم ترجمہ میں یہ عبارت یوں ہے :- "اور میں نے اپنے حقوق اونہیں دیئے اور اپنے احکام اونہیں جتائے ان چیزوں پر آدمی اگر عمل کرے تو اون سے جئے گا اور میں نے اپنے سبت بھی اونہیں دیئے کہ وے میرے اور ان کے درمیان نشان ہوویں تاکہ وے جانیں کہ میں خداوند اُن کا مقدس کرنے والا ہوں" ۱۲

[3] ۱۸۲۳ء کے اردو ترجمہ میں یہ آیت یوں ہے :- "اور تم سبت کے دن اپنے گھروں سے بوجھ نہ لے جاؤ اور کسی طرح کا کام نہ کرو بلکہ سبت کے دن کو مقدس جانو جیسا میں نے تمہارے باپ دادوں کو فرمایا" ۱۲

آیت ۲۷ میں ہے :-

"لیکن اگر تم میری نہ سنو گے کہ سبت کے دن کو مقدس جانو اور بوجھ اُٹھا کر سبت کے دن یروشلیم کے پھاٹکوں میں داخل ہونے سے باز نہ رہو تو میں اس کے پھاٹکوں میں آگ سلگاؤں گا جو اس کے قصروں کو بھسم کر دے گی اور ہرگز نہ بجھے گی" [1]

یوم السبت کا حکم حضرت عیسیٰ کے بعد

عہدِ جدید سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے بھی اس کی فضیلت کو برقرار رکھا۔ چنانچہ متی باب ۱۹ کی آیت ۱۶، ۱۷ میں ہے :-

"اور دیکھو ایک شخص نے پاس آ کر اس سے کہا اے استاد میں کونسی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ [2] نیک تو ایک ہی ہے لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر" [3]

---

[1] قدیم ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں :- "لیکن اگر میری نہ سنو گے کہ سبت کے دن کو مقدس جانو اور سبت کے دن یروشلیم کی پھاٹکوں سے بوجھ لے کر داخل نہ ہو تب میں اس کے پھاٹکوں میں آگ لگاؤں گا جو یروشلیم کے محلوں کو کھا جائے گی اور نہ بجھے گی" ۱۲

[2] اردو ترجمہ ۱۸۷۰ء میں یہ آیات اس طرح ہیں :- "اور دیکھو ایک نے آگے اوس سے کہا اے اچھے استاد میں کون سا اچھا کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اوس نے اس سے کہا کہ تو کیوں مجھے اچھا کہتا ہے کیونکہ اچھا تو کوئی نہیں مگر ایک خدا پھر اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہے تو حکموں پر عمل کر" ۱۲

[3] قدیم حوالہ میں یہ الفاظ ہیں :- "اوس نے اس سے کہا کہ تو کیوں مجھے اچھا کہتا ہے" جدید ترجمہ میں "مجھے اچھا کہتا ہے" کے بجائے "مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے" لکھا ہے مفہوم کا فرق واضح ہے۔ ۱۲ مجیب

یہاں "حکموں" کا لفظ مذکور ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے وہی "احکام عشرہ" مراد ہیں جو موسیٰ کی معرفت دیئے گئے تھے۔ بلکہ مرقس باب ۱۰ اور لوقا کے باب ۱۸ سے بھی ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔

انجیل متی باب ۲۴ کی آیت ۲۰ میں ہے :۔

"پس دعا کرو کہ تم کو جاڑوں میں یا سبت میں بھاگنا نہ پڑے"[1]

یوم السبت کی منسوخی باوجودیکہ عہد عتیق کی کتابوں میں سبت کے ماننے کے لئے اس قدر سخت تاکیدیں درج ہیں اور حضرت عیسیٰ نے بھی یوم السبت کے ماننے یا نہ ماننے کا حکم صراحت کے ساتھ نہیں دیا مگر مذکورہ بالا آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یوم السبت واجب الاتباع تھا۔ کیونکہ احکام عشرہ میں وہ بھی داخل ہے۔

برعکس اس کے مقدس پولس نے اس کو بھی منسوخ کر ڈالا جیسا کہ کلسیوں کے نام خط کے باب ۲ کی آیت ۱۴، اور ۱۶، ۱۷ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں اس نے لکھا ہے کہ :۔

"اور وہ حکموں کی وہ دستاویز مٹا ڈالی جو ہمارے نام پر اور ہمارے خلاف تھی اور اس کو صلیب پر کیلوں سے جڑ کر سامنے سے ہٹا دیا ۔۔۔۔ پس کھانے پینے یا عید یا نئے چاند یا سبت کی بابت کوئی تم پر الزام نہ لگائے۔ کیونکہ یہ آنیوالی چیزوں کا سایہ ہیں مگر اصل چیزیں مسیح کی ہیں"[2]

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۲۳ء کے مطابق یہ آیت یوں ہے :۔ "سو تم دعا مانگو کہ تمہارا بھاگنا جاڑے میں یا سبت کے دن نہ ہو"

[2] اور حکموں کا دستخط جو ہمارے مخالف تھا مٹا ڈالا اور اوس کو بیچ میں اٹھا کر صلیب پر کیلیں جڑیں پس کوئی کھانے یا پینے یا عید یا نئے چاند یا سبت کے دن کی بابت تمہیں گنہگار نہ ٹھہراوے کہ یہ آنے والی چیزوں کی سایہ ہیں پر بدن مسیح ہے"

برکٹ اور ڈاکٹر ڈویٹی آیت ۱۶ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :-

"یہود کے ہاں تین قسم کے دنوں کی محافظت کی جاتی تھی۔ اپنی ورسری یعنی سال کا پہلا دن جس کو یہاں آیت میں عید کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرے نوتری جو ہر مہینے کی پہلی تاریخ ہوتا تھا اور یہاں جس کو نیا چاند کہا ہے۔ تیسرا وکلی جو ہفتہ میں ایک بار ساتویں دن ہوا کرتا تھا۔ اور اس کو سبت کا دن کہا ہے۔ یہ تمام منسوخ ہوتے۔ بلکہ یہودیوں کے ساتویں دن کا سبت بھی۔ اور خداوند کا دن یعنی عیسائیوں کا پہلے دن کا سبت اس کی جگہ قائم ہوا۔"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین اسی آیت کی شرح میں لکھتے ہیں :-

"چونکہ حضرت عیسیٰ نے رسوماتی آئین کو منسوخ کر دیا لہٰذا اب کوئی شخص غیر قوموں کو اس کا لحاظ نہ کرنے پر الزام نہ لگائے۔"

بشپ ہورسلے اس آیت کی شرح میں یوں رقمطراز ہے :-

"لیکن یہودی کلیسا کا سبت موقوف ہوا اور کسی عیسائی کو اپنے سبت کی حفاظت میں فریسیوں کے وہموں کی پیروی کرنا ضروری نہیں۔"

بوسوبر[1] اور لارفان لکھتے ہیں :-

---

[1] ڈاکٹر حمید اللہ ان کا تعارف یوں پیش کرتے ہیں: بوسوبر Beausobre اور لوفان (L. Enfant) الخ عربی تلفظ باسوبر یا فان کیا گیا ہے۔ "اظہار الحق" کے اردو ترجمہ میں ایک شخص شمار کیا گیا ہے۔ مگر "اعجاز عیسوی" میں باسوبر اور لیافان" ذکر کر کے تصریح کر دی گئی ہے کہ دو اشخاص ہیں جنہوں نے مل کر بائبل کی تفسیر لکھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ان کی کتاب کا نام "عہد جدید کے مطالعہ کی تمہید" Introduction A LALecture DunouveauTestament تحریر کیا ہے جو فرانسیسی زبان میں ایمسٹرڈم (ہالینڈ) سے چھپی تھی۔ (ختیہ بائبل سے قرآن تک صفحہ ۲۳۵ مطبوعہ ۱۳۹۵ھ ج ۲)

"اور اگر تمام آدمیوں اور دنیا کی تمام قوموں پر یوم السبت کی حفاظت واجب ہوتی تو وہ ہرگز منسوخ نہ ہوتا جیسا اب حقیقت میں منسوخ ہو گیا اور عیسائیوں پر لازم ہوتا کہ پشت در پشت اس کی حفاظت کرتے، جیسا کہ شروع میں انہوں نے یہود کی تعظیم و تواضع کے سبب کیا تھا۔"

۲ - ختنہ

ختنہ کا حکم اور اس کی منسوخی

ختنہ کے حکم کی شدید تاکید عہد عتیق میں درج ہے اب عیسائیوں نے اس حکم کو بالکل اڑا دیا حالانکہ وہ ایسا دائمی حکم تھا جس کے منسوخ ہونے کے مسلمان بھی ہرگز قائل نہیں ہیں۔

کتاب پیدائش باب ۱۷، آیت ۱۰ تا ۱۴ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں ختنہ کا حکم یوں مذکور ہے[1]:-

"اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان

---

[1] قدیم ترجمہ کے الفاظ یہ تھے: "اور عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان جسے تم یاد رکھو گے یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک مرد کا ختنہ کیا جاوے اور اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تیرے درمیان ہے۔ تمہاری پشت در پشت ہر لڑکے کا جب وہ آٹھ دن کا ہو ختنہ کیا جائے گا گھر کا پیدا کیا پردیسی سے خریدا ہوا جو تیری نسل کا نہیں۔ تیرے خانہ زاد کو تیرے زر خرید کا ختنہ کیا جاوے اور میرا عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی رہے گا اور وہ جس کا ختنہ نہیں ہوا وہی شخص اپنے لوگوں میں سے کٹ جائے کہ اوس نے میرا عہد توڑا۔" ۱۲ تقی

ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ تمہارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے خواہ وہ گھر میں پیدا ہو خواہ اسے کسی پردیسی سے خریدا ہو جو تیری نسل سے نہیں۔ لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زرخرید کا ختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا۔"

یہ حکم حضرت مسیح کے عہد میں بھی جاری رہا اور اپنی پیدائش کے آٹھویں دن خود مسیح کا بھی ختنہ کیا گیا۔ بلکہ پولس کے زمانہ تک بھی اس پر عمل جاری رہا۔ چنانچہ خود پولس نے تیمتھیس کا ختنہ کرا دیا تھا۔ جیسا کہ اعمال باب ۱۶ آیت ۱، ۲، ۳ اردو ترجمہ سنہ ۱۹۶۱ء میں اس کی تصریح یوں موجود ہے:-[1]

"وہ پھر وہ دربے اور لسترہ میں بھی پہنچا تو دیکھو وہاں تیمتھیس نام ایک شاگرد تھا اس کی ماں تو یہودی تھی جو ایمان لے آئی تھی مگر اس کا باپ یونانی تھا۔ وہ لسترہ اور اکنیم کے بھائیوں میں نیک نام تھا۔ پولس نے چاہا کہ یہ میرے ساتھ چلے پس اس کو لے کر ان یہودیوں کے سبب سے جو اس نواح میں تھے اس کا ختنہ کر دیا کیونکہ وہ سب جانتے تھے کہ اس کا باپ یونانی ہے۔"

---

[1] قدیم ترجمہ کے الفاظ یوں ہیں: "وہ دربا اور لسطورہ میں پہنچا اور دیکھو وہاں طیطوس نامی ایک شاگرد تھا جسکی ماں یہودن تھی جو ایمان لائی پر اس کا باپ یونانی تھا اور وہ لسطرہ اور اقونیم کے بھائیوں کے نزدیک نیک نام تھا پاؤل نے چاہا کہ اوسے اپنے ساتھ لے چلے تو اوسکو لیجا کے اون یہودیوں کے سبب جو اون جگہوں میں تھے اوس کا ختنہ کیا کیونکہ وے سب جانتے تھے کہ اوس کا باپ یونانی تھا۔" ۱۲ نجیب

۳۔ دیگر احکامِ شریعتِ موسوی کی منسوخی

اور پھر معاملہ ان دو حکموں کی منسوخی پر ختم نہیں ہوا۔ بلکہ توراۃ کے سب احکام اور مکمل رسوماتی آئین حضرت عیسٰی کے عہد میں اور ان کے بعد حواریوں کے زمانہ میں بھی جاری رہے۔ جیسا کہ کتاب اعمال باب ۲۱ آیت ۱۸ تا ۲۴ اور ۲۶ میں اس طرح مذکور ہے :۔

"اور دوسرے دن پولس ہمارے ساتھ یعقوب کے پاس گیا اور سب بزرگ وہاں حاضر تھے۔ اُس نے انہیں سلام کر کے جو کچھ خدا نے اُس کی خدمت سے غیر قوموں میں کیا تھا مفصل بیان کیا۔ انہوں نے یہ سن کر خدا کی تمجید کی۔ پھر اس سے کہا بھائی تو دیکھتا ہے کہ یہودیوں میں ہزارہا آدمی ایمان لے آئے ہیں اور وہ سب شریعت کے بارے میں سرگرم ہیں۔ اور ان کو تیرے بارے میں سکھا دیا گیا ہے کہ تو غیر قوموں میں رہنے والے سب یہودیوں کو یہ کہہ کر موسیٰ سے پھر جانے کی تعلیم دیتا ہے کہ نہ اپنے لڑکوں کا ختنہ کرو نہ موسوی رسموں پر چلو۔ پس کیا کیا جاوے ؟ لوگ ضرور سنیں گے کہ تو آیا ہے۔ اس لئے جو ہم تجھ سے کہتے ہیں وہ کر۔ ہمارے ہاں چار آدمی ایسے ہیں جنہوں نے منت مانگی ہے۔ انہیں لے کر اپنے آپ کو ان کے ساتھ پاک کر اور ان کی طرف سے کچھ خرچ کر تاکہ وہ سر منڈائیں تو سب جان لیں گے جو باتیں انہیں تیرے بارے میں سکھائی گئی ہیں ان کی کچھ اصل نہیں بلکہ تو خود بھی شریعت پر عمل کر کے درستی سے چلتا ہے۔ ۲۶۔ پر پولس ان آدمیوں کو لے کر اور دوسرے دن اپنے

آپ کو ان کے ساتھ پاک کر کے ہیکل میں داخل ہوا اور خبر دی کہ جب تک ہم میں ہر ایک کی نذر نہ چڑھائی جائے تقدس کے دن پورے کریں گے"۔[1]

پس ان آیات سے یہ بات واضح اور آشکارا ہو جاتی ہے کہ شریعت موسوی کے احکام پولس کے زمانہ میں بھی بڑی سختی کے ساتھ رو بعمل تھے، یہاں تک کہ مقدس پولس کو بھی ظاہری طور پر ان کا اتباع کرنا پڑا۔ باوجودیکہ وہ دل میں کچھ اور عقیدہ رکھتا تھا جیسا کہ آئندہ سطور میں بیان ہو گا۔ چنانچہ "عبرانیوں کا نام کا خط" باب کی آیت ۱۳ کے اردو ترجمہ ۱۹۲۲ء میں مذکور ہے کہ:۔

---

[1] قدیم ترجمہ ۱۸۳۲ء کی عبارت اس طرح ہے:۔ "اور دوسرے دن پاؤل ہمارے ساتھ یعقوب کے ہاں گیا اور سب بزرگ وہاں اکٹھے تھے اور اونہیں سلام کر کے اوس نے جو کچھ خدا نے اوس کی خدمت کے وسیلہ غیر قوموں میں کیا تھا برابر بیان کیا اور اونہوں نے یہ سن کے خدا کی تعریف کی اور اوسے کہا بھائی تو دیکھتا ہے کہ کتنے ہزار یہودی ہیں جو ایمان لائے اور سب شریعت پر بہت گرم ہیں اور اونہوں نے تیرے حق میں سنا ہے کہ تو غیر قوموں میں سب یہودیوں کو سکھاتا ہے کہ موسیٰ سے پھر جاویں کہ کہتا ہے اپنے لڑکوں کا ختنہ نہ کرو اور شریعت کے دستوروں پر نہ چلو، اب کیا کیا چاہیئے لوگ ہر حال میں جمع ہوں گے کیونکہ سنیں گے کہ تو آیا ہے، سو یہ جو ہم تجھے کہتے ہیں کر ہمارے چار شخص ہیں جنہوں نے منت مانی ہے اونہیں ساتھ لے کر آپ کو اون کے ساتھ پاک کر اور اون کے لئے خرچ کر کہ اپنا سر منڈاویں تو سب جانیں گے کہ جو تیرے حق میں سنا کچھ نہیں بلکہ تو آپ درست چلتا اور شریعت کو مانتا ہے۔ تب پاؤل نے اون شخصوں کو ساتھ لیا اور دوسرے دن آپ کو اون کے ساتھ پاک کر کے ہیکل میں داخل ہوا اور خبر دی کہ جب تک اون میں ہر ایک کی نذر نہ چڑھائی جاوے پاک ہونے کے دن پورے کروں گا"۔ ۱۲ نجیب

"جب اُس نے نیا عہد کیا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور جو چیز پرانی اور مدت کی ہو جاتی ہے وہ مٹنے کے قریب ہوتی ہے[1]"

اس آیت کی شرح میں پاؤل صاحب لکھتے ہیں :-

"صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ نئی اور بہتر رسالت کے اقرار کرنے سے پہلے اور زیادہ ناقص کو منسوخ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہٰذا یہودیوں کا رسوماتی مذہب موقوف ہوتا اور اس کی جگہ دینِ عیسوی قائم کیا جاتا ہے"

مقدس پولس عبرانیوں کے نام خط کے باب ۱۰ آیت ۱ تا ۹ میں فرماتے ہیں :-

"کیونکہ شریعت جس میں آئندہ کی اچھی چیزوں کا عکس ہے اور اُن چیزوں کی اصلی صورت نہیں اُن ایک ہی طرح کی قربانیوں سے جو ہر سال بلا ناغہ گزرانی جاتی ہیں پاس آنے والوں کو ہرگز کامل نہیں کر سکتی۔ ورنہ اُن کو گزراننا موقوف نہ ہو جاتا؟ کیونکہ جب عبادت کرنے والے ایک بار پاک ہو جاتے تو پھر ان کا دل انہیں گنہگار نہ ٹھہراتا۔ بلکہ وہ قربانیاں سال بہ سال گناہوں کو یاد دلاتی ہیں۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ بیلوں اور بکروں کا خون گناہوں کو دور کرے۔ اسی لئے وہ دُنیا میں آتے وقت کہتا ہے کہ تو نے قربانی اور نذر کو پسند نہ کیا بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔ پوری سوختنی قربانیوں سے تُو خوش نہ ہوا۔ اس وقت میں نے کہا کہ دیکھ ! میں آیا ہوں (کتاب کے ورقوں میں میری نسبت لکھا ہوا ہے) تاکہ اے خدا ! تیری مرضی پوری کروں۔ اوپر تو وہ فرماتا ہے کہ نہ تو نے

---

[1] قدیم ترجمہ یوں ہے : "جب جب اوس نے نیا کیا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور وہ جو پرانا اور دُنی ہے مٹنے کے نزدیک ہے" ۱۲ نجیب

قربانیوں اور نذروں اور پوری سوختنی قربانیوں اور گناہ کی قربانیوں کو پسند کیا اور نہ ان سے خوش ہُوا۔ حالانکہ وہ قربانیاں شریعت کے موافق گزرانی جاتی ہیں۔ اور پھر یہ کہتا ہے کہ دیکھ میں آیا ہوں تاکہ تیری مرضی پوری کروں۔ غرض وہ پہلے کو موقوف کرتا ہے تاکہ دوسرے کو قائم کرے ''۔ [1]

آیت ۸، ۹ کی شرح میں پاؤل یوں لکھتا ہے :۔

'' حواری ان دو آیتوں میں اس کی دلیل پیش کرتا ہے کہ ان آیتوں میں یہودیوں کی قربانی کے بالکل غیر کافی ہونے کی طرف اشارہ ہے اور

---

[1] قدیم اردو ترجمہ ۱۸۳۹ء کی عبارت اس طرح ہے :۔ '' شریعت جو آنے والی نعمتوں کی پرچھائیں ہیں اور اون چیزوں کی حقیقی صورت نہیں اون قربانیوں سے جو وے ہر سال ہمیشہ گزرانتے اون کو جو وہاں آتے ہیں کبھی کامل نہیں کر سکتے نہیں تو وے قربانی گزارنے سے باز آتے کیونکہ عبادت کرنے والے ایک بار پاک ہو کر آگے کو اپنے تئیں گنہگار نہ جانتے پر قربانیاں برس برس گناہوں کو یاد دلاتی ہیں کیونکہ ہو نہیں سکتا کہ بیلوں اور بکریوں کا لہو گناہ کو مٹا دے۔ اس لئے کہ وہ دنیا میں آتے ہوئے کہتا ہے کہ قربانی اور نذر کو تو نے نہ چاہا پر میرے لئے ایک بدن تیار کیا، سوختنی قربانی اور ان قربانیوں سے جو بدن کے لئے ہیں تو راضی نہ ہوا تب میں نے کہا دیکھ میں آتا ہوں، میری بابت کتاب کے دفتر میں لکھا ہے تاکہ خداوند تیری مرضی بجا لاؤں۔ پہلے جب کہا کہ قربانی اور نذر اور سوختنی قربانی اور گناہ کی قربانی کی خواہش تو نے نہ کی نہ اون سے خوش ہوا اور یہی قربانیاں شریعت کے موافق گزرانی جاتی ہیں، تب اوس نے کہا کہ دیکھ اے خداوند میں آتا ہوں کہ تیری مرضی بجا لاؤں تو وہ پہلے کو مٹاتا تاکہ دوسرے کو ثابت کرے ''۔ ۱۲ نجیب

اس لئے مسیح نے ان کے نقصانوں کو پورا کرنے کی غرض سے اپنے اوپر موت کی تکلیف کو گوارا کیا۔ اس طرح اس نے ایک بات اختیار کر کے دوسری چیز پر عمل کو منسوخ کر دیا"

ایسے ہی عبرانیوں کے نام خط باب ۷ کی آیت ۱۱، ۱۲ یوں مذکور ہے:-

"پس اگر بنی لاوی کی کہانت سے کاملیت حاصل ہوتی[1] (کیونکہ اسی کی ماتحتی میں امت کو شریعت ملی تھی)، تو پھر کیا حاجت تھی کہ دوسرا کاہن ملک صدق کے طریقہ کا پیدا ہوا اور ہارون کے طریقہ کا نہ گنا جائے اور جب کہانت بدل گئی تو شریعت کا بھی بدلنا ضرور ہے"

بشپ ہال آیت ۱۲ کی تفسیر میں لکھتا ہے:-

"جو کہانت احکام الٰہی اور توریت کا چھوٹا جزو تھی اور اس کا کام یہ تھا کہ شریعت کی حفاظت اور خبر داری اس کی رو سے کی جائے اس لئے یہ ضروری ہوا کہ جب کہانت بدل گئی تو شریعت بھی ضرور ہی بدل دی جائے"

ڈاکٹر میکنائیٹ اسی آیت کی شرح یوں کرتا ہے:-

"توریت کے مطابق کہانت کا کام جانوروں کی قربانی گذرانتے اور عابدوں کے بدن کو رسوم ادا کر کے شرعی نجاستوں سے پاک کرنے پر مشتمل تھا، تا کہ وہ لوگ جماعت عام میں خدا کی عبادت کریں۔ لیکن جب ایک کاہن ملک صدق

---

[1] قدیم اردو ترجمہ سنہ ۱۸۳۹ء کی عبارت یوں ہے:- "اگر لیواتی والی کہانت سے کاملیت ہوتی کہ لوگ شریعت سے اس کے پابند تھے تو کیا احتیاج تھی کہ دوسرا کاہن ملک صدق کے طور پر ظاہر ہو اور ہارون کے طور پر نہ کہلاوے پس اگر کہانت بدل جاوے تو شریعت کا بھی بدل ڈالنا ضرور ہو گا" ۱۲ مجیب

کے طور پر آیا اور جس کا یہ کام تھا کہ عابدوں کے دلوں کو جانوروں کی قربانی کے بجائے اپنی قربانی سے پاک کرے تب کہانت بدل گئی اور جانوروں کی قربانی اور بنی اسرائیل کے جسم کو غسل وغیرہ کے ذریعہ پاک کرنے کے بارے میں جو احکام شریعت تھے کلی طور پر بدل دیئے یعنی بالکل موقوف کر دیئے گئے ہیں۔"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں آیت ۱۱ تا ۲۰ کی تفسیر میں یوں مرقوم ہے :-

"جس کہانت اور شریعت کے ذریعہ تکمیل نہیں ہو سکتی موقوف ہو گئی، ایک نیا کاہن اٹھا اور ایک نئی معافی قائم ہوئی جس سے سچے یقین کرنے والے کامل ہوں۔"

"گلتیوں کے نام خط" باب ۳ آیت ۱۰ تا ۱۴ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں مقدس پولس یوں فرماتے ہیں [1] :-

"کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت

---

[1] قدیم ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں :- "کیونکہ وے سب جو شریعت کے عمل پر بھروسہ رکھتے ہیں لعنتی ہیں کہ لکھا ہے جو کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر کہ شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں قائم نہیں رہتا لعنتی ہے۔ پر یہ بات کہ کوئی خدا کے نزدیک شریعت سے راستباز نہیں ٹھہرتا سو ظاہر ہے کیونکہ جو ایمان سے راستباز ہوا سو ہی جئے گا۔ پر شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں بلکہ وہ آدمی جس نے اس کے حکموں پر عمل کیا سو انہیں سے جئے گا۔ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا لعنتی ہے۔ تاکہ ابرہام کی برکت غیر قوموں تک یسوع مسیح سے پہنچے تاکہ ہم ایمان سے اس روح کو جس کا وعدہ ہے پاویں۔" ۱۲ نجیب

ہیں ۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جو کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں وہ لعنتی ہے ۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت کے وسیلہ سے کوئی شخص خدا کے نزدیک راستباز نہیں ٹھہرتا کیونکہ لکھا ہے کہ راستباز ایمان سے جیتا رہے گا اور شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں بلکہ لکھا ہے کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ ان کے سبب سے جیتا رہے گا ۔ مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکا دیا گیا وہ لعنتی ہے تاکہ مسیح یسوع میں ابرہام کی برکت غیر قوموں تک بھی پہنچے اور ہم ایمان کے وسیلہ سے اس روح کو حاصل کریں جس کا وعدہ ہوا ہے "

لارڈ فرحا صاحب ان آیتوں کو نقل کرکے جلد ۹ صفحہ ۴۸۰ پر لکھتے ہیں :-

" میرا خیال ہے کہ اس جگہ حواری کی جو مراد اور مطلب ہے وہ یہ ہے اور وہ اس کی تعلیم اکثر کرتا ہے ۔ یعنی حضرت عیسٰی کی موت اور صلیب سے یا تو شریعت منسوخ ہو گئی اور یا بے فائدہ ہو گئی "

پھر صفحہ ۴۸۸ پر لکھتے ہیں :-

" ان مقامات پر حواری صراحت کے ساتھ یہ بیان کرتا ہے کہ شریعت کے رسماتی احکام کا منسوخ ہو جانا عیسٰی کی موت کا نتیجہ ہے "

مقدس پولس گلیتوں کے نام خط باب ۲ کی آیت ۲۰، ۲۱ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں لکھتے ہیں :-

" میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں اور اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے اور میں جو اب جسم میں زندگی گزارتا ہوں تو خدا کے بیٹے پر ایمان لانے سے گزارتا ہوں جس نے مجھ سے محبت رکھی اور

اپنے آپ کو میرے لئے موت کے حوالے کر دیا۔ میں خدا کے فضل کو
بے کار نہیں کرتا۔ کیونکہ راستبازی اگر شریعت کے وسیلہ سے ملتی تو
مسیح کا مرنا عبث ہوتا "۔ ؎۱

ڈاکٹر ہامنڈ آیت ۲۰ کی شرح میں یوں لکھتے ہیں :-

"اس نے میرے لئے اپنی جان دے کر موسیٰ کی شریعت سے مجھے چھٹکارا دلایا"۔

اور آیت ۲۱ کی شرح میں کہتے ہیں :-

"یہ آزادی میں اسی لئے استعمال کرتا ہوں اور نجات کے لئے شریعت
پر بھروسہ نہیں کرتا اور نہ موسیٰ کے احکام کو ضروری سمجھتا ہوں اس لئے
کہ وہ تو گویا مسیح کی انجیل کو بے فائدہ قرار دیتا ہے"۔

ڈاکٹر وٹ بی آیت ۲۱ کی شرح میں یوں لکھتا ہے :-

"اگر ایسا ہو تو اس کا مرکے نجات خریدنا کچھ بھی ضروری نہیں تھا اور نہ اس
کی موت میں کچھ خوبی تھی"۔

پاؤل لکھتا ہے :-

"اگر یہودیوں کی شریعت ہمیں بچاتی اور نجات دیتی تو مسیح کی موت کی
کیا ضرورت تھی اور اگر ہماری نجات کے لئے شریعت ایک جزو ہے تو

؎۱ قدیم اردو ترجمہ ۱۸۳۹ء کی عبارت یوں ہے :- "میں مسیح کے ساتھ صلیب پر
کھینچا گیا لیکن زندہ ہوں پر تو بھی میں نہیں بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے اور میں جو اب جسم
میں زندہ ہوں سو خدا کے بیٹے پر ایمان سے زندہ ہوں جس نے مجھ سے محبت کی اور
آپ کو میرے بدلے دیا۔ میں خدا کے فضل کو بیجا نہیں ٹھہراتا کیونکہ راستبازی اگر شریعت سے
ملتی تو مسیح بے فائدہ موا"۔ ۱۲ مجیب

مسیح کی موت اس کے واسطے کافی نہ ٹھہری "۔

مقدس پولس نے اسی طرح اور بہت سے مقامات پر ایسے ہی لکھا ہے اور عیسائی علماء نے ان کی پیروی کرتے ہوئے ان آیات کی ویسی ہی شرح کی ہے۔ مثلاً پولس عبرانیوں کے نام اپنے خط کے باب ۷ کی آیت ۱۸ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۴ء میں یوں لکھتا ہے :-

"غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا"[1]

الغرض پولس کے مذکورہ بالا اقوال اور دوسرے عیسائی علماء کی طرف سے ان کی شروح و تفاسیر سے ہر عاقل اور صحیح فہم رکھنے والے شخص پر یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ توراۃ کے احکام منسوخ ہو گئے۔ لہٰذا پادری صاحب کا یہ کہنا کہ کتب مقدسہ نہ کبھی منسوخ ہوتی ہیں نہ ہوں گی بالکل لغو ہو گیا اور اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ پادری صاحب ان چند اوراق کو جو انھوں نے "میزان الحق" کے پہلے باب کی دوسری فصل میں نسخ کے بارے میں سیاہ کئے ہیں بالکل نکال ڈالیں۔ اس لئے کہ اول تو اس فصل کی بنیاد ہی غلط ہے، کیونکہ پادری صاحب شروع ہی میں کہتے ہیں کہ :-

"قرآن اور اس کے مفسرین دعوی کرتے ہیں کہ جس طرح زبور کے آنے سے توریت اور انجیل کے ظاہر ہونے سے زبور منسوخ ہوتی الخ"

پھر صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں :-

"اس حالت میں محمدیوں کا دعوی بے اصل و بے جا ہے جو کہتے ہیں کہ زبور توریت

---

[1] اردو ترجمہ ۱۸۳۹ء میں یہ آیت یوں ہے :- "پس اگلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب منسوخ ہوا" ۱۲ تقی

کو اور انجیل ان دونوں کو منسوخ کرتی ہے۔" الخ

حالانکہ یہ صریح بہتان ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں کسی جگہ یہ نہیں آیا ہے کہ زبور کے سبب سے توریت منسوخ ہوئی اور نہ ہی کہیں یہ لکھا ہے کہ انجیل کے ظاہر ہونے سے زبور منسوخ ہوئی اور نہ کوئی مفسر اس بات کا قائل ہے بلکہ اس کے برعکس تفسیر عزیزی میں سورۂ بقرہ کی آیت ۸۱ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ الآیہ۔ کی تفسیر کے تحت اس طرح لکھا ہے :-

"اور موسیٰ کے پیچھے ہم نے اور رسولوں کو بھیجا جو حضرت یوشع اور حضرت الیاس اور حضرت الیسع اور حضرت شموئیل اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت شعیا اور حضرت ارمیا اور حضرت یونس اور حضرت عزیر اور حضرت حزقیل اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ وغیرہم چار ہزار آدمی تھے۔ اور یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر گزرے ہیں اور ان کے بھیجنے سے اُوسی شریعت کے احکام کا جاری کرنا مقصود تھا جو بنی اسرائیل کی سستی اور کاہلی سے مندرس و متروک اور ان کے علماء بد کی تحریفات کے سبب متغیر ہو چلے تھے۔"

اور سورۂ نساء کی آیت ۱۶۱ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا کی تفسیر کے ذیل میں تفسیر حسینی میں یوں لکھا ہے :-

"اور ہم نے داؤد کو کتاب دی جس کا نام زبور تھا۔ وہ کتاب جناب الٰہی کی حمد و ثنا پر مشتمل اور امر و نواہی سے خالی تھی بلکہ داؤد کی شریعت وہی توریت کی شریعت تھی۔"

یہ سب مباحثۂ دینی[1] کے پہلے حصہ میں مفصل لکھا گیا ہے اور پادری صاحب

---

[1] حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور ڈاکٹر وزیر خاں صاحب مرحوم کی پادری فانڈر سے رد عیسائیت پر خط و کتابت پر مشتمل کتاب جو پہلی مرتبہ مطبعہ منعیہ اکبر آباد سے ۱۲۷۰ھ میں طبع ہوئی (از مقدمہ بائبل سے قرآن تک ص ۱۹۵ جلد ۱) ۱۲ مجیب

سے بھی جلسہ عام میں سب کے سامنے پیش کیا گیا۔[1]

دوم۔ پادری صاحب جو کچھ عقلی اعتراض کر کے مسئلہ نسخ کے بارے میں قباحتیں نکالتے ہیں تو وہ سب کی سب مقدس پولس کے سر پڑتی ہیں۔

الحاصل جس طرح پادری صاحب کا دعویٰ عدم تحریف کے بارے میں لغو نکلا اسی طرح نسخ کے بارے میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے غلط ثابت ہوا۔

● پادری صاحب کا یہ کہنا :۔

"کیونکہ آسمان و زمین ٹل جائیں گے پر خدا کا کلام نہیں ٹلے گا"

جو متی باب ۲۴ آیت ۳۵ یا لوقا باب ۲۱ آیت ۳۳ کی طرف اشارہ ہے۔ مگر اس کو ان کے دعویٰ سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ کیونکہ وہ آیت خاص اسی پیشین گوئی سے متعلق ہے جو اسی باب میں بیان ہوتی ہے۔ جیسا کہ بشپ پیرس کا کہنا ہے کہ :۔

"اس کی مراد یہ ہے کہ میری یہ پیشین گوئیاں یقیناً پوری ہوں گی"

ڈین اسٹان ہوپ یہ کہتا ہے کہ :۔

"اگرچہ آسمان اور زمین اور سب چیزوں کی نسبت تبدیل کے قابل نہیں ہیں مگر پھر بھی اتنی مستحکم نہیں ہیں جتنی کہ میری پیشین گوئیاں ان چیزوں کی نسبت مستحکم ہیں۔ وہ چیزیں سب مٹ جائیں گی مگر ان پیشین گوئیوں سے متعلق میری باتیں ہرگز نہ بدلیں گی اور جو بات کہ میں نے اب بیان کی ہے

---

[1] پادری فانڈر کے ساتھ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر وزیر خان مرحوم کا وہ مناظرہ جو ۱۱ رجب ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء کو اکبر آباد آگرہ میں ہوا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "البحث الشریف فی مسئلتی النسخ والتحریف علی ہامش اظہار الحق جلد ۲" (از مقدمہ بائبل سے قرآن تک صفحہ ۱۸۶ ج ۱) ۱۲ مجیب

اس کا ایک شوشہ مطلب سے متجاوز نہ ہو گا ۔"

اس کے علاوہ توریت کے بارے میں بھی حضرت مسیح کا قول متیٰ باب ۵ آیت ۱۷، ۱۸ میں یوں منقول ہے :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں ۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا ۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے ۔"

حالانکہ توریت کے احکام بلاشبہ منسوخ ہو گئے جیسا کہ مقدس پولس اور دوسرے علماء کے اقوال اوپر گزر چکے ہیں ۔ اس کے جواب میں پادری صاحب شاید اپنی عادت کے مطابق عوام الناس کو مغالطہ دینے کی غرض سے یہ کہیں گے کہ وہ احکام منسوخ نہیں ہوئے بلکہ مسیح کے آنے سے ان کی تکمیل ہوتی ۔ تو اس صورت میں ہم کہتے ہیں :-

- اولاً :- یہ عذر مسئلہ نسخ کے منافی نہیں ۔
- ثانیاً :- یہ کہ جو احکام حضرت مسیح کے آنے سے پہلے منسوخ ہوئے ان کا کیا جواب ہو گا ۔ جیسا کہ کتاب سموئیل اول باب ۲ آیت ۳۰ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء میں عیلی کے متعلق یوں حکم ہوا ہے[1] :-

"اس لئے خداوند اسرائیل کا خدا فرماتا ہے کہ میں نے تو کہا تھا کہ تیرا گھرانا اور تیرے باپ کا گھرانا ہمیشہ میرے حضور چلے گا ۔ پر اب خداوند فرماتا ہے کہ یہ بات مجھ سے دور ہو کیونکہ وہ جو میری

---

[1] قدیم اردو ترجمہ کی عبارت اس طرح ہے :- "سو خداوند (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عزت کرتے ہیں میں ان کی عزت کروں گا پر وہ جو میری تحقیر کرتے ہیں
بے قدر ہوں گے "
بشپ پیٹرک اس آیت کی شرح میں یوں رقمطراز ہے:۔
"خدا کے وہ حکم جو اُس کے لئے اور اس کے کنبے کے لئے پشت در
پشت سردار کاہن ہونے کے لئے دیا تھا منسوخ کر دیا۔ یہ عہدہ
حضرت ہارون کے بڑے بیٹے الیعزر کے لئے مقرر ہوا تھا۔ ان
سے ان کے بڑے بیٹے فینحاس کو منتقل ہوا۔ اس کے بعد ہارون
کے چھوٹے بیٹے الیتامار کی اولاد بنی عیلی کو منتقل ہوا۔ جیسے
اب پھر بنی عیلی کے گناہ کے سبب الیعزر کے خاندان میں
منتقل ہوا ہے "
اسی طرح کتاب احبار باب ۱۷ میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ بنی اسرائیل میں سے
کوئی شخص خیمۂ اجتماع کے دروازے کے سوا اور کہیں ذبح نہ کرے اور
اگر کوئی کہیں اور بھی ذبح کرے گا تو اُس پر خون کا الزام ہو گا اور اُسے
مار ڈالا جائے گا۔ لیکن کتاب استثناء باب ۱۲ کے بموجب یہ حکم
منسوخ ہو گیا۔
ہورن صاحب جلد اول صفحہ ۶۱۹ پر ان دونوں آیتوں کا ذکر

(بقیہ حاشیہ صفحہ سے آگے) اسرائیل کا خدا فرماتا ہے کہ میں نے تو کہا
تھا کہ تیرا گھر اور تیرے باپ کا گھر ہمیشہ میرے آگے کام کرے گا پر اب خداوند بولا کہ
کبھی مجھ کو گوارا نہ ہوگا کیونکہ وے مجھے تعظیم کرتے ہیں میں اون کو بزرگی دوں گا اور وے جو
میری تحقیر کرتے ہیں بے قدر ہوں گے " ۱۲ نجیب

کرکے لکھتے ہیں کہ :-

"ان دونوں فقروں میں ظاہراً تناقض واقع ہے لیکن خیال کرنے سے کہ آئین موسوی میں بنی اسرائیل کے حالات کے موافق کمی بیشی کردی جاتی تھی اور پھر وہ آئین ایسے نہ تھے کہ کبھی بدلے نہ جائیں اس کی توجیہہ بڑی آسانی سے ہوسکتی ہے ۔"

پھر لکھتا ہے :-

"ان کی (یعنی بنی اسرائیل کی) ہجرت کے چالیسویں سال فلسطین میں داخل ہونے سے پہلے استثناء کے باب ۱۲ کی آیت ۱۵، ۲۰ تا ۲۲ میں جو حکم (کتاب احبار میں) دیا گیا تھا موسیٰ نے اس حکم کو منسوخ کردیا اور اجازت دے دی کہ فلسطین میں داخل ہوتے ہی گائے بیل، بھیڑ وغیرہ جہاں چاہیں وہاں ذبح کریں اور کھالیں ۔" (ملخصاً)

اس کے علاوہ اور بہت سے احکام ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے پہلے منسوخ ہو گئے ہیں ۔ یہاں طوالت کے خوف سے ان کا بیان چھوڑ دیا ۔ البتہ کتاب "ازالۃ الشکوک" میں ان میں سے بیشتر کا تذکرہ ہوا ہے ۔ تفصیل کے لئے وہاں ملاحظہ فرمائیں ۔

اس صورت حال میں پادری صاحب کا یہ قول کہ

"پس وہ محمدی شخص جو حقیقت کا طالب ہے ان مقدس کتابوں میں خدا کا غیر منسوخ اور غیر محرف کلام پائے گا ۔"

بالکل مہمل ہو کر رہ جاتا ہے ۔

الحاصل اگر ہم کتب مقدسہ کے محرف و منسوخ ہونے کے بارے میں اب

تک مذکور ہونے والے وجوہ و دلائل کو اختصار کے ساتھ پھر بیان کریں تو انہیں دلیلوں سے صریح طور پر ثابت اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ محمدیوں کا دعویٰ ٹھیک اور بجا ہے اور عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہ کتب مقدسہ نہ کبھی منسوخ ہوئیں اور نہ محرف، سراسر مہمل اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابیں بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بھی اور بعد میں بھی ہمیشہ تحریف و تبدیل کا شکار ہوتی رہیں۔ لہٰذا حقیقت کا طالب عیسائی ان کتابوں کو تحریف کا شکار اور منسوخ پائے گا۔ اس لئے اس پر لازم ہے کہ ان کتابوں سے ہاتھ کھینچ کر اپنی نجات کی راہ ڈھونڈے اور سچے دل سے قرآن شریف پر ایمان لا کر نجات حاصل کرے۔

چنانچہ ہم اس فصل کو یہیں پر ختم کر کے صاف دل عیسائیوں کی ہدایت کے لئے "خاتمہ" کے لکھنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس میں دین عیسوی کے احوال کے بارے میں مختصر بیان کریں گے۔ کیونکہ تفصیلات لکھنے کے لئے تو ضخیم کتاب چاہیئے۔ ہاں اگر وقت نے اجازت دی تو انشاءاللہ تعالیٰ اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا جائے گا۔

خاتمہ

عیسائی مذہب

تبریس قیصر کی حکومت کے پندرہویں برس جب پنطیس پیلاطس یہودیہ کا حاکم تھا اور ہیرودیس گلیل کا اور اس کا بھائی فلپس اتوریہ اور ترخونی تس کا اور لسانیاس ابلینے کا حاکم تھا اور حنا اور کائفا سردار کاہن تھے اس وقت خدا کا کلام بیابان میں زکریاہ کے بیٹے[1] یوحنا پر نازل ہوا۔ اور وہ یردن کے سارے گردونواح میں جاکر گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرنے لگا[2]۔ کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے[3] اور لوگوں کو بپتسمہ دینا شروع کیا۔ اسی عرصہ میں حضرت مسیح بھی ان کے پاس گئے اور بپتسمہ لیا[4]۔ لیکن جب یحییٰ (یوحنا) کی شہرت زیادہ ہوگئی اور انہوں نے ہیرودیس کو کچھ ملامت کی تو اس نے ان کو قید میں ڈالا دیا[5]۔ حضرت مسیح نے جب ان کے قید ہونے کی خبر سنی تو گلیل کو روانہ ہوئے اور ناصرہ کو چھوڑ کر کفرنحوم میں جا بسے۔ اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے[6] اور

---

[1] قدیم حوالہ میں "یحییٰ بن ذکریا" مذکور ہے۔ غالباً یحییٰ اور یوحنا میں تلفظ کا فرق ہے ۔ ۱۲ انجیب

[2] لوقا باب ۳ آیت ۱، ۲، ۳ [3] متی باب ۳ آیت ۲ [4] لوقا باب ۳ آیت ۲۱۔

[5] لوقا باب ۳ آیت ۱۹، ۲۰ [6] متی باب ۴ آیت ۱۲، ۱۳، ۱۷۔

وہ یہودیوں کو ہی مخاطب کرتے اور انہی کو وعظ و نصیحت کر کے دینِ عیسوی کی ترغیب دیتے رہے۔ کیونکہ وہ خاص انہی کی طرف بھیجے گئے تھے جیسا کہ خود مسیح نے ایک کنعانی عورت کو جس نے آکر اپنی بیٹی کو تندرست کرنے کی استدعا کی تھی صاف جواب دیا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔[1] اور ایسا ہی حکم حواریوں کو بھی دے کر روانہ کیا کہ تم غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔[2]

چنانچہ حضرت مسیح اس طرح یہودیوں کی ہدایت میں مصروف رہے اور بہت کم لوگ ان پر ایمان لائے۔ مگر اکثر یہودی ان کے درپئے آزار تھے۔ آخر کار یہوداہ اسکریوتی کو ہمراہ لے کر حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر کے سردار کاہن کے پاس لے گئے۔ اس نے (سردار کاہن) عدالت کا ڈھونگ رچایا اور فیصلہ دیا کہ عیسیٰ کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہیں اس لئے پنطیس پیلاطس کے پاس بھیج دیا کہ وہ اس کے قتل کا حکم دے۔[3] اب تک مسیح کے حواریوں اور شاگردوں نے اس کی تعلیم کی حقیقت اور مطلب بالکل نہیں سمجھا تھا اور ان کا کمزور ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کا حریص تھا۔ اس کے گرفتار ہوتے ہی وہ سب بھاگ گئے[4] اور (دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی) اسی امید پر یوحنا کی ماں نے مسیح سے یہ

---

[1] متی باب ۱۵ آیت ۲۲ - ۲۴ - ۱۲ نجیب

[2] متی باب ۱۰ آیت ۵ و ۶ - ۱۲ نجیب

[3] "تاریخ کلیسا" مؤلف ولیم میور صفحہ ۲

[4] "تاریخ کلیسا" مؤلفہ ولیم میور صفحہ ۵

درخواست کی تھی کہ یہ میرے دونوں بیٹے تیری بادشاہی میں تیری داہنی اور بائیں طرف بیٹھیں[1] اسی نیت سے پطرس نے حضرت مسیح سے کہا تھا کہ ہم تو سب کچھ چھوڑ کر تیرے پیچھے ہو لئے ہیں پس ہم کو کیا ملے گا۔[2]

اگر وہ بات سچی ہو جو مسیح کا قول قرار دی گئی تو مسیح نے بھی ایسا کچھ ہی کہا ہے کہ تم وہ ہو جو میری آزمائشوں میں برابر میرے ساتھ رہے اور جیسے میرے باپ نے میرے لئے ایک بادشاہی مقرر کی ہے میں بھی تمہارے لئے مقرر کرتا ہوں تاکہ میری بادشاہی میں میری میز پر کھاؤ پیو۔ بلکہ تم تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے۔[3]

الغرض کوئی بھی صورت ہو بہرحال ان لوگوں کے ذہن میں یہ بات کہ مسیح دنیاوی سلطنت قائم کرے گا اور ہم بھی حکومت کریں گے، ایسی جمی ہوئی تھی کہ جب حضرت مسیح دنیا سے سدھارے تو وہ افسوس کرنے لگے اور کہتے تھے کہ ہم کو امید تھی کہ اسرائیل کو مخلصی یہی دے گا[4] یہاں تک کہ جب حضرت عیسیٰ سے دوبارہ ان کی ملاقات ہوئی تو اس سے پوچھا کہ کیا تو اسی وقت اسرائیل کو بادشاہی پھر عطا کرے گا۔[5]

پس اس صورت میں ضروری تھا کہ روح القدس ان پر دوبارہ نازل ہوتا تاکہ ان کی بے ایمانی اور سخت دلی دور ہو جاتے[6] کیونکہ حضرت مسیح کا ان کو روح القدس سے بھر دینا اور معجزوں کی طاقت عطا کرنا کچھ کام نہ آیا۔ لیکن

---

[1] متی باب ۲۰ آیت ۲۱ [2] متی باب ۱۹ آیت ۲۷ [3] لوقا باب ۲۲ آیت ۲۸، ۲۹، ۳۰ [4] لوقا باب ۲۴ آیت ۲۱ [5] اعمال باب ۱ آیت ۶ اور تاریخ ولیم میور صفحہ ۱ [6] مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴

جب روح القدس اترا تو عجب انداز میں ان پر اترا کہ بڑی آندھی جیسی آواز آئی۔ شاید ایسا ہوا ہو گا جیسے آج کل بگولے آیا کرتے ہیں۔[1]

الحاصل جب وہ روح القدس سے بھر گئے تو یہودیوں کی ہدایت کے کام میں مصروف ہو گئے۔ البتہ شریعت موسوی کے مطابق عمل کرتے رہے۔ نماز پڑھنا کلیسا میں جانا اور کھانا پینا سب توریت کے احکام کے مطابق جاری رہا لیکن تھوڑے دنوں بعد ساؤل نامی ایک یہودی جو حضرت مسیح کا کٹر دشمن رہا چلتے ہوئے عیسائی ہو گیا اور عیسائی ہونے کے بعد پولس مقدس بن گیا۔ لیکن اس وقت تک غیر قوم میں سے کسی شخص کو عیسائی نہیں بنایا گیا تھا اس لئے کہ حواریوں کے ذہن میں تو وہی بات راسخ تھی جو حضرت مسیح نے فرمائی تھی کہ تم غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ یہاں تک کہ کرنیلیس کو جو کہ غیر قوم میں سے تھا۔ عیسائی کرنے کے لئے پطرس کو مشاہدہ کرایا گیا۔ چنانچہ اس پر وہ شبہ میں پڑ گیا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ اتنے میں کرنیلیس کے آدمی آئے اور اس کو قیصریہ کو لے گئے اور جب وہاں کے لوگوں نے عیسائی ہونے کی درخواست کی۔ پطرس ان سے باتیں کر ہی رہا تھا کہ روح القدس ان سب پر نازل ہوا۔ مختون سب حیران ہوئے کہ غیر قوموں پر بھی روح القدس کی بخشش جاری ہوئی۔ یہ دیکھ کر پطرس نے حکم دیا کہ انہیں یسوع مسیح کے نام سے بپتسمہ دیا جائے۔[2]

غرض اس مشاہدہ کے باعث غیر قوم بھی عیسائی ہونے لگی۔ مگر اب یہ گل کھلا کہ مختون، جو کہ شریعت موسوی پر عمل پیرا ہونے کے مدعی تھے۔ اس سے متفق

---

[1] "تاریخ کلیسا" مؤلفہ ولیم میور۔

[2] خلاصہ کتاب اعمال باب ۱۰ - ۱۲ بجیب

www.KitaboSunnat.com

نہیں سمجھتے کہ یہودیوں کے علاوہ غیر قومیں بھی احکام شریعت بجا لائیں۔ اور غیر قوموں کو ان کی یہ بات ناگوار لگی۔ چنانچہ پولُس اور برنباسؔ کی ان مختونوں سے بہت تکرار اور بحث ہوئی تو تجویز یہ ہوا کہ اس مسئلہ کے فیصلہ کے لئے رسولوں اور بزرگوں کے پاس یروشلیم جائیں۔ پھر وہ سب اکٹھے ہو کر یروشلیم میں پہنچے۔ وہاں کونسل کا جلسہ منعقد ہوا۔ پطرسؔ، برنباسؔ اور پولُسؔ نے مختونوں کے نقطۂ نظر کے خلاف بیان کیا۔ یعقوب نے درمیانی راہ اختیار کی اور یہ مشورہ دیا کہ غیر قوموں کی گردن پر سارا بوجھ ڈالنا مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ بعض احکام کا اتباع ان پر لازم کیا جائے۔ اور نام نہاد روح القدس کے نام سے ایک سرکولر جاری ہو کہ روح القدس اور ہم نے مناسب جانا کہ ان ضروری باتوں کے سوا تم پر اور بوجھ نہ ڈالیں کہ تم بتوں کی قربانیوں کے گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے پرہیز کرو۔ اگر تم ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھو گے تو سلامت رہو گے۔ والسلام[1]

چنانچہ اس سرکولر کے مطابق غیر قوموں پر تو شریعت کی پابندی لازم نہ رہی مگر مختون حضرات اسی شریعت موسوی کے متبع رہے۔ لیکن مقدس پولُسؔ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ شریعتِ موسوی کو بالکل مٹا دینے کا کارنامہ انجام دیا اور کہا کہ اگلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب منسوخ ہو چکا ہے[2]۔ اور پاک لوگوں کے لئے سب کچھ جائز ہے۔ لہٰذا جب شرعی احکام پر عمل اور ان کا اتباع ختم ہو گیا۔ اور لوگوں نے اس دین میں ہر طرح کی آسائش اور آرام پایا تو

---

[1] خلاصہ اعمال باب ۱۵   [2] عبرانیوں کے نام خط باب ۷ آیت ۱۲، ۱۱ اور باب ۸ آیت ۱۳ کی طرف اشارہ ہے۔

غیر قوم کے لوگ بڑی رغبت سے عیسائی ہونے لگے۔ کیونکہ یہ بات بدیہی طور پر واضح اور آشکارا ہے کہ انسان جو کہ ابتدائے خلقت سے گناہوں میں مبتلا ہے۔ اس قسم کی باتوں کی طرف بہت جلد متوجہ ہوتا ہے اور اچھی باتوں کی طرف اس کا دل بہت کم مائل ہوتا ہے۔

لیکن پولس مقدس نے اگرچہ احکام شریعت کو منسوخ کرنے کا حکم دے دیا تھا اس کے باوجود بھی مختون لوگ جو کہ نئے عیسائی ہوئے تھے اس کو تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ جب وہ یروشلیم میں آیا تو بزرگوں کو خوف ہوا کہ یہودیوں میں ہزارہا آدمی ایمان لے آئے ہیں اور وہ سب شریعت کے بارے میں سرگرم ہیں اور پولس کے حال سے بھی واقف ہیں۔ یقیناً جمع ہو کر فساد کریں گے۔ پھر پولس کو سمجھایا کہ ہمارے جن آدمیوں نے منت مانی ہے ان کے ساتھ داخل ہو کر منت ادا کر تاکہ وہ سب لوگ جان لیں کہ جو باتیں انہیں تیرے بارے میں سکھائی گئی ہیں ان کی کچھ اصل نہیں اور پولس نے بھی ان کی بات تسلیم کر کے ایسا ہی کیا[1]

الغرض وادریان کے عہد تک سب لوگ اسی طرح تورات کے احکام کی تعمیل میں سرگرم رہے۔ لیکن جب بادشاہ نے یہ حکم جاری کیا کہ جو کوئی ختنہ کرے گا قتل کر دیا جائے گا تو اس وقت فلسطین کے عیسائیوں نے اس خوف سے کہ کہیں انہیں بھی یہودیوں میں شمار نہ کر لیا جائے۔ موسوی رسومات کو بالکل چھوڑ دیا اور مرقس کو اپنا پیشوا قرار دیا۔ مگر ان لوگوں کو یہ بات ناگوار گزری جو یہودی رسوم ادا کرنے پر دلی طور پر راغب اور شدت سے عمل پیرا تھے اور مغربی

---

[1] خلاصہ اعمال باب ۲۱۔

فلسطین میں اپنی جماعتیں قائم کیں اور ان میں موسوی رسوم کو اس درجہ اور کروفر کے ساتھ بحال رکھا۔ یہ لوگ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو سند میں برابر سمجھتے تھے[1]۔

چنانچہ جب دو فرقے ہو گئے تو پہلا فرقہ جو حقیقتاً عیسائی تھا اور توریت کی حمایت میں مصروف رہتا تھا بدعتی قرار دیا گیا اور ان کا نام ابیونیہ رکھا گیا۔ دوسرا فرقہ جو توریت سے برگشتہ ہو گیا تھا اور جس کی بنیاد پولس پہلے ہی مضبوط کر چکے تھے روز بروز ترقی کرتا گیا۔ اس طرح دین عیسوی تو دنیا سے مفقود ہوتا چلا گیا اور دین پولس کی ترقی ہونے لگی۔

دوسری صدی میں ایک اور بات ایسی ہوئی جس کے سبب دین پولس کے پھیلنے میں بہت بڑی مدد ملی اور وہ یہ تھی کہ افلاطون[2] اور فیثاغورث[3] کے پیروؤں میں یہ مقولہ مشہور تھا کہ سچائی اور خدا پرستی کی ترقی کے لئے جھوٹ بولنا اور فریب دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ قابلِ تحسین ہے۔ حضرت عیسیٰ کی تشریف آوری سے پہلے یہ مقولہ ان سے یہودیوں نے بھی سیکھ لیا۔ اور ان دونوں سے یہ وبا عیسائیوں کو بھی لگ گئی۔ چنانچہ وہ جھوٹی کتابیں جو بڑے معزز ناموں کے ساتھ منسوب کر کے دوسری اور تیسری صدی میں دنیا میں پھیلائی گئیں۔ ان سے یہ بات وضاحت کے ساتھ سامنے آجاتی ہے اور یہ بات کوئی تعجب خیز نہیں تھی اور نہ عیسائی حضرات اس کے محتاج تھے کہ انہی لوگوں سے یہ بات سیکھ کر اس پر عمل کریں، کیونکہ اس صدی کا جو حال تھا اس کو ایک بڑا مورخ اس طرح بیان کرتا ہے کہ :-

---

[1] تاریخ موشیم [2] تاریخ کلیسا ج ۱ ص ۶۵ [3] ایضاً ص ۶۲

بہ

"اگر اخلاق کے بدرہنما سے ایسا شخص مراد ہے جو ان کاموں کی حدود خاصیت سے واقف نہ ہو جو عیسائیوں پر لازم تھے اور نیکی اور بدی کی بھی صاف صاف تمیز نہ رکھتا ہو اور کتب مقدسہ کے اصل مطلب کو سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور اسی سبب سے اکثر بے تحقیق ڈانواں ڈول ہوں۔ یا احکام الٰہی کے بیان کرنے میں بھی غلطی میں پڑ جاتا ہے۔ اگرچہ بسا اوقات اچھی بات بھی کہتا ہو۔

اگر بدرہنما سے ایسا شخص جو مذکورہ بالا تعریف سے متصف ہو مراد لیا جائے تو تسلیم کر لیا جائے کہ یہ تو بلاشبہ بہت سے مرشدوں پر بھی صادق آتا ہے۔"

تیسری صدی میں دین پولسی نے ایک نیا رنگ اختیار کیا کہ اُس وقت کے علماء نے تو اول تو کتب مقدسہ کی تمام عبارتوں کو تمثیلی معانی سے تعبیر کرنا شروع کیا۔ دوسرے جن عیسائی علماء نے منطق و فلسفہ کی تحصیل کی اپنے استادوں کا اتباع کرتے ہوئے بت پرستوں اور یہودیوں کے ساتھ مباحثہ کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس طرح بھی ہو، اگرچہ فریب ہی سے کیوں نہ ہو، فتح حاصل ہو جائے۔

فریبی تقریروں کے ذریعہ مخالفین کو مغلوب کرنے کے اس طریقے سے بہت سی قباحتوں نے جنم لیا۔ مثلاً مشہور لوگوں کی طرف منسوب کر کے اس لئے بہت سی کتابیں شائع ہو گئیں کہ ان کا درجہ استناد بڑھ جائے۔ چنانچہ کنتیس یعنی کتاب اصول ایمانیہ تصنیف ہو کر حواریوں کے نام سے مشہور ہوتی۔ اپاسٹالیکل کانسٹی ٹیوشن یعنی حواریوں کے قواعد جس کی تالیف کلیمنس کی طرف منسوب ہے۔ ریگ نیشنز اور کلیمنٹائن جو کلیمنس کی تصنیف قرار دی جاتی ہیں اور اسی طرح بہت سی دوسری

کتابیں شائع ہوئیں جن کو بھولے بھالے لوگ ایک عرصہ تک قدر و منزلت کے ساتھ معتبر سمجھتے رہے۔ مکر و فریب کا یہ انداز نہ صرف مباحثہ و مناظرہ کرنے والوں نے اپنا رکھا تھا بلکہ راہب حضرات نے بھی اپنے گروہ کی تائید کے لئے فریب کاری اختیار کر رکھی تھی اور اپنے گروہ کو دیونی سشس کی طرف منسوب کرنے لگے۔ اس شخص کو پولس نے پہلی صدی میں عیسائی کیا تھا۔ چنانچہ اس جھوٹ کو اور مستحکم کرنے کی غرض سے علم اسرار اور مجاہدات کی کئی کتابیں اس کی طرف منسوب کی گئیں۔

اس صدی میں اگرچہ ہر درجہ کے آدمیوں کے لئے شادی کرنا روا تھا لیکن جو لوگ بن بیاہے رہتے عفت اور پارسائی میں زیادہ تر نام پیدا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس صدی میں لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ جو لوگ عورتوں سے شادی کرتے ہیں انہی پر شیطانوں کا اثر رہتا ہے۔ اور جو یہ بات بڑی فائدہ کی معلوم ہوتی تھی کہ جو لوگ کلیسا کے حاکم ہوں ان پر شیاطین کا اثر نہ ہونے پائے۔ لہٰذا یہ تجویز ہوا تھا کہ پادری حضرات اس مزہ سے محروم رہیں۔ اسی بنا پر کلیسا کے بہت سے لوگ اور خاص طور پر افریقہ میں لوگوں کی یہ خواہش پوری کرنے پر راضی ہو گئے۔ لیکن اس بات کی کوشش کی کہ اپنی نفسانی خواہشات پر بھی جبر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ان عورتوں کے ساتھ تعلقات قائم کر لئے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عفیفہ رہنے کی منت کر بیٹھی تھیں اور یہ بات بحسب عادت رائج ہو رہی تھی کہ پادری لوگ رات کو اپنے بستر پر ان عورتوں میں سے ایک عورت کو شریک کر لیتے تھے مگر ظاہر میں یہی اظہار ہوتا تھا کہ اس معاملہ میں ایسا کوئی امر نہیں ہے جس سے عفت و پارسائی میں فتور آئے[1]۔

---

[1] موشیم صاحب کی تاریخ کلیسا کی تیسری صدی کا بیان۔ ۱۲ من المصنف

چوتھی صدی میں ہر بات کی ترقی ہوئی اور اس صدی میں بے شمار واہیات اور خرافات کا پھیلاؤ رہا۔ اور دینِ عیسوی کے پھیلنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ جب شاہ قسطنطین نے اپنے خسر کو قتل کر ڈالا اور طبیعت میں کچھ گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور اس کے کاہن نے اس کا قصور معاف نہ کیا تو اس نے مجبوراً عیسائی پادریوں کو بلایا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو ہم ابھی تمہارا قصور معاف کئے دیتے ہیں، چنانچہ وہ عیسائی ہو گیا اور ایسا سعادت مند عیسائی ہوا کہ سب سے پہلے تو اس کاہن کو مروا ڈالا جس نے اُس کے گناہ معاف کرنے سے انکار کیا تھا۔ پھر اپنی بیوی فاستہ اور بیٹے کرسپوس اور دونوں بہنوئیوں، چھوٹے بھانجے اور بے شمار دوست آشناؤں کو قتل کر ڈالا۔[1]

اسی بادشاہ کے عہد میں ۳۲۵ء میں "کونسل[2] نائس" منعقد ہوئی اور اس میں الوہیت مسیح جیسے مدت سے زیر بحث چلے آنے والے مسئلے کا تصفیہ ہوا۔ اس کونسل کے انعقاد کی وجہ یہ تھی کہ آریوس نے جو کہ الوہیت مسیح کا منکر تھا، دونوں یوسی بیسوں اور دیگر علماء کی مدد سے اپنے عقیدہ کو خوب پھیلانا شروع کیا۔ اور اتھانیشیس اس کا مدمقابل ہوا تو قسطنطین نے اس نزاع کو دیکھ کر اس کونسل کے انعقاد کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کونسل میں تیرہ[13] بشپ حضرات اور بہت سے پادریوں نے عقیدۂ تثلیث سے انکار کیا۔ بعض لوگ تثلیث کے تو قائل ہوئے مگر

---

[1] اف ہاکس صاحب کا دورات کا مباحثہ ۔ ۱۲ من المصنف

[2] اعجازِ عیسوی میں یہی نام ہے۔ اظہار الحق کے اردو ترجمہ میں اسی کو "نیقاوی کونسل" تحریر کیا ہے۔ ۳۲۵ء میں یہ مجلس نیقیا یا نائیس (Nicaea) میں منعقد ہوئی۔ (بائیبل سے قرآن تک ج ۲ ص ۹۳، و حواشی ۳۰) ۱۲ نجیب

روح القدس کے بجائے حضرت مریم کو تثلیث میں داخل کرتے تھے[1] لیکن جب بادشاہ نے اعلانیہ حکم دیا کہ جو شخص تثلیث سے انکار کرے گا اس کا مال ضبط کر لیا جائے گا اور اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ تب اکثر لوگوں نے بادشاہ کے خوف سے عقیدۂ تثلیث پر دستخط کر دیئے۔ چنانچہ اس وقت سے تثلیث قائم ہوئی اور اتھانیشتس کے عقیدہ کو شہرت حاصل ہو گئی۔ قسطنطین کے مرنے کے بعد اس کے جانشینوں نے دین عیسوی کے رواج دینے میں بڑی کدو کاوش کی اور یہ حکم دے دیا کہ جو شخص کسی دوسرے مذہب کا اتباع کرے گا سزا پائے گا۔ چنانچہ اس طریقہ سے عیسائی دین روز بروز ترقی پانے لگا۔ لیکن جوں جوں اس دین کی ترقی ہوئی صورتیں بھی نئی نئی پیدا ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ پوپ حضرات کے زمانے میں جو جو باتیں اور عجیب وارداتیں وقوع میں آئیں پروٹسٹنٹ کی تاریخ کی کتابیں ان سے مالا مال ہیں کہ ہم کو وہ سارا حال لکھتے ایک تو شرم آتی ہے دوسرے تطویل کا خوف مانع ہے۔

غرض پندرہویں صدی تک پوپ حضرات کا خوب زور شور رہا۔ چنانچہ فرقہ پروٹسٹنٹ کا ایک بڑا مستند شخص[2] لکھتا ہے کہ تحریک اصلاح کے ابتداء میں جب دجال (یعنی پوپ۔ ۱۲ منہ) اپنی سلطنت پر قابض اور اس سے بیٹھا تھا تب لوتھر اٹھا۔

---

[1] اسی سبب سے ان لوگوں کا نام میریا مایٹ رکھا گیا تھا اور عرب میں ایک فرقہ تھا جس کو کولیرو ڈینیس کہتے تھے وہ بھی حضرت مریم کو تثلیث میں داخل کرتے اور ان کے لئے ایک قسم کی روٹی تیار کرتے تھے (سیل صاحب) ۱۲ من المصنف

[2] بشپ نٹش وعظ ۱۹ م جلد اول صفحہ ۵۰۸ - ۱۲ من المصنف

ایک دوسرا پروٹسٹنٹ عالم[1] لکھتا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ بہت صدیوں تک تمام روئے زمین پر عموماً ارتداد پھیلا ہوا تھا اور اس وقت ہمارا کلیسا ظاہر نہ تھا۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کی ایک بڑی مستند کتاب[2] میں یوں مرقوم ہے کہ آٹھ سو برس سے زیادہ تک دنیادار اور پادری لوگ، فاضل اور جاہل اور دینِ عیسوی کے سارے قرن اور فرقے اور سب درجہ کے مرد و عورت اور بچے بڑی بت پرستی میں ڈوب چکے تھے۔

ایک اور پروٹسٹنٹ[3] یوں لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے تین سو سالہ برس بعد دجالی اور پوپی سلطنت شروع ہوئی اور ۱۲۶۰ برس تک بلا حجت و تکرار قائم رہی۔

الحاصل یہی سلطنت جس کو پروٹسٹنٹ لوگ دجالی قرار دیتے ہیں پندرہویں صدی کے آخر تک برقرار رہی اور معاملات دینی کے مسائل کا تصفیہ اور کونسلوں وغیرہ کا انعقاد سب کچھ انہیں پوپ حضرات کے زمانۂ تسلط میں وقوع میں آتا رہا۔

سولہویں صدی میں پولسی دین پر ایک عجیب انقلاب آیا یعنی جب لیودہم پوپ کی گدی پر بیٹھا تو اس نے انڈلجنس[4] کا قدیم دستور جاری کر دیا اور اپنے متبعین کو

---

[1] پرکنس کریڈ یعنی عقیدوں کی شرح میں صد ۴۰۰ ۱۲ من المصنف

[2] ہوملی تب پرکی برائی کے خلاف میں حصہ سوم صد ۲۵۱ ۔ ۱۲ من المصنف

[3] ناپر صاحب اپنی کتاب میں مشاہدات کی بابت صد ۶۸ ۔ ۱۲ من المصنف

[4] (Indulgence) انڈلجنس گناہوں کی معافی کی ایک سند ہوا کرتی تھی جس کا مضمون یہ ہوتا تھا :-

"اے فلاں! ہمارا رب مسیح یسوع تجھ پر رحم کرے گا اور تجھ کو اپنی رحمت کاملہ سے معاف کرے گا۔ اما بعد مجھ کو سلطان الرسل پطرس و پولس اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حکم دیا کہ گناہوں کی معافی کی سندیں بیچا کریں۔ سیکسنی میں اکثر آگسٹائن کے گروہ اس

(بقیہ حاشیہ صفحۂ سے آگے) اس علاقہ کے بڑے بڑے پوپ کی جانب سے جو اختیارات دیئے گئے ہیں ان کی بنا پر میں سب سے پہلے تیری خطاؤں کو بخشتا ہوں۔ خواہ کسی جگہ ان کو کیا گیا ہو۔ پھر دوسرے تیرے قصوروں اور کوتاہیوں کو اگرچہ وہ شمار سے زیادہ ہوں بلکہ آئندہ کی لغزشوں کو جنہیں پوپ نے حلال کیا ہے اور جب تک کنجیاں رومی کلیسا کے ہاتھ ہی میں ان تمام عذابوں کو بخشتا ہوں، جن کا تو مطہر (جہنم) میں مستحق ہونے والا ہے اور میں مقدس کلیسا کے اسرار اس کے اتحاد اور خلوص کی طرف سے تیری رہنمائی کروں گا اور بپتسمہ کے بعد تو معصوم ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جب تو مرے گا تو تجھ پر عذابوں کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور فردوس کے دروازے تیرے لئے کھول دیئے جائیں گے اور اگر تجھ کو فی الحال موت نہ آئی تو یہ بخشش آخری دم تک اپنے پورے اثر کے ساتھ تیرے لئے باقی اور قائم رہے گی، باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے آمین یہ لکھا گیا ہے معافی یوحنا کے ہاتھ جو وکیل روم کا قائم مقام ہے۔"

مغفرت ناموں کی اسی طرح بہت سی تحریریں تاریخ میں ملتی ہیں، پوپ کو پیسے دے کر گناہ معاف کرانے کی یہ رسم سالہا سال سے بغیر کسی روک ٹوک کے جاری رہی ہے۔ اس کی دلچسپ تاریخ کے لئے ملاحظہ فرمائیے" انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ ۲۰۷ ج ۱۲ مقالہ (Indulgence) اس رسم کے ذریعے کیسے کیسے گھناؤنے کاموں کا لائسنس دے دیا گیا تھا؟ تاریخ میں اس کے عجیب عجیب واقعات ملتے ہیں، کلیرک نے "تاریخ کلیسا" میں کِڈ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ " ۱۵۱۷ء میں ایک پادری جان ٹیٹزل (tatzel) نے عام اعلان کر دیا تھا کہ اگر کسی عیسائی نے اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کی ہو اور وہ کچھ رقم پوپ کے مغفرت کے صندوق میں ڈال دے تو پوپ کو دنیا اور آخرت دونوں میں یہ اختیار ہے کہ وہ اس کے گناہ معاف کر دے اور اگر پوپ نے گناہ معاف کر دیا تو خدا کو ایسا ہی کرنا پڑے گا۔" (شارٹ ہسٹری آف دی چرچ صفحہ ۲۷۰)

کام کے لئے مامور ہوا کرتے تھے۔ اور اس اعتقاد پر ان کو فائدہ بھی ہوتا تھا اور قدر و منزلت بھی بڑھتی تھی۔ لیکن آرکم بولڈی نے یہ عہدہ ڈومیشان کے گروہ کو دے دیا۔ اس پر مارٹن لوتھر نے جو کہ آگسٹائن کے گروہ میں سے تھا۔ اپنے گروہ کی ذلت دیکھ کر انڈلجنس کی خرید و فروخت کی برائیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔ اور جب لوگوں نے اس کا ساتھ وہ مقابلہ کیا تو وہ انڈلجنس (مغفرت نامون) ہی کی برائیاں بیان کرنے لگا۔[1] اس پر فساد برپا ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ اس کی خبر پوپ تک پہنچی۔ پہلے تو پوپ نے خط وغیرہ بھیج کر اس کو فہمائش کی۔ مگر جب وہ انحراف سے باز نہ آیا تو بل یعنی اس مضمون کا فرمان صادر کیا کہ اگر لوتھر اپنی خطاؤں سے توبہ نہ کرے تو اسے کلیسا سے خارج کر دیا جائے۔ مگر لوتھر اس کو بھی خاطر میں نہ لایا اور اس بل کو جلا ڈالا اور پوپ کی اطاعت سے خارج ہو کر معلم ملکوت کی صلاح اور مشورہ سے اپنے نئے دین کی بنا ڈالی۔ یہ سارا قصہ خود مصلح دین عیسوی اپنی کتاب "ڈیسا پرٹوتیا" میں یوں بیان کیا ہے کہ یکایک آدھی رات کو میں جاگ اٹھا تو شیطان نے مجھ سے یہ گفتگو شروع کی کہ اے فاضل شخص حسن تو نے پندرہ برس تک جو خلوت میں ماس کو ادا کیا ہے۔ شاید یہ بت پرستی ہو اور حضرت عیسیٰ کا خون اور بدن اس میں نہ ہو اور صرف روٹی اور شراب ہی کی عبادت خود تو نے بھی کی ہو اور دوسروں سے بھی کرائی ہو۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ میں مسیح کیا ہوا ہوں پادری ہوں اور مجھ کو بشپ نے مقرر کیا ہے اور میں جو کچھ کرتا ہوں اپنے بڑوں کی اطاعت اور حکم سے کرتا ہوں۔ شیطان نے جواب دیا

---

[1] ہنری ہشتم کی تاریخ مصنفہ میمور صاحب

[2] والسنگھام صاحب کی "دین کی تلاش" ۱۲ من المصنف

یہ سچ ہے مگر ترک اور دوسری قومیں بھی جو کچھ کرتی ہیں اپنے بزرگوں ہی کی اطاعت سے کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح یوریعام کے کاہن بھی گرمجوشی سے اپنے کام کیا کرتے تھے۔ تو کیا تیری تقریر بھی ایسی ہی جھوٹی نہیں ہو سکتی جیسے ترک اور سامریوں کے کاہن اور ان کی عبادت جھوٹی ہے۔

لوتھر کہتا ہے کہ یہ باتیں سن کر مجھ کو پسینہ آگیا اور دل کانپنے لگا۔ شیطان نے میرے رد میں اپنے موقع و محل کے لحاظ سے بہت معقول دلیلیں پیش کی تھیں۔ الغرض اس مباحثہ میں اس نے مجھے مغلوب کر لیا اور میں خاموش کھڑا اس کی بات دلیلوں کو سنتا رہا جو اس نے میرے تقرر اور پادری گری کے بطلان میں پیش کیں۔ چنانچہ اس نے پانچ دلیلیں پیش کیں۔

لوتھر کہتا ہے کہ اس ضرورت اور مشکل میں شیطان کو اس پرانی ڈھال سے یعنی ایمان اور ارادہ کلیسا کی نیکی پر سے ہٹا دیتا۔ لیکن شیطان نے کہا کہ یہ بتلاؤ تو سہی یہ کہاں لکھا ہے کہ بے ایمان اور شریر آدمی دوسرے شخص کو مسیح کر سکتا ہے۔ لوتھر کہتا ہے کہ شیطان کی دلیلوں اور اعتراضوں کا میں کچھ جواب نہ دے سکا البتہ سکرامنٹ میں مسیح کی حضوری کا میں قائل رہا۔[۱]

القصہ کچھ تو انڈالجنس (مغفرت نامے) کے نہ ملنے کے سبب اور کچھ معلم الملکوت کی تعلیم کے باعث لوتھر صاحب نے دین پولسی میں اصلاح کی۔ لیکن افسوس اس کی زندگی میں اس کے شاگردوں نے اس اصلاح میں ترمیم کرنا شروع کر دی۔ ادھر زونگلی (Zwingli) اور کارلا اسٹادیس سکرامنٹ میں مسیح کی حضوری کا انکار کر کے الگ ہو گئے اور ادھر اسٹارک وغیرہ نے فرقہ انابپٹسٹ کی بنیاد

---

[۱] والسنگھام صاحب کی "دین کی تلاش" ۱۲ من المصنف

ڈالی۔ کالون اور بیزا نے اپنا کلیسا الگ بنا لیا۔ ناکس نے اپنی تعلیم الگ کی۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کے درپے آزار ہو گئے اور بہت سے فسادات ہوئے۔ کشت و خون تک نوبت پہنچی اور بہت سے لوگ مارے گئے۔ ان لوگوں کے حالات لکھتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے اور پھر کتاب کا حجم بھی بڑھ رہا ہے۔ کالون اور بیزا کے حالات کی تفصیل جاننے کے خواہشمند ڈاکٹر بولساکٹ کی کتاب دیکھ سکتے ہیں۔ اور یہ کتاب بیزا کی زندگی میں ہی لکھی گئی تھی۔ اور ناکس کے حالات مٹلر تین کی تاریخ اسکاٹ لینڈ میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں اور فرقہ انا باتیست کے بزرگوں کا کچا چٹھا فاکس کی کتاب "الشہداء" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اسی صدی کے وسط میں علماء کے حد درجہ اختلافات اور باہم دست و گریبان ہونے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کے پیروکاروں کے عقائد الحاد کی طرف رخ کرنے لگے۔ سب سے پہلے ایسے لوگ فرانس اور اٹلی میں ظاہر ہوئے۔ یہ لوگ ایک خدا کو مانتے تھے اور حضرت عیسیٰ کا کچھ لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ حواریوں اور انجیل نویسوں کے مسائل کو قصے کہانیاں اور خواب قرار دیتے تھے۔ تمام دینوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ البتہ جن کی طاقت سے خوف محسوس کرتے ان کے دین پر کبھی بظاہر عمل پیرا بھی ہوتے تھے۔ ان میں سے بعض کا عقیدہ یہ تھا کہ جسم کے ساتھ روح نہیں مرتی اور کچھ کی رائے اس مسئلہ اور خدا کی ربوبیت کے بارے میں اپی کیورین کے موافق تھی۔ یعنی بندوں کو پیدا کر دینے کے بعد خدا کو ان کے معاملات سے کچھ تعلق نہیں رہا۔ ان میں سے بہت سے لوگ فلسفہ اور دوسرے بہت سے علوم میں ماہر تھے اور بلا کے ذہین تھے۔ الحاد کی اس بلا میں خود بھی گرفتار تھے اور سخت محنت اور کوشش سے

دوسروں میں بھی اس کو پھیلاتے تھے۔

سترہویں صدی میں ایسے لوگوں کی اور ترقی ہوئی۔ جرمنی اور انگلستان میں بھی ان کے خیالات پھیلنے لگے۔ لارڈ ہربرٹ (۱۵۸۳ء / ۹۹۱ھ تا ۱۶۴۸ء / ۱۰۵۸ھ) مسٹر بلاؤنٹ، تھامس ہوبس (۱۵۸۸ء / ۹۹۶ھ، ۱۶۷۱ء / ۱۰۸۲ھ) ارل شافٹ لسٹ بری اور ٹولینڈ جیسے بڑے بڑے فضلاء ملحد ہو گئے۔ چنانچہ اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں ان لوگوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

اٹھارہویں صدی میں اس قسم کے ملحدانہ عقائد کی ترقی اپنے عروج پر پہنچ گئی امریکہ و ہسپانیہ وغیرہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ حتیٰ کہ یہ بلا عالمگیر صورت اختیار کر گئی اور اس زمانہ میں تو ان سب مقامات میں الحاد کا بڑا ہی زور شور ہے۔ ڈوآیٹ اپنی کتاب "سفرِ جرمنی" کے صفحہ ۴۰۹ اور ۴۱۰ پر لکھتا ہے کہ :-

"علم کلام کے جھگڑے میں عہدِ عتیق کی سچائی اور الہیت پر حملہ ہوا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کے الہامی ہونے کا یقین جرمنی میں سے نکل گیا۔ بعد ازاں عہدِ جدید کے خطوط پر نزاع شروع ہوئی اور نتیجہ یہ نکلا کہ کسی ایک مصنف کے غیر الہامی قرار پا جانے کے بعد دوسرے کو بھی ویسا ہی قرار دے دیا گیا۔ یہاں تک کہ بہت سے متکلمین نے ان خطوط کو بے کار سمجھ کر اور ان کو صرف دین عیسوی کے اشاعت کا آلہ اور تاریخ کی کتاب قرار دیا۔ اس کے بعد انجیلوں کے بارے میں ایسا ہی حملہ ہوا۔ یہاں تک کہ پادریوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ کا مقام ارسطو[1]

---

[1] ارسطو (ارسطاطالیس) افلاطون کا شاگرد۔ ۱۲

اور افلاطون[1] سے زیادہ نہ رہا۔ اس تمام الحاد کا اثر اٹھارھویں صدی کے وسط کے فرانسیسی فلاسفر سے بھی سبقت لے گیا۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ پادری لوگ بھی ملحد ہو گئے تو انھوں نے بھی اسی طریقہ کو اپنا لیا۔ جرمنی سے دینِ عیسوی کی بیخ کنی کی قوی ترین وجہ یہی ہوئی۔"

مسٹر ہوٹ اپنی کتاب (مطبوعہ ۱۸۴۴ء) میں لکھتا ہے:-

"وہ تقریباً پورے جرمنی کے مدرسوں میں الحاد کا غلبہ ہے۔ کینٹ کے عقائد کو ہیگل اور دیگر لوگوں نے ترمیم کر کے دینِ عیسوی کو ایک کہانی قرار دے دیا۔ فلاسفر نے جرمنی میں دینِ عیسوی کے بازو توڑ ڈالے۔ عہدِ جدید کی معجزانہ باتوں کو کہانیاں قرار دے دیا۔

حضرت عیسیٰ کے معجزات اور یہودیوں کو قوت دینے کے بارے میں خدا کی تعجب انگیز باتوں کو دیگر قوتوں کی سی گپ سمجھ لیا۔ اس فلسفی کے عقیدے میں اکثر جرمن نوجوان بری طرح گرفتار ہیں۔ ہر طرف فلاسفہ کی مسندوں پر الحاد کا مکمل قبضہ ہے (یعنی اساتذہ بھی ویسے ہی ہیں) جرمن طلباء میں سے جن کو میں جانتا ہوں ان میں سے بارہ[12] ایسے آدمی چھانٹنا مشکل ہو گا جو پکے ملحد نہ ہوں۔ جو لوگ اس وباء کے پھیلنے میں ذرا سا شبہ رکھتے ہوں وہاں جا کر یہ سب کچھ دیکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر جو لوگ چاہتے ہیں کہ لڑکے عقلمند، عالم بنیں اور

---

[1] افلاطون (Plato) مشہور یونانی فلسفی جو سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا۔ اس کی کتابیں جمہوریت اور سیاست پر مشہور ہیں۔
(پ ۴۳۰ء ق م ۳۴۷ء ق م) ۱۲ تقی

دینِ عیسوی کے پکّے فکر مند ہو کر نہ آئیں تو وہ ان کو جرمنی پڑھنے کے لئے نہ بھیجیں "

آرڈی اوون کہتا ہے :-

"ہر سیاح کو یہ بات معلوم ہے کہ زمانۂ حال میں فرانس میں بیس ملحدوں کے مقابلہ میں ایک ایماندار کا تلاش کرنا دشوار ہے "

پادری گلیگ صاحب جرمنی، بوہیمیہ اور ہنگری کے حالات میں لکھتا ہے کہ :-

"اگر کوئی شخص گذشتہ اسّی نوّے برس کے جرمنی کے پروٹسٹنٹ مذہب کے حالات کی تاریخ دیکھے تو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے گا کہ اس میں عیسائی آنکھ کو غم و اندوہ کے سوائے کچھ نظر نہیں آتا۔ اس دَور کے پادری حضرات نے دینِ عیسوی کے خدا کی طرف سے ہونے کا انکار کر کے بڑی سرگرمی سے محنت کی ہے کہ اپنے عقائد باطلہ لوگوں کے دلوں میں بھی ڈالیں۔ علم کلام کے مدرسوں کے اتالیقوں اور مذہبی و علمی "جرنل" کے رہنماؤں میں ایک ایسا گروہ ظہور میں آیا جو اپنے کو راشنلسٹ (عقلیت پسند Rationalist) کہتے ہیں اور ان لوگوں کا جو الہام کے قائل ہیں مذاق اڑاتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وعظ کے سارے منبروں پر اُن کا اور اُن کے مریدوں کا قبضہ ہے اور یہ گویا ایک ایسا چشمہ جاری ہوا کہ اس کا پانی جدھر سے گذرا تباہی پھیلاتا چلا گیا۔ اس کے علاوہ اس ناپاک کام کی تائید میں ان لوگوں نے جو علم ایجاد کیا وہ بلا شبہ ایسا بُرا تھا جیسی ان کی دلیلیں ہر درجے کے لوگوں کے مزاج اور سمجھ کے موافق

تعجب انگیز بجیں۔ پس اس صورت میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ ہر طرف کفر پھیل جائے۔"

پرشیا[1] کے حالات میں بھی گلیگ صاحب اس طرح لکھتے ہیں :-

"پرشیا میں بھی سالہا سال سے اب تک بائبل کا مذہب نہیں ہے۔"

ہاکنس نے بھی بڑی تفصیل کے ساتھ جرمنی میں الحاد پھیل جانے کا حال لکھا ہے۔ اخبار ٹابلٹ اکتوبر ۱۸۵۳ء کی اپنی ایک اشاعت میں لکھتا ہے :-

"صرف انگلینڈ میں انیس[2] ایسی خانقاہیں ہیں جن میں کفر کی تعلیم ہوتی ہے اور تین لاکھ آدمی ایسے ہیں جو کچھ مذہب نہیں رکھتے۔"

تطویل کے خوف سے ہم بس اسی قدر امثال پر اکتفا کرتے ہیں اور اہلِ عقل و خرد کے لئے یہی کچھ کافی ہے۔

پس اب اے عیسائیو ذرا انصاف سے دیکھو کہ :-

- جب کتبِ مقدسہ میں اس طرح تحریف و تبدیل ہوتی ہو جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور تمہارے علماء کے لئے بھی ایسے تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔
- دنیا سے دینِ عیسوی کا نام و نشان مٹ چکا اور اس کی جگہ دینِ پولسی نے لے لی اور دینِ پولسی بھی کئی سو برس تک دجالوں اور بت پرستوں کے زیرِ اثر رہا۔
- اور یہ کتب جن کو تم کتبِ مقدسہ کہتے ہو اس مدت دراز تک ان ہی دجالوں کے پاس رہیں۔

---

[1] پرشیا۔ روس   [2] ۱۹ مجیب

اور پندرہ سو برس بعد اس دین پوشی میں کچھ اصلاح کی گئی تو وہ بھی ایک ایسے شخص کے طفیل جس نے معلم الملکوت سے تعلیم پائی ہو۔

تو

بھلا تم اب کس لئے اپنے دین اور ایسی کتب کے حامی بنے ہوئے ہو کیوں نہیں تم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ابدی نجات حاصل کر لیتے ؟

اے عیسائی بھائیو ! یہ وہ نبی ہے کہ اسپان ہیپس جیسا دشمن جس کو تم بھی عمدہ مسیحی تسلیم کرتے ہو اور اس نے از راہ شقاوت ازلی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیسے درشت اور نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ آپ کی شان میں صاف صاف گواہی دیتا ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) حسین اور ذہین تھے ۔ آپ کا چال چلن پسندیدہ تھا ۔ مساکین کی نگہداشت آپ کا شیوہ تھا ۔ ہر ایک کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتے اور دشمنوں پر شجاع تھے ۔

ان سب باتوں کے علاوہ خدا کے نام کا بڑا ادب کرتے تھے ۔ جعلسازوں زانیوں ، قاتلوں ، تہمت لگانے والوں ، دھوکے باز لالچیوں ، جھوٹی گواہی دینے والوں وغیرہ کے ساتھ کمال سخت گیری کرتے تھے ۔ صبر ، سخاوت ، رحم دلی ، نیکی و احسان ، والدین اور بزرگوں کی تعظیم و توقیر کرنے اور ان کی بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھنے کے بارے میں بہت وعظ و نصیحت کرتے تھے اور بڑے عابد و مرتاض تھے ۔[1]

---

[1] سیل صاحب کا مقدمہ ص ۶

اے پیارو! اب دیکھو جس شخص میں ایسے ایسے وصف ہوں اور ان اوصاف کا ثبوت اس کے دشمنوں کے اقوال میں بھی پایا جائے۔ پھر اس کی شان میں بے ادبی کرنا اور اپنی عاقبت کی خرابی سے نہ ڈرنا سراسر تعصب اور اپنے باپ دادا کی رسم کا اتباع ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے نبی آخر الزمان کے وسیلہ سے ہمیں اور آپ کو تعصب اور بے جا طرفداری سے نجات دلائے۔

اے عزیزو! یہ وہ نبی ہے کہ تمہاری کتابوں میں اس قدر تحریفات کے باوجود اب تک اس کی بے شمار بشارتیں موجود ہیں اور مسلمانوں نے اپنی اکثر کتابوں میں ان کو درج بھی کر دیا ہے اور وہ ایسی ہیں کہ ان بشارات کا مصداق سوائے نبی آخر الزمان اور کوئی قرار نہیں پا سکتا۔ تم لوگ بھی اگر تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ان کی طرف توجہ دو تو یقین ہے کہ پھر ایسے وساوس اور شکوک میں مبتلا نہ ہو۔

اے عزیز عیسائیو! یہ نبی وہ آخر الزمان ہے جس کے بارے میں حضرت عیسیٰ نے اپنے مصلوب ہونے کے واقعہ کے ذکر میں کھلے الفاظ میں تقریباً یوں فرمایا تھا:-

"اے برنباس[1] یقین جان کہ کیسا ہی چھوٹا گناہ کیوں نہ ہو خدا اس کی سزا دیتا ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ گناہ سے ناراض ہے اور کسی گناہ کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ میری ماں اور میرے شاگردوں نے جو دنیوی غرض سے میرے ساتھ محبت کی خدا اس سے ناخوش ہوا اور بمقتضائے

---

[1] برنباس حواری مراد ہے۔ ان کی طرف منسوب انجیل برناباس کے متعلق مفصل تعارف کے لئے بائبل سے قرآن تک ص $\frac{۱۵۰۲}{۳۲}$ تا ص $\frac{۱۵۳۴}{۳۲}$ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ نجیب

عدالت یہ چاہا کہ ان کی اس نامناسب عقیدت کی سزا اسی دنیا میں ان
کو دیوے تاکہ وہ دوزخ کے عذاب سے بچیں اور وہاں ان کو
اذیت نہ ہووے اور میں اگرچہ دنیا میں بے قصور تھا پر اس لئے
کہ بعضے آدمیوں نے مجھ کو خدا اور ابن اللہ کہا۔ خداوند تعالیٰ کو یہ
بات خوش نہ آئی اور اس کی مشیت اس امر کی مقتضی ہوئی کہ قیامت
کے دن شیاطین مجھ پر نہ ہنسیں اور مجھ کو ٹھٹھوں میں نہ اڑا دیں۔
سو اس نے اپنی مہربانی اور عنایت سے ایسا بہتر جانا کہ دنیا
ہی میں یہوداہ کی موت کے سبب میری تضحیک اور ہنسائی ہو جاوے
اور ہر شخص یہ گمان کرے کہ میں صلیب پر کھینچا گیا۔ پھر یہ ساری
ہتک اور ہنسائی محمد رسول اللہ کے آنے ہی تک رہے گی جب وہ
دنیا میں آوے گا تو ہر ایک ایمان دار کو اس غلطی سے آگاہ کرے گا
اور یہ دھوکہ لوگوں کے دلوں سے اٹھا دے گا[۱]۔"

پس اے بھائیو! جس کی نبوت کی خبر اس صراحت کے ساتھ تحریر ہوئی ہو
پھر اس کا انکار کرنا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے یا نہیں؟ اگر تمہارے دل
میں ذرا سا بھی انصاف ہو تو پھر ہرگز شکوک و شبہات میں مبتلا نہ رہو۔ اگر شیطان
لعین جو بنی آدم کا دشمن ہے تمہیں اس دھوکے میں ڈالے کہ برناباس کی انجیل جعلی
ہے اور اس کو تمہاری کونسل اور کمیٹی نے خدا کا کلام تسلیم نہیں کیا تو تم لاحول
پڑھو اور خدا سے دعا مانگو کہ تمہیں شیطانی وساوس سے نجات دے کر عقل
سلیم عطا فرماتے۔ اور (انجیل برناباس کے بارے میں) یہ شک و شبہ جو یقیناً

---

[۱] ترجمہ قرآن شریف مصنفہ سیل صاحب صفحہ ۲۳ ۱۲ منہ

بے اصل و بے بنیاد ہے تمہارے دل سے نکال دے۔

دیکھئے برنباس کی انجیل ایک پرانی کتاب ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے سینکڑوں برس پیشتر کی ہے۔ چنانچہ دوسری تیسری صدی عیسوی کی کتابوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ تو بھلا غور فرمائیے کہ اتنی مدت پہلے اس میں کس طرح جعل سازی ہو گئی اور جعل سازی بھی ایسی کہ جو طاقت بشری سے باہر ہے اور بغیر الہام خداوندی کے یہ جعل سازی ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس صورت میں ایسی جعل سازی سے بھی کچھ قباحت نہ ہوئی۔

اور اگر تم لوگ یہ کہو کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کسی مسلمان نے اس میں یہ جملے بڑھا دیئے ہیں تو اس کا ثبوت پیش کرو کہ کس شخص نے کس زمانے میں یہ تحریف کی اور برنباس کی انجیل کا کوئی پرانا نسخہ جو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے کا لکھا ہوا ہو اور جس میں یہ فقرہ موجود نہ ہو پیش کرو اور اگر پیش نہیں کر سکتے تو ایسے شیطانی وسوسوں سے توبہ کر کے ایمان لاؤ اور نجات ابدی مفت میں حاصل کر لو۔

اور جب تک تم اس امر کو ثابت نہ کرو اور اپنے تعصب سے بلا دلیل دعوے کئے جاؤ تو مسلمانوں پر تمہارے ان واہی تباہی اعتراضات پر توجہ دینا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح کی گواہی تمہاری

لے "انجیل برنباس" کا مفصل تعارف کتاب "عیسائیت کیا ہے؟" صفحہ ۱۸۱ تا صفحہ ۱۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ مجیب

سب خوبیوں سے افضل ہے۔ اور تمام اعتراضات کا ایک کافی و وافی جواب ہے۔

اب میں بلا تعصب و طرف داری سچے دل سے تمہارے لئے دُعا مانگتا ہوں۔ خدائے مجیب الدعوات اپنے نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے اس کو قبول فرمائے۔

مُناجات

اے رب العالمین! تُو جو ساری چیزوں پر قادر ہے اور بنی آدم کے دلوں کو شیطان کے وساوس سے چھڑانے کی طاقت رکھتا ہے، اپنے فضل و کرم سے عیسائیوں کو جو سچے دل سے اپنی نجات کے خواہاں ہیں، راہِ راست پر لا اور اُن کو جو تعصب کی راہ سے دینِ محمدی کے دشمن ہو رہے ہیں تعصب سے چھڑا اور اُن کو توفیق عنایت فرما کہ سچے دل سے تیری راہ تلاش کریں اور تیرے نبی آخرالزمان پر ایمان لا کر نجاتِ ابدی اور حیاتِ سرمدی پائیں۔

اے خداوندِ متعال! ان کو توفیق دے کہ اس کتاب کو بلا تعصب اور بلا طرف داری دیکھیں اور ضلالت و گمراہی کے ورطے سے نکل کر ساحلِ نجات پر پہنچیں۔

اور بس اس کتاب کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما اور اس میں جو کچھ سہو و نسیان ہُوا ہو تو معاف کر اور ہمارا اور سب بھائی مسلمانوں کا خاتمہ بخیر کر اور قیامت کے دن سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

شفاعت نصیب کر۔ آمین ! یارب العالمین ۔

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

صلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمدٍ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

تمت بالخیر

بحمداللہ تکمیل نظرِ ثانی
۴ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ
۱۱ اگست ۱۹۸۶ء
بروز پیر صبح ۱۰ بجے
از قلم حسین احمد نجیب

تکمیل اعجاز عیسوی تسہیل
۲ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ
۱۷ مئی ۱۹۸۰ء
بروز ہفتہ بعد نماز عصر
از قلم حسین احمد نجیب

مسیحیت

علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں

ایک اہم عربی کتاب کا شگفتہ اردو ترجمہ جس میں مسیحیت کا معروضی مطالعہ
اور بے لاگ جائزہ پیش کیا گیا ہے اور قرآن حکیم کی روشنی میں مسیحیت کی تاریخ
اور اس کے کمزور پہلوؤں کی علمی انداز میں نشاندہی کی گئی ہے

تالیف
متولی یوسف جلبی

ترجمہ
مولانا شمس تبریز خان لکھنوی

ادارہ اسلامیات ۰ انارکلی لاہور ۲

وہ مشہور و معروف انجیل جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی پیش گوئی واضح طور پر موجود ہے۔

انجیل برناباس

اُردو

ترجمہ

مولانا محمد حلیم انصاریؒ

مقدمہ

مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ

ترتیب وپیشکش

جناب خالد محمود صاحب ([illegible])

ادارہ اسلامیات
لاہور - کراچی
پاکستان